تاریخ بزرگانِ کشمیر

پیرزادہ عبدالخالق طاہری

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب
فیرڈیل مارکیٹ ریذیڈنسی سرینگر، کشمیر

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی

جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو

ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

LAHORE

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (القرآن)

برتر از عرش و کرسی و خلا ❖ ساکنانِ مقعدِ صدق و صفا
خلق اطفال اند جز مستِ خدا ❖ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

تاریخ
بزرگانِ کشمیر

جس میں

"اشرف المخلوقات ہونے کا مفہوم، ولایت کا معنی اور ولی اللہ کی حقیقت بتفصیل بیان کرنیکے علاوہ واقعاتِ کشمیر میں متذکرہ اولیاء اللہ" اور بزرگانِ دین کے حالات نیز شاہی خاندانوں کے چیدہ چیدہ واقعات اختصار کے ساتھ عہد بعہد قلم بند کئے گئے ہیں۔"

مؤلفہ

پیرزادہ عبدالخالق طاہری ایم اے آنرس (منشی فاضل وغیرہ)

پبلشرز شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب
مدینہ چوک گاؤ کدل سرینگر

Marfat.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

129534

• نام کتاب: تاریخ بزرگانِ کشمیر
• مؤلف: پیرزادہ عبدالخالق طاہری (پٹن کشمیر)
• سالِ اشاعت: ۱۹۹۸ء
• سالِ اشاعت دوم: ۲۰۰۳ء
• تعداد صفحات: ۷۰۰ 18x22/8
• زیرِ اہتمام: شیخ اعجاز احمد
• قیمت: دو سو روپیہ (Rs 200/-)

شائع کردہ
گلشن پبلیکیشنز ریذیڈنسی روڈ؟ چوک، گاؤکدل سرینگر

پبلشرز
شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب گاؤکدل سرینگر

Marfat.com

انتساب

"میں اس کتاب "بزرگانِ کشمیر" کو وطن کے اُن اہلِ اسلام اور دیندار حضرات کے نام منسوب کرتا ہوں جن کے قلب و جگر دوستانِ خدا کی محبت، عقیدت اور احترام سے معمور اور سرشار ہوں۔"

خاکپائے اولیاءؑ و علماء

طاہری عفی عنہ

ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَولِیَاۗءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

باسلاطین در فتد مرد فقیر
از شکوهِ بوریا لرزد سریر
چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
(ابتداء) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۔ خواجہ اعظمی ؒ اور تاریخ کشمیر	۱۹ تا ۲۸
۲۔ تاریخ کشمیر کا انقلابی رخ	۳۷
۳۔ کشمیر کی تاریخ کا تصوفی پہلو	۴۵
۴۔ اشرف المخلوقات کون ہیں؟	۵۷
۵۔ ولایت کا معنیٰ اور ولی کا مفہوم	۷۳
۶۔ اولیاء اللہ کا بلند مقام	۸۶
۷۔ حضرت غوث الاعظم ؓ کی چند کرامات	۱۰۴
۸۔ کشمیر کی سرزمین میں اسلام کی ابتداء	۱۳۲
۹۔ جناب سید شرف الدین حضرت بلبل شاہ صاحب ؒ	۱۴۱
۱۰۔ شاہمیری سلاطین کے عہد میں [illegible]	۱۴۵
علاقہ کا علم الہٰی مجذوب ؒ	۱۴۶
۱۱۔ مرزا حیدر کاشغری ؒ	۱۶۲

مضامین	صفحہ
۱۲۔ قطب ربانی حضرت سید امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ؒ	۱۶۸
۱۳۔ عہد سلاطین کے بزرگانِ کشمیر (الف) سلطان قطب الدین کے عہد تک کے بزرگان	۱۷۸
(۱) حضرت میر سید حسین سامانی ؒ	۱۷۸
(۲) حضرت سید جلال الدین عطائی ؒ	۱۸۰
(۳) حضرت سید کمال ؒ	۱۸۱
(۴) حضرت سید کمال ثانی ؒ	″
(۵) حضرت سید جلال الدین محدث ؒ	۱۸۲
(۶) سید فیروز المعروف بہ جلال الدین ؒ	″
(۷) سید محمد کاظم ؒ	۱۸۳
(۸) حضرت میر سید رکن الدین ؒ (۹) حضرت میر سید فخر الدین ؒ	۱۸۴
(۱۰) قطب سید محمد قریشی ؒ	″
(۱۱، ۱۲) میر سید عزیز اللہ و میر سید محمد مراد ؒ	۱۸۵
(۱۳) حضرت سید احمد قریشی ؒ	″
(۱۴) مولانا میر محمد قادری ؒ	۱۸۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
(۱۵) مظہر الیقانی شیخ سلیمان ؒ	۱۸۷
(۱۶) شیخ احمد خوشخوان ؒ	۱۸۸
(۱۷) حضرت بہاؤ الدین ؒ	۱۸۹
(۱۸) حضرت سید محمد سراج ؒ	//
(۱۹) حضرت سید محمد بیہقی ؒ	۱۹۰
(۲۰) حضرت میر سید عین پوش ؒ	//
(۲۱) حضرت سید بہاؤ الدین ؒ	//
(۲۲) حضرت سید نعمت اللہ ؒ	//
۱۴- مقرب ربانی حضرت میر محمد ہمدانی ؒ	۱۹۱
۱۵- سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں بزرگان کشمیر کے حالات	۱۹۵
۱- حضرت سید محمد حصاری ؒ	۱۹۵
۲- حضرت سید احمد سامانی ؒ	۱۹۷
۳- حضرت سید قاضی حسین شیرازی ؒ	//
۴- حضرت سید محمد خاوری ؒ	۱۹۸
۵- حضرت سید علاء الدین ؒ	۱۹۹
۶- سید جلال الدین بخاری ؒ	۲۰۰
۷- حضرت سید علی اکبر ؒ	۲۰۱
۸- حضرت میر سید نور الدین ؒ	۲۰۲
۹- حضرت سید شہاب الدین ؒ	//
۱۰- حضرت سید حضور اللہ ؒ	

مضمون	صفحہ
۱۱- حضرت سید حسین ؒ	۲۰۲
۱۲- حضرت سید محمد لورستانی ؒ	۲۰۳
۱۳- خواجہ صدر الدین خراسانی ؒ	۲۰۴
۱۴- حضرت سید حسین خوارزمی ؒ	۲۰۵
۱۵- حضرت سید محمد مدنی ؒ	//
۱۶- حضرت سید محمد کرمانی ؒ	۲۰۸
۱۷- حضرت فخر الدین ؒ	//
۱۸- حضرت سید محمد زندہ پوش ؒ	//
۱۹- سید عبد اللہ ؒ ..... وغیرہ	۲۰۹
۲۰- حضرت سید عبد اللہ ؒ	//
۲۱- حضرت سید حسن ؒ	//
۲۲- حضرت سید محمد افضل ؒ	۲۱۰
۲۳- حضرت حبیب اللہ عزیزی ؒ	۲۱۱
۲۴- حضرت سید محمد خلیل ؒ	//
۲۵- حضرت سید علی اکبر ثانی ؒ وغیرہم	۲۱۲
۱۶- سلطان زین العابدین ؒ کے عہد کے اولیاء اللہ ؒ	۲۱۴
۱- حضرت سید حسن منطقی ؒ	۲۱۴
۲- شیخ بہاؤ الدین ؒ	//
۳- حضرت سید بدر الدین زینہ کدلی	۲۱۸
۴- حضرت سید حسین ؒ	//
۵- حضرت سید نور الدین زینہ کدلی	۲۲۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۶- حضرت سید جان بازؒ	۲۲۱
۷- حضرت سید بلالؒ	۲۲۲
۸- حضرت بابا حاجی ادہمؒ	۲۲۳
۹- حضرت سید محمد امین منطقیؒ	۲۲۴
۱۰- حضرت سید حاجی مرادؒ	۲۲۴
۱۱- حضرت سید حبیب کاسانیؒ	۲۲۷
۱۲- میر سید محمد منطقیؒ	″
۱۳- حضرت میر سید محمد حبیب سرتاجیؒ	۲۲۸
۱۴/۲۵- سید شہاب الدینؒ وغیرہ خم	۲۴۰
۲۶- حضرت سید قاسمؒ	″
۲۷- سید محمد بخاریؒ	۲۴۱
۲۸- حضرت سید خلیل اللہؒ	″
۲۹- حضرت سید جعفرؒ	″
۳۰- سید محمد منطقیؒ ثانی	″
۳۱/۴۱- دیگر اولیاء اللہؒ	″
۴۲- حضرت سید علی اکبرؒ (و دیگر نو (۹) سادات)	۲۴۳
۱۷- حضرت شیخ نورالدین ولی کشمیریؒ	۲۴۴
۱۸- دیگر سرکردہ ریشیان عالی شانؒ	۲۵۰
۱- حضرت بابا زین الدینؒ	۲۵۰
۲- حضرت بابا بام الدینؒ	۲۵۱
۳- حضرت بابا لطیف الدینؒ	۲۵۳
۴- حضرت بابا نصیر الدینؒ	۲۵۵
۵- حضرت بابا قیام الدینؒ	۲۵۷
۶- حضرت بابا عثمان اوجب گنائیؒ	″
۷- حافظ فتح اللہ خوشخوانؒ	۲۵۹
۸- بابا پم ریشیؒ	″
۹- بابا شمس الدینؒ	۲۶۱
۱۰- حضرت شیخ پمبازؒ	۲۶۳
۱۱- بابا رجب الدینؒ	۲۶۵
۱۲- شیخ بابا صید ربطؒ	۲۶۶
۱۳- شیخ بابا دریا دینؒ	۲۶۷
۱۴- شیخ بابا لدہ ملؒ	۲۶۹
۱۵- حضرت بابا شکر الدینؒ	″
۱۶- حضرت بابا لولی حاجیؒ	۲۷۲
۱۷- شیخ اوتر ٹھکورؒ	″
۱۸/۲۰- شیخ لدی کھطو... وغیرہ	۲۷۴
۲۱- شیخ پلجم ریشیؒ	۲۷۵
۲۲- شیخ ادت ریشیؒ	″
۲۳- شیخ نوری ریشیؒ	۲۷۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۲۴۔ حضرت بابا حنیف الدینؒ	۲۷۷	۳۔ مولانا کمال الدینؒ	۲۹۴
۲۵۔ شیخ نوروز ریشیؒ	"	۴۔ مولانا نوفی گنائیؒ	۲۹۵
۲۶۔ شیخ ہردی ریشیؒ	۲۷۸	۵۔ مولوی ملا شنگرف گنائیؒ	۲۹۶
۲۷۔ شیخ نویدی ریشیؒ	۲۷۹	۶۔ مولانا نصیر المعروف بہ ملا باباؒ	۲۹۷
۱۹۔ عہد سلاطین کے آخری دور کے بزرگان دین	۲۸۰	۷۔ مولانا قاضی ابراہیمؒ	۲۹۸
		۸۔ مولانا محمد آنیؒ	۲۹۹
		۹۔ مولانا کبیرؒ	۳۰۰
۱۔ حضرت سید برخوردارؒ	۲۸۰	۱۰۔ مولانا جمال الدینؒ	۳۰۱
۲۔ حضرت شیخ شمس الدین بغدادیؒ	۲۸۱	۱۱۔ مولانا ملا احمدؒ	۳۰۲
۳۔ حضرت سید جعفرؒ	۲۸۲	۲۱۔ چکوں عہد	۳۰۴
۴۔ شیخ اسماعیلؒ	۲۸۴		
۵۔ حضرت سید احمدؒ	۲۸۵	۲۲۔ مخدوم العرفا حضرت شیخ حمزہ کشمیریؒ	۳۲۷
۶۔ حضرت سید میر جمال الدین بخاریؒ	"		
۷۔ حضرت سید نصیر الدین خانیاریؒ	۲۸۶	ایک ضروری وضاحت	۳۳۴
۸۔ حضرت بابا فتح اللہؒ	۲۸۷		
۹/۱۰۔ حضرت زنی ریشیؒ / حضرت زوفی ریشیؒ	۲۸۹	۲۳۔ چکوں کے عہد میں دیگر اولیاء اللہ	۳۴۰
۱۱۔ شیخ ننگ ریشیؒ	۲۹۰		
۲۰۔ اس عہد کے علماء، دیور اور سربرآوردہ اشخاص	۲۹۲	۱۔ حضرت سید محمد کرمانیؒ	۳۴۰
		۲۔ حضرت شاہ کالوؒ	"
		۳۔ حضرت سید احمد کرمانیؒ	۳۴۱
۱۔ مولانا نارمی الدینؒ	۲۹۳	۴۔ مولانا قاضی حبیب اللہؒ	۳۴۲
۲۔ میر داؤد علامہ دوارکیؒ	۲۹۴	۵۔ حضرت ملا فیروز مفتیؒ	۳۴۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۶- حضرت ملّا الماس گنائیؒ	۳۴۵
۷- حضرت ملّا جوہر گنائیؒ	″
۸-۱۰- حضرت کنگی ریشیؒ - وغیرہ	۳۴۶
۱۱- حضرات سادات پارسائیہؒ	۳۴۷
۱۲- حضرت سید اسماعیل شامیؒ	″
۱۳- حضرت سید میرک میرؒ	۳۴۹
حضرت ہردی ریشیؒ	۳۵۰
۲۴- دیگر اکابر ریشیان وغیرہ بزرگان -	۳۵۴
۱- حضرت شیخ نوروز ریشیؒ	۳۵۴
۲- مولانا خواجہ شمس الدین پالؒ	۳۵۵
۳- حضرت مخدوم شیخ احمد قاریؒ	۳۵۶
۴- حضرت شیخ بابا والیؒ	۳۵۸
۲۵- حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ	۳۶۰
۱- حضرت شیخ بابا والیؒ	۳۶۴
۲۶- عہد چکان کے باقی بزرگان دین	۳۶۶
۱- حضرت خواجہ طاہر رفیقؒ	۳۶۶
۲- حضرت مولانا داؤد طوسیؒ	۳۶۷
۳- حضرت میر سید مسافرؒ	۳۶۸
۴- حضرت سید جلال الدینؒ	″
۵- حضرت سید محمد عین پوشؒ	۳۶۹
۶- بابا مسعود سہروردیؒ	″
۷- حضرت خواجہ ابراہیم کول ملاریؒ	۳۷۱
حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ	۳۷۲
۲۷- اس عہد کے چند مجاذیب اور قلندران -	۳۷۸
۱- حضرت غیبی شاہؒ	۳۷۸
۲- حضرت زینی شاہؒ	″
۳- حضرت میاں مانگ شاہؒ	۳۷۹
۴- حضرت بادی شاہؒ	۳۸۰
۵- حضرت زندہ شاہؒ	۳۸۱
۲۸- چکوں کے عہد کے چند مشہور شعراء	۳۸۲
۱- حضرت شاہ فتح اللہؒ	۳۸۲
۲- حضرت میر ابوالفتحؒ	۳۸۳
۳- حضرت طالب اصفہانیؒ	۳۸۴
۴- مولانا میر علیؒ	۳۸۵
۵- مُلّا نامی اوّلؒ	۳۸۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۶- ملا نامی ثانی ؒ	۳۸۷
۷- مولانا مہری ؒ	″
۸- مولانا محمد امین مستغنی ؒ	۳۸۸
مغلوں کا دور	۳۹۰
۲۹- مغلیہ عہد کے مختصر حالات اور واقعات -	۳۹۰
۳۰- اکبری عہد کے بزرگان دین -	۴۱۹
۱- اہلہ ریشی بابا ؒ	۴۱۹
۲- شیخ عبدالکریم ؒ	″
۳- حضرت میر محمد ؒ	۴۲۰
۴- شیخ محمد یوسف تھجی ؒ	۴۲۱
۵- خواجہ بہاؤالدین محمد خوارزمی ؒ	″
۶- شیخ روپی بابا ریشی ؒ	۴۲۲
۷- حضرت شیخ حسن ؒ	۴۲۳
۸- حضرت بہرام تنگی ؒ	″
۹- حضرت شیخ حیدر لاری ؒ	۴۲۴
۱۰- شیخ بایزید شمناگی ؒ	۴۲۵
۱۱- حضرت مخدوم حاجی موسلی ؒ	۴۲۶
۱۲- حضرت مولانا شاہ دولت ؒ	″

مضمون	صفحہ
۱۳- شیخ حاجی آدتر ؒ	۴۲۷
۱۴- شیخ کنگی ریشی ؒ	۴۲۸
اس عہد کے صوفیانہ بزرگان	۴۲۹
۱- حضرت آخوند ملا جمال ؒ	۴۲۹
۲- حضرت آخوند ملا کمال ؒ	۴۳۰
۳- شیخ اسماعیل چشتی ؒ	۴۳۲
۴- مولانا میر محمد افضل ؒ	۴۳۳
۵- خواجہ حسن قاری ؒ	۴۳۴
۶- خواجہ اسحق قاری ؒ	″
۷- مولانا قاضی محمد صالح ؒ	۴۳۶
۳۱- عہد جہانگیری کے بزرگان دین -	۴۳۷
۱- خواجہ مسعود پانپوری ؒ	۴۳۷
۲- شیخ محمد لبیب ؒ	۴۳۸
۳- حضرت میر بارک قادری ؒ	″
۴- شیخ بابا عبداللہ ؒ	۴۴۰
۵- شیخ بابا حاجی ؒ	۴۴۱
۶- شیخ بابا ابراہیم ؒ	۴۴۲
۷- مولانا شاہ گدا ؒ	″
۸- خواجہ حبیب اللہ نوشہری ؒ	۴۴۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۹- حضرت میر یوسف قادریؒ	۴۴۵
۱۰- شیخ محمد یوسفؒ	″
۱۱/۱۳- مخدوم شیخ عباسؒ دیرو	۴۴۶
۱۴- شیخ حاجی داؤد بلخیؒ	۴۴۷
۱۵- حضرت سید نعمت اللہ حصاریؒ	″
۱۶- شیخ محمد سعیدؒ	۴۴۸
۱۷- حضرت شیخ محمدؒ	۴۴۹
۱۸- حضرت شیخ ابراہیمؒ	″
۱۹- حضرت خواجہ یعقوب ٹلارؒ	۴۵۰
۲۰- حضرت میر حمزہ کریریؒ	″
۲۱- خواجہ محمد یوسف بانجو تانیؒ	۴۵۱
۲۲- شیخ موسیٰ بلادمریؒ	۴۵۲
۲۳- شیخ موسیٰ زرگیرؒ	۴۵۳
۲۴- حضرت شاہ قاسم حقانیؒ	۴۵۴
۲۵- شیخ مہدی علی سوپوریؒ	۴۵۵
۲۶- حضرت شیخ بابا اسحٰقؒ	۴۵۶
۲۷- ملاّ حاجی گنائیؒ	″
۲۸- ملاّ حاجی بانڈےؒ	″
۲۹- شیخ بابا حسینؒ	۴۵۷
۳۰- ملاّ حسین خبارؒ	″
اس عہد کے چند مجاذیب، علماء صوفیہ اور مشائخ حضرات۔	۴۶۱
۱- خواجہ داؤد مجذوبؒ	۴۶۱
۲- فیروز شاہ مجذوبؒ	″
۳- شاہ یعقوب مجذوبؒ	۴۶۲
۴- خواجہ صادق سودرؒ	۴۶۳
۵- ملاّ محمد رضاؒ	۴۶۴
۶- ملاّ حبیب گنائیؒ	″
۷- قاضی ابوالقاسمؒ	۴۶۵
۸- ملاّ حبیب میر عدلؒ	۴۶۶
۹- ملاّ علی پہتکؒ	″
۱۰- خواجہ علی پتوؒ	۴۶۷
۱۱- حضرت شیخ حیدرؒ	″
اس عہد کے متعدد ریشی حضرات کے اسمائے گرامی	۴۶۸
۱- یعقوب میرؒ	۴۶۹
۲- خواجہ زین الدینؒ	″
۳- خواجہ بیز بلؒ (اور دیگر اسمائے گرامی۔	۴۷۰
اس عہد کے چند شعرائے کرامؒ۔	۴۷۲
۱- ملاّ مظہریؒ	۴۷۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۲- مُلا میر حسن رح	۴۷۳
۳- آدمی کشمیری رح	//
۳۲- شاہجہانی دور کے اولیاء اللہ رح -	۴۷۷
۱- حضرت بابا نصیب الدین رح	۴۷۷
۲- شیخ شمس الدین رح	۴۷۹
۳- سید ریشی بابا رح	//
۴- خواجہ زین الدین ڈار رح	۴۸۰
۵- مُلا حسین گنائی رح	۴۸۱
۶- حضرت خواجہ حیدر نقشو	//
۷- خواجہ عبداللہ غازی رح	۴۸۳
۸- مُلا حیدر اریتو رح	//
۹- مُلا فاضل رح	۴۸۴
۱۰- مُلا عبدالرزاق بانڈے رح	//
۱۱- مُلا ابوالحسن رح	//
۱۲- حضرت حاجی بابائے تلادری	۴۸۵
۱۳- شیخ بابا علی رح	۴۸۶
۱۴- شیخ بنکر ریشی رح	۴۸۷
۱۵- شیخ اہلہ ریشی رح	۴۸۹
۱۶- شیخ شنکر ریشی رح	//
۱۷- بابا شمس الدین نایک رح	۴۹۰
۱۸- شیخ شمس الدین رح	//
۱۹- شیخ داؤد کوہنی رح	۴۹۱
۲۰- شیخ یوسف رح	//
۲۱- شیخ حاجی حسن رح	۴۹۱
۲۲- شیخ بابا صالح رح	۴۹۲
۲۳/۲۴- شیخ صالح و شیخ درویش رح	۴۹۳
۲۵- شیخ بابا طاہر رح	//
۲۶- مولانا یوسف ترکی رح	۴۹۴
۲۷- بابا مجنون نرودری رح	//
۲۸- مُلا علی الماس رح	۴۹۶
۲۹- مُلا حاجی طوسی رح	//
۳۰- مُلا یوسف کاوسو رح	//
۳۱- خواجہ عبداللہ بانڈے رح	۴۹۸
۳۲- مُلا حسن کوچو رح	//
۳۳- مُلا باقر صباغ رح	//
۳۴- مُلا باقر نارہ للو رح	۴۹۹
۳۵- مُلا یوسف چک رح	//
۳۶- قاضی عبداللہ ملارٹی رح	۵۰۰
۳۷- میر محمد باقر رح	۵۰۱
۳۳- شاہجہانی دور کے چند مشہور شعرائے کرام -	۵۰۲
۱- مُلا ذہنی	۵۰۲
۲- حاجی محمد جان قدسی رح	۵۰۳
۳- طغرائی رح	۵۰۵

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۴- محمد قلی سلیم ؒ	۵۰۶
۵- کلیم موسوم بطالبا ؒ	۵۰۷
۶- میر الٰہی ؒ	۵۰۹
۷- مُلّا ندیمی ؒ	۵۱۱
۸- فصیحی ؒ	۵۱۲
۹- فہمی ؒ	″
۱۰- فطرتی ؒ	۵۱۳
۱۱- روشنی ؒ	۵۱۴
۳۴- اورنگ زیب عالمگیر کے دور کے اولیاء اللہ (قسط اوّل)	۵۱۵
۱- حضرت میر شاہ بابا ؒ	۵۱۵
۲- خواجہ مومن جیلی ؒ	″
۳- مُلّا حاجی گنائی ؒ	۵۱۷
۴- مولانا خواجہ محمد نوبیگرد ؒ	۵۱۸
۵- حضرت شیخ داؤد ؒ	″
۶- حضرت آخوند مُلّا شاہ ؒ	۵۲۲
۷- حضرت شیخ نجم الدین ؒ	۵۲۵
۸- حضرت میر محمد علی قادری ؒ	۵۲۷
۹- مُلّا محمد امین کانی ؒ	۵۲۹
۱۰- ملا عبدالنبی دیوانی ؒ	″

مضمون	صفحہ
۱۱- مُلّا رجب گنائی علاء الدین پوری ؒ	۵۲۹
۱۲- حضرت خواجہ محمد بزاز ؒ	۵۳۰
۱۳- حضرت خواجہ محمد حسین ؒ	۵۳۱
۱۴- حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی ؒ	″
۱۵- حاجی مصطفیٰ رومی نقشبندی ؒ	۵۳۴
۱۶- مولانا عبدالحکیم ؒ	۵۳۵
۱۷- حضرت خواجہ حبیب اللہ کانی ؒ	۵۳۶
۱۸- حضرت زاہد بابا ناکامو ؒ	۵۳۷
۳۵- اس زمانے کے مشہور شعراء کرام کی ذکر ناتمام -	۵۳۹
۱- محمد محسن فانی ؒ	۵۳۹
۲- مُلّا محمد مراد زرین قلم ؒ	۵۴۰
۳- مُلّا محسن شیرین قلم ؒ	۵۴۱
۴- مولانا محمد طاہر غنی ؒ	″
۵- خواجہ ہاشم دیوانی ؒ	۵۴۳
۶- قاضی محمد عارف ؒ	۵۴۴
۷- عنایت خان ؒ	۵۴۵
۸- استغنا ؒ	۵۴۶
۹- محمد رفیع منشی ؒ	۵۴۸

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۳۶ - عہدِ عالمگیر کے دوسرے اولیاء اللہؒ (قسط دوم)	۵۴۹
۱- بابا داؤد مشکواتیؒ	۵۴۹
۲- حضرت میر ہاشمؒ	۵۵۰
۳- خواجہ قاسم ترمذیؒ	〃
۴- مُلّا افضل نلتنوؒ	۵۵۱
۵- مُلّا عبدالرشید زرگرؒ	〃
۶- حضرت میاں محمد امین ڈارؒ	۵۵۲
۷- خواجہ محمد امین صوفیؒ	۵۵۶
۸- لوزہ بابائے لکلیؒ	۵۵۸
۹- مولانا خواجہ ابوالفتح کلوؒ	〃
۱۰- حضرت آخوند مُلّا نازکؒ	۵۵۹
۱۱- شیخ محمد افضلؒ	۵۶۲
۱۲- حاجی الحرمین حاجی بہرامؒ	۵۶۳
۱۳- خواجہ عبدالرحیم مانتجوؒ	۵۶۷
۱۴- خواجہ حبیب اللہ لنکوؒ	〃
۱۵- شیخ عبدالغفور غازیؒ	۵۶۸
۱۶- شیخ جلال الدین کہنہ کاریؒ	۵۶۹
۱۷- بابا عبدالنبی کبرویؒ	〃
۱۸- شیخ یعقوب صاحب کلالؒ	۵۷۰
۱۹- شیخ مومن برتفتیؒ	۵۷۱

مضمون	صفحہ
۲۰- شیخ فیض اللہ زرگرؒ	۵۷۲
۲۱- شیخ یوسف لکموہؒ	۵۷۳
۳۷- مجذوب و ریشی بزرگان	۵۷۴
۱- حافظ صادق مجذوبؒ	۵۷۴
۲- خواجہ محمد ہاشم بلوؒ	۵۷۵
۳- خواجہ حسن تکلؒ	۵۷۶
۴- شیخ حسن لالوؒ	〃
۵- حضرت عارف امی کاروپی ریشیؒ	۵۷۷
۶- ڈار لولودی ریشہ باباؒ	۵۷۹
۷- حضرت مہدی ریشہ بابا کادریؒ	۵۸۰
۸- حضرت مہدہ باباؒ	۵۸۱
۹- حضرت لالہ باباؒ	۵۸۲
اس عہد کی مزید ایک اور جماعت ابرار-	۵۸۳
۳۸- عہدِ عالمگیر کے اولیاء (قسط سوم)	۵۸۸
۱- شیخ میر چوتاجوؒ	۵۸۸
۲- مولانا محمد امین کانیؒ	〃
۳- خواجہ عبدالرزاق کبرویؒ	۵۹۰
۴- مُلّا طاہر کوجائیؒ	〃

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۵- قاضی محسن اندرواری ؒ	۵۹۰
۶- ملا یوسف گنائی ؒ	۵۹۱
۷- ملا عبدالرحیم فغفور ؒ	//
۸- میر خداداد ؒ	۵۹۲
۹- ملا عبدالشکور تنکو ؒ	۵۹۳
۳۹- حضرت عالمگیر کے بعد متفرق عہود کے اولیاء (قسط اول)	۵۹۴
۱- حضرت خواجہ احمد یسوی نقشبندی ؒ	۵۹۴
۲- حاجی عبداللہ البلخی ؒ	۵۹۶
۳- شیخ عبدالرحیم قادری ؒ	//
۴- حضرت شاہ محمد فاضل قادری ؒ	۵۹۷
۵- بابا عبداللہ ؒ	۶۰۱
۶- ایبہ بابی رابنواری ؒ	۶۰۲
۷- شیخ دولت بلخی ؒ	۶۰۳
۸- علی شیخ ؒ	//
۹/۱۱- لالہ بابا ریشی ؒ... وغیرہ	//
۱۲- حیات شالہ ریشی ؒ	۶۰۴
۱۳- حضرت بابا عثمان قادری ؒ	۶۰۵
۱۴- بابا اسماعیل قادری آنچاری ؒ	۶۰۸
۱۵- شیخ محمد مراد رفیقی ؒ	۶۰۹
۱۶- لالہ بابا یوہمدانی ؒ	//
۱۷- شیخ عبدالرشید مکی قادری ؒ	۶۱۰
۱۸- میاں محمد ہاشم چشتی ؒ	۶۱۱
۱۹- بابا یوسف درود ؒ	۶۱۲
۲۰- حکیم شاہ مجذوب ؒ	۶۱۳
۲۱- یوسف شاہ مجذوب ؒ	//
۴۰- "تذکرۃ الشعراء" اس عہد کے چند نامور شعرائے کرام -	۶۱۵
۱- محمد زمان نافع ؒ	۶۱۵
۲- مرزا داراب جویا ؒ	۶۱۶
۳- کامران بیگ گویا ؒ	۶۱۷
۴- لالہ ملک شہید ؒ	۶۱۸
۵- خواجہ ضیاء اللہ دیوانی ؒ	//
۶- حاجی اسلم سالم ؒ	۶۱۹
۴۱- حضرت عالمگیر کے بعد کے عہود میں متفرق اولیاء اللہ (قسط دوم)	۶۲۲
۱- شیخ عبدالرحیم ؒ	۶۲۲
۲- سید حسین لبکلی ؒ	۶۲۳
۳- شیخ محمد مراد رفیقی ؒ	۶۲۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۴- مرزا حیات بیگؒ	۶۲۴
۵- میر محمد افضلؒ	۶۲۵
۶- ملا عبدالرزاق گوجواریؒ	۶۲۷
۷- مولانا محمد عابد لوبیگروؒ	″
۸- مولانا عنایت اللہ چراوؒ	۶۲۸
۹- قاضی عبدالکریمؒ	″
۱۰- مولانا ملا محمد محسن کشتوؒ	۶۲۹
۱۱- ملا محمد اشرف تنتوؒ	۶۳۰
۱۲- ملا کاظم چراوؒ	۶۳۱
۱۳- قاضی حیدرؒ	″
۴۲- چند اور حضرات کا مختصر تذکرہ -	۶۳۳
۱- خواجہ باقی قادریؒ	۶۳۳
۲- شیخ مومن سہروردیؒ	″
۳- خواجہ مومن اسلام آبادیؒ	۶۳۴
۴- ظفر بابائے ہمدانیؒ	″
۵- بودی شیخؒ	″
۴۳- عہد فرخ سیر کے اولیاء اللہ -	۶۳۶
۱- ملا عنایت اللہ شالؒ	۶۳۶
۲- حافظ حسن اعملیؒ	۶۳۷

مضمون	صفحہ
۳- میر ابوالفتح قادریؒ	۶۳۷
۴- سلطان میر جیبوؒ	۶۳۸
۵- حکیم عنایت اللہ کانیؒ	۶۳۹
۶- حضرت شیخ محمد حسینیؒ	۶۴۰
۷- حضرت قاضی دولت شاہؒ	۶۴۱
۸- حضرت شیخ محمد مراد نقشبندی قادریؒ	۶۴۳
۹- ایک ولی اللہؒ	۶۴۶
۱۰- شیخ اکمل الدین محمد کاملؒ	۶۴۷
۴۴- اس عہد کے مزید علماء، شعراء اور محررؒ وغیرہ -	۶۵۱
۱- مولانا ملا عبداللہؒ	۶۵۱
۲- مولانا عزیز اللہؒ	۶۵۲
۳- مولانا امان اللہؒ	۶۵۳
۴/۵- ملا عبدالشکورؒ و ملا ابوالفیضؒ	۶۵۴
۶- میر نورالدین شارقؒ	۶۵۵
۷- خواجہ نور اللہ دیوانیؒ	۶۵۵
۸- میر کمال الدینؒ	″
۹- خواجہ علی اکبرؒ	۶۵۷
۴۵- محمد شاہ کے عہد کے اولیاء اللہ وغیرہ -	۶۶۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱- حضرت میر محمد ہاشم القادریؒ	۶۶۰	۱۱- محمد رضائے مشتاقؒ	۶۷۷
۲- شیخ محمد مراد نقشبندیؒ	۶۶۲	۴۷- محمد شاہی عہد کے دیگر اور آخری بزرگانِ دین-	۶۷۹
۳- شیخ عبدالوہاب قادریؒ	۶۶۴	۱- خواجہ محمد صادق متوی نقشبندیؒ	۶۷۹
۴- میر شرف الدین قادریؒ	۶۶۶	۲- خواجہ محمد شفیع لکو سہروردیؒ	//
۵- شیخ نور الدینؒ	۶۶۷	۳- مولانا ابوالفتحؒ	//
۶- خواجہ عبید اللہ نقشبندیؒ	۶۶۷	۴- بابا محمد مہدی سہروردیؒ	
۴۶- اس دور کے چند مشہور بزرگوں کا تذکرہ مختصراً-	۶۷۴	۵- عبدالرشید مانجوؒ	۶۸۰
۱- بابا محمد یوسفؒ	۶۷۴	۶- شیخ عبداللہؒ	۶۸۲
۲- شیخ محمد لکوؒ	//	۷- بابا ابوالفتح کاتلیؒ	۶۸۳
۳- شیخ یعقوب کرابیہ باکؒ	//	۸- خواجہ نور الدین محمد آفتاب نقشبندیؒ	//
۴- شیخ عبداللطیفؒ تمباکو فروش	۶۷۵	۹- شیخ محمد پارساؒ	۶۸۵
۵- شیخ عبداللطیفؒ کول قادری	//	۱۰- شیخ محمد فاضلؒ زونیمری-	//
۶- خواجہ محمد محسن خندہ لونیؒ	//	۱۱- خواجہ نور اللہؒ	//
۷- حضرت خورم حافظؒ	//		
۸- شیخ ابوالقاسمؒ تونی سہروردی	۶۷۶		
۹- شیخ معین الدین فیقیؒ	//		
۱۰- شیخ عبدالصبور قادریؒ	۶۷۷		

Marfat.com

مضمون	صفحہ
۱۲۔ حاجی محمد صادقؒ	۶۸۶
۱۳۔ میر محمد سلطان قاضیؒ	۶۸۷
۱۴۔ میر محمد اسماعیلؒ	۶۸۸
۱۵۔ حافظ احمد بارہ موئیؒ	//
۱۶۔ میر قاسم امداکدلیؒ	//
۱۷۔ شیخ عبدالرحیم کبرویؒ	۶۸۹
۱۸۔ عبدالنبیؒ لنگرؒ	//
۱۹۔ باباعبدالباقی کبرویؒ	//
۲۰۔ شیخ محمد قایم یسویؒ	۶۹۰
۲۱۔ کوئی گمنام بزرگؒ	۶۹۱
۲۲۔ شیخ عبدالرشیدؒ	۶۹۲
۲۳۔ مولوی حاجی محمد	۶۹۴
۲۴۔ میر عبدالوہابؒ	//
۲۵۔ ملّا زین الدین .	۶۹۵
ملّا ساطعؒ	۶۹۶
غزل	۶۹۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی خَصّ اَولِیَآءِہٗ بالکرامت وجعلہم خلفاء لنبیّہٖ المبعوث بالرحمت والاستقامت والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدِنا و مولٰنا محمّدٍ وّاٰلہٖ واصحابہٖ ، الّذین فازوا بالسلامت الیٰ یوم القیامۃ ○

ارشادِ نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مطابق دُنیا اصل میں آخرت کی کھیتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان یہاں جو بوئے گا وہی کچھ وہاں کاٹے گا۔ چونکہ انسان کو اس عالم ناسوت میں آکر کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے، کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اعضائے بدن کا بھی یہی تقاضا ہے۔ اس لئے اس کا بدلہ بھی اسی کو ملتا ہے۔ پھر یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ: " اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی " کے مصداق سب لوگوں کا کام یکساں بھی نہیں ہوتا، بلکہ تمام بنی آدم اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق جدا جدا کام کرتے جسے عرفِ عام میں ہم عمل کہتے ہیں۔ اپنی ان ہی اعمال کا بدلہ یہاں سے گذر کر سب لوگ آخرت میں پاتے ہیں، اور جو اجر یا بدلہ یعنی جزا و سزا ہوتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے

Marfat.com

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:
"الدُّنیا مزرعۃ الآخرت" یعنی دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

پس عالم آخرت کی پائیدار زندگی کا سامان اسی دُنیا کی ناپائیدار کھیتی میں کیا جا سکتا ہے۔ احکم الحاکمین کا یہی فیصلہ ہے جو اٹل ہے۔ کچھ لوگ بدمست ہو کر دُنیا کی اس کھیتی میں خاردار پودوں اور جھاڑیوں کی کاشت کرتے ہیں پھر اپنی کوتاہ اندیشی سے اس پر فخر بھی کرتے کہ انہوں نے کافی سرمایۂ عیش اور سامانِ عشرت بہم پہونچایا ہے۔ مگر کم فہمی اور نادانی کی وجہ سے اس کی مضرت کو جانتے نہیں بعض انسان ایسے بھی نظر آتے جو کوئی خاص کام نہیں کرتے اور کوئی مفید غلّہ اُگا کر کھلیاں نہیں بناتے بلکہ وہ لوگ آوارہ گردی میں وقت ضائع کرتے پھرتے ہیں، ناجائز ذرائع سے اپنے ضروریات پورا کرکے یہاں سے واپس نکلتے ہیں۔ البتہ انسانوں میں ایسی بھی ایک جماعت دکھائی دیتی جو فہم و فراست رکھتے ہیں وہ لوگ ہوشمند ہوتے جو اپنی دانش بینش سے دُنیا کی اس کھیتی میں خوشبودار پھولوں اور میٹھے پھلوں کے باغ لگائے جاتے ہیں۔ وہ باغ فی الواقع راحت اور فرحت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لگائے ہوئے باغوں میں خوش آواز پرندے اپنی سُریلی لے میں توحید کے گُن گاتے رہتے ہیں' آنے والے ان باغوں کے میٹھے پھلوں کو چکھ کر اپنے کام و دہن کو شیرین بناتے رہتے جاتے اور پھولوں کی خوشبو سے اپنے دِلوں اور دماغوں کو تازہ کرتے رہتے ہیں، تھکے ماندے لوگ سایہ میں اور سبزہ پر بیٹھ کر فرحت پاتے ہیں۔

Marfat.com

اس طرح ایک انسان کے لئے کانٹوں کی چبھن اور خاردار جھاڑیوں کی اذیت ہی جمع رہتی ہے جو اسے آخرت کی پائیدار زندگی میں ہمیشہ سزا دیتی رہے گی، مگر دوسرے کے لئے پھلوں کی مٹھاس، پھولوں کی خوشبو اور ہر قسم کی فرحت ذخیرہ ہو جاتی، جو اسے ابدی زندگی کے عالم میں عیش و عشرت کا سامان ہوتا ہے۔ گویا جو انسان دنیا میں بدیوں اور بدکرداریوں کو اپنا شعار بنالے اور اس پر نازاں بھی ہو، اس کے لئے دائمی عذاب مقدر ہو چکی ہوتی ہے۔ مگر جو لوگ نیکیوں اور نیک کرداریوں کو اپنا مشغلہ بناتے ہوئے دنیا کی چند روزہ زندگی گذارتے ہیں ان کے لئے عالم آخرت کی پائیدار زندگی میں راحت ہی راحت اور مسرت ہی مسرت مہیا کر رکھی گئی ہے۔ جس میں وہ ابدالآباد مزے لوٹے گا اور اسے ذرا بھی تکلیف نہ ہوگی۔

دنیا کی محدود زندگی سراسر ایک تماشا ہے۔ افسوس! اس تماشہ گاہِ عالم میں کچھ لوگ کھو جاتے ہیں، ان کو آئندہ حالات کا کوئی خیال نہیں رہتا اور مستی میں جھوم جھوم کر بے حال ہو جاتے، یہاں تک کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بھی فراموش کرتے ہیں۔ پھر یہی تماشہ ان کے لئے مہلک بن جاتا ہے کیونکہ تماشہ بند ہوتے ہی وہ وہاں پہونچتے جہاں عذاب کے سوا ان کے لئے کچھ نہیں ہوتا اور وہ دائمی سزا بھگتنے پر مجبور ہیں۔ مگر دانشمند لوگ یعنی خدا کے نیک بندے اس تماشا گاہ عالم میں احتیاط سے قدم رکھتے ہیں، وہ ان فضولیات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے بلکہ یہاں قدم قدم پر اپنی اصلیت، اپنی ذمہ داریاں اور اپنا انجام نگاہ میں رکھتے ہیں۔ تماشہ سے پھر کر ان کی آنکھیں ہمیشہ اس قانون

Marfat.com

پر لگی رہتی ہیں، جو اٹل ہے۔ ان کے کان صرف اسی آواز کو سنتے ہیں جو انہیں احکم الحاکمین کی طرف سے آتی ہے وہ بندگی اور اطاعت کی آواز ہوتی ہے، باقی فضولیات سے وہ اندھے اور بہرے ہوتے ہیں۔

غرض جب انسان اللہ کے قانون اور اس کے دئے ہوئے دستور کے مطابق اس فانی سرائے میں زندگی کے لمحات بسر کرتے ہیں تو خدا بھی ان سے اپنی رضامندی ظاہر فرماتا، اور "ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کہہ کر ان کو کامیاب ہونے کی سند عطا فرماتا ہے، جو نجات کی سرٹیفکیٹ ہے۔ یہی انسان وہ تقویٰ شعار بزرگ ہوتے ہیں جن کو خدا نے "اولیاء اللہ" یا دوستانِ خدا کہہ کر پکارا ہے، اور جو ہماری کتاب کا موضوع ہے۔ پس یہی انسانیت کا بلند معیار سمجھا ہے۔

ہمارے وطنِ عزیز، یعنی کشمیر جنّت نظیر میں ایسے بے شمار بزرگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے دنیا کی کھیتی میں ثمردار اشجار اور شیریں باغ لگائے ہیں جن سے قیامت تک خلقِ خدا مستفید ہوتی رہے گی۔ ان لوگوں نے اعلائے کلمۃُ الحق کے لئے اپنی ساری زندگی تو وقف کر رکھی تھی پرہیزگاری اور عبادت و ریاضت میں وہ لوگ کامل تھے اور انسانیت کی بلند ترین چوٹیوں پر فائز ہو چکے تھے۔

چونکہ حقیر سراپا تقصیر، بچپن سے ہی ماضی کے سالات اور حیرت انگیز واقعات جاننے کا از بس شوق رکھتا، بزرگوں کے حُسنِ اعتقاد ہونے کی وجہ سے تصوّف میں گہری دلچسپی لیتا تھا۔ اس لئے میں اخلاقی مثنویوں اور تصوّف کی دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنے کا فطری شوق بھی رکھتا

129534

Marfat.com

تھا۔ ایسی ہی کتابوں کے اوراق کو کُرید کر حقائق کی تلاش کرتا۔ حقیقت کو اخذ کرنے کی تگ ودَو میں لگا رہتا۔ اہلِ دل حضرات اور دیگر بزرگوں کے عجیب وغریب حالات، نادر انکشافات اور روحانی کمالات سمجھنے کا ہمیشہ متمنّی اور خواہاں رہتا تھا۔ لہٰذا اس قسم کی کتابیں پڑھ کر میں ایک گونہ مسرّت محسوس کرتا اور دل میں سکون سا آتا تھا۔ تاریخ کے پُر اسرار واقعات اور قدرتی حادثات ٹٹولنے کا ولولہ میرے ذہن میں ہمیشہ ہیجان سا پیدا کرتا تھا، جس کا متلاشی ہونا میرا عادت ثانیہ ہی بن گیا تھا اسی اثنا میں واقعاتِ کشمیر یعنے تاریخِ اعظمی جیسی معتبر کتاب میرے ہاتھ لگی جس میں' میں نے متذکرہ دونوں چیزیں اکٹھی ہو کر پائیں ۔ یعنی تاریخی حالات اور روحانی کمالات ۔ میں نہایت خوش ہوا۔ میں نے کتاب کا سرسری مطالعہ کیا تو ایسا لگا کہ گویا جواہرات کا ایک بھرپور خزانہ ملا جس میں مروارید کی ڈھیریاں اور موتیوں کی لڑیاں پڑی ہوئی چمک رہی ہیں، دیرینہ شوق نے چٹکی لی تو ارادہ ہوا کہ اس دفینہ سے ان قیمتی لڑیوں کو نکال کر ایک نئی تار میں پرودوں' تاکہ خریدار پسند ہو جائیں۔ اور دیکھ لوں کہ آج کے بازار اور مارکیٹ میں ان نادر و نایاب جواہرات اور موتیوں کی قیمت کیا ہو سکتی ہے؟ پھر پختہ عزم کیا کہ اس عطر بیز شراب کو پُرانی بوتلوں سے نکال کر نئی بوتلوں میں بھر دوں اور پرانی عطر کی اس نہایت خوشبو کو نئی شیشوں میں اُتار دوں تاکہ دیدہ زیب ہو کر شائقین کے دل ودماغ کو معطّر کر ڈالے ۔۔۔ لیکن اپنے ارادے کو میں کئی سال تک عملی جامہ پہنا نہ سکا جس

Marfat.com

کے لئے بڑی غیر معمولی مصروفیات اور چند دیگر ناگزیر حالات ذمّہ دار ہیں۔ تاہم اہلِ نظر مخلص دوستوں کی کمی بھی نہیں تھی، ان کا اصرار بڑھتا گیا اور عزم صمیم کے ساتھ قلمِ غیرت کو بھی جنبش ہوتی رہی۔ چونکہ سبھی لوگ عربی اور فارسی جانتے نہیں، اس لئے بھی جذبۂ شوق تڑپنے لگا۔ لہٰذا دیگر اہم امور اٹھا کر رکھنے پڑے اور قلم و قلب تاریخ کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔

مذکرہ تاریخ میں جن لوگوں کی ذکر ملتی ہے ان میں ساداتِ کرام، مشائخ عظام، غارنشین ریشی، خلوت گزین فقراء، مجذوب قلندر اور دیگر اہل اللہ کے علاوہ علماءِ دین متین، مفتیانِ شرع مبین صوفی شعراء، سالکین اور عارفین وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس لئے کتاب کو اولیاء الکشمیر کے بجائے "بزرگانِ کشمیر" نام تجویز ہوا ہے جو عنوان کے لحاظ سے موزون بھی ہے اور مناسب بھی۔ میں نے کتاب کو اپنی اصل ترتیب کے مطابق تین حصّوں میں لکھا ہے ـــ یعنی: شاہمیری سلاطین کا زمانہ، چکوں کا مختصر مگر پُر آشوب دور، اور مغلیہ بادشاہوں کے مختلف عہود کے اولیاء کرام ـــ ترجمہ کرتے وقت کوشش کی گئی کہ واقعات کو بعینہٖ لکھا جائے۔ اسماء اور اصطلاحین جوں کے توں رہیں۔ تاہم مطالب کو عام فہم کرنے کے لئے کہیں کہیں ترمیم بھی کرنی پڑی۔ غیر ضروری عبارتیں، لمبے چوڑے فقرے اور طویل اشعار و غزلیات کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

اس طرح اپنی طرف سے کافی کوشش کی گئی کہ متن یا اصل عبارت

Marfat.com

کو قلم زنی نہ ہو جائے جس سے اس کی صورت مسخ ہو۔ پھر بھی ملتمس ہوں کہ اگر کہیں پر کوئی اہم غلطی نظر آجائے تو معذرت خواہ ہو کر اصلاح کی استدعا کرتا ہوں۔ اسی طرح اگر کتاب میں سہواً کوئی عبارت رہ گئی ہو یا ناچیز کسی عبارت کو اچھی طرح سے سمجھ نہ سکا ہو تو رہنمائی فرمائیں۔

میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ زیر نظر کتاب میں صرف ان اولیاء اللہ کی ذکر خیر کی گئی ہے جو تاریخ اعظمی یعنی واقعاتِ کشمیر میں مذکور اور مسطور ہیں، کسی اور ولی کامل یا بزرگ ہستی کو مصلحتاً اس میں شامل نہیں کیا گیا، کسی بھی بزرگ کی کیفیت اتنی ہی بیان کی گئی جتنی مذکورہ تاریخ میں مسطور دیکھی ہے۔ ہاں جہاں کہیں مناسب سمجھا وہاں وضاحت کے طور پر حاشئے لکھے گئے۔ اصل موضوع کو چھیڑنے سے قبل میں نے مختلف عنوانات کے تحت ان تمام اصطلاحوں کی وضاحت کرنے کی مجمل اور مختصر کوشش کی جو کتاب کے اصل مقصد اور متن کے ساتھ ایک لازمی تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ مقدمہ یا تمہیدی عنوانات بھی کتاب کا ایک حصہ بن گئے جو ساری عبارت کی مکمل توضیح ہے

میں آخر پر یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ جس طرح ایک پُر فضا باغ میں جا کر فطرت کے دلدادہ کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ گلوں اور بلبلوں کے ساتھ محو ہو جائے اور باغ کی دیگر رعنائیوں سے لاتعلق رہے خاص کر جب کہ اس قسم کی لاتعلقی زیب بھی نہیں دیتی۔ پھر ان دلکش مناظر سے قطع تعلق کرنا کسی کے لئے اتنا آسان بھی نہیں ہوتا۔ سرسبز اشجار، ٹھنڈے پانی کے انہار، خوشنما جھرنے اور آبشار، فرحت بخش

Marfat.com

سبزہ زار، پتّوں کی ہریالی، شگوفوں کی طراوت، اور درختوں کے دیدہ زیب قطار وغیرہ ملحقہ باتیں اور دیگر ولولہ انگیز نظارے کسی کو آنکھیں کیسے بند کرنے دینگے؟ جبکہ ان میں مقناطیسی کشش بھی ہو؟

یہی مثال ایک تاریخی کتاب کی بھی ہے۔ مختلف واقعات، گوناگوں حادثات، قسمت اور بدقسمتی کی آنکھ مچولیاں اور دیگر عجیب وغریب حالات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ بلکہ پیوست ہوتے ہیں جن کو چھوڑے بغیر اصل مقصد پھیکا پڑ سکتا ہے۔ اسی خیال سے ہم نے تاریخ کی تمام عمارت پر ایک طائرانہ نظر ڈالی، پھر حکومتوں کے کمال و زوال اور کامیابیوں و ناکامیوں کے اسباب ڈھونڈ نکالے۔ مذہبوں کے عروج و زوال کو دیکھ لیا اور ان واقعات کو بھی اختصار کے ساتھ نقل کیا جو ہمارے موضوع کے اجزائے لاینفک ہیں۔ قابل ذکر واقعات اور ناقابل فراموش حادثات پڑھ کر ہی کوئی نکتہ حل طلب یا تشنہ نہیں رہنے پاتا۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا کہ ان بزرگوں نے کیسے صبر آزما حالات میں کام کرکے اعلائے کلمۃ الحق کے فریضہ کو انجام دیا ہے۔ خدا کے دین کو غالب کرنے کے لئے وہ کتنے بے قرار ہوا کرتے تھے، اور پھر اپنی کرامات سے مادی طاقتوں کو کس طرح حیرت زدہ کر دیتے۔ ان پاک نفوس نے ظالم و جابر انسانوں کے کتنے تکالیف جھیلے اور مصائب سہے، مگر آخر ان کو حق کے سامنے جھکا دیا اور سچ کا بول بالا کیا۔ جو اُن کی زندگی کا مقصد تھا۔

چونکہ ارشادِ نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مطابق اولیاء اللہ جارج

Marfat.com

کی ذکر خیر سے رحمت الٰہی نزول کرتی : عِندَ تَذکِرَۃِ الاَولِیَاءِ تَنزِلُ الرَّحمَۃُ " اسی مژدۂ رحمت نے ہم کو اس عظیم کام پر ابھارا، ورنہ ہماری کیا بساط ہے! یہ تو عین جسارت ہے لیکن: من طلب فقد وجد کے مصداق ہم بھی خداوند کریم کے فضل و کرم سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ اُمید ہے کہ وہ رحیم و کریم اس ہیچمدان کی تائید غیبی سے مدد فرمائے اور ہماری آرزو کو پورا فرمائے اور ہمیں حقیقی مسرت بخش دے

مصرعہ طفیل دیگران گیرد تمامی

اے کریمیکہ از خزانۂ غیب ٭ گبر و ترسا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم؟ ٭ تو کہ با دشمنان نظر داری

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

Marfat.com

الف :۔ مقدمہ

(۱)

خواجہ اعظمیؒ اور تاریخ کشمیر

جب کشمیر کی بہشت نظیر وادی میں اسلام کا نور چمکا تو روحانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ علم و ادب اور فضل و کمال نے بھی کافی فروغ پایا عبادت گزار صوفیوں اور گوشہ نشین فقیروں کے علاوہ اس گلزار دُنیا میں علماء و فضلاء بھی بکثرت پیدا ہوتے گئے جن میں اکثروں نے بیرونی دُنیا سے خراج تحسین بھی حاصل کیا تھا اور عرب و عجم میں ان کی شہرت تامّہ ہو چکی تھی۔ یہاں کے شعراء، محرّر اور خوشنویس تو ایران وغیرہ ممالک کے ماہرین فن سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ کشمیر کے ان بزرگوں کی خداداد قابلیت اور علمی وسعت تو آج بھی عالم اسلام میں ضرب المثل ہے۔ حضرت شیخ یعقوب صرفیؒ علیہ الرحمۃ جیسے جامع الکمالات حضرات کو اسی ابتدائی زمانے میں مادرِ وطن نے جنم دیا تھا جنہوں نے فطری ذہانت کی بنیاد پر صرف سات سال کی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا، اور آٹھویں سال میں ایسے اعلیٰ اشعار کہتے جو اساتذہ کے دیوانوں میں شامل کئے جاتے تھے اس بزرگ عالم نے مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کو بھی پڑھانے کا فخر اور شرف حاصل کر لیا تھا۔ اس طرح اس وادی پُر آبادی میں سینکڑوں علماءِ دین منصۂ شہود پر نمودار ہو گئے تھے جن کی علمی

Marfat.com

عظمت اور روحانی کمال مسلّم ہے۔ ان میں اہلِ قلم حضرات بھی شامل تھے، جن میں محدّث، فقیہ اور مفسّر بھی نظر آتے ہیں۔

کشمیر کے مشہور علماء اور معروف عرفا میں جناب سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول، عارف باللہ مولانا خواجہ محمد اعظم شاہ علیہ الرحمہ بھی ایک ممتاز بزرگ گذرے ہیں۔ جن کو اسی زمانے میں مادرِ کشمیر نے گود لیا تھا۔ آنجناب کے اسلاف کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بخارا شریف سے یہاں آئے تھے اور سرینگر کے محلہ دیدہ مرہ میں بس گئے تھے۔ اُن کا آبائی پیشہ تجارت تھا اور یہاں تو ملک التجار بن گئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نام کے ساتھ لفظ "خواجہ" بھی آتا ہے۔ اس طرح خاندان اور پیشہ کی فوقیت رکھتے اور اس زمانہ میں ذی رتبہ اور صاحب ثروت تھے۔ لہذا شاہی دربار میں بھی ایک خاص مقام رکھتے تھے۔

خواجہ موصوف کے والد بزرگوار کا نام خیر الدین تھا اور وہ شاہی دربار کے ساتھ وابستہ بھی تھا، وہ نہایت نیک اور خدا رسیدہ بزرگ تھا بادشاہِ عالمگیر علیہ الرحمہ ان کے ساتھ خاص عقیدہ رکھتے تھے، اس لئے ان پر نظرِ عنایت ارزانی فرماتے اور خاص عزّت و احترام کرتے تھے۔ بادشاہ عالیجاہ نے ہی اُن کو "خیر الزمان خان" کا لقب دیا تھا، تو بعد میں وہ اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ اس طرح شاہی دربار میں ان کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی تھی۔

خواجہ موصوف دیدہ مرہ میں پیدا ہوئے اور والدِ گرامی سے

Marfat.com

زیر سایہ پرورش پائی۔ انہوں نے خداداد قابلیت سے علوم اور اخلاق میں کافی ترقی کی۔ علوم متداولہ پر دسترس حاصل کرنے کے بعد باطنی عرفان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ صاحبِ دل حضرات نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو اس میدان میں بھی شہسوار بن گئے تھے۔ ان کا پیر طریقت شیخ محمد مراد نقشبندی علیہ الرحمہ تھے، جب آنجناب نے وفات پائی تو خواجہ صاحب نے روحانیت کے پر اور پھیلائے۔ انہوں نے دست طلب دراز کیا اور کئی مشائخوں سے فیضیاب ہوتے رہے پھر استفادہ اور استفاضہ کے ساتھ ساتھ افادہ اور افاضہ بھی جاری رکھا۔ ؎

وانّ خواجۂ دید ہوّیا افاد النّاس بالخیر کثیرًا "

اس طرح خواجۂ موصوف ایک عظیم الشان عالم اور باکمال عارف باللہ بن گئے تھے۔ اسکے علاوہ آنجناب ایک ممتاز مصنّف، منفرد مؤلف، مشہور مؤرخ اور عظیم شاعر بھی تھے، ان کا علمی استعداد نہایت وسیع تھا اور روحانی کمال بلند۔ اس لئے ان کے علمی، ادبی اور روحانی کارنامے آج تک مشہور ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

آنکہ باعزّ و شرف جمع مشیخت بود
صاحب علم و ادب خواجۂ اعظم است

موصوف کی یہ علمی وسعت، باطنی عظمت، محرّرانہ قابلیت اور مصنّفانہ صلاحیت ان کی تصنیفات سے معلوم ہوسکتی ہے۔ آنجناب نے مختلف مضامین میں بہت ساری کتابیں لکھی تھیں جو شاہکار مانی جاتی ہیں، ان کا کل تعداد ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ مشہور کتابیں یہ ہیں:

Marfat.com

۱۔ فیض المراد (در احوال شیخ مرادؒ) ، ۲۔ فوایدالرضا (در حالاتِ علی رضاؒ) ،
۳۔ فراقنامہ (در حالاتِ خلیفہ عبداللہؒ) ، ۴۔ فوایدالمشایخ ،
۵۔ رسالۂ اثباۃ الجہر ، ۶۔ ثمرۃ الطالبین ،
۷۔ اشجار الخلد ، ۸۔ ثمرۃ الاشجار ،
۹۔ شرح کبریت احمر ، ۱۰۔ اقسام الشعر و انشاء اور
۱۱۔ واقعاتِ کشمیر (یعنے تاریخ اعظمی) وغیرہ

ان متذکرہ کتابوں کے علاوہ آنجناب علیہ الرحمہ کے نعوت و مناقب اور تاریخی اشعار وغیرہ قابلِ دید اور لائق داد ہیں۔ کہتے ہیں کہ علم و ادب کے میدان میں انہوں نے زور و شور سے اپنے قلم کا گھوڑا دوڑایا تھا، اور ان کے تصنیفات سرمایۂ روزگار بن گئے تھے۔ اگرچہ آج وہ ناپید ہیں مگر قدیم علمی اور ادبی ذخیروں میں انکے حوالے اس وقت بھی چمکتے موتی جیسے ہیں۔ ان کی معتبر کتابوں کا ترجمہ دُنیا کی دوسری زبانوں میں بھی ہوتا رہا ہے۔ ان کی تاریخ واقعاتِ کشمیر تو تاریخی کتابوں میں ایک ممتاز بلکہ منفرد مقام رکھتی ہے آج جو کچھ تاریخی مواد ہمارے پاس موجود ہے، وہ قریب قریب اسی سے ماخوذ ہے۔

ایک معتبر عالم دین ہونے کے ناطے خواجہ صاحب علیہ الرحمہ ایک متشرّع اور متورّع بزرگ تھے، وہ باشریعت اور پرہیز گارانہ زندگی گزارتے تھے۔ اس لئے وہ علم دوست بزرگ عارف کامل اور سالک واصل محبِ اولیا بھی تھے، وہ بزرگانِ دین کے ساتھ والہانہ انس رکھتے تھے۔ تصوف کا روح پرور منظر ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہوا کرتا تھا۔

Marfat.com

اس لئے آں جناب زیارت قبور کے سلسلے میں اکثر اہل اللہ کے مقابر پر جاکر خلوت کرتے اور چلے کاٹتے تھے۔ آخر کار بزرگوں کے اس عشق و محبّت اور اعتقاد نے ان کو اولیاءِ کرام کی تحقیقات کی طرف راغب کر لیا تھا اور انہوں نے زندگی بھر اسی فکر میں شب و روز بسر کئے۔ پھر ایک طویل ریسرچ کا آغاز کیا اور ملک کے دور دراز گوشوں میں جاکر معلومات حاصل کئے، دیہات اور مضافات میں راتیں گزاریں اور معتبر ذریعوں سے بزرگوں کے حالات قلم بند کئے اور ہر قسم کے سر برآوردہ شخصیّتوں کے حالات لکھ لئے اور اجمالی کیفیت نوٹ کر لی تھی، جس سے ان کی شہرۂ آفاق کتاب "واقعاتِ کشمیر" مدوّن ہوگئی جس میں تذکرۂ اولیاء کے علاوہ تاریخی حالات اور دیگر واقعات بھی لکھ لئے تھے، جس سے خواجہ علیہ الرحمہ ایک عظیم مؤرخ کی حیثیت سے مشہور ہو گئے ہیں۔

متذکرہ تاریخ میں ہزاروں سالہ پرانے حالات، واقعات، حوادثات تہذیب و تمدّن اور رہن سہن کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ ہر زمانے کی اجمالی کیفیت درج کی ہے۔ راجگانِ قدیمہ کے حالات سے بھی تیس چالیس صفحے بھر دیئے ہیں۔ پھر اسلامی دور کی تاریخی حالات تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں ـــ یہی آنجناب کا اصل غرض و غایت تھا۔ اس تاریخ نویسی سے اُن کا مقصد تذکرۃ الاولیاء تھا۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں:-

مداد عنبر افشان کرد امداد ٭ بتحریر کمالِ اہلِ ارشاد
بذکر صفائے طبع جانہا نمودہ گرمی ٭ چو شمع افروز نورِ نامہ من

Marfat.com

قلم آسا دریں سودا دویدم ❊ بسے رنج از سیاہ بختی کشیدم
مرازیں قصہ پردازی چہ حاصل ❊ بجز ذکرِ جواں مردانِ واصل
زدیوانِ حقیقت بردہ ام راہ ❊ باحوالِ شہ و درویش آگاہ

اگرچہ دُنیا خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کو ایک مؤرخ کی حیثیت سے جانتی ہے۔ مگر ہم ان کو ایک تذکرہ نگار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے ہر قسم کے مضامین پر قلم اُٹھا رکھا تھا لیکن تذکرے ان کا خاص موضوع تھا۔ آنجناب نے کہیں فرد کا تذکرہ لکھا تھا اور کہیں افراد کے حالات بیان کئے ہیں۔ اس کے علاوہ آنجناب نے زور قلم سے علمی دقائق اور ادبی رموز حل کئے تھے اور علمی مشکلات کو رفع کیا تھا اس طرح وہ علمی و عملی اعتبار سے جامع الکمالات تھے۔

الغرض جناب خواجہ محمد اعظم شاہ ابن خواجہ خیر الزمان خان علیہما الرحمہ جیسی مایہ ناز ہستی آخری ایام میں گردوں کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور پھر اسی مرض سے عاشورا کے دن در ۱۱۷۶ھ بمصداق: کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت وفات پاکر اپنے پیر و مرشد کے پاس جا پہونچے۔ وفات سے چند روز قبل آنجناب علیہ الرحمہ نے خود ہی اپنے انتقال کے متعلق یوں کہا تھا:

اگر پُرسند اعظم کے بمردہ ❊ بگو تاریخ فوتش "ضعف گردہ"
ایضاً: زخیل ملایک برسم دعا ❊ "خدایش بیامرزد" آمد ندا

بعد میں کسی نے اسی شعر سے اخذ کرکے خواجہ مرحوم کا تاریخ وفات یوں کہا ہے:

Marfat.com

جواعظم جان بحق تسلیم کردہ ۰ شدہ تاریخ فوتش "ضعیف گردہ"

خواجہ اعظمی علیہ الرحمہ کی زندگی کے متعلق یہ تمام حالات مولوی محمد الدین حنفی قادری علیہ الرحمہ کی کتاب "رفقۃ الابرار" سے نقل کئے گئے۔ جو ہمارے آبائی کتبخانے میں شکستہ اوراق اور بوسیدہ حالت میں پڑی ہوئی مل گئی۔ اس کی دریافت سے مجھے کافی مسرت ہوئی ورنہ کتاب کا ایک اہم باب لکھنے سے رہ جاتا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین

واقعات کشمیر یا تاریخ اعظمی، جو دراصل تاریخ اولیاء ہے، خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کی ایک نہایت معتبر اور نادر کتاب ہے، وہ گرامی کتاب ایک مدت سے نایاب ہو چکی تھی جسے خادم اہل اللہ فقیر اللہ نے بڑی محنت اور کاوش سے حاصل کی تھی۔ اور پھر لاہور سے در سنہ ۱۲۰۳ھ چھپوا کر شائع کی تھی ہمارے پاس اس وقت وہی نسخہ صحیح موجود ہے۔ طابع و ناشر خود بھی ایک دیندار عالم اور خوش اعتقاد بزرگ تھے۔ اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

" بعد حمد و صلوٰۃ مخفی نماند کہ از مدتے دراز بیک فکر در جستجو کوچہ بکوچہ و کو بکو بود و شبدیز قلم شہر بشہر و سو بسو تگاپوئے نمود کہ اگر نسخۂ صحیح بدست آمدے بقالب طبع در آمدے بقولِ آنکہ جوئندہ یابندہ دو نسخۂ قدیمہ بہم رسانیدند یکے از جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول مولوی غلام رسول معروف بہ رسول بابا صاحب امام مسجد مقبول

ایزد منان و غریق رحمتِ سبحان محمد جان مرحوم و مغفور و نسخۂ ثانیہ بوساطت محبّ صادق الیقین عنایت آئین غلام محی الدین صاحب مہر کن سلمہ الربّ الذوالمنن اما مالکش بہ تشدّد تمام بعد چند ایام واپس گرفت۔ چوں بنظر تعمق دیدہ شد ہر دو نسخہ غلط بلکہ اغلاط بر آمد ند از ان مصحّحان بر تفحیص کما حقہٗ ظفر نیافتند راقم اکثر جا با تاریخ فرشتہ و تاریخ میر حیدر و گلزار کشمیر مقابلہ کردہ بجادۂ صحت رسانیدہ۔" (خلاصہ یہ کہ کافی محنت کیگئی ہے۔)

ترجمہ یوں ہے :-

"بعد حمد و صلوٰۃ مخفی نہ ہو کہ میں بڑی لمبی مدّت سے اس بات کا متلاشی تھا کہ واقعاتِ کشمیر کا کوئی صحیح نسخہ ہاتھ لگے تاکہ اسے چھپوا کر شائع کرسکوں۔ اس تلاش میں گلی کوچے اور شہر و قصبے چھان مارے۔ ہر جگہ اور ہر کسی سے تلاش کیا، آخر بقول ڈھونڈنے والا پانے والا ہوتا ہے، مجھے دو قدیم نسخے مل گئے۔ ایک نسخہ جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول یعنے جناب مولوی غلام رسول المعروف بہ رسول بابا صاحب جو مقبول ایزد منان غریق رحمت سبحان یعنی محمد جان مرحوم و مغفور کی مسجد کے امام ہیں سے مل گیا۔ دوسرا نسخہ محبّ صادق الیقین، عنایت آئین یعنے غلام محی الدّین صاحب مہر کن خدائے ذوالمنن ان کو سلامت رکھے، کی

Marfat.com

وساطت سے حاصل ہوگیا۔ لیکن اس کے مالک نے تشدد تمام
کے ساتھ وہ نسخہ چند ہی دن کے بعد واپس لے لیا۔ خیر
جب گہری نظر سے دیکھا تو دونوں نسخوں کو غلط بلکہ اغلط
پایا۔ اسلئے تصحیح کرنے والے ان کو تصحیح کرنے میں کامیاب نہ
ہو سکے۔ پھر راقم نے اکثر جگہوں کی عبارتوں کو تاریخ فرشتہ
و تاریخ مرزا حیدر اور گلزار کشمیر کے ساتھ ملا کر درست کیا اور صحت
کی جادہ پر لایا"۔ طابع نے کتاب کا تتمہ بھی نہایت خوبصورت
لکھا تھا۔"

خادم اہل اللہ یعنے فقیر اللہ مہتمم کتاب واقعات کشمیر ایک عقیدت مند
محب اولیاء بزرگ تھے۔ انہوں نے انتھک محنت کر کے کتاب کو حاصل کیا اور
اسے خوبصورت لکھائی و عمدہ کاغذ میں شائع کرنے کی کافی کوشش کی تھی
اس طرح ان کی خوش اعتقادی نے ہم کشمیریوں کو بالخصوص ایک ناقابل
تلافی نقصان سے بچالیا تھا۔ انہوں نے اپنا اعتقاد طرح طرح سے واضح
کیا ہے۔ یہ مشہور اشعار اسی نے کہے ہیں جن پر ہم اس باب کو مکمل کرتے ہیں:

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبیؐ
دوست دار جملہ یاران تا باولاد علیؓ
مذہب حنفیہؒ دارم ملتِ حضرت خلیلؑ
جان فدائے غوث الاعظمؓ دل فدائے ہر ولیؒ
ظاہر و باطن بود ایں اعتقادم اے فقیر
یادگیر آن را کہ گفتم با تو از حبِّ دلی

۲۔ تاریخ کشمیر کا انقلابی رُخ

کشمیر کی خوبصورت وادی ایک زمانے میں زیرِ آب غایب تھی۔ اس زمانے کے لوگ اس بڑے جھیل کو "ستی سر" کہا کرتے تھے۔ اہلِ ہنود کی تاریخوں میں ستی سر کے متعلق عجیب و غریب قصے کہانیاں مذکور ہیں۔ وہ مزے دار افسانے ابھی تک پرانے لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں وُلر کے قریب ایک بارونق شہر آباد تھا، جس میں سندھ متی لوگ بستے تھے۔ سندھ متیوں کا راجا ایک ظالم اور زانی شخص تھا، جسے وہ لوگ سودرشن کہتے تھے۔ راجا اور پرجا سب بدکار اور گنہگار تھے۔ وہ لوگ شب و روز بدکاری میں مست رہتے تھے، ان کی حد سے زیادہ بدکاری کو دیکھ کر پدم ناگ تنگ ہوا اور شہر پر خدا کا قہر نازل ہوگیا۔ سندھ متیوں کے اس بارونق شہر میں ایک کوزہ گر بھی رہتا تھا جو خدا پرست اور نیک انسان تھا، اسی نے بالہامِ الٰہی لوگوں کو نزولِ قہر کی قبل از وقت خبر دی اور شہر سے بھاگنے کی تاکید کی۔ لیکن وہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے اور کوزہ گر کو دیوانہ کہنے لگے۔ پھر وہ مایوس ہوا اور اکیلا بھاگ نکلا۔ وہ کوہِ "کرالہ سنگر" پر جا چڑھا وہاں مڑ کر جو دیکھا تو طوفانِ نوحؑ کا نقشہ پایا، خدا کا قہر ٹوٹ پڑا تھا اور پانی اس طرح پھوٹا کہ آن کی آن میں پورا شہر غرق ہوگیا تھا

Marfat.com

جس کا نام و نشان کہیں سے نظر نہ آتا تھا۔ پوری وادی لہریں مارتی ہوئی سمندر کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ اس طرح ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں ستی سر اور اس سے قبل کے زمانے کی دلچسپ کہانیاں اور افسانے مسطور رہیں۔ اب کشمیر کی وادی ستی سر کی صورت میں ایک چھوٹا موٹا سمندر بن گئی تھی۔[1]

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ستی سر کے گرد پہاڑوں کی تلہٹیوں میں کچھ قوم آباد ہو گئے تھے، جن میں ناگ اور پشاچ زیادہ مشہور رہیں۔ ان قدیم قوموں میں وحشی قسم کے خونخوار لوگ بھی شامل تھے اور مہذب قبیلے بھی۔ مگر وہ سب جھیل میں رہنے والے ایک خونخوار دیو "جلد بھوت" سے نالاں تھے جو جھیل سے نکل کر ان کے بچوں اور عورتوں کو پکڑ کر لے جاتا اور جھیل میں کھا جاتا تھا۔ اسی حالت میں ایک زمانۂ دراز گذر گیا تھا۔

ایک دن ہندوستان سے "کشپ رشی" نام کا ایک بزرگ کشمیر میں آیا اور یہاں مندروں میں رکھی ہوئی مورتیوں کی درشن کرنا چاہتا تھا وہ برہمو کے اولاد میں سے تھا جو ہندوؤں میں ایک نہایت اعلیٰ اور پُر عظمت خاندان خیال کیا جاتا ہے۔ لوگ اس بزرگ کو دیکھ کر واویلا کرنے لگے اور دیو کے ظلم و ستم کی دہائی دی جو لوگوں کو پکڑ کر جھیل میں ہضم کرتا تھا۔ یہ باتیں سُن کر کشپ رشی غصّے میں آیا اور بارہمولہ میں جا کر پہاڑ کو کٹوا دیا، جس سے ستی سر کا پانی بہہ نکلا اور جھیل

---

[1]: کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ پانی حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے یہاں موجود تھا، جس نے پوری وادی کو غرق کر رکھا تھا۔

Marfat.com

ختک ہو گیا۔ ظالم دیو کا خاتمہ کر دیا گیا اور لوگ پہاڑوں سے اتر کر وادی میں بسنے لگے۔ پھر ستی سر کا نام "کشپ مر" پڑا جو بعد میں "کشمیر" بن گیا۔ یہ خوبصورت وادی جنت کا نمونہ پیش کرنے لگی، اس کی دلکشی کا کیا کہنا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

آبش چو گلاب ہر طرف گشت رواں ؛ خاکش ز زمین جنت آوردہ نشاں
گل نار و لیت نارِ موسیٰ کلیمؑ ؛ بادش بمثالِ نفخۂ روح رواں

اسی طرح زمانہ سلف میں یہاں عظیم انقلاب آتے رہے ہیں، جس سے یہ جنت نظیر وادی دنیا کی مختلف اقوام کی مسکن بنتی رہی ہے۔ قومیں مٹتی گئیں، نسلیں ابھرتی رہیں اور قبیلے بنتے گئے جس سے کلچر بدلتا رہا۔ کیونکہ ہر نئی قوم یہاں اپنے پیچھے اپنے تمدن کے نقوش چھوڑتی گئی تھی، ان قدیم قوموں کے رہن سہن اور رسم و رواج بھی نرالے ہوا کرتے تھے۔ مذہبی لحاظ سے وہ سبھی لوگ طرح طرح کے اوہام میں مبتلا ہوتے، دیوی دیوتاؤں کو پوجتے بلکہ اکثر بجوبہ پرستی میں مشغول ہوتے تھے۔ وقت گذرتا گیا تو لوگوں میں متحد ہو کر رہنے کی عادت بھی جڑ پکڑتی گئی اور رہولے ہولے مضبوط راجواڑے وجود میں آنے لگے۔ اس طویل مدت میں یہاں متعدد راجے، مہاراجے اور دیگر فرمانروا حکومت کی گدی پر بیٹھتے گئے، جو مختلف قوموں اور نسلوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ مذہبی لحاظ سے وہ اکثر ہندو یا بودھ ہوا کرتے تھے۔ ان راجوں میں للتادت مکتاپیڈ جیسے فاتح حکمران بھی تھے اور میگواہن جیسے "اہن ساپسند" رحم دل والی بھی نظر آتے ہیں۔ راجا پہگن جیسے انصاف

Marfat.com

پسند اور رعایا پرور بھی کشمیریوں نے دیکھے ہیں اور مہرگل جیسے خونی سفاک اور خدا ناترس ظالم بھی اس ملک کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ اس طرح یہاں ابتدائے سے ہی انقلابات آتے رہے ہیں۔ کشمیریوں کو ایک قوم چھوڑتا تو دوسرا آتا تھا اور ایک مدّت تک یہاں دست درازی کرتا جاتا تھا، کیونکہ کشمیر کی جنّت نظیر وادی کی آب وہوا نہایت دلکش ہے۔

وادئے کشمیر نہایت خوشگوار ہے جو پہاڑوں کی سرسبز گود میں واقع ہے۔ قدرت نے اس کی حفاظت کے لئے ہر چہار طرف سے سرِفلک پہاڑوں کی سنگین دیوار کھڑا کر رکھی ہے۔ تاہم راستوں کی دشواری کے باوجود بیرونی دُنیا سے لوگ جان جوکھوں میں ڈال کر یہاں آتے رہتے تھے، کیونکہ وادی کی خوبصورتی ان کو اپنی طرف کشش کرتی رہتی ہے۔ یہاں پہونچ کر وہ اس کے معطّر فضا سے اپنے دل و دماغ کو فرحت بخش آب وہوا سے تازہ کرتے ہیں پھر وہ لوگ اس پُر فضا وادی کو باغِ ارم خیال کرتے ہیں، اسے دُنیا کا جنّت کہتے ہیں۔ شاعروں نے اس کے قصیدے باندھے اور اس کی دل کھول کر تعریفیں کی ہیں۔ ایک ایرانی شاعر عرفی اس کی بے مثال خوبصورتی دیکھ کر کہتا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمین است و ہمین است

دوسرا ایک اور شاعر اس سے بھی آگے بڑھ گیا ہے وہ کہتا: ؎

ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید
گر مرغ کباب است کہ با بال و پَر آید

Marfat.com

تیسرا کہتا ہے کہ کشمیر سیدھے طور پر جنت ہے۔ چنانچہ کہتا ہے :

کشمیر مگو رشک پری خانہ چین است
القصہ بہشتے است کہ بر روئے زمین است

فصاحت خان کشمیر کی رشک جنت خوبصورتی سے مسحور ہو گیا تھا، وہ اتنا متاثر ہوا کہ بڑے بڑے قصیدے باندھے ہیں، نمونہ یہ ہے :

نہ دارد خلد با کشمیر نسبت ✽ عیاں است ایں بر ارباب بصیرت
چو میخانہ است دایم بس شاداب ✽ بود ہر گل زعکسش عالم آب
بوصف ایں زمین در پیش جمہور ✽ کنی تمثیل بود ایں بیت مشہور
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ✽ کسے را با کسے کارے نباشد

ایک اور شاعر اپنی طویل نظم میں کشمیر کی خوبصورتی، خوشگواری، فضا اور آب و ہوا کو ان شیریں الفاظ میں بیان کرتا ہے، مثلاً :

بسکہ رنگین بہار کشمیر است ✽ سوزن لعلزار کشمیر است
در دماغ جہاں نسیم و نشاط ✽ از در شالیمار کشمیر است

الحاصل کشمیر کی خوبصورتی اور دلربائی کی کوئی حد نہیں۔ اس کی زیبائی اور رعنائی اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دوسرا خطہ اس کی شادابی اور خوشگواری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان ہی خوبیوں کی بناء پر یہ گلپوش وادی دنیا کے اقوام کے لئے باعث کشش بنی رہی ہے اور یہاں بار بار انقلاب آتے رہے ہیں، اس سرسبز زمین پر ہمیشہ بدیشی قوموں اور پرائے قبیلوں نے حکومت کی ہے جن میں قدیم اقوام کے علاوہ درد، ترک، تاتار، افغان، ایران، سکھ

Marfat.com

ڈوگرہ اور یورپین سامراجی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ آخر آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں یہاں ایک صالح انقلاب بھی رونما ہوا جس سے وادی کشمیر جنت نظیر کی کایا ہی پلٹ گئی اور یہاں رونق آئی۔

اب تک کشمیر کا پُر فضا ملک راجوں اور مہاراجوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا اور اب سلطانوں کا تفریح گاہ بن گیا۔ وہ تھا اسلامی انقلاب جو کسی شاہی فوج یا مادی قوت کا مظاہرہ نہ تھا بلکہ وہ ایک ژندہ پوش فقیر کی روحانی توجہ کا کرشمہ تھا جس سے اس جنت نظیر وادی کی حالت یکسر بدل گئی اور ناقوس کی جگہ اذان نے لے لی۔ جب اس سرزمینِ خلد میں اسلام کا نور چمکا تو اس کے کوہ بیابان جگمگا اٹھے، اس کے گوشے گوشے میں توحید کا نعرہ گونجا، اور اذان کے لذیذ کلمات اس کی فضا میں ارتعاش پیدا کرنے لگے۔ اب تک اہلِ ہنود کشمیر دلپذیر کو اپنا میراث یا جاگیر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ایک مورخ لکھتا ہے: یعنی پنڈت ہرگوپال خستہ،

"یہ خطۂ کشمیر اصل میں مسکن ہنود تھا، جو راجا ادویان دیو اور راجا سہدیو کی نامردی سے چار سو اناسی (۴۷۹) سال تک زیرِ مشق جوائے جفائے اہلِ خلاف رہ کر ویران و برباد ہوگیا تھا۔"

مگر ہم کہتے ہیں۔ اور یہ حق بھی ہے کہ جب سے آفتابِ اسلام نے اس گلزارِ دنیا میں طلوع کیا تب سے ہی اس سرزمین خلد بریں میں اللہ کی رحمت بھی برستی رہی ہے، جس سے یہاں کے عارضی وارثوں کی

Marfat.com

آنکھیں بھی کھل گئیں اور انہوں نے جھوٹی بڑائی، چند روزہ جاہ وحشم اور بہت جلد ختم ہونے والی شان وشوکت پر لات ماری۔ انہوں نے شیطان کے پھندوں سے چھٹکارا پایا اور رحمٰن کے رشتے میں منسلک ہوگئے۔ اب وہی دعویداران وراثت دُنیا کے اس مہمان خانے میں آکر واپس گھر لوٹنے کے سامان کو مہیّا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے اپنی پُرخلوص عبادتوں سے سیاہ راتوں کو روشن دن بنا ڈالا۔ یہ چار سوانا سی (۴۷۹) سال کی بات نہیں بلکہ آج بھی یہاں مؤحدین ہی بستے اور قیامت تک بستے رہیں گے کیوں کہ اسلام کا سورج جس ملک میں بھی طلوع کرتا پھر کبھی غروب نہیں ہو سکتا ہے ـــــ غرض اسلام کے اس صالح انقلاب نے مندروں کی زمین کو مسجدوں کا گہوارہ بنا دیا۔ اب یہاں ہر جگہ توحید کا بول بالا ہے۔ نشیب و فراز میں میں اللہ اکبر کے نعرے کانوں میں انقلاب لاتے ہیں، اور مزہ دیتے جاتے ہیں۔

اصل میں کشمیر جنّت ارضی ہے اور جنّت مسلمانوں کا میراث بلکہ اصل وطن یا حقیقی گھر ہے۔ کیوں کہ جنّت میں وہی لوگ جانے کے حقدار ہوتے ہیں جو اللہ معبود برحق کے پُرخلوص بندے ہیں اس کے برعکس وہ لوگ جو توحید سے دُور ہٹ گئے ہوتے ابھی جنّت میں پاؤں نہیں رکھ سکتے۔ کیوں کہ وہ لوگ اپنے معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر مخلوق کے بندے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ رحمٰن سے پھر کر شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا کے اس جنّت سے بھی

Marfat.com

کافروں کو نکال باہر کیا گیا اور پھر مسلمانوں کو لاکر اس میں بسا دیا گیا ہے۔ گویا اس سرزمین خلد میں موحدوں کو آباد کیا گیا اور کافروں کو یہاں سے بھگا دیا گیا ہے۔ خداوند کریم کا وعدہ یہی ہے کہ جنت مومنوں کا میراث ہے۔ شاید اسی لئے ابوالفقراء بابا شیخ نصیب الدین غازی علیہ الرحمہ اس حقیقت کو اپنے اشعار میں بیان کرتے تھے انجناب نے ایک عربی قطعہ میں فرمایا ہے: کہ

کان الکشمیر لساکنہا ❊ جنۃ عدن ھی للمومنین
قد کتب اللہ علیٰ بابہا ❊ ساکنہا کان من الآمنین

یعنی:۔ "کشمیر اپنے بسنے والوں کے لئے فی الواقعہ جنت کا باغ ہے، لہذا یہ مومنوں کا ہی گھر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ خدا نے اس کے پھاٹک پر لکھ رکھا ہے۔ کہ:۔

"من دخلها کان امنا۔" یعنی:۔
"جو اس میں آجائے وہ ہر لحاظ سے امن میں ہوگا۔"

Marfat.com

۳- کشمیر کی تاریخ کا تصوفی پہلو

مردِ حق از کس نگیرد رنگ و بو ۞ مردِ حق از حق پذیرد رنگ و بو
هر زماں اندر تنش جانے دگر
هر زماں او را چو حق شانے دگر

تاریخ کشمیر کے مطالعہ سے معلوم ہے کہ ہماری یہ سرسبز وادی قدیم زمانے سے اچھے اور نیک لوگوں سے خالی نہیں تھی، بلکہ اس خوبصورت خطہ میں ابتداء سے ہی ریشیت وغیرہ کی خداشناس جماعتیں موجود رہتی تھیں۔ پھر ہر دور میں یہاں طرح طرح کے نیک اور صاحب دل انسان پیدا ہوتے رہتے تھے۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ کے بارے میں ان بھلے لوگوں کا نظریہ بھی حقیر اور ننگا تھا جس کے بنا پر وہ اوہام میں مبتلا ہوا کرتے تھے، تاہم اس ادنیٰ نظریہ کے مطابق وہ لوگ زبردست تپسیا بھی کرتے رہتے تھے۔ وہ لوگ خدمتِ خلق کا بھی جذبہ رکھتے تھے۔ اگرچہ وہ عبادت شاقہ بھی کرتے۔ لیکن معبودِ حقیقی کا کوئی شعور نہیں رکھتے تھے۔ ہندو جوگی جنگلوں اور بیابانوں میں عریاں ہو کر پھرتے جاتے اور آبادیوں سے خود کو دور رکھتے تھے۔ وہ لوگ فاقہ کر کے تن بدن کو دکھ دے کر آتما کو سکھ پہنچانے کی کوشش کرتے اور پھر اسی

Marfat.com

کو عبادت کا بلند معیار سمجھتے تھے۔ دوسری طرف بودھ بھکشو بدھ کا
پیغام لے کر جاتے اور دور دور تک اس کا پرچار کرتے تھے۔ ان کے
بزرگ مٹھوں میں بیٹھ کر اپنے طریقے پر عبادات میں منہمک رہتے تھے
اس مت کے دنیا سے بیزار لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر یا غاروں
کی گہرائیوں میں اتر کر شب و روز مجرّد زندگی بسر کرتے تھے، وہ بھی سوکھی
گھاس کھا کر اپنے تن و بدن کو دکھ دینا اپنے اوپر واجب خیال کرتے تھے
علیٰ ہذا القیاس مختلف مذہبوں اور اعتقادوں کے نظریئے رکھنے والے
لوگ اپنے اعتقاد کے مطابق گیان دھیان میں لگے رہتے تھے۔ اور دنیا کی
زنجیروں سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے، اہل و عیال رکھنا یا ان کے ساتھ
رہنا اور صاف ستھرے طریقے پر زندگی گذارنا ان کے نزدیک پاپ ہوا
کرتی تھی۔ اس لئے اس سے بچنے کی زبردست کوشش کرتے تھے۔ یہی ان
کی عبادت تھی اور یہی ان کا مقصدِ زندگی تھا۔

آخر جب اس سرزمین میں اسلام کا نور پھیلا تو ہر چیز کے ساتھ
عبادت کا مفہوم بھی بدل گیا۔ چونکہ اسلام دینِ حق ہے، اور یہاں عبادت
سے مراد رضائے الٰہی، قربِ حق اور تقویٰ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے
مسلمانوں نے عبادات کا وہی طریقہ اپنایا جو انسانی تقاضوں کے عین
مطابق ہو اور جس کی ہدایت اللہ پاک سے مل گئی ہے وہ یہ کہ اسلام
میں کھانا پینا زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے تو اسے یکسر ترک کر دینا
کوئی خاص عبادت نہیں، بلکہ اسلام میں عریاں بدن ہو کر پھرتے رہنا
ممنوعہ قرار دیا گیا ہے اور لباس سے بدن کو زیب و زینت دینا مستحسن

Marfat.com

ہے۔ اس سچے اور پاکیزہ دین میں عجوبہ پرستی یا اوہام خیالی کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ یہاں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جاتی جو وحدہٗ لاشریک اور ہر شئی کا خالق و رازق ہے۔ اس دینِ حق میں تمام معبودوں کو چھوڑ کر اسی ایک حقیقی معبود کی عبادت کی جاتی ہے۔ اسی ایک اللہ کے حکم کو ماننا لازم قرار دیا گیا ہے، اسی کو حاجت روا جاننا اور اسی کی اطاعت کرنا ہے۔

چونکہ اسلام میں قربِ حق کو حاصل کرنا عبادت کا اصل مقصد ہے۔ اس لئے خدا کی وحدانیت پر یقین کامل رکھنا اوّلین شرط ہے۔ وہی ایک اللہ اپنی ذات اور اپنے صفات میں لاشریک اور بے مثال ہے، پس عبادت میں خلوص اور محبت ہونا لازمی ہے اس کے بغیر کوئی عبادت، عبادت نہیں بلکہ دکھاوا ہوگا، اطاعت نہیں بلکہ سرکشی ہوگی۔ غار نشینی اور بے جا فاقہ کشی کی یہاں کوئی اہمیت نہیں۔ ننگا ہو کر اس دین میں نماز پڑھنا بھی جائز نہیں اہل و عیال سے بے رخی برتنا اور لاپرواہ ہو کر تجرد اختیار کرنا عین گناہ ہے اس کے برعکس اسلام میں عبادت کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔ بازاروں میں جاکر عوام الناس کو پاکیزہ زندگی گذارنے کی تلقین اور تبلیغ کرتے رہنا، حلال و حرام کی حقیقت سمجھا دینا اور حق و باطل سے واقف کرانا وغیرہ افضل العبادات میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ننگے بدن ہو کر بے شرم بننا، عریاں تن ہو کر بے حیا ہونا اور فاقوں سے سوکھ کر کانٹا بن جانا وغیرہ تو اسلام میں مذموم قرار دیا گیا ہے۔ یہاں سادگی لباس

Marfat.com

روزہ اور روزی سب کو مستحسن کہا گیا ہے۔ گویا اسلام نے تمام بدعات
اور شیطانی اختراعات کو یکسر ختم کر دیا ہے، اور پُر خلوص عبادت
کے مفہوم کو ذہن نشین کر دیا، جس سے دلوں میں نورِ الٰہی چمکنے لگتا
اور وہی عرفان ہے۔ اسلامی شریعت میں نہایت سادہ اور سلیس
الفاظ میں حقوق اللہ اور حقوق النّاس بلکہ حقوق النفس کو بھی
واضح کر دیا گیا ہے۔ اس شریعتِ غرّا میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے
کہ حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کو بطریق احسن ادا کرنا ایک مسلمان
کے لئے لازمی ہے، پھر وہی عبادت کا بلند معیار ہے، گویا شرعی حدود
میں رہ کر زندگی گذارنا ہی اصل عبادت ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کے
ظہور کے ساتھ ہی کثیر جنّت نظیر میں بے شمار اولیاء اللہ اور صوفی
بزرگ پیدا ہوتے گئے جنہوں نے حدود اللہ میں رہ کر شریعت الٰہی کے
عین مطابق زبردست عبادت کی اور روشنی پھیلائی۔ یہی تصوّف
کا جوہر ہے ــ اسلام میں دُنیا کی چند روزہ زندگی کو ایک وقفہ
امتحان قرار دیا گیا ہے۔ اس وقفہ میں انسان خود مختار ہے جو چاہے
آزادی سے لکھے، کوئی زور زبردستی نہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ بھی اسی
کو بھگتنا ہے۔ کامیاب ہو جائے تو ابدی راحت پائے، ہاں! فیل ہونے
کی صورت میں اس کو پچھتانا بھی پڑے گا۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے
انسان کو زندگی گذارنے کا صحیح ڈھنگ سکھا دیا ہے۔ اور فرمایا:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (قرآن)

یعنی، کہہ دیجئے، کہ دُنیا کی متاع نہایت قلیل ہے۔ اور آخرت بہتر اور

Marfat.com

باقی رہنے والا ہے۔" یعنی اصل زندگی مرنے کے بعد ملیگی جو پائیدار ہے۔

اب ذرا غور کیجیے! اس چھوٹی سی آیتِ کریمہ میں حقیقت کا ایک عالم موجود ہے۔ اس میں زندگی کا اصلی پہلو اس طرح سمجھا دیا گیا ہے کہ بڑے بڑے تقریروں اور تحریروں سے بھی ممکن نہیں کیونکہ آدمؑ سے لے کر آج تک جتنے لوگ پیدا ہوئے ہیں، اُن میں ہر ایک نے بچشم خود دیکھا ہے کہ دُنیا کی زندگی رہنے والی نہیں، اگر انسان اقتدار کے زور سے چاند تاروں پر بھی چڑھ جائے، ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی حاصل کرے اور عالم کی تمام دولت سمیٹ کر اپنے قبضے میں کرلے، پھر کیا ہوگا ؟ یہی کہ آج نہ کل ضرور مر جائے۔ اس کی زندگی کو کوئی بھی طاقت ایک پل کے لئے بھی بچا نہ سکے گی۔ اس کی موت کو کوئی شئی لمحہ کے لئے بھی ٹلا نہ سکے گی۔ مجبوراً سب کچھ چھوڑ کر دُنیا سے نکل جائے گا۔ سعدی شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت ÷ رفت منزل بدیگرے پرداخت

واں دگر ہم چنیں ہوسے پخت ÷ ویں عمارت بسر نبرد کسے

اس لئے اس متاعِ قلیل سے بے چینی اور بیقراری کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ مگر: "خیرٌ وابقیٰ" سے خود بخود آرام و قرار، پائیداری و ثبات، دوام اور ابدیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس مسلمان ہو کر کون عبادت کا متمنی نہ ہوگا ؟ یہ صرف دینِ اسلام ہے جس نے زندگی کا مقصد ہی عبادت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۔ (قرآن)

Marfat.com

یعنے: "ہم نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا" مگر اپنی عبادت کے لئے۔" زندگی کا یہی مقصد ہے۔

پس مسلمانوں نے جاہلانہ عبادت سے منہ موڑ کر علم کی روشنی میں اس طرح عبادت کی ہے جس سے رضائے الٰہی حاصل کرلی اور خدا کے قریب تر آگئے۔ کیونکہ ہمارے پاس خدا کا کلام ہے جو انسان کو اچھی زندگی گزارنے کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔ وہ مکمّل کلام ہے جس میں تغیّر کی بو تک نہ ہوسکتی۔ اس کلامِ الٰہی میں زیر و زبر تک بدل نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ اس خداوند تعالیٰ کا کلام ہے جس کی قدرت کا انتہا نہیں اور اسُ نے اس کی حفاظت خود ذمہ لی ہے۔

کہا گیا، اور شاعرِ مشرقؒ فرماتے ہیں:

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم ❖ حکمتِ اولا یزال است و قدیم
حرف او را ریب نے تبدیل نے ❖ آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
نوعِ انسان را پیامِ آخریں ❖ حاملِ او رحمۃٌ للعالمینؐ

بہ علّامہ اقبال علیہ الرحمہ کا کہنا ہے: کہ قرآن پاک کسی تبدیلی کا محتاج نہیں ۔" اسلام نے تصوّف میں نئی جان ڈالدی ہے اور قدیم مذاہب کے فرسودہ قالبوں میں نئی رُوح پھونکدی۔ خدا کے ساتھ انسان کا ازلی رشتہ جو کمزور ہوگیا تھا، وہ پھر سے مضبوط اور مستحکم ہوگیا۔ اس طرح اس گلزارِ عالم میں بھی گویا تصوّف کا بہتر بیج بویا گیا جس سے اہل اللہ کی اچھی فصل اُگ آئی۔ اور یہاں اس قدر اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے کہ اس چمن زارِ خلد کا نام ہی "پیُھری و آر" پڑ گیا۔ اس لئے ہمارے نزدیک

Marfat.com

تصوف کی اصل تاریخ بھی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے ــــ جو ہماری کتاب کا موضوع ہے۔ فی الجملہ جب کشمیر کے گلستانِ گل افشاں اور پُربہار بوستان میں وحدانیت کا نور چمکا تو یہاں تصوف کا نقارہ پورے زور و شور سے بجنے لگا اور ہزاروں کی تعداد میں صوفی بزرگ پیدا ہوتے رہے، انہوں نے قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے شب و روز جان توڑ عبادت کی اور ریاضت شاقہ میں سیاہ راتوں کو روز روشن بناتے گئے۔ ان حضرات میں ریشی بھی شامل تھے۔ اس طرح قدیم ریشیت میں بھی اسلام نے رونق لائی اور اسے اسلامی سانچے میں ڈال کر غار نشینی اور فاقہ کشی کی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اب وہی ریشی حضرات نورِ معرفت سے تاریک غاروں کو روشن محلات بنایا کرتے اور جنگلوں کو آبادیوں میں بدل دیتے تھے، وہ معبودِ حقیقی سے ہمراز تھے۔ کیونکہ معرفت کے نور میں غرق ـ

خداوند تعالیٰ کے فرمان بردار بندے جانتے ہیں کہ دُنیا کی دولت، حشمت اور اقتدار اُس سائے کی مانند ہے جو کبھی ایک ہی نہج پر رہ نہیں سکتی، بلکہ وہ ابتداء میں بہت لمبی ہوتی پھر آہستہ آہستہ سکڑتی جاتی ہے اور آخر گھٹ کر اتنا کم ہو جاتی کہ اپنے پاؤں چومنے لگتی ہے۔ تاہم اس زوال سے وہ کچھ سیکھتی نہیں اور جلال میں آکر پھیر دوڑنے لگتی ہے اور دراز تر ہوتی جاتی ہے، مگر جب کمال پاتی تو اس کے ساتھ زوال بھی دیکھتی اور بالآخر ہرے سے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی کہ سایہ کا

Marfat.com

اصل میں اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سورج کی روشنی سے وجود باقی۔ گویا سورج کے وجود سے وہ موجود ہوتی ورنہ معدوم ہی معدوم رہتی ہے ۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو حقیقت دیکھے بغیر جھوٹی دولت پر اچھلنے لگتے اور ڈھلتے ہوئے سائے کی طرح اپنے اقتدار کے نشے میں چور رہتے ہیں۔ اپنی جوانی کی مستی میں جھومنے لگتے ہیں اور اس زوال کو بھول جاتے جو اُن کے پیچھے لگی ہوتی ہے۔ وہ آخر کار ان سے سب کچھ چھین لے جاتی ہے۔ اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹی میں مل جاتے ہیں۔ اس لئے ایک مؤمنِ اس قسم کی فانی اور پُر زوال ہستی سے بیزار ہوتا ہے۔

کشمیر کی دلکش وادی اپنے حُسن وجمال اور خوشگوار آب و ہوا کے لحاظ سے دُنیا بھر میں بے مثال ہے۔ لہٰذا اس وادئِ گُل و بُلبُل کی نزاکت اور قدرتی مناظر صاحبِ دِلوں کو معرفت کا رَس پلاتی ہے۔ یہاں کی ہریالی اور فرحت بخش فضاء نہایت ہی ولولہ انگیز ہے۔ اس کا پُرنم سبزہ دل کو لُبھانے والا اور پھولوں کی مہک مسحور کر دینے والی ہے۔ یہاں کی سرسبز وادیاں، حسین پہاڑ گھنے جنگل پھولوں اور آبشاروں کی کثرت انسان کو وجد میں لاتی ہے۔ وہی چیزیں صاحبِ دلوں کو اللہ! اللہ!! کرنے پر اُکساتی ہیں،

سعدی شیرازیؒ کہتے ہیں، ؎

برگِ درختان سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتر است زمعرفت کردگار

Marfat.com

یعنے: خوشنما مناظر قدرتی طور دلوں پر اثر کرتے ہیں۔"

اب ہم واقعاتِ کشمیر کے صفحوں پر نظر ڈالیں اور دیکھ لیں کہ اس میں کیا کچھ لکھا ہوا ہے۔ خواجہ اعظمی علیہ الرحمہ نے کافی تگ و دو سے اولیاء اللہ کی ایک طویل فہرست تو دی ہے، مگر وہ سب کو رقم نہیں کر سکے ہیں۔ لگتا ہے کہ اس کتاب میں جن بزرگوں کی ذکر موجود ہے وہ اصل تعداد سے نہایت کم بلکہ عشر عشیر بھی نہیں۔ کیونکہ جن بزرگوں کے اسماءِ مبارکہ مذکور ہیں وہ قریب قریب سب شہر سرینگر میں ہی مدفون ہیں جب کہ دیہات اور مضافات میں وہ کوئی گاؤں نہیں جہاں ایک دو مقبرے مشہور نہیں۔ ہاں اگر وہ مابعد کے اولیاء اللہ ہوں گے تو دوسری بات ہے۔ پھر بھی ایسی زیارت گاہیں نظر آتیں جن کے متعلق یقین ہے کہ وہ قدیم دور کے حضرات ہیں، مگر اس کتاب میں ان کی کوئی ذکر نہیں۔ اگرچہ خواجہ صاحب نے ساڑھے چار سو سال میں ابھرے ہوئے بزرگوں کو لکھا ہے، مگر وہ بھی کوئی خاص تعداد نہیں۔ موصوف خود بھی اس کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

" در حقیقت جمعے از اہل کمال کہ دریں نسخہ تمام اجمالی مرقوم قلم سراسر اختلال شدند نمے از یمے است کہ صورت تذکار گرفت۔ وگرنہ در ہر قرن از اقران درونِ شہر و بیرون بوجود ارباب فنون مشہون بودند ہر چہ نوشتہ شد فراخورِ اطلاع خود است درمیں مقدار منحصر اشخاص نیست۔"

Marfat.com

یعنی : " جو کچھ میں نے لکھا وہ دریا سے قطرہ کے برابر ہے ورنہ..."

پھر بھی اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں بزرگانِ کشمیر کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ دُنیا کی اس پھلواڑی میں کس قدر پھول کِھلے ہیں، اور مہک اُٹھے ہیں۔ اس گلستانِ سدا بہار میں کتنے بُلبل چہک گئے ہیں۔ یہاں ایسے بھی اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین منصبۂ شہود پر ظہور پذیر ہوئے ہیں جو مشائخین کبار میں شامل ہوئے ہیں، ان میں ایسے حضرات بھی دیکھنے میں آتے، جو شیخ العالم، مخدوم العزا اور سلطان المشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے نام سے جانے جاتے ہیں جن کے فیضان سے یہ چمن زار منوّر ہوا ہے۔

چونکہ اسلام میں عبادتِ الٰہی زندگی کا ماحصل ہے۔ اس لئے مسلمان اور عبادت دُو لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ پس مسلمان وہی ہے جو خداوند تعالیٰ کی عبادت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مومن اپنی تمام تر زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی پُر خلوص عبادت میں بسر کرتا ہے، وہ ہر خیر و شر کو اسی کی مرضی اور منشاء پر منحصر جانتا ہے۔ وہ معبودِ حقیقی کی بندگی کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور صرف اللہ سے ہی بدلہ چاہتا ہے۔ اس کی عبادت میں خدا کی رضامندی، خوشنودی اور تکمیلِ حکم کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اسلام میں اخلاص ہی عبادت کا جوہر ہے۔ احبّ الاعمال علی الاخلاص فی الاعمال" یعنی: سب عملوں میں محبوب ترین عمل وہ ہے جس کی بناء اخلاص پر ہو۔" یہ متقدمین اولیاء کا قول ہے۔ پھر مومن

Marfat.com

صادق کی عبادت میں اخلاص کے سوا اور کوئی مقصد کیونکر داخل ہو سکے؟ پس جب انسان عبادت کا مفہوم اور صحیح طریقہ جان لیتا ہے تو وہ تصوّف میں گم ہو جاتا اور عبادت میں لذّت پاتا ہے۔ اسی وجہ سے جب کشمیر میں اسلام آیا تو علمی ترقی کے ساتھ ساتھ عرفان اور روحانیت نے بھی فروغ پایا اور یہاں سینکڑوں ایسے اولیاءُ اللہ بھی اٹھے ہیں جو تصوّف اور ولایت کی بلند ترین چوٹیوں پر فائز ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ پُر خلوص عبادات اور عشقِ الٰہی کا ہی ثمرہ ہے جو اسلام کے بغیر کسی اور مذہب میں ممکن نہیں، کیوں کہ اسلام ہی تو عشق و اخلاص کا دوسرا نام ہے جو انسان کو تمام فانی اشیاء اور معبودانِ باطل سے الگ کر کے معشوق حقیقی کے در پر لا کر جُھکا دیتا ہے۔ مصرعہ

عقل بجبلہ عشق بُرد کشان کشان

مولانا فرماتے ہیں: مثنوی ؎

عاشقِ تصویر و وہم خویشتن!
کے بود چوں عاشقانِ ذوالمنن

جسم خاک از عشق بر افلاک شد ⁘ کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جانِ طور آمد عاشقا!
طور مستِ خرّ موسیٰ صعقا

عشق زندہ در روانِ دلبر ⁘ ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

Marfat.com

عشق آں زندہ گزیں کو باقی است
از شرابِ جان فزایت ساقی است

عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاءؑ ✤ یافتند از عشقِ او کار و کیا

با محمدؐ بود عشقِ پاک جفت
بہرِ عشقِ او را خدا لولاک گفت

از محبت مردہ زندہ مے شود ✤ وز محبت شاہ بندہ مے شود

عشق بر مردہ نباشد پایدار!
عشق را بر حیّ و بر قیوم دار

زانکہ عشقِ مردگاں پایندہ نیست ✤ زانکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست

ملّتِ عشق از ہمہ دین ہا جدا است
عاشقاں را مذہب ملّتِ خدا است

Marfat.com

۴- اشرف المخلوقات کون ہیں؟

شہر را بگزار در غارے نشین
ہم بخیلِ نوریان صحبت گزین
از نگاہے کیمیا کن خاک را ✤ از مناجاتے بسوز افلاک را

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جب فرشتوں کو فرمایا تھا: کہ "میں زمین پر اپنا خلیفہ بناؤں گا۔" تو فرشتوں نے اعتراض کرتے ہوئے عرض کیا تھا، کہ

"کیا تو ایک ایسے مخلوق کو بناؤ گے جو زمین پر فساد برپا کرے اور ناحق خون بہادے گا؟ ہم تو تیری حمد و ثنا اور تقدیس کرنے کے لئے تو کافی ہیں۔"

اس پر حکیم مطلق نے فرمایا تھا: کہ،

"جو کچھ میں جانتا، وہ تم نہیں جانتے ہو۔"

فرشتوں کو کیا معلوم تھا کہ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

پھر جب دانائے راز اور صانع قدیم نے اپنا ارادہ پورا کیا، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق فرمایا تو فرشتوں کو اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا۔ جس سے اس خاکی نژاد کی عظمت کا اندازہ

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس بے نہایت کائنات میں جتنے بھی لاتعداد مخلوق ہیں، وہ درحقیقت اسی خاکی سرشت کے محکوم ہیں جس کے سامنے نوری مخلوق جیسے برگزیدہ اور مقرب بارگاہ مخلوق کو حکماً جھکا دیا گیا تھا۔ اسی بات کو شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ یوں ادا کرتے ہیں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار!
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

یعنی: کائنات کا ہر چیز انسان کی حکم برداری میں سرگردان ہے، تاکہ وہ روزی کمالے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ انسان ہی عظیم ترین مخلوق ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی عظمت ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔"

یعنی: ہم نے بنی آدم (انسان) کو عزت دی ہے۔"

پس ظاہر ہے کہ کائنات میں انسان ہی اشرف اور اعلیٰ ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ آدم زاد خداوند تعالیٰ کا خلیفہ یا جانشین ٹھہرا ہے۔ تو یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ انسان ہی دیگر تمام قسم کے مخلوق میں بڑا ہے جسے خداوند کریم نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا تھا۔ پھر اپنے مقرب فرشتوں کو اس کے سامنے سجدے میں

Marfat.com

ڈال دیا تھا۔ پس اس سے (انسان سے) بڑا کون ہو سکتا ؟

کہا جاتا ہے کہ انسان کو شرف اس لئے ملا ہے کہ وہ مکلّف تو ہے، اس کی ذات میں بشری ضرورتیں رکھی گئی ہیں جبکہ فرشتے ان نفسانی تقاضوں سے مبرّا ہیں۔ رہے دیگر مخلوق، وہ تو سرے سے مکلّف ہی نہیں۔ یہ صرف انسان ہے جس کو ایک طرف شیطان جیسا مکّار دشمن بہلا کر بہکا لیتا ہے اور دوسری طرف نفسانی خواہشات کھینچ تان کرتی رہتی ہیں۔ پھر بھی اپنے اعمال کا جواب دہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اس کے برعکس خدا کے دوسرے مخلوق جوابدہی اور ذمّہ داری کے جھمیلوں سے آزاد ہیں۔ لیکن انسان کے ساتھ جنّ بھی تو مکلّف ہیں، اور وہ بھی جوابدہی سے آزاد نہیں۔ پھر بھی وہ ناری مخلوق اس خاکی وجود کے سامنے سجدہ نہ کرنے پر معتوب و مقہور ہو گئے تھے، کیونکہ ابلیس جو جنوں کی ذات سے ہے (وَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ) نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو وہ ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرایا گیا تھا، پھر خوار و ذلیل ہو کر ملکوت کے صف سے ہی نکال دیا گیا۔ پس قیاس کیا جاتا کہ مکلّف ہونے کے علاوہ انسان میں اور کوئی بات ہے جس کی بناء پر وہ خلافت الٰہی کے مقدّس مسند پر متمکّن ہو گیا ہے اور اس کے سامنے فرشتے جیسے عظیم مخلوق ساجد ہوئے تھے۔

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک بے شمار قوم اور قبیلے زمین پر نمودار ہوتے رہے ہیں جو کمال و زوال کے لحاظ سے مختلف الحال تھے۔ ان میں طویل القامت

Marfat.com

اور عظیم الجثہ بھی تھے، کوتاہ جسم اور مجہول الاسم بھی گزرے ہیں۔ کیسے کیسے پہلوان، پُر زور اور مست جوان، صف شکن مردان اور کوہ کن دلوانگان، روئین تن اور رستم دستان کے علاوہ عالمگیر بادشاہ، دانا اطباء، عقلمند حکما، ستارہ شناس علماء، باریک بین شعراء اور طبعیات کے موشگاف فلاسفر بھی کرۂ ارض پر بستے آئے ہیں۔ اسی طرح نمرودِ مردود اور فرعونِ ملعون جیسے مطلق العنان فرمانروا، شداد، عاد اور قارونِ بدنہاد جیسے دولت مند باغی، عاد و ثمود جیسے سرکش طاغی، سکندر اور بخت نصر جیسے با اقتدار شہنشاہ، سقراط و بقراط جیسے عظیم مفکر، لقمان اور افلاطون جیسے مسلم ریفارمر اور حق شناس حاذق وغیرہ اس طرح کے لاتعداد بڑے درجے کے مدبّر بھی زمانہ میں من مانی کرتے آئے ہیں۔ علیٰ ھٰذا القیاس بڑے بڑے معلّم، نکتہ دان اور باکمال اشخاص بھی کبھی زمین کی سطح پر پروان چڑھے ہیں، جو حیرت انگیز حد تک کامل تھے کہ آج تک ان کی مثال دی جاتی ہے۔ بلکہ ان کے کمال کو دیکھ کر صدیوں بعد بھی انسان کو حیرت آتی ہے اور وہ سر پکڑ کر یہی کہتا ہے: کہ

" حضرت انسان میں خدا نے ہر بلندی پر پہنچنے کا جوہر رکھا ہے اور اس میں کوئی بات ناممکن نہیں۔ "

مگر پھر کیا ہوا وہ سب کہاں گئے؟ وہ جو مُردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ کرتے اور زندوں کو مُردہ بنانے کا حکم چلاتے تھے۔ وہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی شرما نہ جاتے اور اپنی باطل خدائی کو بزور منوا لیتے تھے، آخر کیا ہو گئے؟ ان کو کس نے فنا کر دیا؟ اُن کا

Marfat.com

غلبہ کس نے مٹا ڈالا ؟ ان کی لاتعداد دولت، فوج و لشکر اور علم و دانش نے کیوں ان کو موت سے نہ چھڑا لیا ؟ جس طاقت کے بل بوتے پر وہ دوسروں کو زندہ کرنے یا مارنے کا دعویٰ کرتے تھے وہ طاقت اور اسباب ان کو کیوں نہ بچا سکے ؟ یہاں تک کہ وہ زمانے کے صفحے سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے اور اپنے پیچھے درسِ عبرت کے سوا کچھ نہ چھوڑ سکے ۔ ان کی خودسری، سرکشی اور اقتدار تو زمانے میں یادگار رہا، مگر وہ خود خاک میں مل گئے۔ انہوں نے کوئی عزت نہ پائی، بلکہ زمانے نے ان کو ذلیل ترین مخلوق قرار دیا ہے ۔ ان پر آج بھی لعنت کی جاتی ہے ۔ ایسا کیوں ! اس لئے کہ انہوں نے اپنے مالک کے منشا کے مطابق زندگی نہیں گزاری ۔ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے تھے اور نفس کی خواہشوں کے غلام بن گئے، پھر بے لگام ہو کر دادِ عیش دیتے اور آزادی کے ساتھ مزے لوٹتے رہے۔ انہوں نے اپنی اصلیت بھلا دی اور اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کیا۔ اس لئے خلافت کے معیار سے گر گئے۔ ان کے لئے کوئی شرف نہیں بلکہ وہ درندوں سے بھی بدتر ہیں ۔

اولادِ آدم میں ایسے بھی انسان گزرے ہیں جنہوں نے اپنی اصلیت اور ذمہ داری ذہن میں رکھ کر ہی کوئی قدم اٹھایا، وہ شیطان اور نفسانی خواہشات سے کوسوں دور رہتے تھے ۔ وہ قانونِ الٰہی کی پوری محافظت کرتے ۔ عبادت کے ساتھ ساتھ خلقِ خدا کی سیوا بھی کرتے اور انسانیت کو برقرار رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں

Marfat.com

کو دُنیا میں بھی عزّت کی جاتی اور پھر مرنے کے بعد وہ احترام کی نظروں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ گویا وہ زندہ ہیں۔

اس طرح ہمیں دو قسم کے انسان نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو خدا کے اطاعت شعار بندے ہوتے۔ مگر دوسرے اپنے نفس کے غلام اور شیطان کے پرستار نظر آتے ہیں۔ ایک خدائے رحمٰن کے سچے بندے اور دوسرے بدکار شیطان کے چیلے چانٹے۔ پہلے قسم کے لوگ نیکوکار مُسلم اور مُومن کہلاتے، تو دوسرے کافر مشرک اور فاسق ہوتے ہیں پہلا گروہ فی الواقع عزّت و شرف کا مستحق ہے، مگر دوسرے قسم کے لوگوں کے لئے کوئی شرف نہیں۔ پس انسان کو جو شرف فرشتوں پر بھی حاصل ہے وہ صرف ان لوگوں کو ملتا ہے جو اپنی عمل اور اعتقاد سے نائبِ حق ہونے کا ثبوت پیش کرسکیں، ورنہ زاد و بوم اور کسب و کار سے کسی انسان کو کوئی شرف نہیں ملتا ہے۔

خلیفۃ اللّٰہ ہونے کے ناطے انسان کو جو شرف مل گیا ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے بھی ہو تا کہ بشریت کے جنس سے ہی زیادہ کامل اور مکمل انسان بھی اُٹھائے گئے ہیں، جن کی عظمت اور برتری مسلّم ہے، جن کے پاس خدا کے فرشتے بھی ادب و احترام کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ وہ برگزیدہ انسان خدا کے رسول اور پیغمبر علیہم الصّلواۃ والسّلام ہیں جو بشریت کے تمام تقاضے رکھتے ہوئے بھی فرشتوں کی طرح پاک و صاف زندگی گذارتے تھے، ان کی اطاعت بھی لازماً کی جاتی اور کی جائے گی قیامت تک۔

Marfat.com

"وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ..."
قرآن پاک کا یہی فرمان ہے۔ پس رسولؐ خدا تعالیٰ کا حقیقی نمائندہ ہوتا ہے۔ خلیفۃ "فی الارض" کا یہی معنیٰ ہے۔ مسجود ملائک کا مفہوم اور انسانیت کا یہی بلند معیار ہے۔ تو وہی لوگ نیابت یا جانشینی کا منصب پا سکتے جو خلافت کے شرائط اور حقوق ممکنہ حد تک پورا کر سکیں اور پھر اس مقصد کو مکمل کریں جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں، یعنی، "عبادتِ الٰہی"۔ اس لحاظ سے وہ دولت مند بے وقعت ہیں جو دولت و ثروت کے نشے میں اتراتے ہیں، وہ کسی قانون یا ضابطے کو مانتے نہیں اور بہیمانہ زندگی گذارتے ہیں، شیطان ان کو بہکا لیتا اور وہ غفلت میں پڑ کر جو چاہیں کرتے ہیں۔ وہ قانونِ الٰہی سے بغاوت کرتے ہیں ــــ اس کے برخلاف فہم و فراست والے قانونِ الٰہی کی ہر حالت میں احترام کرتے ہیں اور وہ دنیا کے سراب میں گم نہیں ہو جاتے، بلکہ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے جاتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کو خوب پہچانتے اور اپنے انجام کو نظر انداز نہیں کرتے ہیں، دنیا کے فریب کو فراموش نہیں کرتے اور موت کی طاقتور پنجوں کو بھول نہیں جاتے۔ پھر قبر کی تنگ و تاریک کوٹھری کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔ وہ جانتے ہیں کہ چند روزہ عیش و عشرت کوئی قائم بالذات چیز نہیں بلکہ " ھر کمالے را زوالے در پے است" کے مصداق یہ سب کچھ مٹنے والا ہے۔ پھر اس حقیقت کو سمجھ کر کہ " ھرچہ دیر نپاید دل را در وبستن نشاید " وہ اس سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی کمال پامال ہو

Marfat.com

جاتا اور جوانی کا خمار سرعت سے اترتا ہے جس کے ساتھ ہی لڑکھڑا کرنے والے حالات رونما ہو جاتے ہیں، جس میں پڑ کر ایک شیر دل انسان بھی سہارے کا محتاج بن جاتا ہے ـــــ غرض دُنیا کا کوئی بھی کمال درحقیقت زوال ہے جسے ایک عقلمند انسان قبول نہیں کرتا اور نہ اس سے اطمینان پاتا ہے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ انسان جیسا جلد باز مخلوق دو طبیعتوں پر مشتمل ہے۔ انسانیت کے دُو رخ نظر آتے، ایک دُنیا طلبی اور شیطان پرستی کا رُخ ـــــ دوسرا آخرت طلبی اور خدا پرستی کا رُخ انسانوں کے یہ دونوں طبقے اعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے یکساں نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اُن کا انجام بھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان میں ایک بہیمیت کے نچلے طبقے میں جا گرتا اور دوسرا انسانیت کے بلند معیار پر اُٹھ جاتا ـــــ پھر یہ ایک بدیہی بات ہے کہ دُو ضدیں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں ـــــ شیطان اور رحمٰن ایک ہی دل میں سما نہیں سکتے، طالح اور صالح ایک ہی سانچے میں ڈھل نہیں سکتے۔ بلکہ ان کے لئے دُو جدا جدا قالب ہوا کرتے ہیں، ان دُو متضاد گروہوں کی وضاحت قرآن پاک میں موجود ہے۔ یہ دو جماعتیں دُو مخالف سمتوں کی طرف رُخ کئے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دور تر ہٹتے جاتے ہیں۔ ایک جماعت نے اپنی ذات اور انجام کو بھلا دیا تو وہ انسانیت سے کٹ کر بہیمیت کی طرف خود کو لے جاتی ہے۔ مگر دوسری جماعت نے بشریت اور بندگی سے سر ہو تجاوز نہیں کیا، بلکہ خود کو ایک خاص قانون میں مقید پایا اور

Marfat.com

وہ اسی میں مطمئن رہتا ہے " مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ"
یعنی "جس نے اپنی اصلیت کو پہچانا، اس اپنے پروردگار کو پہچان لیا
ہے ۔" کا یہی مفہوم ہے۔ اس بنا پر ایک جماعت: کَالۡاَنۡعَامِ
بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ " یعنی: چوپائے جیسے بلکہ ان سے بھی گئے گزرے" اور
دوسری جماعت فرشتوں سے افضل ۔ جو لوگ دُنیا میں آکر اپنے حقیقی
مالک اور معبود برحق کی مکمّل غلامی اختیار کرتے ہیں۔ وہی اطاعت
شعار فرشتوں کے صف میں شامل ہو سکتے ہیں ۔

جو لوگ دُنیا میں آکر اپنے مالکِ حقیقی کی بخوشی اطاعت نہیں
کرتے وہ باغی غلام ہوتے ہیں، اور وہ اسی سزا کے مستحق قرار دیئے
جاتے جو اس غلام کے لئے مقدّر ہوئی ہوتی ہے جو اپنے آقا کے ساتھ بغاوت
کا جرم کرتے ہوئے پکڑا جائے ۔ جو لوگ دُنیا کی جھوٹی سج دھج کے
پیچھے پڑ کر اندھے ہو جاتے ہیں پھر ہر لذّت کو چکھ لیتے وہی زندگی
کے مقصد کو پانے میں ناکام ہو جاتے ہیں ۔ وہ " متاعِ قلیل"
اختیار کرتے ۔ اس لئے آخرت میں ان کے لئے پشیمانی کے سوا کچھ بھی نہ
ہو گا ۔ ہاں، جو لوگ متاعِ قلیل کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے وہ
دُنیا سے نافر اور آخرت کے طالب ہوتے ہیں۔ جیسے: "خَیۡرٌ وَّاَبۡقٰی"
کہا گیا ہے۔ پھر خداوند تعالیٰ کے حکم کی پوری تعمیل کرتے رہتے ہیں،
وہی زندگی کے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور وہی لوگ بلاشبہ
شرف و عظمت کے مستحق ہوتے اور نوری مخلوق کے مسجود ہونے کا
فخر پاتے ہیں ۔ اور بجا طور نائب حق کہلاتے ہیں ۔

Marfat.com

متذکرہ بحث سے یہ بات عیاں ہے کہ انسان فرشتوں اور حیوانوں کے درمیان ایک وسطی مخلوق ہے۔ اس کی سرشت میں دونوں کے مادۂ تخلیق یا جوہر ملا ہوا ہے۔ پھر وہ جس جوہر کو بروئے کار لائے اسی جوہر کے مخلوق کے ساتھ مل جائے گا۔ پھر اس کا انجام بھی ان ہی جیسا ہوگا۔ کسی نے کہا ہے ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون است ٭ از فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این شود کم ازیں ٭ ور کند قصد آں شود بہ ازان

یعنی: "انسانی سرشت ایک عجیب سی معجون ہے جس میں فرشتوں اور حیوانوں کے جوہر ملے ہوئے ہیں۔ اگر حیوانوں کی میل رکھے تو ان سے بدتر ہو جائے۔ ہاں اگر فرشتوں کی خصائل کو اپنائے یعنے اطاعت، عبادت اور نفس کشی۔ تو وہ ان سے بڑھ کر پاکیزہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں نفسانی خواہشات اور شہوات ولذات بھی موجود ہیں، ان پر قابو پاکر فرشتوں سے بڑھ کر صاف ہو جائے"

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری نہ ناری ہے

یعنے: "انسان پیدائشی طور پر نہ جنت کا حقدار ہے اور نہ جہنم کا مستحق۔ بلکہ یہ جو کچھ دُنیاوی زندگی میں کرے اسی کے پاداش میں جنت کے مزے اڑائے یا جہنم میں جل جائے۔" دوسرے الفاظ میں انسان پیدائشی طور پر نہ نوری (فرشتہ) ہے اور نہ ناری (جن)۔ بلکہ یہ اپنے

Marfat.com

اعمال کے مطابق دونوں میں سے کسی کے ساتھ مِل جاتا ہے۔ اپنے پُر خلوص اعتقاد اور پاکیزہ اعمال کے بناء پر فرشتوں کی طرح لطیف اور مقرب بن جاتا ہے۔ لیکن یہی انسان مشرکانہ اعتقاد اور مجرمانہ افعال کی وجہ سے جن یعنی درندوں کی طرح کثیف اور رندہ بھی ہوسکتا ہے۔ بھر: بلهم اضلّ "کے مصداق وہ نہایت ہی ذلیل اور بدترین ہوگا۔ مکلّف ہونے کے ناطے انسان کو عقل و شعور بھی عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ بُرے اور بھلے کو جان سکے، اپنے ازلی دشمن کو بھانپ لے جو سائے کی طرح ہمہ وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مہربان خدائے برتر نے اپنے رسولوں علیہم السلام کے ذریعے انسان کو اس کے پھندے اور چالوں سے باخبر کر رکھا ہے اور نیک و بد کی شناخت کے لئے اُسے علم بھی عطا کیا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ خدا داد علم، عقل اور شعور سے کام لے کر اپنے دوست و دشمن یا نفع و نقصان کو پہچان لے، اور بُرے اور بھلے میں تمیز کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

"ہم نے انسان کو ایک دوراہے پر لاکر کھڑا کیا، ایک سیدھا یعنی اللہ کا راستہ ہے جو دائیں کو جاتا۔ مگر دوسرا راستہ ٹیڑھا ہے جو بائیں کو مڑ جاتا۔ پہلا راستہ پُر فضا باغ کی طرف لے جاتا مگر دوسرا ایک المناک کھڈ میں لے کر گراتا ہے، جو دہکتے آگ سے بھرا ہوا ہے۔"

پھر انسان کو اختیار دیا گیا کہ جس راستے کو چاہو لے لو، ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ دائیں جانب کے راستے کا منزل ایک لافانی آرام گاہ ہے

Marfat.com

اور بائیں راستے کا ٹھکانا ابدی عذاب کا گھر ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ بیرہ زال دُنیا ایک ناپائیدار اور نہایت بے اعتبار تھی ہے، جس کا شیوہ بیوفائی اور دغا ہے بد عہدی کی یہ دادی امّاں اپنے طالب کو کچھ وقت تک سبز باغ تو دکھاتی، مگر پھر بہت جلد اپنے مکر و فریب کے دام میں پھنسا کر اسے فنا کے گھاٹ اتارتی ہے۔ دُنیا ایک سراب ہے جس میں جھوٹی امیدوں کے بغیر کچھ نہیں۔ اس بیرہ زال کے وعدوں میں دغا ہی دغا ہوتی ہے اور اس کے محبت میں ہلاکت ہی ہلاکت۔ اس پُر فریب بوڑھی نے اپنی نقلی حسن و جمال، جھوٹی خوبی و کمال اور قلعی کیئے ہوئے گہنوں کی چکاچوند سے لوگوں کی انکھیں خیرہ کر دی ہیں۔ پھر کیسے کیسے عقلمندوں کو بیوقوف بنا لیا ہے، اب ان کے لئے دائمی تاسف، مایوسی اور بیقراری مقدّر ہو چکی ہوتی ہے۔ اب پچھتاوے اور ندامت سے کچھ فایدہ نہیں کیونکہ دار العمل سے نکلکر دار الجزا میں کوئی تلافی بھی ممکن نہیں ہوتی ہے۔ اب ایسے فریب خوردہ جہنّم کا ایندھن بن جائیں۔ ہاں! جس نے وقت پر ہی اس دغا باز عشوہ گر کے نقلی حسن و جمال سے منہ موڑا وہی نیک بخت زندگی میں کامیاب رہا اور وہی پھر ابدالآباد عیش و آرام کے گھر میں مزے لوٹے گا، ایسے کامیاب انسانوں کے لئے کسی قسم کا رنج و غم نہیں ہوگا۔ وہ سلامتی کے گھر میں خوش و خورم رہیں گے۔ یہی حقیقی آقا رب اکبر کا وعدہ ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا۔ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد"

Marfat.com

دراصل انسان خدا کا چُنا ہوا مخلوق ہے، جو لا محدود کائنات کے اس ٹکڑے پر بسایا گیا ہے جسے "زمین" کہتے ہیں۔ یہاں اگر اس ظلوم وجہول کو خدا کے نمایندہ کی حیثیت سے کام کرنا ہوتا۔ اس پر یہ ذمہ داری عاید کی گئی ہے کہ وہ زمین پر خدا کا قانون نافذ کرے پھر اسِ قانونِ الٰہی کی مکمل اطاعت کرنا اور کرانا اس کے فرائض میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان کو خدا کی زمین پر اس کا نائب بن کر ایک صالح نظام تشکیل دینا ہے تاکہ خدا کی حکومت قایم ہو جائے۔ یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے، جسے زمین و آسمان نے قبول نہ کیا اور ظلوم وجہول انسان نے اپنے سر لیا۔ حافظؒ کہتا ہے۔ ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بمن دیوانہ زدند!

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا " یہ بارِ عظیم کیا تھا؟ کوئی کہتا ہے کہ عشق و محبت ہے جسے اولیاء اللہؒ نے کامل طور پر نبھایا۔ کوئی کہتا ہے: کہ بارِ امانت سے مراد شریعتِ الٰہی ہے یعنے خداوند کریم کا قانون اپنے اوپر نافذ کرنا، پھر حدود اللہ میں رہ کر زندگی گزارنا ہے جو شیطان کے بہکاوے اور نفس کی خواہشات کی موجودگی میں نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ اب جو اپنے نفس کو لگام دے کر حق پرستی سے زندگی گزارتا رہے وہی اس بارِ گراں کو نبھانے میں کامیاب ہوا۔ کوئی یہ بھی کہتا کہ وہ بارِ عظیم خدا کے بندوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، رواداری، خلقِ عظیم وغیرہ ہوتا ہے۔ جو اِن باتوں میں پورا اترے اور خلقِ خدا کی خدمت

Marfat.com

کرے وہی اس "بارِ امانت" کو مکمل طور پر ادا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پس انسان کے نازک کندھوں پر اطاعت، عبادت، امانت، دیانت اور محبت کا جو بارِ گراں ڈالا گیا، اس سے دیگر مخلوقات بری کر دیئے گئے ہیں۔ اگرچہ اس نحیف و نزار بیچارے انسان کو ایک طرف شیطان کے طاقتور پنجے جکڑنے کے لئے ہر وقت درپے ہوتے اور دوسری طرف اپنے نفس کی خواہشات کے شکنجے اس کے درپیش رہتے ہیں۔ ایسے پُر زور دشمنوں کے ساتھ لڑ لڑ کر اور بچ بچ کر زندگی کے لمحات گزارنے پڑتے ہیں جو ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی، بلکہ اکثر لوگ اس رَو میں بہہ جاتے ہیں اور پھر کوئی کنارہ نہیں پاتے، پھر تو خود بخود معلوم ہو جاتا کہ اشرف المخلوقات کون ہے؟ سب انسانی ذات یا صرف ایک حصّہ؟ پس انسان ارذل بھی ہے اور اشرف بھی۔

خدا کا سچا بندہ جو عزت و شرف میں فرشتوں پر سبقت لے گیا ہے، دولت کی فراوانی، جاہ و حشمت اور اقتدار وغیرہ سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ہر حال میں آئندہ غم سے گھلتا رہتا ہے۔ اُسے انجام کی فکر ہر آن بے قرار اور بے چین کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ تختِ شاہی پر متمکن ہوتا تو خود کو گدائے بے نوا ہی خیال کرتا ہے، وہ حاجتمندوں کی حاجت برآری کر کے بھی خود کو کسی کا محتاج جانتا ہے، وہ دوسروں پر حکومت کرتے ہوئے بھی خود کو کسی کا محکوم مانتا ہے، وہ فاخرانہ لباس زیب تن کر کے بھی خود کو ننگا اور عریاں ہی دیکھتا ہے، وہ اپنے میں پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکنے کا قوّت دیکھ کر بھی خود کو مورِ ناتوان سے بھی کمزور تر محسوس کرتا ہے، وہ

Marfat.com

بڑے بڑے سرکشوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر بھی خود کو موت کے طاقتور پنجوں میں بے بس پاتا ہے، وہ خود مختار ہوتے ہوئے بھی خود کو مجبور اور لاچار گمان کرتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے اختیار کو اپنی مجبوری تصوّر کرتا ہے۔ اگر ساری دُنیا کی دولت، علم اور اشیاء اُسے میسر بھی ہوں پھر بھی وہ خود کو کسی چیز کا مالک ہرگز نہیں گردانتا بلکہ وہ اس ساری ملکیت کا امانتدار اور حافظ ہوتا، وہ اس خیال سے تھر تھر کانپتا کہ حق حقدار کے پاس بغیر خیانت کے پہونچے وہ خود اس میں اتنا حصّہ ہی لیتا جو اس کا حق ہے۔ غرض وہ ہر حال میں اپنے کو ضعیف اور مجبور ہی قیاس کرتا، وہ اپنی کسی چیز کو ذاتی ملکیت نہیں مانتا بلکہ اسے بندگانِ الٰہی کا حق جانتا ہے۔

ایسا کیوں! اس لئے کہ وہ ہر آن اپنی ہستی کی بے ثباتی کو دیکھ کر کڑھتا ہے اور انجام سے ڈرتا ہے۔ اُسے اپنی ذمّہ داریاں معلوم ہیں اور ان کو پورا کرنے کی فکر میں تھر تھر کانپتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دُنیا کی عارضی جاہ وحشم اور دھن و دولت اس سے چھُٹ جاتی یا چھین لی جاتی تو وہ چنداں افسوس نہیں کرتا جو ایک کوتاہ بین، ناعاقبت اندیش اور دُنیا پرست انسان کا شعار ہوتا ہے جو چیز سائے کی طرح ٹلنے والی ہے اس پر کون باشعور افسوس کرے؟ بس ایک خدا پرست انسان کبھی غرور میں مبتلا نہیں ہوتا اور وہ کسی شے کے ساتھ دل لگا کر اپنی ذمّہ داری میں غفلت شعاری سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ وہ کسی بھی فانی امتیاز کو نظر انداز کر کے عالمِ دُنیا سے دِل برداشتہ ہی رہتا ہے۔ یہ صرف دینِ اسلام ہی ہے۔ جو

Marfat.com

انسان کو اونچا رتبہ دلاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:
"اَلْاِسْلَامُ کُلُّہٗ ذَوْقٌ" (تحفۃ الطلوب) اسلام تمام تر ذوق ہے"
اور مؤمن عشقِ الٰہی میں ہمیشہ ڈوبا رہتا ہے۔ اس لئے عبادت کے زور سے کائنات پر چھا جاتا ہے اور اُسے ہر شے میں اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔
اور کہتا ہے؛ ؎

زمین و آسمان و چار سو نیست ۰۰ دریں عالم بجز اللہ ہُو نیست

الغرض ایک مؤمن خدا کی عبادت اور شریعت کی اطاعت میں ہی سکون پاتا ہے۔ وہ خلق اللہ کی خدمت کرنے میں ہی راحت اور مزہ محسوس کرتا ہے، پھر ذکرِ الٰہی میں امن و اطمینان اور فوز و فلاح دیکھتا ہے جو لوگ دوسروں کی غمخواری اور شفقت و ہمدردی سے لا پرواہ ہوتے ہیں وہ انکو انسان ہی نہیں مانتے چہ جائیکہ اشرف المخلوقات تصور کریں: ؎

نشاید کہ نامت ہنند آدمی

اقبالؒ ذکرِ صبحگاہی میں ہی اپنا نجات دیکھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ؎

نگاہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
امان شاید ملے اللہ ھو میں

Marfat.com

۵

ولایت کا معنی اور ولیؒ کا مفہوم

دنیا میں جہاں بڑے بڑے باغی اور طاغی انسان گزرے ہیں، وہاں ایسے پاکیزہ اور مقدس نفوس بھی بکثرت پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے بشری تقاضوں کو پورا کرکے بھی انسانیت کا بلند ترین مقام پالیا ہے۔ انہوں نے الٰہی ہدایات کے عین مطابق اپنی زندگی گزاری ہے وہ شیطان کے وسوسوں اور اپنے نفس کی خواہشوں کو پاؤں تلے روند کر دنیائے غدار کے محبت کو کچل دیتے گئے ہیں۔ وہی ہے وہ انسان جنہوں نے شرف و تعظیم میں فرشتوں سے بڑھ کر سبقت لی ہے وہ بھی انسان ہیں مگر خدا تعالیٰ کے حقیقی فرمانبردار اور نہایت نیک کردار بھی ہیں وہ مقدس نفوس جن کو ہم اولیاء اللہ رحمہم اللہ اجمعین کے نام سے جانتے ہیں یعنے "دوستانِ خدا" یہ وہ معزز خطاب ہے جو صرف ان لوگوں کو ملتا جو خداوند تعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوطی سے جوڑتے ہیں اور یہ صرف اسلام میں ممکن ہے جو دینِ توحید ہے۔

یوں تو دنیا کے دیگر مذاہب میں بھی نیک اور بھلے انسان نظر آتے ہیں، وہ بھی اپنے زعم میں طرح طرح سے عبادت کرتے، جنگلوں اور کھوہوں میں رہ کر اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق زبردست تپسیا اور گیان دھیان میں لگے رہتے۔ وہ سخت فاقہ کشی اور بھوک سے تڑپ تڑپ کر دُبلے پتلے ہو جاتے ہیں، وہ نرم و آرام دہ بستر پر بھی کبھی اپنی

Marfat.com

پہلو نہیں رکھتے اور نہ اچھا لباس پہنتے ہیں، لیکن بایں ہمہ وہ اولیاء اللہ نہیں کہلاتے اور وہ اولیاء اللہ ہو بھی نہیں سکتے بلکہ وہ لوگ آخرت میں بھی کوئی حصّہ نہیں پائیں گے۔ کیوں کہ وہ خدا کی وحدانیت پر کامل یقین نہیں کرتے اور توحید پر مکمل اعتقاد نہیں رکھتے جو ولایت کی سنگِ بنیاد ہے، پھر آخرت کے جزا و سزا پر بھی ایمان نہیں رکھتے اس لئے اپنے گناہوں کی مغفرت بھی نہیں چاہتے ہیں اگرچہ وہ لوگ کرموں کا پھل بھگتنے کا اعتقاد رکھتے ہیں مگر وہ ناقص اور کھوکھلا ہے۔ کیوں کہ وہ جنموں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور بار بار آکر بڑے بڑے گناہوں کا نکما اور معمولی سزا دُنیا میں ہی پائیں گے۔ اس لئے نروان حاصل کرنے کے لئے وہ عبادت کرتے اور مُکتی پاتے ہیں، جو عقل اور انصاف کی ترازو میں کوئی وزن نہیں رکھتی۔ کیوں کہ دُنیا کی تنگ سرا میں انصاف کی گنجائش ہی کہاں ؟ صحیح سزا یا جزا دینے میں دُنیا کی تنگدامانی مانع ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ لوگ خدا کے پیامبروں کے بھی منکر ہیں، حالانکہ ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید !

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پس ان لوگوں کی بھوک یا عریان بدن (عبادت) کیسے بار آور اور مفید ثابت ہوگی جبکہ اس کا مقصد ہی غلط اور بے بنیاد ہے ؟

غیر مسلموں کی غار نشینی اور فاقہ کشی دراصل دُنیا سے فرار ہے، جو خدا کو پسند نہیں۔ لہٰذا اسلام میں رہبانیت کو مذموم قرار دیا گیا

Marfat.com

ہے ۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ :

لَا رہبانیۃ فی الاسلام " یعنے : اسلام میں رہبانیت کی گنجائش ہی نہیں"۔ اس کے برعکس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی اس طرح ہے، کہ :

" الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ تعالیٰ من احسن الی عیالہ " (بیہقی ؒ) یعنے : تمام مخلوقِ خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کے پاس وہی محبوب ہے جو اس کے عیال یعنے خلقِ خدا کے ساتھ بھلائی کرے۔" اس طرح رہبانیّت کو ممنوع قرار دے کر اسلام میں انسانیت کی خدمت پر زور دیا گیا ہے جو اولیاءُ اللہؒ کا شعار ہوتا ہے ۔ " بارِ عیال کو کارِ ابدال " بھی کہا گیا ہے۔ اسی پر انسانیت کی عمارت کھڑی ہے۔ سعدیؒ کہتے ہیں : ؎

درعمل کوش ہرچہ خواہی پوش ٭ تاج برسر نہ و علم بردوش (گلستانؒ)

دُنیا کے دیگر ادیان کے برعکس اسلام میں عبادت کا مفہوم نہایت وسیع ہے یہاں حدود اللہ میں رہ کر زندگی گزارنا عینِ عبادت ہے۔ نکاح کر کے گھر بسانا اہل و عیال کی جائز صورت میں پرورش کرنا، حلال کی روزی کمانا، پھر تمام قسم کے حقوق ادا کرنا، خود کھانا اور بھوکوں کو کھلانا پلانا وغیرہ سب عبادت میں تو شامل ہے۔ اس کے برخلاف فاقوں سے تن بدن کو اذیت دینا، عریاں ہو کر جنگلوں میں مارے مارے پھرنا، روگ رچانا اور ترکِ لذات کرنا، اہل و عیال سے بے نیاز ہو کر تجرد اختیار کرنا وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ اسلام میں

Marfat.com

دُنیا سے فرار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بلکہ مسلمان لوگوں کے ساتھ مِل جل کر بھی خدا کی عبادت کرتا ہے۔ وہ کسی بھی حالت میں فرائض سے کوتاہی نہیں کرتا، وہ حیاتِ دُنیا کی متاعِ قلیل سے نفرت تو کرتا ہے لیکن حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق النّاس اور حق النفس کی بھی پوری محافظت کرتا ہے۔ پھر بھی وہ یادِ خدا میں اس طرح لگا رہتا کہ جلوت میں، خلوت میں ہوتا ہے: " دست باکار ودل بایار " تو اس کا شعار ہوتا ہے۔ وہ ہر بات حق کے ساتھ کہتا اور ہر قدم حق کی طرف اٹھاتا ہے۔ وہ یقینِ محکم کے ساتھ عملِ پیہم کو جاری رکھتا ہے۔ یہ صرف اسلام میں ممکن ہے۔

پھر بھی غیر مسلموں کے اچھے کام اور ناقص عبادت بالکل خالی بھی نہیں جاتی بلکہ وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اس کا بدلہ دنیا ہی میں نہ کسی صورت میں پالتے ہیں۔ پھر اپنے متاعِ قلیل کا تمتّع دُنیا کی چند روزہ زندگی میں اٹھاتے ہیں، مگر آخرت میں قطعی طور پر محروم رہیں۔ بس ان کے نیک کام درحقیقت لاحاصل اور فضول ہیں۔ اسی لئے ان میں کوئی ولی اللہ بھی نہیں ہو سکتا۔ حق تو یہ ہے کہ کفر و شرک کے ادیان میں حزب الشیطان ہی پیدا ہو سکتے اور حزب اللہ کا وجود ان باطل مذاہب میں ناممکن ہے۔ پس اسلام ہی وہ دینِ حق ہے کہ اگر بندہ چاہے تو عبادت و ریاضت کے زور سے فرشتوں کے مقام کو پہونچ جائے گا۔

التصوّف قیام القلب مع اللہ " یعنے: تصوّف بلا واسطہ دل کا حق کی طرف قایم ہوتا ہے، یہ اسلام میں تصوّف کی حقیقت ہے

Marfat.com

کیا دُنیا کے دیگر مذاہب اس کی نظیر پیش کرتے ہیں ؟

"الدُّنیا ساعۃٌ فاجعل فِیھا طاعۃً۔" "یعنے دُنیا کی زندگی درحقیقت ایک گھڑی ہے تو اس میں کچھ عبادت کرکے جا۔"

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اسلام ہی اولیاء اللہ کو پیدا کرسکتا ہے۔ ہمارے اولیاؤں کے نزدیک دُنیا صرف وقفۂ امتحان ہے جو جلد ختم ہو گا، اس لئے وہ ہزار سالہ سامان کرنے میں کبھی مشغول نہیں ہوتے بلکہ وہ اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہیں جس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : کہ،

"میری مثال اس مسافر کی سی ہے جو چلتے چلتے تھک گیا اور پھر بیٹھ کر ستالیا، کیا وہ ستانے کیلئے مکان بنالے۔" ؟

ظاہر ہے کہ چند منٹ کے بعد اُسے اُٹھ کر جانا ہے۔ اس لئے یہاں مکان کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کہ

"حبّ الدُّنیا رأس کُلّ خطیئۃٍ وتَرکُ الدُّنیا رأس کلّ عبادۃٍ۔" یعنے: دُنیا کی محبت ہر گناہ کی سر ہے اور ترکِ دُنیا ہر عبادت کا سر ہے۔"

اسی حقیقت کو مدِّنظر رکھ کر مؤمن دُنیا کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تو ہے مگر اس سے فرار نہیں کرتا، بلکہ حقوق کی ادائیگی کے لئے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا پڑتا ہے۔ اب خود اندازہ لگایا جاسکے کہ اس پاکیزہ تعلیم پر عمل کرکے مذہب اسلام میں کسقدر اولیاء اللہ اُٹھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

اب اس عنوان میں ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرینگے کہ لغت میں ولی اور ولایت کا معنی کیا ہے؟ قرآن پاک ولی کس کو قرار دیتا اور احادیث میں ولی کی کیا تعریف کی گئی۔ اگرچہ سب لوگ اچھی طرح سے جانتے کہ ولی "دوست" کو کہتے ہیں۔ تاہم اسکے مختلف معنی اور مفہوم ہیں۔ مثلاً ولی ایک لفظ ہے جس کا جمع اولیاء ہے۔ لغات عربیہ میں اس کی بہت سی تعریفیں موجود ہیں۔ یہاں ہم چند لغات سے "ولی" کے معنی نقل کریں گے۔ "ولی کے معنی قرب اور نزدیکی کے ہیں، پے در پے بارش بھی اس کے معنی میں داخل ہے۔ ولی: اسی مصدر کا مشتق ہے۔ ولی کے معنی محب، دوست اور مددگار وغیرہ کے بھی ہیں۔ تولاہ کے معنی یہ ہیں: کہ اس نے اس کو اپنا دوست بنایا۔ "دارہ ولی داری" کے معنی ہیں کہ اس کا گھر میرے گھر کے نزدیک ہے۔" (قاموس)

"الولایۃ بالکسر و الفتح النصر والمحبت۔" (مغرب) یعنے: ولایت اور ولایت کے معنی ہے نصرت اور محبت (مددگار اور عزیز)

قال ابن الاعرابی الولی التابع المحب والموالاۃ ضد المعادات" (مصباح منیر) یعنے: ابن اعرابی نے کہا کہ ولی کے معنی محبت کرنے والے، اطاعت گزار کے ہیں۔ موالات، موادات کی ضد ہے۔ گویا ولایت کی ضد عداوت ہے جو بغض اور بعد پر دلالت کرتا۔ لفظ ولی اسم فاعل یا مشتق ہے ولایت سے،

لغات عرب اور قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا کہ ولی حسب ذیل معانی میں استعمال کیا جاتا ہے: قریب، دوست، کارساز

Marfat.com

با اختیار نگران کار، مددگار، تابع و مطیع، ساتھی، وارث اور حافظ وغیرہ۔ ان تمام معانی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ محبت و قرب لفظ ولی کا اساسی مفہوم ہے۔ اور اسی کی مناسبت سے دوسرے معانی بھی خود بخود پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظِ ولی تقریباً ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ زمین کی سطح پر ابتدا سے ہی انسانوں کے دو گروہ بستے چلے آئے ہیں۔ یعنی: اولیاء اللہ اور اولیاء الشیطان۔ چونکہ یہ دونوں گروہ اعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ضد ہیں، اس لئے ان کی باہمی رسہ کشی اور رزم آرائی سے دُنیا کی آبادی بربادی میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔ قتل، غارتگری اور نسل کشی تو اسی تقابل کا لازمی نتیجہ نکلا ہے علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا ہے: ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

حق اور باطل ہمیشہ باہم متقابل تھے، کیوں کہ یہ دو متضاد طاقتیں ہیں۔ اسی تضاد اور باہمی کش مکش سے زندگی ہمیشہ تلخ تر ہوتی رہتی ہے دونوں کے تصادم اور ستیزہ کاری سے چشم عبرت بین ہمیشہ دکھتی اور بہتی آئی ہے۔ دونوں گروہوں کی چشمک اور حرب و ضرب سے رُوحِ انسانی نالاں رہی ہے۔ اب قرآنی آیات پڑھ کر ذرا غور کریں، ولی کے مختلف معنوں پر۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: کہ وہ " ایمان والوں کا ولی ہے" تو اس کا معنیٰ یہ ہوا: کہ خدا خود مومنوں اور متقی بندوں کا طرفدار

Marfat.com

مددگار اور کارساز ہے' ان کو اپنے جوارِ رحمت میں پناہ دیتا، اس لئے اس کی رحمت اُن کے قریب تر ہے۔ وہی ان کا کارساز اور مددگار ہے، وہی ان کا حافظ اور رفیق اعلیٰ ہے۔ وہ پاکیزہ بندے تو اسی کی حمایت اور با اختیار نگرانی میں ہیں"۔ مگر جب اللہ پاک مومنوں کو اپنا دوست فرماتا ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہوتے، کہ" وہ بندے اسی ایک اللہ کو چاہتے ہیں، وہ اسی کے متوالے ہوتے ہیں، وہ اسی مہربان کی رفاقت کے جویاں ہیں، وہ اسی کی مرضی میں اپنی مرضیات گم کرنے والے ہیں، وہ اُسی کے طالب اور اسی کے اشاروں پر چلنے والے ہوتے ہیں"

قرآن پاک نے اولیاء اللہ کو صالحین، عباداللہ، عبادالرحمٰن مومنین، صادقین اور حزب اللہ وغیرہ جیسے صفاتی اسمائے سے پکارا ہے۔ جن سے پتہ چلتا کہ ایک انسان کب اور کن صفات کی بنا پر اشرف المخلوقات بن سکتا ہے۔ پھر وہ کن اوصاف اور اعمال سے تعظیم و تکریم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ مثلاً:

- اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ " (انفال) یعنی: اللہ کے اولیاء تو پرہیزگار لوگ ہی ہیں۔"
- وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ " (آل عمران) یعنی: اور اللہ تو صرف مومنوں کا ولی ہے۔"
- وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ " (جاثیہ) یعنی: اور اللہ تو متقیوں کا ولی ہے۔"

ان آیاتِ کریمہ اور دیگر کئی آیات مقدسہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ صاف اعلان

Marfat.com

فرماتا ہے: کہ وہ کن لوگوں کا ولیؔ ہو سکتا اور کون لوگ اس کے ولیؔ ہیں ۔یعنی' وہ ایمانِ کامل رکھنے والے، پرہیز گار اور صالح ہوتے ہیں۔
عام مفہوم میں صالح' اللہ کے اس بندے کو کہتے ہیں جو اپنی مختصر زندگی کے لمحات معبودِ برحق اور مالک حقیقی کی دی ہوئی ہدایات اسی کی مرضی کے مطابق بسر کرے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھے اور منشاءِ الٰہی کو ہر کام پر مقدم کرے۔ پھر ذاتی اغراض و مقاصد کو اسی وحدہٗ لا شریک کی رضامندی کے لئے قربان کرے، پھر اس کی مرضی کے خلاف جنبش تک نہ کرے۔ اسی کے لئے پھر یہ مژدہ جانفزا اور مسرت افزا جز ہے کہ: وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحُوْنَ " یعنی: "وہ صالحوں کو دوست رکھتا ہے" یعنی پسند کرتا ہے۔ پس عرفِ عام میں وہی صالح اور متقّی لوگ اولیاءُ اللہ ہوتے ہیں جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رضامندی کا اعلان فرماتا ہے۔ یہ وہی انسان ہیں جو ملکوت پر بھی فوقیت رکھتے ہیں کیوں کہ ارشادِ الٰہی ہے: کہ'

- اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ " (یونس)

یعنی: جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے کوئی خوف یا رنج نہیں' اور نہ وہ کسی قسم کا غم کرنے والے ہیں۔ وہ تو وہی ہیں جنہوں نے ایمان لایا اور پھر ڈرتے تھے۔"

- اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ (بقرہ) یعنی: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولیؔ ہے

Marfat.com

وہ اُن کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔"

اَوْلِیَاءُ اللّٰہ، جن پر وسیع کائنات کا ربّ اتنا مہربان ہے، نہایت ہی پاک باطن اور صاف تن ہوتے ہیں۔ انہوں نے بچپن سے ہی تزکیہ نفس کیا ہوتا جس سے اُن کے قلوب آئینے کی طرح شفاف ہوتے اور عرفانِ الٰہی کی کرنیں اُس پر سیدھی پڑتی ہیں جس سے وہ چمک اُٹھتے۔ یہ سب تزکیہ نفس حاصل کرنے سے ہی ممکن ہے۔

تزکیہ کیا ہے؟ تزکیہ سے مراد ہے: پاک وصاف کرنا، نکھارنا، میل وکچیل کو دُور کرنا، صیقل کرنا، نفس کو شہوت و غضب سے پاک کرنا، ہر قسم کی نجاستوں اور گندگیوں سے دُور رکھنا، بدن کو ستھرا کرنا، ارادہ کو عقل کے تابع کرنا، عقل کو شریعت کے ماتحت رکھنا۔ نفس کو کفر، شرک، الحاد، حسد اور نفاق وغیرہ عقایدِ باطلہ سے بچانا نیاتِ فاسدہ اور اخلاقِ ذمیمہ سے خود کو دُور رکھنا۔ بدن کو فضلات، خون، پیپ، بول و براز سے پاک وصاف کرنا" وغیرہ (نماز مسنون)۔

مطلب یہ کہ انسان اپنی ذات اور وجود کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلودگیوں سے پاک کرے اور دل و دماغ میں غیر اللہ کا شائبہ تک آنے نہ دے۔ یہی تو کامل تزکیہ ہے۔ اولیاء کرامؒ کی زندگی اسی تزکیہ سے مزیّن ہوتی، پھر انکے لوحِ قلب پر نورِ الٰہی کی شعائیں نقش ہو جاتیں اور وہ قربِ حق کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ وہ مقدس لوگ اپنی زندگی کا ایک ایک سانس خدا کی غلامی میں لیتے ہیں، وہ شب و روز اسی کی ذکر کرتے اور خدا تعالیٰ ان کو اپنا دوست کہہ کر

Marfat.com

مخاطب کرتا ہے: "یُحِبُّونَھُم وَیُحِبُّونَہٗ" (خدا اُن سے محبت کرتا اور وہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔) یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کو دوستی کی سرٹیفکیٹ ہے، یہی عزت و شرف ہے

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن پاک میں مؤمنوں اور متقیوں کے اوصاف بیان فرما کر اُن کو آزادی اور کامیابی کی بشارت دیتا۔ اسی طرح کافروں اور مشرکوں کو ان کی بدکرداری اور بداعتقادی یاد دلاکر قہر و غضب اور عتاب و عذاب کی وعید سُناتا ہے جس طرح مؤمنوں کے حق میں اپنی رضامندی کا اظہار فرماتا ہے۔ اسی طرح کافروں کے تئیں اپنی ناراضگی کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف مؤمنوں کو حزب اللہ کہہ کر عزّت و شرف بخشتا، دوسری طرف کافروں کو حزب الشیطان بتلاکر ذلّت، خواری اور بے عزتی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اب یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ عقاید و اعمال سے شرف ہے ورنہ نہیں۔

صوفیوں کے اصطلاح میں شریعت، طریقت اور حقیقت تصوف کے مدارج ہیں، جب یہ مدارج حاصل ہوں تو انسان میں خود بخود معرفت بھی آتی ہے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت کیا ہے؟ علماءِ متصوّف نے اس کی تعریف یوں کی ہیں۔ شریعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال۔ طریقت، ان کے افعال۔ اور حقیقت ان کا حال ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے:

"الشَّرِیعت اقوالی والطَّریقت افعالی والحقیقت احوالی

Marfat.com

وَفِي روايةٍ حالي " یعنی: شریعت، میری زبانی فرمان ہیں، طریقت، میرے اعمال ہیں، اور حقیقت، میرے حالات ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق میرا حال ہے۔"

" وَفی خزانۃ الجلالی الطریقت الاخذ بالتقوی وَمایقربك بالمولی وامّا الحقیقۃ فھو وصول المقصود و مشاھدۃ نورِ التجلّی " یعنی: طریقت پرہیزگاری کو اپنے لئے لازمی بنانا ہے، اور وہ باتیں اختیار کرنا جو تجھ کو مولی کے نزدیک کریں۔ لیکن حقیقت اپنے منزل مقصود پر پہونچنا اور اللہ کے جلوؤں کے انوار کو دیکھنا۔" شمائل الاتقیا میں محققوں کا یہ قول بھی مذکور ہے:

" الشّریعت اقوال النّبیؐ مع الخلق والطریقۃ افعال النّبیؐ مع النفس والحقیقۃ احوال النّبیؐ مع الحق " یعنی: شریعت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زبانی فرمان لوگوں کو، طریقت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعمال اپنے نفس کے ساتھ ہیں۔ اور حقیقت حضرت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالات اللہ کے ساتھ ہیں " (وردالمریدین از علامہ خاکی علیہ الرحمہ)

پس ایک ولی اللہ شریعت کی محافظت کرکے طریقت کو پالیتا، اور پھر حقیقت تک پہونچ جاتا ہے۔ یہ سب عشق و مستی کے کرشمے ہیں۔ محبت لافانی اور طاقتور شئے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: کہ،

Marfat.com

"جذبہ من جذباۃ الحق یوازی عمل الثقلین"

اللہ کا ایک بار بندے کو اپنی طرف کشش کرنا جن اور انسان کی تمام قسم کی عبادات کے بھی برابر اور بہتر ہے۔ حضرت سلطان ولد قدس سرہٗ کی بعض تصنیفات میں آیا ہے کہ: "جذبۃ من جذباۃ الحق خیرٌ من عبادۃ الثقلین" یعنی: اللہ کا ایک بار بندے کو اپنی طرف کشش کرنا جن وانس کی عبادات سے بھی بہتر ہے۔"

ہمارے علماء کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء اولیاءِ عظام رحمہم اللہ اجمعین کی انتہا ہوتی ہے۔ گویا نبوت اور ولایت کا باہم گہرا تعلق ہے۔ ان دونوں الٰہی منصبوں کی تمام کڑیاں باہم ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ پس اولیاء کرامؒ بھی پیغمبرانہ اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا کہ اولیاء اللہ کا رتبہ کتنا بلند ہے اور تنزکیہ کتنا اونچا ہے۔ اب ولی اور ولایت کا مفہوم اچھی طرح سے سمجھ میں آتا کہ ولیِ کامل عام انسانوں سے نہایت بلند اور اعلیٰ انسان ہوتا جو اشرف المخلوقات ہونے کے مستحق ہیں۔ ؎

برتر از عرش وکرسی وخلا ۔۔ ساکنانِ مقصدِ صدق وصفا

خلق اطفال اند جز مستِ خدا
نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

Marfat.com

۶

اَوْلِیَاءُ اللہ کا بلند مقام

من کجا تعریف پاسان از کجا
اولیاء دانند قدرِ اَوْلِیَاءِ
او ہمہ در پردۂ عزّت نہاں ٭ ربِّ عزت نیک داند قدر شان

اَوْلِیَاءُ اللہ، کا عالم نہایت تابناک ہوتا ہے۔ ولایت کے اس عالم تاباں میں تاریکی کا نام و نشان تک نہیں پائی جاتی اولیاء جیسے مقدس لوگوں کے دل آئینے کی طرح صاف و شفاف ہوتے جن پر انوارِ الٰہی کے عکس پڑتے رہتے ہیں، وہی نور اس عالم ظہور میں ہر طرف اُجالا پھیلاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دوستان خدا سر کی آنکھوں کو بند کر کے دل کی آنکھوں سے دیکھتے جنہیں کوئی شئے بن نہیں سکتی، اس لئے وہ ظاہر کے علاوہ پوشیدہ حقایق بھی جانتے ہیں بلکہ اس الٰہی روشنی سے ان کو موجود کے ساتھ معدوم بھی صاف صاف نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے دلوں میں کسی قسم کی وحشت یا دہشت سما نہیں سکتی، وہ تاریک راتوں میں سورج بن کر خود چمکتے اور ہر پوشیدہ چیز کو بے کم و کاست دیکھ سکتے ہیں اسی لئے وہ کسی کے دل کی بات بھی بھانپ کر اظہار سے قبل ہی بتا دیتے ہیں۔ سعدیؒ کہتے ہیں:

شب تاریک دوستان خدا ٭ مے بتابند چو ماہ تابندہ

Marfat.com

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

اتنا ہی نہیں بلکہ اولیاء اللہ نورِ بصیرت سے دلوں میں چھپی ہوئی بھیدوں کو بھی بخوبی جانتے اور کسی کے کہنے سے پہلے ہی بتا دیتے ہیں یہ لوگ اپنی کرامات سے واقعات کو قبل از وقوع ہی بیان کر دیتے ہیں۔ جسے سن کر لوگ ان کو غیبدان بھی خیال کرنے لگتے ہیں۔ بسا اوقات اولیاء اللہ الٰہی قوّت سے جانداروں کے علاوہ بے جان اشیأ کے ساتھ بھی ہمکلام ہو جاتے ہیں اور حیوانات کے علاوہ نباتات بلکہ جمادات بھی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ مولاناؒ فرماتے ہیں:

ہر کہ عاشق گشت حسنِ ذات را ٭ ہست سیّد جملہ موجودات را
نطقِ آب و نطقِ باد نطقِ گِل
ہست محسوساتِ حالِ اہلِ دل

ایضاً ہر کہ در آفاق گردد بوتراب ٭ باز گرداند ز مغرب آفتاب
ایضاً ہر کہ بر افلاک رفتارش بود ٭ بر زمین رفتن چہ دشوارش بود؟

ایک ولیِ کاملؒ سچے معنوں میں خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی حکمرانی کی حد نہیں۔

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است

اب ہم اس باب میں تصوّف کی کتابوں کے اوراق الٹائیں اور دیکھ لیں کہ احادیث قدسیہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مقدس سے اولیاءُ اللہ کے متعلق کیا فرمایا ہے۔ ان برگزیدہ بندوں کی کیا تعریفیں کی ہیں، اور ان کے شان میں کن ارشادات کو وحی خفی میں ادا فرمایا ہے۔

● ۱ = " الا طال شوق الابرار الی لقائی وانا اشد شوقاً الی لقائھم " " ہاں، نیکو کاروں کو میری ملاقات کا بے حد شوق ہوتا ہے اور مجھے بھی ان کے ساتھ ملنے کا اُن سے بڑھ کر شوق ہے "

● ۲ = " من لہ المولیٰ فلہ الکل۔ " جس کا مولا ہے اس کا سب کچھ ہے " (یعنے: خدا کا محبوب مختار بھی ہوتا جو چاہے کرے)

● ۳ = فاذا تمّ الفقر فھو اللہ " جب فقر پورا ہو جاتا ہے تو پھر وہی اللہ ہے۔ " (اس سے بھی اختیار اور طاقت کا مفہوم نکلتا ہے "۔

ان احادیث قدسیہ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ خدا کے دیئے ہوئے طاقت سے قوی تر ہوتے۔ لہٰذا جو چاہیں کر سکیں۔ عشقِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے اپنے ارادوں کو پورا کرنے میں خود مختار ہوتے ہیں۔ ابو القاسم امام قشیری علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں: کہ

" طالب کو آخر مطلوب بھی طالب بن جاتا ہے۔ "

● ۴ = اذا کان الغالب علی عبدی ذکری عشقنی " جب میرے بندے پر میری ذکر (یعنے یادِ حق) غالب آجاتی تو وہ میرا عاشق ہو جاتا ہے۔ " واذا عشقنی عشقتہ " اور جب وہ میرا عاشق ہو جاتا تو پھر میں بھی اس کا عاشق ہو جاتا ہوں "

● ۵ = من قتلہ محبتی ففدیۃ بر و دیتی۔ " جس کو میرے محبت

Marfat.com

(عشق) نے قتل کیا تو اس کا خون بہا میں خود ہوں۔" (شہیدِ عشق مجھ سے ملے گا۔)

● ۶ = یا احمدٌ عندی شرابًا لاولیائی اذا شربو سکروا واذا سکروا طربوا واذا طربو تابوا واذا تابوا خلصوا واذا خلصوا تصلوا فلا فرق بینی وبینھم۔" "اے احمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے پاس ایک شراب ہے جو میں نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کر رکھی ہے، جب وہ پیتے ہیں تو مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں تو عیش کرتے ہیں۔ اور جب عیش کرتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں، اور جب توبہ کرتے ہیں تو صاف ہو جاتے ہیں، اور جب صاف ہو جاتے ہیں تو واصل ہو جاتے ہیں۔ پس ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رہتی ہے۔"

● ۷ = من طلبنی وجدنی ومن وجدنی عرفنی و من عرفنی احبّنی و من احبّنی عشقنی ومن عشقنی فعشقتہٗ فمن عشقتہٗ قتلتہٗ ومن قتلتہٗ فانادیتہٗ،
" جس نے مجھ کو ڈھونڈا اس نے مجھے پایا، اور جس نے مجھ کو پایا اس نے مجھ کو پہچانا، اور جس نے مجھ کو پہچانا اس نے مجھ کو دوست رکھا، جس نے مجھ کو دوست رکھا اس نے مجھ سے عشق کیا اور جس نے مجھ سے عشق کیا تو میں خود اس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ پس جس کا میں عاشق ہوا اس کو میں قتل کر ڈالتا، اور جس کو میں قتل

Marfat.com

کر ڈالتا ہوں تو پھر میں خود ہی اس کا خون بہا بھی بن جاتا ہوں یکسانیت اور یگانگت ظاہر ہو جاتی ہے۔

متذکرہ احادیث قدسیہ تصوّف کی مشہور کتاب "تحفۃ القلوب" سے نقل کئے گئے جو خواجہ عثمان نقشبندی علیہ الرحمہ کی معروف تصنیف ہے۔ ان احادیث سے پتہ چلتا کہ اولیاء اللہ خدا کے محبوب بلکہ معشوق بھی ہوتے ہیں۔ لہذا وہ مختار ہیں اور ان سے استمداد بھی کی جا سکتی ہے وہ حاجت براری ضرور کریں۔

- ۸ = اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری الّا اولیائی"
"میرے اولیاء میرے قباء کے نیچے ہیں۔ ان کو میرے اور میرے اولیاء کے سوا کوئی پہچانتا نہیں۔"
- ۹ = لا یزال طائفۃ" من امتی علے الخیر والحق حتّٰی تقوم الساعت"۔ "میری امت میں ایک گروہ قیامت تک بھلائی اور حق پر رہوگا۔"
- ۱۰ = لا یزال امّتی اربعون علٰی خلق ابراھیم"
"میری امّت میں (کم سے کم) چالیس آدمی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے خلق پر موجود ہوں گی۔"
- ۱۱ = لا یزال عبدی یتقرب الیّ با النوافل حتّٰی احبتہ فاذا احبتہ کنت سمعًا وبصرًا ویدًا ولسانًا فبیّ یسمع وبیّ یبصر وبیّ ینطلق وبیّ یبطش"
"میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا تقرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

ہیں اسکو دوست رکھتا ہوں۔ پس جب میں اسکو دوست رکھتا ہوں، تب میں اس کے کان، اس کی آنکھیں، اس کے ہاتھ اور اس کی زبان بن جاتا ہوں۔ پھر وہ مجھ سے سنتا ہے اور مجھ سے بولتا ہے اور مجھ سے ہی پکڑتا ہے (یعنی اسکے اعضاء خدا کے اعضا ہو گئے)

اسی لئے مولوی فرماتے ہیں:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

دست او از غائبان کوتاہ نیست

پنجۂ اش جز پنجۂ اللہ نیست

● ۱۲ = الولی صابر تحت امر ونہی " خدا کا ولی امر ونہی کے تحت صبر وضبط کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے"۔ (یعنی: خدا کے امر ونہی کو صبر سے برداشت کرتا ہے۔)

اوپر نقل کئے گئے احادیث قدسیہ شیخ ہجویری علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب "کشف المحجوب" سے لئے گئے ہیں۔ جو تصوف میں خاص مقام رکھتی اور صوفی بزرگوں کو اسی معتبر کتاب سے رہنمائی ملتی ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اولیا کے اعضا کو خدا کی طرف سے حرکت آتی ہے، لہذا ہو کر ہی رہے گا۔

● ۱۳ = المؤمن حیٌّ فی الدارین۔ " مؤمن دونوں جہان میں زندہ ہوتے ہیں" (جس سے یہ بات عیاں ہے کہ اولیاءِ کرام مرتے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔)

● ۱۴ = المؤمن لا یموتوا وفی حدیث اولیاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

لَا یموتون بل ینقلبون من الدّار الی الدّار۔" مومن مرتا نہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہرگز نہیں مرتے، بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاتے ہیں۔"
(یعنی: نقلِ مکانی کرتے ہیں۔)

یہ دونوں احادیثِ قدسیہ حضرت شیخ داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی معرکتہ الآراء کتاب ارشاد للطالبین سے ماخوذ اور منقول ہیں۔

● ۱۵ = اتقوا فراست المؤمن فانّہٗ ینظر وابنور اللّٰہ (ترمذی)۔ "مومن کے تاڑنے سے ڈرو، وہ تو خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔" یعنی: اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

دوستانِ خدا میدانِ ولایت کے شہسوار ہوتے ہیں، ان کے دل نورِ ایمان سے منور ہوتے جس پر آئینے کی طرح غیر مرئی باتوں کا عکس بھی پڑتا اور وہ ہر پوشیدہ بات کے واقف ہو جاتے ہیں۔

اس بات کو مولانا یوں فرماتے ہیں:

چوں شود آئینۂ دل صاف و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

حدیث نمبر ۸ کے رو سے اولیاء اللہ کے عظیم مرتبے سے خدا اور اس کے اولیاء ہی واقف ہوتے ہیں۔ جیساکہ مولانا بھی فرماتے ہیں:

اولیاء دانند قدرِ اولیاء

کیوں کہ اولیاء اللہ کی بصیرت ہی اس قابل ہوتی کہ وہ نہایت ہی باریک بینی سے کائنات کے تمام غیر مرئی اجسام کو دیکھ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

ولایت اور تصوّف کی حقیقت کو جاننے کے لئے ان صاحب بصیرت انسانوں کے پاس جانا پڑتا ہے۔ علم ظاہر یہاں کوئی رہنمائی نہیں کرسکتی علّامہ محدث کشمیری فرماتے ہیں:

" فینبغی ان یراجع فی امثالہ الی کلام العرفاء فانّھم اعلم بھذا الموضوع ولکلّ فنٍّ رجال۔" پس ایسے امثال دیکھنے کے لئے عرفاء کے بیانوں یعنی تصوّف کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ وہی اس موضوع کے ماہر ہوتے۔ کہا گیا ہے کہ ہر فن کے لئے مخصوص آدمی ہوتے ہیں۔"

آؤ! ایک نظر اِن کلمات کی طرف بھی ڈالیں جو عرفاء متقدمین نے اولیاء اور ولایت کے بارے میں فرمائے ہیں۔ کیوں کہ " قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری"۔

(۱) = من عرف اللّٰہ اعرض عمّا سواہٗ " یعنی: جو شخص عارف الٰہی ہوتا ہے وہ اس کے سوا سب سے منہ موڑ لیتا ہے۔ یعنی غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔" محمد بن واسع کا قول ہے:

(۲) = ما رئیت شئیً الّا رئیت اللّٰہ فیہ۔ یعنی: میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی ہے جس میں میں نے خدا کو نہیں پایا ہے۔" (یہی ہمہ اوست کی بات ہے۔)

(۳) = السّکون حرامٌ علیٰ قلوب الاولیاء " یعنی: اولیاء اللہ کے دل پر آرام حرام ہوتی ہے۔" (وہ یادِ الٰہی کے بغیر کہیں اور کسی سے آرام نہیں پاتے ہیں۔)

Marfat.com

(۴) - العارف کلّ یومٍ اخشع لانّہٗ فی کلّ ساعۃٍ من الرّبّ اقرب ۔" یعنی: عارف ہر روز زیادہ ہی زیادہ خشوع کرتا ہے کیونکہ وہ دمبدم خدا کے نزدیک تر ہوا جاتا ہے۔"

(۵) - الولیّ قد یکون مستورًا ولا یکون مشہورًا ۔"
یعنی: دوستِ خدا اکثر مستور رہتا ہے اور مشہور نہیں۔" (ولی گمنام ہونا ہی پسند کرتا ہے۔)

مشہور صوفی اور عالمِ دین حضرت ابویزید علیہ الرحمہ کا قول ہے: کہ" ولی وہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے امر و نہی کے تحت صبر کرتا ہے۔" خداوند تعالیٰ بھی صابروں کے ساتھ ہوتا ہے -: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ۔" (قرآن) خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ایک ولیُ اللہ اس کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ وہی تو آزمائشوں میں پورا اترتا اور کسی بھی سختی یا مشکل سے ڈر نہیں سکتا۔ بلکہ ہر اذیت پر صبر کر کے کڑوے کو اپنی ہمت سے شیرین بنا کر ہی چھوڑتا ہے، پھر مقامِ مسرت پر فائز ہو جاتا جہاں پر کوئی غم نہیں۔

اولیاءُ اللہ تعالیٰ تطہیرِ قلب، تزکیہ نفس اور جسم کی ظاہری و باطنی صفائی حاصل کرنے کے بعد سلوک کی منزلیں، روحانیت کی بلندیاں اور عرفان کی وادیاں طے کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام میں داخل ہو جاتے، جہاں پر وہ" لَا فرق بینی وبینھم" کے مرتبے سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد آفاقی زندگی گذارتے ہیں جو انسانی عقل و شعور سے بالاتر ہے۔ پھر ان کے لئے کسی قسم کی فکر یا تشویش

Marfat.com

یا مرنے کا خدشہ نہیں ہوتا بلکہ وہ نقل مکانی کرتے ہیں۔ وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ خواجہ حافظ علیہ الرحمہ کا مشہور شعر ہے کہ ؂

ہرگز نمیرد ہر کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ صرف ذکرِ الٰہی اور اطاعتِ شریعت ہی ہے جو انسان کو کامل اور اشرف بنا سکتے۔ اولیاء اللہ ہر حال میں اور ہر آن پر خدا کی رضامندی کے طالب ہوتے ہیں۔ اس لئے مگن ہو کر ہر سانس اسی ایک اللہ کی ذکر و فکر میں لیا کرتے ہیں۔ وہ حکمِ الٰہی کے پابند ہوتے، رضائے الٰہی کے چاہنے والے اور منشائے الٰہی کے مطابق چلنے والے ہوا کرتے ہیں۔ وہ اسی وقت کھاتے جب ان کو کھانے کی اجازت مل جائے، اسی وقت زبان کھولتے جب اُن کو بولنے کی اجازت دی جائے گی۔ اسی طرح وہ اُسی وقت دیکھتے اور سُنتے ہیں جب ان کے دیکھنے یا سُننے سے خدا خوش ہو جائے۔ غرض وہ لوگ اُٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے اور چلتے پھرتے یعنے ہر لحاظ سے حکمِ الٰہی کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ ہر حالت میں خداوند تعالیٰ کے حکم کی ہی تعمیل کرتے ہیں۔ ذاتی خواہش یا نفس کی ترغیب سے کوئی کام نہیں کرتے، بلکہ وہ نفس کشی میں شیر ہوتے ہیں اور شیطان کے مکر و فریب سے بچتے رہنے کی غرض سے شب و روز استغفار کرتے۔ اور خدا کی دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسی لئے اُن کی ہر حرکت عبادت ہوتی ہے۔ وہ لوگ اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ محمودہ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ خلقِ خدا کی

Marfat.com

خدمت کرنا، دردمندوں کی غمخواری اور درماندوں کی دستگیری کرنا اُن کے محبوب مشاغل ہوتے ہیں۔ وہ لوگ عاجزوں اور ناتوانوں کی خدمت کرنے کے لئے ہر وقت کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ اور لاچاروں کی چارہ سازی کرنے پر تیار ہوتے ہیں۔ ضعیفوں اور ناتوانوں کی مدد کرنے میں وہ لوگ مزہ اور مسرّت محسوس کرتے اور حاجتمندوں کی حاجت براری کرنے میں لطف پاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس یہی پسندیدہ عبادت ہے۔ یہ سب کام وہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کرتے ہیں جس میں ذاتی غرض یا مفاد کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ اپنی ذات کے لئے اُن کا کوئی دوست یا دشمن نہیں ہوتا اور وہ کسی سے ذاتی اغراض سے انتقام نہیں لیتا۔ بلکہ "البغض للہ والحب للہ" اُن کی پوری زندگی میں کارفرما رہتا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا ∴ دلِ دشمنان ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسّر شود ایں مقام!

کہ با دوستانت خلاف است جنگ

الغرض صلح و آشتی، انسان دوستی، احسان و ایثار، خوش خلقی اور حسن سلوک، حق گوئی و حق شناسی وغیرہ افعال حسنہ اور اوصاف محمودہ سے اولیاء اللہ متصف اور مزین ہوتے ہیں۔ اور ان اوصاف حمیدہ میں وہ مقدس لوگ اپنے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقش قدم پر ہی ہوا کرتے ہیں

Marfat.com

اگرچہ ظالم اور جابر کے خلاف قاہر اور غالب بھی ہوتے، مگر مظلوم اور بے کس کے حق میں پھول کی پتی سے بھی زیادہ نرم اور نازک نظر آتے ہیں۔ وہ پاک سیرت انسان اپنے مالک یعنی ربِّ کائنات کے خوف سے ہر وقت لرزہ بر اندام رہا کرتے ہیں۔ اس لئے آرام کو حرام کر کے طویل راتوں میں اشکبار آنکھوں سے اپنے ربِّ کریم کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرتے ہیں۔ ان وجوہ پر اللہ کے وہ نہایت پیارے بندے نورِ الٰہی سے منوّر ہو کر الٰہی طاقت کے لامحدود خزانے بن جاتے ہیں، اس لئے وہ مقبول الٰہہ بندے معزز اور ان کی خدمت باعث نجات ہوتی ہے۔

یک زمانے صحبتِ با اولیاء ٭ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ھر کہ خواہد ہم نشینی باخدا

گو نشیند در حضورِ اولیاء

خدا کا دوست زندگی کے ہر معاملے میں نہایت مخلص ہوتا۔ اس کا شفاف دل ہر قسم کی زنگ اور آلودگی سے پاک و صاف ہوتا ہے جس میں صفاتِ رذیلہ یعنی:۔ لالچ، کینہ، حسد، نفرت، عداوت، غیر اللہ کی محبت، نامناسب آرزو اور خود نمائی وغیرہ کی بو تک نہیں ہوتی ہے نفسانی خواہشات جیسی صفات قبیحہ سے ان کے مخلص ضمیر اور پاک وجود صاف و پاک ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اُن کا نورانی قلب شفقت، محبت اور خدمتِ خلق کے جذبوں سے معمور ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ شیطان کے دامِ فریب میں آنے والے نہیں ہوتے۔ وہ اس مکّار دشمن کے دکھاوے

Marfat.com

کی طرف ایک سکنڈ کے لئے بھی توجّہ نہیں کرتے ہیں اور نہ پیرہ زالِ دُنیا کے نقلی حُسن و جمال کی طرف کبھی التفات کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہر فریبی شئے سے آنکھیں بند کرکے توجّہ الی اللہ میں مست رہتے ہیں، اُن کے دلِ پاک میں عشقِ الٰہی کا جذبہ ہر دَم موجزن رہتا ہے۔ اسی عشق و محبت کے طاقت سے اولیاء اللہ ایسے حیرت انگیز قوتوں کا مظاہرہ کرتے کہ بڑے بڑے افواج اور ایٹم بموں سے بھی ممکن نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ ان ژندہ پوش انسانوں کا اندرون زبردست غیر مرئی طاقت سے لبریز ہوتا ہے جس کا اندازہ ہی نہیں ہوسکے۔ اسی روحانی طاقت کی بناء پر اہل اللہ کسی بھی مادّی قوّت کو تصوّر میں نہیں لاتے ہیں۔ اسی روحانی طاقت سے اولیاء اللہ نے دنیا میں ایسے کارنامے قائم کئے ہیں جسے دیکھ کر انسان کو حیرت آتی ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں:

جب خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کو پرتھوی راج نے ملک سے نکل جانے کا پیغام بھیجا اور اس میں دھمکی بھی دی تھی تو خواجہ صاحبؒ نے جواب میں لکھ بھیجا کہ:

"ما رائے پتھورا را زندہ گرفتار کردہ حوالۂ شہاب الدین کردیم"

پھر جب شہاب الدین غوری آیا اور جنگ ہوئی تو غوری نے پتھورا کو پکڑ کر ختم کردیا۔ اور خواجہؒ کا فرمانا پورا ہوا۔

اب ذرا غور کیجئے! پرتھوی ہندوستان کا مہیب راجا تھا اسے تمام مادّی قوّت اور اسباب حاصل تھے، جبکہ خواجہ علیہ الرحمہ بظاہر ایک بے نوا فقیر تھے۔ مگر ان کے پاس وہی غیر مرئی طاقت کا خزانہ

Marfat.com

تھا۔ اس لئے انہوں نے مہاراجہ کے فوج اور طاقت کو تصوّر میں بھی نہیں لایا تھا۔ اور بلا جھجک اس پر اپنا حکم نافذ کیا۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت بو علی شاہ پانی پتی قلندر علیہ الرّحمہ نے جب گورنر کی کارکردگی دیکھی جو ایک ظالم اور نا لائق عامل تھا تو انہوں نے شہنشاہ ہند کو ایک سخت رقعہ لکھا۔ جس میں تہدید بھرا یہ شعر بھی تھا :-

بازگیر ایں عاملِ بدگوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

اب دیکھنا یہ ہے کہ شاہ قلندر علیہ الرّحمہ کو یہ جرءت کہاں سے آئی تھی! ظاہر ہے کہ ان کے پاس قوّت الٰہی کا باطنی خزانہ تھا اور ان کی بولی خدا کی بولی تھی۔ -

در دو عالم ہر کجا آثارِ عشق ۔ ابنِ آدم سرے از اسرارِ عشق
عشق سلطان است و برہانِ مبین
ہر دو عالم عشق را زیرِ نگین !!

اسی بات کو دیکھ کر علامہ اقبال علیہ الرّحمہ نے فرمایا ہے :-

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مؤمن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشاء کارساز

اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوستوں کی پشت پر وہی طاقتور ہاتھ ہوتا ہے، جس کے طاقت کا کوئی انتہا نہیں۔

ایک اور حدیث قدسیہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا ہے:

"انا جلیسٌ من ذکرنی" یعنی میں خود اس کا ہم نشین ہوتا جو میرا یاد کرتا ہے" پس جس انسان کی پشت پناہی پر خود کائنات کا خالق، خیرالحافظین اور قادرِ مطلق خداوند تعالیٰ جل جلالہٗ ہو تو دنیا کی کونسی مادی قوت اس انسان کو پچھاڑ سکے؟ پس اولیاء اللہ کے مقابلے میں دنیا کی کوئی طاقت ہرگز ٹھہر نہیں سکے، اُن کی نظر پہاڑوں کو ذروں میں بدل دیتی اور سمندروں کو آگ میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ان کے ہیبت سے بڑے بڑے قہار اور جابر موم کی طرح گھلتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ مصرعہ:

ہیبت از حق است وایں از خلق نیست (رومی)

غرض اولیاء اللہ کے پاس الٰہی قوت کا بے پناہ خزانہ اور بے قیاس طاقت ہوتا ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے ⁂ جنہیں تو نے بخشی ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا ⁂ سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

مولانا رومی علیہ الرحمہ نے اس طاقت کی یوں تصویر کشی کی ہے:

اولیاء راہست قدرت از آلہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اس کے تتبع میں اقبال علیہ الرحمہ نے کہا ہے:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کی زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

Marfat.com

ایضاً

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں !

یہ سب کیا اور کیوں ہوتا ہے۔ شاعرِ مشرقؒ نے اس کی توجیہ یوں بتائی ہے

ولایت بادشاہی علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ فرات کے کنارے بیٹھ کر اپنی گودڑی سی رہے تھے۔ اتنے میں ان کی اپنی فوج کہیں سے آنکلی، وزیر نے ان کو دیکھا تو ان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر متاسف ہوا۔ سوچنے لگا کہ پورے ملک کے لوگ ان کے زیرِ فرمان تھے مگر آج یہ ایسی غریب ترین حالت میں گمنام ہیں۔ شیخ ادہمؒ نے باطنی فراست سے تاڑ لیا تو اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور مچھلیوں سے پکار کر کہا: "کہ میری سوئی تلاش کر کے لاؤ۔" حکم سُنکر ہزاروں مچھلیاں دوڑ پڑیں اور تھوڑی دیر ہی میں کئی سوئیاں لے کر آئیں، مگر شیخؒ نے یہ کہہ کر سوئیوں کو پھینک دیا کہ ان میں میری سوئی نہیں۔" مچھلیوں نے ڈھونڈ کر پھر سوئیاں لائیں۔ اور یہ شیخؒ نے پھر واپس پھینک دیں۔ کئی دفعہ ایسا ہی ہوا۔ آخر ایک مچھلی ان کی اپنی سوئی لے کر آئی۔ یہ نظارہ دیکھ کر وزیر شرمندہ ہوا اور شیخؒ کے پاؤں پر پڑ گیا۔ یہ ایک مثال ہے۔

اس طرح اولیاء اللہ تعالیٰ جانداروں کے علاوہ بے جان اشیاء پر بھی حکومت کرتے ہیں، کیوں کہ وہ خدا کے بغیر کسی سے امید نہیں رکھتے اور نہ اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہیں۔ بلکہ وہ فقیرانہ زندگی گزار کر بھی جہاں

Marfat.com

مندوں کی حاجت براری کرتے، ننگوں کو پہناتے اور بھوکوں کو تو کھلاتے پلاتے ہیں۔ کیوں کہ ؎

دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

اسی طرح کمزور جسم ہو کر بھی پہاڑوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور سرکشوں کی سرکوبی کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ کہا گیا ہے: ؎

خشمِ مردان خشک گرداند سحاب ❊ خشمِ دلہا کرد عالم را خراب

چرند و پرند ہی نہیں بلکہ حجر و شجر بھی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ کبھی وہ پاک نفوس ابراہیمی مسلک اختیار کر کے آگ میں کود جاتے اور وہ بھی ان کے لئے بردو سلامتی بن جاتی ہے۔ گرمی و سردی ان کا کچھ نہیں بگھاڑ سکتی، بلکہ وہ سمندروں میں اُتر کر میلوں پیدل چلتے اور ان کے پاؤں بھی تر نہیں ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کا حکم مانتے اور ان کا حکم جاری رہتا ہے: ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

اس سے بھی ثابت ہے کہ اولیاء اللہ فرشتوں کی طرح لطیف جسم رکھتے ہیں جس پر کوئی آسیب اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ کے دوست اشرف المخلوقات، انسانیت کا خلاصہ اور واجب الاحترام ہوتے ہیں۔ مثنوی

سرمہ کن تو خاک ہر بگزیدہ را ❊ کہ بسوزد ہم بسازد دیدہ را
کحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را
تا بیندازی سرِ اوباش را

کہ ازیں شاگردی وایں افتقار ❊ سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار

پس رو و خاموش باش از انقیاد

زیر ظلِّ شیخ و امرِ اوستاد

ورنہ گرچہ مستعدِ قابلی ❊ مسخ گردی تو زلاف کاہلی

ہم ز استعداد وامانی اگر

سرکشی از اوستادِ شیخ شہر

ہاں وہاں ترکِ حسد کن باشہاں ❊ ورنہ ابلیسی شوی اندر جہان

شیخ گر زہرے خورد شہدے شود

تو اگر شہدے خوری زہرے شود

گر بدل گشت و بدل شد کار او ❊ لطف گشت و نور شد ہر نار او

Marfat.com

۷

حضرت غوث الاعظمؓ کی چند کرامات

منقول ہے کہ وہ مست درگاہ اور خدا کی بلا کے بوجھ اٹھانے والے سیّدنا حضرت غوث الثقلین شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ اوّل سیر میں کامیاب نہ تھے، اور کوئی بھی آپ کے شریف حال سے واقف نہ تھا۔ ایک دن مسجد شریف کی چھت پر جوش محبت سے سجدے میں بیہوش تھے اور وہ رات بھر سجدے میں رہے۔ جب رات ختم ہوئی تو مؤذن صبح ہوتے ہی آیا تو دروازہ کھولا۔ ایک شخص نے مسجد شریف کے صحنِ پاک کو بھی گندا کر دیا تھا اور وہ موقعہ دیکھتا تھا کہ بھاگ جائے۔ لہٰذا جوں ہی موقعہ پایا تو چپکے سے بھاگ نکلا۔ جب مؤذن کے دماغ میں گندی بُو آئی تو تلاش کرنے لگا کہ شاید کوئی مسجد شریف میں سویا ہوا پڑا ہوگا۔ مگر اس نے کسی کو نہ پایا اور سیڑھیوں سے مسجد شریف کے اُوپر چڑھ آیا جہاں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ مکاشفہ کے سمندر میں غرق تھے۔ مگر مؤذن بے خبر کو معلوم نہ تھا۔ جب اس نے اُن کو دیکھا تو بدگمان ہوا اور غصّے میں آکر حضرتؓ کے پاؤں کو پکڑا اور زور سے کھینچا، پھر حضرت قطب الکونین غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کو گھسیٹتے ہوئے لے گیا۔ جب پہلی سیڑھی پر پہونچا تو زخم لگا لیکن آپؓ نے دم نہ مارا بلکہ خوشحال ہوئے۔ خدا تعالیٰ کی مہربانی ہوئی اور یہ خطاب ہوا: "میران محی الدّین عبدالقادر جیلانی"۔ اور جب دوسری

Marfat.com

سیڑھی پر سرِ مبارک ٹکرایا تو بھی کچھ نہ فرمایا۔ اور غیب سے آواز آئی، "مخدوم محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور جب تیسری سیڑھی کے ساتھ آپؓ کا سرِ مبارک ٹکرایا تو بھی دَم نہ مارا اور ہاتف نے آواز دی: "مولانا محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور جب چوتھی سیڑھی اترے تو بھی کوئی آہ نہ کی تو پھر یہ پاک خطاب ہوا کہ "سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور جب پانچویں سیڑھی پر پہونچے تو یہ آواز آئی کہ "شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور جب چھٹی سیڑھی سے کھینچے گئے تو اس طرح کی آواز سُنی کہ "سیّد محی الدین عبد القادر جیلانیؓ"۔ اور ساتویں سیڑھی سے لگ کر یہ خطاب آئی کہ: "قطب محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور آٹھویں سیڑھی پر پہونچ کر سُنا "مسکین محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ اور نویں سیڑھی سے ٹکراکر یہ دلنواز لقب سُنا کہ: "درویش محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"۔ پھر دسویں سیڑھی پر چوٹ کھاکر فرشتہ نے کہا کہ: "غوث محی الدین عبدالقادر جیلانیؓ"

خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایک سیڑھی پر گھسیٹ لے جاتے تو ایک ایک درجہ ملتا جاتا تھا۔ صبر و تحمّل اور صدق کی برکت سے حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے آپؓ پر اس قدر انعام و اکرام فرمائے کہ حد سے بڑھ گئیں۔ اس طرح مؤذن اُن کو آخری سیڑھی تک نیچے کھینچ کے لایا تو اس نجاست کو حضرت رضی اللہ عنہٗ کے پاکدامن میں ڈال دیا اور پھر دھکے دے دے کر مسجد شریف سے باہر نکال دیا۔ پھر جب غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ

Marfat.com

نے اپنی طرف دیکھ لیا تو کوئی حجاب نہ پایا اور وہ بہت خوش ہو گئے۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر دریا کی طرف تشریف لے گئے اور کپڑا دھو کر پاک و صاف کیا اور پھر مسجد شریف میں گئے وہاں مؤذن کے سامنے عاجزی سے عذر خواہی کی اور اسے دعا سے نوازا۔ اس کا احسان مان لیا اور فرمایا کہ: "اگر تم سبب نہ ہوتے تو سید محی الدین بھی اس دولت تک نہ پہنچنے پاتا۔" پس معلوم ہوا کہ ہر محنت میں راحت، اور ہر رنج میں گنج رکھا ہوا ہے۔ محنت سے آرام اور صبر سے کامیابی ملتی ہے: ؎

اگر تو ہمدمے خواہی مزن دم
وگر دم می‌زنی ہمدم نہ یابی (تحفۃ القلوب)

اب ہم آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ خاص کرامات نقل کریں گے:

● ۱: حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ بچے تھے۔ اور ماں نے ان کو ایک قافلہ کے ساتھ روانہ کیا تاکہ بغداد میں جا کر علم حاصل کریں۔ قافلے کو ایک جگہ قزاقوں نے لوٹ لیا۔ آہ و بکا اور واویلا کے ساتھ لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے، مگر آپ رضی اللہ عنہ مطمئن تھے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے حضرت رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے بچے! تیرے پاس کچھ ہے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "ہاں! چالیس دینار یہاں آستر میں ہیں۔" پھر تلاشی لی گئی اور دینار برآمد ہوئے۔ چور حیران تھے، تو سردار نے سچ بولنے کی وجہ پوچھی: آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ رخصت کرتے وقت والدۂ محترمہ نے مجھے سچ بولنے کی تاکید کی تھی۔" خدا جانے کہ اس جواب میں کیا طاقت تھی کہ ڈاکوؤں نے اسی وقت توبہ کر لی اور ہدایت یاب ہو گئے۔ قافلے

Marfat.com

کو مال واپس کیا اور خود اسی جنگل میں گوشہ نشین ہو گئے۔

● ۲ = فقیہ المعالی عبدالرحیم بن منظفر قریشی سے مروی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آنجناب رضی اس وقت اپنے مدرسہ کے چھت پر تشریف فرما تھے اور نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ میں وہیں چلا گیا۔ میدان کی طرف نظر کی تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ رجال الغیب کی چالیس صفیں کھڑی ہیں، ہر صف میں ستر افراد تھے۔ جب ان سے کہا گیا کہ تم بیٹھتے کیوں نہیں؟، اور کھڑے ہی کیوں ہو؟۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب قطب زمان نماز سے فارغ ہو جائیں گے اور ہمیں بیٹھنے کا حکم دیں تو ہم بیٹھ سکیں گے اور اس وقت تک نہیں۔ کیونکہ ان کا ہاتھ ہمارے اوپر ہے اور ہم ان ہی کے زیر حکم ہیں۔ اس کے بعد جب غوث پاک رضی اللہ عنہ نے سلام پھیر لی تو رجال الغیب کی ان صفوں میں بھی حرکت آئی اور وہ ایک ایک کر کے آپ رضی کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ہر کوئی آتا سلام کرتا مصافحہ کر کے ہاتھ چوم لیتا اور پیچھے چلا جاتا تھا جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو آپ رضی نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا اور وہ سب ادب سے بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ رضی ان کو نصیحتیں کرتے گئے اور ہدایات فرماتے گئے۔ آنجناب رضی نے ان کو تمام ضروری حکم دیئے اور اپنے ارشادات سے سب کو نوازا۔

● ۳ = شیخ عدی بن مسافر رحمہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے کہ ایک دفعہ بارش ہونے لگی اور اس وقت آپ رضی وعظ فرما رہے تھے۔ بارش

Marfat.com

کی شدت کی وجہ سے لوگ اُٹھ جانے لگے تو آپؓ نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور انتہائی عاجزی کے ساتھ ربّ العزت سے عرض کیا اور دُعا کی کہ: "اے اللہ! میں تو تیری باتیں سنانے کے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں مگر تیری بارش ان کو بیٹھنے نہیں دیتی۔" فی الفور بارش بند ہو گئی اور وہ لوگ جو چلے گئے تھے واپس مڑ کر آئے اور وعظ سُننے کے لئے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ آپؓ کے فرمانے، یعنے دُعا کرنے اور دھوپ نکل آنے میں کوئی وقفہ نہ تھا۔

● ۴ = ایک دفعہ دریائے دجلہ میں شدید اور ہولناک سیلاب رونما ہوا۔ طغیانی کا پانی اتنا آگے بڑھا کہ بغداد شریف بھی غرق ہونے لگا۔ لوگ گھبرا گئے اور پورے شہر میں ہل چل مچ گئی۔ خوفزدہ لوگ روتے ہوئے حضرت پیرؓ کی خدمت میں دوڑے آئے اور دُعا کی استدعا کی۔ آپؓ اُسی وقت اُٹھے، عصائے مبارک ہاتھ میں لی اور لوگوں کے ساتھ دجلہ کے کنارے جا پہونچے۔ ایک جگہ پر عصا کو رکھا اور فرمایا: "بس اب اس سے آگے نہ بڑھنا۔" یہ حکم سُنکر دریا کا پانی وہیں پر رُکا رہا اور ذرہ آگے نہ بڑھا۔

● ۵ = حضرت غوثِ پاک رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے: کہ "اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے پاس ماہ و سال مجسّم ہو کر آتے ہیں اگر اس مہینے کے اندر لوگوں کو کچھ تکلیف پہونچے تو وہ اُن کے سامنے عذر پیش کرتے۔" آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سال کا کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا تھا جو شروع ہونے

Marfat.com

سے پہلے ہی آپؓ کے پاس نہ آتا تھا۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس مہینے میں لوگوں کے لئے کوئی بُرائی مقدّر کر دیتا تو وہ مہینہ بھی بُری شکل میں حاضر ہوتا تھا۔ اور اگر اس مہینے میں خیر کا نزول ہونے والا ہوتا تھا تو وہ مہینہ بھی اچھی شکل میں، یعنے ایک خوبصورت جوان کے رُوپ میں آنجناب رضؓ کے سامنے حاضر آتا تھا۔ پھر آپؓ کو مژدہ اور بشارت سُنا دیتا تھا، کہ اس ماہ میں دُنیا کے لوگوں کو ایسی ایسی بہتریاں اور ایسے ایسے خیر ملیں گے۔ جو بعد میں لعینہ رونما ہوتا تھا۔

● ۶ - شیخ ابوالقاسم علیہ الرحمہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے: کہ ایک روز وہ حضرت پیرِ کامل رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ اس وقت اس مجلسِ بابرکت میں شیخ ابوالسعود، شیخ ابوبکر، شیخ ابوالخیر، بشر بن محفوظ، شیخ ابوحفص عمر، شیخ ابوالعباس، احمد اطوانی اور شیخ عبدالوہاب (فرزند حضرت پیرؓ) رحمہم اللہ اجمعین بھی شامل تھے۔ یہ ۳۰ جمادی الآخر ۵۶۰ھ کا جمعۃ المبارک تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان آیا جو نہایت حسین تھا۔ سلام کر کے وہ ادب سے ایک جگہ بیٹھ گیا اور عرض کیا: "اے اللہ کے ولی! آپ پر سلام ہو۔ میں رجب کا مہینہ ہوں اور آپ کو یہ خوشخبری سُنانے آیا ہوں کہ یہ مہینہ لوگوں کے لئے بہت مبارک ہوگا۔" چنانچہ پھر اس مہینہ میں لوگوں نے عام طور پر نیکوکاری کا اشتغال رکھا اور اچھے کام کئے۔ آخر جب اتوار کے روز وہ مہینہ ختم ہوا تو ہم بھی حاضرِ دربار تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور سلام کے بعد عرض کیا، کہ

Marfat.com

"میں شعبان کا مہینہ ہوں اور آپ کو کوئی بشارت سنانے نہیں آیا ہوں، بلکہ یہ بتلانے آیا ہوں کہ اس ماہ میں حجاز میں بہت گرمی ہوگی، خراسان میں تلوار چلے گی اور بغداد میں کافی لوگ مریں گے۔" چنانچہ پھر اسی قسم کی خبریں ہر طرف سے آتی رہیں۔ بغداد میں خطرناک بیماری پھوٹ پڑی جس سے کافی لوگ لقمۂ اجل ہوگئے اسی طرح ان تمام ملکوں میں وہ باتیں وقوع پذیر ہوگئیں۔

● ۷ = ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ نجم الدین سہروردی، شیخ ابوالحسن جوزقی، قاضی ابوالعلی، محمد بن بزاز اور شیخ علی بن الہیتی رحمہم اللہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پُرانوار مجلس میں حاضر تھے۔ فی الحال ایک خوبصورت اور باوقار شخص آیا اور سلام کے بعد عرض کیا: کہ "میں رمضان کا مہینہ ہوں اور میں رخصت لینے آیا ہوں کیونکہ اب آئندہ سال آپ کے ساتھ میری کوئی ملاقات نہ ہوگی۔" چنانچہ آنجناب رضی اللہ عنہ اگلے سال ربیع الثانی کے گیارہ تاریخ کو ہی وفات حسرت آیات کر گئے تھے۔ وفات کے دن رات کو فرشتے اور دیگر پوشیدہ مخلوق آپ کے پاس سلام عرض کرنے اور رخصت لینے کی غرض سے آتے تھے۔ جس کی روایت شیخ عبدالوہاب کرتے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب علیہ الرحمہ آنجناب رض کا سب سے بڑا فرزند ارجمند تھا جو والد بزرگوار کے بعد اس مسند پر متمکن تھے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا تھا۔

● ۸ = ابوعبداللہ محمد بن احمد منظور کتانی علیہ الرحمہ سے مروی ہے

Marfat.com

وہ کہتے ہیں کہ ایک روز وہ بارگاہِ غوثیت مآب میں حاضر تھے اور شیخ عارف محمد علیہ الرحمہ کو چھینک آئی جس سے ریزش نکل پڑی۔ انہوں نے رومال سے ناک پونچھ لی اور ریزش کو صاف کیا، مگر اُسے سخت ندامت ہو گئی اور وہ دل میں کہنے لگا کہ کیا مجھے ایسے مقدس دربار میں ناک بھی صاف کرنی پڑی، کیا ایسا ہونا چاہیئے تھا؟ اور کیا یہ ادب کے خلاف نہیں؟" وہ اندر ہی اندر شرما جاتا تھا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مقدس دل پر شیخ عارفؒ کا یہ حال منکشف ہو گیا۔ تو فرمایا: کہ "گھبراؤ نہیں! آج کے بعد نہ کبھی تمہیں تھوک آئے گی اور نہ ریزش نکل پڑے گی، محمد! کوئی مضائقہ نہیں۔" اس واقعہ کے بعد شیخ عارف علیہ الرحمہ طویل مدت تک زندہ رہے اور اس ساری مدت میں نہ اُن کو کبھی تھوک آئی اور نہ ریزش گری۔ اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ان کو کھانسی بھی ہوئی اور نزلہ کی شکایت بھی لاحق ہوتی رہی تھی، لیکن بلغم کبھی نہ آیا۔ اور نہ کبھی ریزش ہی نکلی تھی۔ وہ ان عیوب سے ہمیشہ کیلئے صاف و پاک ہو گیا تھا۔ اس کی ندامت نے اُسے اچھا پھل دیا تھا۔

● ۹ = حضرت ابو حفص عمر علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کہ مجھے شیخ ابوالحسن علی الہیتی علیہا الرحمہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت غوثؓ نے اپنا پیرہن اُتار کر مجھے پہنایا جس سے پھر کبھی مجھے بیماری کی شکایت نہ ہوئی تھی۔ اس کے دس سال بعد ۵۶۰ھ میں شیخ علیہ الرحمہ مجھے پھر

Marfat.com

دربارِ غوثیہ میں لے گئے اور وہاں پہونچ کر آنجناب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اب آنجناب رضؓ اسے باطنی خلعت بھی پہنائیے، یعنی عطا فرمائے۔ یہ استدعا سنکر آپؓ نے اپنا سرِ پاک جھکا لیا اور مجھ پر توجّہ ڈالنی شروع کی۔ چند ہی لمحوں میں، میں نے نُور کی ایک بجلی کڑکتی دیکھی جو تڑپ تڑپ کر آپؓ کے سینہ سے نکلتی اور چمکتی تھی۔ جس وقت وہ بجلی میرے قریب آتی تھی تو مجھے ایک نیا منظر دکھائی دیتا تھا، تمام حجابات اُٹھ گئے اور مجھے ہر چیز روشن نظر آنے لگی۔ چند ہی لمحوں میں مجھے اولیاء اللہ اور ملائکہ دکھائی دینے لگے۔ میں ان کو اپنے اپنے مقام پر خاص صورتوں اور خاص حالات میں دیکھ لیا۔ نہ صرف یہی کچھ دیکھا بلکہ ان کو مختلف زبانوں میں تسبیح پڑھتے ہوئے بھی سُن لیا۔ ان کی پیشانیوں پر بھی کچھ لکھا پایا، پھر ان تحریروں کو جو پڑھا تو مجھ پر عجیب عجیب حالات منکشف ہو گئے ۔۔ اس وقت شیخ علی علیہ الرحمہ نے جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس کی عقل خراب نہ ہو جائے، اور یہ کہ یہ اس فراوانی توجّہ کا متحمل نہ ہو سکے۔ یہ سُنکر آنجنابؓ نے اپنا دستِ پاک میرے سینے پر رکھدیا جس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ میں جن راستوں سے گذرتا ہوں ان میں اسی بجلی کی روشنی محسوس کرتا ہوں، بلکہ تمام عالمِ ملکوت کو بھی دیکھتا ہوں۔ عجیب حقائق اور غریب اسرار مجھ پر کھلتے جاتے ہیں۔ زمین سے آسمان تک نور ہی نور

Marfat.com

پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور کوئی شئے مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی ہے۔ اور اب تک یہی حالت بدستور قائم ہے"۔ جناب غوثِ پاک کا دستِ شفقت برابر ترقی برابر ترقی پر ہی گامزن ہے:

● ۱۰ = حضرت ابوالحسن علی بن ابوبکر الہروی علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کہ ایک روز حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ ان کے تینوں فرزند شیخ عبدالرزاق شیخ عبدالوہاب اور شیخ عیسیٰ علیہم الرحمہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے راستہ میں تین خوشنما مٹکوں میں شراب لئے لوگوں کو جاتے دیکھا، جس کی بو بہت تیز تھی۔ شہر کا کوتوال پولیس کی ایک جماعت کے ساتھ اس شراب کی نگرانی کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آنجناب رضہ کو بہت ناگوار گزرا، غصے ہوئے اور کوتوال سے فرمایا: "کہ ٹھہرو! مگر پولیس اہل کاروں نے آنجناب رضہ کے حکم کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اپنا رفتار تیز تر کر دیا۔ آپ رضہ نے پھر فرمایا: کہ ٹھہرو! مگر کوئی تعمیل نہ ہوئی۔ تو آپؓ نے جانوروں کو حکم دیا کہ یہ لوگ نہیں رُکتے تو نہ رُکیں، مگر تم تو رُک جا"۔ یہ ارشاد سنتے ہی سب اونٹ اور گھوڑے رُک گئے۔ ہزار کوشش کے باوجود وہ آگے قدم نہ رکھ سکے۔ کوتوال اور پولیس کے جوانوں کو دفعتہً درد قولنج نے پکڑ لیا اور زمین پر آ گرے، وہ اس درد سے تڑپ رہے تھے۔ باربردار جانور بھی بیٹھ گئے۔ شراب کو سرکہ بن گیا پھر حضرت پیرِ کامل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ چونکہ وہ لوگ شاہی ملازم تھے اور وہ شاہی شراب تھا۔ اس لئے چند ہی

Marfat.com

لمحوں میں سلطان کو خبر دی گئی تو وہ گھبرا کر اُٹھا اور پیدل چل کر جامع مسجد میں آ پہونچا، وہاں دستہ بستہ ہو کر کھڑا رہا اور آنجناب رضؓ سے معافی مانگی اور آپ رضؓ نے معاف فرمایا۔ پھر سلطان اور ان کے مصاحبوں کو نصیحت کی۔ پھر تو وہ لوگ ہوش میں آئے اور سب کے حالات و کردار دفعتہً سدھر گئے اور پولیس بھی غیبی گرفت سے آزاد ہو گئے، اور آئندہ قہر اولیائے سے ڈرتے رہے۔ پھر احتیاط سے قدم اُٹھاتے تھے۔

● ۱۱ = ابو محمد عبدالواحد بن صالح بن یحییٰ قرشی البغدادی علیہ الرحمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ علی الہیتی علیہ الرحمہ جب کبھی بیمار ہو جاتے تو ایک حمیری رئیس کے باغ میں چلے جاتے تھے جس کا نام شیخ صالح رح تھا۔ وہ سرسبز اور پُر فضا باغ تھا، پھر کئی روز تک اسی باغ میں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بیمار تھے اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی عیادت کرنے کے لئے اسی باغ میں تشریف لیا اس باغ میں کھجور کے دو درخت تھے جو چار سال سے خشک ہو گئے تھے۔ اس لئے ان بوسیدہ درختوں کو اب مالک کاٹنے والا تھا۔ عیادت سے فارغ ہو کر حضرت غوث پاک رضؓ نے ایک درخت کے نیچے وضو فرمایا اور دوسرے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اب اس کی برکت دیکھئے کہ دونوں بوسیدہ درخت یکایک شاداب ہو گئے۔ اس وقت پھلوں کا موسم نہ تھا مگر دونوں درختوں نے ایک ساتھ ایک ہی ہفتہ میں کھجوریں نکالیں۔ شیخ حسن علیہ الرحمہ نے ان میں سے کچھ کھجوریں آنجناب رضؓ کی خدمت میں پیش کئے جن میں سے چند

Marfat.com

کو آپ رضی اللہ عنہ نے تناول فرمایا اور دعا کی کہ: "اللہ تعالیٰ تمہارے باغ، تمہارے درہم، تمہارے صاع اور تمہارے مویشیوں میں برکت عطا فرمائے" شیخ صالح کا بیان ہے کہ اس دعا کے اثر سے اس سال باغ نے دوگنی کھجوریں پیدا کیں۔ جب میں ایک درہم خرچ کرتا تھا تو کہیں سے دو درہم آتے تھے۔ حالت یہ ہوئی کہ گھر میں گیہوں کی سو بوریاں موجود رہتی تھیں۔ مویشی اتنے بچے دیتے تھے کہ ان کا شمار بھی بھول جاتا تھا۔ دودھ کی یہ کثرت ہے کہ ختم کرنے کی کوشش کے باوجود ختم نہیں ہو جاتی۔ غرض جتنا خرچ کرتا اس سے دوگنا جمع ہو جاتا ہے۔ اور میں اس دعا کی برکت سے برابر دولتمند ہوتا جا رہا ہوں۔

● ۱۲ = شیخ ابوالفتوح علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ شیخ ابوسعید عبداللہ علیہ الرحمہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دربار میں آئے۔ یہ ۵۳۵ھ تھا۔ تو عرض کیا: کہ میری بیٹی فاطمہ مکان کی چھت پر گئی تھی اور وہاں وہ غائب ہو گئی۔ اس کی عمر سولہ سال ہے اور بے حد حسین بھی ہے۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: کہ "گھبراؤ نہیں! تم آج رات کو کرخ کے جنگل کی طرف جاؤ اور وہاں پانچویں ٹیلے پر جا کر بیٹھے رہو۔ مگر دیکھو اپنی چاروں طرف دائرہ کھینچنا اور دائرہ کھینچتے وقت "بسم اللہ" شریف پڑھتے رہنا۔ کچھ رات گزرنے پر تمہارے قریب سے جنات گروہ کے گروہ گزریں گے اور ان کی صورتیں بھی خوفناک ہوں گی، مگر تم نہ ڈرنا بلکہ استقلال کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے رہنا۔ پھر صبح ہوتے ہی جنات کا بادشاہ مصاحبوں کے ساتھ اس طرف

Marfat.com

گزرے گا۔ وہ خود ہی تم سے تمہارا مقصد پوچھے گا، اس کے استفسار پر اسے یوں جواب دینا: کہ "مجھے شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور پھر لڑکی کے غائب ہونے کا قصہ بتا دینا" وہ کہتا ہے کہ میں اسی رات ہدایاتِ غوثیہ کے مطابق مقررہ ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا، اپنے گرد ایک دائرہ کھینچا اور بسم اللہ کا ورد شروع کیا۔ تھوڑے ہی دیر بعد ہیبتناک شکلوں کے جن ادھر سے گزرنے لگے۔ ان کو وہاں میرا بیٹھے رہنا اور ان کے گزرگاہ میں داخل ہونا بہت ہی ناگوار گزرا مگر کسی کو یہ مجال بھی نہ تھی کہ دائرہ کے اندر قدم رکھے۔ رات بھر یہی سلسلہ جاری رہا اور جنات کے گروہ ٹیلے کے قریب سے گزرتے جا رہے تھے، صبح ہوتے ہی جنوں کا بادشاہ اپنے محافظوں اور وزیروں کے ساتھ ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر ادھر سے گزرا تو مجھے دیکھ کر رکا اور پوچھا کہ میں کیوں اس جگہ پر بیٹھا ہوں؟ میں نے جواب دیا: کہ مجھے غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے" یہ سنتے ہی بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا، ادب سے زمین چوم لی اور دائرہ کے پاس آ کر باہر ہی مؤدب بیٹھ گیا۔ اس کے تمام ہی بھی جم کر بیٹھے رہے۔ وہ ایک عجیب منظر تھا۔ دور دور تک جنات کا ہجوم نظر آتا تھا۔ ہر طرف جنات ہی جنات تھے۔ بادشاہ کے دریافت کرنے پر میں نے قصہ بیان کر دیا، کہ میری لڑکی کس طرح چھت پر چڑھ کر غائب ہو گئی تھی۔ پورا قصہ سن کر بادشاہ نے اپنی ہمرکاب لشکر کی طرف دیکھا اور پوچھا: کہ "تم میں سے وہ کون ہے جس نے یہ جرأت کی ہے؟" جنات کی ساری لشکر نے

Marfat.com

کانوں پر ہاتھ رکھکر جواب دیا اور اپنی بے خبری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے چند بڑے افسروں کو حکم دیا کہ جس نے بھی یہ حرکت کی ہے اُسے فوراً گرفتار کرکے ہماری خدمت میں پیش کردو۔" ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ ایک جنّ پا بجولان بادشاہ کے سامنے حاضر کیا گیا جس کے ساتھ میری غائب شدہ لڑکی بھی تھی۔ بادشاہ کو کہا گیا کہ یہ چینی کا نامور جنّ ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: کہ تجھے کس طرح یہ جرعت ہوئی کہ قطب زمان کے رکاب کے نیچے سے چوری کروگے؟ چینی جنّ نے عرض کیا: کہ "میں پرواز کر رہا تھا کہ اس لڑکی پر نظر پڑی اس کا حُسن دلکش دیکھ کر عاشق ہوگیا اور اسے اُٹھا لایا۔" یہ سُنکر بادشاہ نے اُسی وقت اس کا سر اڑا دیا اور لڑکی کو میرے حوالے کردیا۔ میں نے بادشاہ سے پوچھا: "تم لوگ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بہت ہی فرمانبردار ہو۔" بادشاہ نے جواب دیا: کہ "بے شک! ہم اُن کے تابع فرمان ہیں کیونکہ حضرتؓ گھر بیٹھے ہی ہم سب کو دیکھتے رہتے ہیں اس کی یہ وجہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کو قطب زمان مقرر کرتا ہے تو اُسے جنوں اور انسانوں پر پورا پورا اقتدار عطا کرتا ہے اسی لئے ہم آنجنابؓ کے فرمانبردار ہیں۔ اسی کو قطب الکونین کہتے ہیں۔

● ۱۳ = ایک مرتبہ شیخ ابوالحسن قرشی اور شیخ ابوالحسن ہیتی علیہما الرحمہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مدرسہ میں موجود تھے، اسی وقت ایک تاجر ابو غالب فضل اللہ بغدادی خدمت اقدس میں حاضر

Marfat.com

ہوا اور عرض کیا: کہ "حضرت! آپؓ کے جدِّ گرامی حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ جب دعوت کی جائے تو اسے قبول کرنا چاہیئے۔ میں بھی آپ سے یہی اُمید رکھتا ہوں، اور آپؓ کو دعوت کرنے کی غرض سے آیا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ آپؓ میری دعوت کو قبول فرمائیں گے۔" آنجناب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
"اچھا! اگر مجھے اجازت مِل جائے تو دعوت پر ضرور آؤں گا۔"
اس کے بعد کچھ دیر تک مراقبہ فرمایا، اور پھر سر پاک اُٹھا کر فرمایا کہ مجھے اجازت مِل گئی، لہٰذا دعوت میں شریک ہو جاؤں گا۔" پھر خچر پر سوار ہو گئے۔ شیخ علی علیہ الرحمہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دائیں رکاب کو پکڑ لیا، اور شیخ ابو الحسن علیہ الرحمہ نے بائیں رکاب تھامے رکھا۔ اس طرح تاجر کے گھر پہونچے۔ وہاں علماء اور مشائخ کا ایک بڑا مجمع موجود تھا، دستر خوان بچھایا گیا اس پر تمام اشیاءِ خوردنی اور انواعِ طعام رکھا گیا۔ اتنے میں دو شخص ایک بڑا ٹوکرا لائے جس پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ ٹوکرے کو دستر خوان کے ایک گوشے پر رکھدیا۔ تو تاجر نے کہا: "کہ اب بسم اللہ کیجیئے۔ لیکن حضرت سر جھکائے ہوئے مراقبہ میں تھے، اس لئے کسی نے کھانا شروع نہ کیا۔ جب آپؓ نے مراقبہ سے سر پاک اُٹھایا تو اپنے دونوں محترم رفیقوں کو حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھولو۔ پھر دونوں صاحبوں نے ٹوکرے کو فوراً کھولا اور آپکے اشارے سے آپؓ کے سامنے لا رکھا۔ اس میں ایک کا لڑکا برآمد ہوا جو مادر زاد اندھا تھا اس کے علاوہ وہ مفلوج اور مجذوم بھی تھا۔ وہ ابو غالب سوداگر کا بیٹا تھا۔ حضرت غوث پاک رضی

Marfat.com

اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا: "اللہ حیّ و قیّوم کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑے ہو جاؤ!" حکم سنتے ہی وہ لڑکا کھڑا ہو گیا، اور کامل طور پر تندرست تھا ایسا کہ کسی کو محسوس ہی نہ ہوتا کہ لڑکا کبھی بیمار بھی ہو چکا تھا یا وہ اپاہج اور اندھا تھا۔

جب یہ قصہ حضرت شیخ ابو سعید قیلوی علیہ الرحمہ نے سنا تو فرمایا: کہ "حضرت پیر مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کو ہی اچھا نہ کرتے تھے بلکہ خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتے تھے۔" اس قسم کی کافی مثالیں ہماری کتابوں میں موجود ہیں اور مسطور و مذکور بھی۔

● ۱۴ = ۵۵۹ھ میں بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ بابرکت میں حاضر ہوئی۔ جن کے پاس دو ٹوکرے تھے اور دونوں ٹوکرے اوپر سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ٹوکروں کو رکھ کر کہا: کہ "ہمیں بتائیے کہ ان ٹوکروں میں کیا ہے؟" آپؓ نے ایک ٹوکرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: کہ "اس میں ایک لڑکا ہے جسے گٹھیا کی مرض نے اپاہج بنا دیا ہے اور چلنے پھرنے سے قطعی طور پر معذور ہے۔ پھر اپنے صاحبزادہ شیخ عبدالرزاق علیہ الرحمہ کو حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھولے، انہوں نے جب ٹوکرا کھولا تو اس میں سے ایک مریض لڑکا نکلا جسے آپؓ نے حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ، حکم سنتے ہی وہ لڑکا کھڑا ہو گیا اور پھر چلنے لگا۔ اس کے بعد دوسرے ٹوکرے پر دست پاک رکھا اور فرمایا: کہ اس میں ایک تندرست بچہ ہے جسے کوئی مرض لاحق نہیں، پھر صاحبزادہ نے آپؓ کے حکم سے ٹوکرے کو کھولا تو واقعی اس میں سے

Marfat.com

ایک تندرست لڑکا نکلا جو تنومند بھی تھا۔ جب وہ اُٹھ کر چلنے لگا تو آپؓ نے اس کے بال پکڑ لیئے اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اور وہ دفعہً بیٹھ گیا تو اُس پر فوراً فالج کا مرض گرا اور پھر اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گھبرا گئے اور سب آپؓ کے قدموں میں گرے، انہوں نے معافی مانگی اور اسی وقت رفض سے توبہ کرلیا، پھر وہ سب آنجنابؓ کے مُریدوں میں شامل ہو گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر اس روز لوگوں پر اتنا زبردست اثر ہوا کہ اسی وقت مجلس میں تین۳ آدمیوں کا بھی انتقال ہو گیا۔ شیخ ابوالحسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چار بزرگ ایسے گزرے ہیں جو مادر زاد اندھوں، برص کے مریضوں اور جذامیوں کو بھی دم سے تندرست کرتے تھے۔ ان میں اوّل حضرت غوث صمدانی، محبوب سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللّٰہ عنہُ تھے۔ دوّم شیخ بقا بن بطو علیہ الرحمۃ، سوم ابو سعید قیلوی علیہ الرحمۃ اور چوتھا شیخ علی بن الہیتی علیہ الرحمۃ تھے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللّٰہ عنہُ قطب العالم کی عظمت کا اندازہ ہی کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ تو سید الاولیاء العالمین تھے۔ ان کی ذات سے اسلام کو اتنا فایدہ پہونچا کہ وہ محی الدین کے نام سے مشہور ہو گئے تھے رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہُ۔

● ۱۵ = حضرت ابو عبداللّٰہ علیہ الرحمۃ نے ۶۷۰ھ میں فرمایا: کہ میرے والد نے مجھے بتایا ہے کہ میں تیرہ۱۳ سال تک حضرت غوث الاعظم رضی اللّٰہ عنہُ کی خدمتِ اقدس میں رہا ہوں۔ میں نے آنجنابؓ کی بہت سی کرامات بچشم خود دیکھی ہیں۔ جن میں ایک کرامت یہ ہے کہ جس مریض کے

Marfat.com

علاج سے تمام اطباء عاجز ہو جاتے وہ آپؓ کی خدمت میں لایا جاتا تھا پھر جب بھی کوئی لا علاج مریض آپؓ کی خدمت میں آتا تھا، اور آپؓ اس کے لئے دعا فرماتے، اس کے جسم پر ہاتھ پھیر لیتے، تو وہ بالعموم اسی وقت آپؓ کے سامنے اٹھ کھڑا ہو جاتا تھا اور دیکھتے دیکھتے شفا پا جاتا تھا۔ ایک روز خلیفہ مستنجد باللہ کا ایک عزیز آپؓ کی خدمت میں لایا گیا جسے استسقاء کی بیماری لگ گئی تھی، اور مرض نے انتہائی شدت اختیار کی تھی۔ آپؓ نے اس کی پھولی ہوئی پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ان کی کرامت ظاہر ہوئی کہ ہاتھ پھیرتے ہی اس مریض کی پیٹ برابر ہو گئی۔ اور اس خطرناک بیماری سے اس نے اسی وقت شفا پایا، وہ اس طرح تندرست ہو گیا کہ گویا کبھی بیمار نہ ہوا تھا۔

● ۱۶ = حضرت ابو حفص عمر علیہ الرحمہ ایک دن اپنی اونٹنی لئے آپؓ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! میں بیت اللہ شریف کے حج کا ارادہ رکھتا ہوں، مجھے زیارت کا نہایت زیادہ شوق ہے۔ لیکن میری اونٹنی کی یہ حالت ہے کہ چل نہیں سکتی۔ یہ بہت لاغر اور کمزور ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی اونٹ نہیں۔ سواری کی احتیاج نے مجھے مایوس کر دیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کروں کیا؟ اور اپنا فریضہ حج کس طرح انجام دوں؟ یہ سنکر آپؓ نے لاغر اونٹنی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ اسی وقت تندرست و چست نظر آنے لگی۔ پھر جب چلی تو اس طرح کہ تمام اونٹوں سے آگے نکلتی تھی۔ شیخ عمر بہت خوش ہوئے اور اطمینان سے زیارت

Marfat.com

کر آیا ۔ اس طرح اس بزرگ کا تصوف پورا ہو گا۔

● ۱۷ = حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ایک بار شیخ ابوالحسن علیہ الرحمہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہاں شیخ نے عرض کیا: کہ "حضرت! یہاں میری ایک کبوتری ہے جو نو ماہ سے انڈے نہیں دیتی، اور ایک قمری ہے اور وہ بھی نو ماہ سے بولتی نہیں اور خاموش ہو گئی ہے"۔ یہ سنکر آپؓ اٹھے اور کبوتری کے پاس جاکر فرمانے لگے: کہ "اب تو اپنے مالک کو فائدہ پہونچایا کرو اور بدستور انڈے دیتے رہو۔ پھر آپؓ قمری کے قریب جاکر اسے فرمایا: کہ تو بھی اپنے خالق کی تسبیح اونچی آواز سے ہی پڑھنا شروع کرو۔" پھر اسی روز سے کبوتری نے انڈے دینے شروع کئے اور پھر ان میں سے بچے بھی نکلنے لگی۔ قمری نے بھی بولنا شروع کیا اور وہ اس سرشاری سے بولنے لگی کہ لوگ اس کی میٹھی آواز سنکر خوش ہو جاتے تھے اور راستہ چلتے ہوئے بھی رک جاتے تھے۔ گھنٹوں کان لگا کر اس کی رسیلی اور میٹھی آواز سنتے تھے۔ یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔

● ۱۸ = شیخ ابوالغنایم علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں اور شیخ علی علیہ الرحمہ حضرت پیر کامل رضی اللہ عنہ کی صحبت کا شرف حاصل کرنے کے لئے جارہے تھے۔ جب آستانۂ عالیہ پر پہونچے تو دیکھا کہ دہلیز پر ایک پریشان حال نوجوان پڑا ہوا ہے۔ اس نے دیکھتے ہی شیخ علیؒ سے کہا کہ:

"اگر بحضرت شیخؓ بار یابی شفاعت ایں بے بضاعت فراموش نہ کنی۔"

Marfat.com

اس کی یہ درخواست سُنکر ہم دونوں بارگاہ غوثیت مآب میں پہونچے تو شیخ علیؒ نے عرض کیا، کہ " امید ہے کہ آپؓ اس تیرہ روزگار کا جُرم معاف فرمائیں گے، جو آستانہ عالیہ پر پڑا ہوا ہے۔ " حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ " میں نے جرم معاف کر دیا۔ " یہ سُنکر شیخ علیؒ باہر آئے اور ان کو خوشخبری سُنادی کہ " تمہارا قصور معاف ہوا اور میری سفارش قبول کر لی گئی۔ " یہ سُنتے ہی وہ جوان اتنا خوش ہوا کہ یکدم اٹھا، اچھلا اور ہوا میں اڑتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر شیخ علیؒ متحیر ہو کر رہ گیا، اندر آکر معلوم کر لیا کہ یہ کیا ماجرا تھا۔ چنانچہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا تو آپؓ نے فرمایا، کہ کوئی بات نہیں یہ نوجوان مردانِ غیبت میں سے ہے۔ ہوا میں پرواز کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ جب بغداد پر سے گزرا تو اسے گمان ہوا کہ اس شہر میں اب کوئی مردِ کامل نہیں۔ مجھے اس کا یہ غرور اور نخوت سخت ناگوار ہوا اور میں نے اسی وقت اس کی حالت پلٹ دی اور اسے خاک پر ڈال دیا۔ اس طرح آنجنابؓ ابدال پر حکومت کرتے تھے۔

● ۱۹ = شیخ مظفر منصور علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ کے سامنے ایک بزرگ کی ذکر کی جو واقعی بڑے با التصوّف اور اعلیٰ رتبہ کے ولی کامل تھے۔ اس آدمی نے پھر یہ بھی کہا کہ وہ بزرگ کہتے رہیں کہ " میں حضرت یونس علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مقام سے بھی گزر چکا ہوں۔ " یہ بات سُنکر حضرت غوثؓ فوراً متغیر ہو گئے، آپؓ کی

Marfat.com

آنکھیں غضب سے سرخ ہو گئیں اور فرمایا: کہ " اس کی روح قبض کر لی گئی ہے۔" وہ بزرگ بالکل تندرست تھے، مگر جونہی آپؓ کی زبان ولایت ترجمان سے یہ الفاظ نکلے تو اسی کے ساتھ وہ بھی مر گیا تھا۔ آنجنابؓ کی عادت تھی کہ فقرائے کے غرور پر بے حد غضبناک ہو جاتے تھے

● ۲۰ = ایک مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مجلس وعظ میں ایک چیل اُڑتی ہوئی آئی اور پاس ہی بیٹھ کر شور مچانے لگی، جس سے وعظ میں خلل پڑتا تھا۔ اس کا شور نہ رُکا تو آنجنابؓ نے اس کی طرف قہر کی نگاہ سے دیکھا اور وہ فی الحال مر کر گری مگر آپؓ کو پھر اس پر رحم آ گیا اور منبر سے فوراً نیچے اُتر آئے۔ چیل کے مردہ جسم پر دست پاک پھیرا اور اس کی زندگی کے لئے دُعا کی۔ اللہ ربّ العزّت کے حکم سے مردہ چیل فوراً زندہ ہو گئی۔ پھر آپؓ نے اس سے کہا کہ اب اُڑ جاؤ۔ یہ حکم سُنتے ہی چیل اُڑ کر فضا میں غائب ہو گئی اس کرامت کے راوی آپؓ کے فرزند شیخ عبدالرزاقؒ ہیں۔

● ۲۱ = شیخ ابوالمظفر علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے: " کہ ایک مرتبہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ اپنے مکان کے کمرے میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ ناگاہ چھت سے مٹی گری۔ تاہم آپؓ خاموش رہے۔ مٹی پھر گری۔ مگر آپؓ نے پھر بھی کچھ نہ کہا، تیسری دفعہ آپؓ پر جو مٹی گری وہ گرتی رہی تو سر مبارک اوپر اُٹھایا۔ دیکھا کہ ایک چوہا چھت میں بل بنا رہا ہے۔ آپؓ نے جلال میں آ کر فرمایا: " سرش از تن جُدا باد۔"

Marfat.com

زبانِ مبارک سے یہ نکلی اور پوری ہو گئی۔ کیونکہ اس حکم کے ساتھ ہی چھپے کے تن سے اس کا سر جدا ہوا اور نیچے گرا۔ اس حال کو دیکھ کر آپؓ بے حد متاثر ہو گئے اور از راہ رحم و دردمندی چھپے کی حالت پر تڑپ اٹھے۔ آپؓ کی آنکھوں میں آنسوں آئے اور نہایت متاسف نظر آتے تھے۔ فرمایا: کہ " اب مجھے اندیشہ ہے کہ اگر کسی مسلمان سے مجھے کچھ تکلیف پہونچے اور جوش میں آکر میری زبان سے کوئی ناگوار لفظ نکلا تو کہیں اس کی بھی یہی حالت نہ ہو جائے "۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہٗ نہایت رحم دل، نرم دل، رقیق القلب اور رحیم الطبع تھے۔

● ۲۲ = شیخ ابوالقاسم علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہٗ مدرسے کے صحن میں بیٹھے وضو فرما رہے تھے اسی اثنا میں ایک چڑیا نے اڑتے ہوئے ان پر اپنی بیٹ چھینکدی۔ آپؓ آپؓ نے سر پاک اٹھایا اوپر کیا اور چڑیا کی طرف تو غضب سے دیکھا۔ آپؓ کا دیکھنا تھا کہ چڑیا اسی وقت زمین پر آگری اور فوراً جان دے دی۔ آپؓ وضو سے فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے اتارے، ان کو خادم کے سپرد کیا اور کہا کہ ان کو بازار میں بیچ آؤ اور ان کا قیمت فقیروں میں تقسیم کر لو۔ یہ اس فعل کا کفارہ ہے، کیونکہ بے چاری چڑیا مفت میں میرے غضب کی نذر ہو گئی۔ خادم اسی وقت کپڑے بیچ کر اور قیمت بانٹ کر آیا۔

● ۲۳ = ایک مرتبہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہٗ کا ایک

Marfat.com

عقیدت مند تاجر خدمت اقدس میں آیا اور عرض کیا کہ وہ کل تجارتی سفر پر جا رہا ہے۔ پھر تاجر نے التجا کی کہ جناب پیر عالم اسے سلامتی اور برکت کی دعا فرمائے۔ آپؓ نے دعا کی اور پھر فرمایا: "جاؤ اور خیریت سے واپس بھی آؤ گے اور منافع بھی کماؤ گے۔" یہ نوید جانفزا سُنکر عقیدتمند تاجر نہایت خوش ہوا اور اچھلتے ہوئے گھر چلا گیا۔ بعد میں آپؓ کو کچھ اور محسوس ہوا۔ کیونکہ آپؓ کو الہام سے پتہ چلا کہ اس سفر میں تاجر کیلئے غارت گری اور لوٹ مار مقدّر ہو چکی ہے۔ اس اطلاع سے آپؓ کو بہت تشویش ہوئی، کیونکہ آپ نے اُسے سفر میں سلامتی کی نوید سنائی تھی۔ مگر اب ملہم ہو کر آپؓ بے قرار ہو گئے اور بارگاہِ ربّ العزّت میں گڑ گڑا کر دُعا مانگی۔ رات بھر دُعا کرتے رہے اور متواتر ساٹھ بار دُعا کی اور اللہ پاک سے انتہائی تفرّع، مسکنت اور عاجزی سے فریاد کی اور کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی کرم فرمایا۔ کیونکہ جو مصیبت تاجر کے مقدّر میں ہو چکی تھی اس کی اندوہناک کیفیت اس کو خواب میں پہونچی اور واقعات کی دُنیا میں صحت و سلامتی کے ساتھ گھر لوٹا۔ اس کی معنی یہ ہوئی کہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دُعا سے تقدیر ٹل کر بدل ہو گئی۔ مصیبت نے دوسری صورت اختیار کر لی مگر واقعہ میں تاجر رہا ہوا اور نئی زندگی پائی۔

● ۲۴ = منقول ہے کہ بغدادِ شریف میں ایک بڑھیا کا لڑکا

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے دربار بار آور میں آیا کرتا تھا اور دن بھر وہیں رہا کرتا تھا یہ اس کا روز کی عادت ہی بن گئی تھی بڑھیا اُسے روکنے کی بڑی کوشش بھی کرتی مگر فضول، وہ رُک نہ جاتا تھا۔ آخر ماں تنگ آگئی اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے دربار اقدس میں جاکر لڑکے کو آنجناب رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تاکہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرے اور خود بڑھیا کی پریشانی بھی دُور ہو جائے۔ لڑکے کو باورچی خانے میں رکھا گیا اور وہ لنگر میں کام کرنے پر متعین ہوا وہ سینکڑوں لوگوں کو کھانا کھلاتا مگر خود صبح و شام آشجو کے دو پیالے پیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے کوئی اور چیز کھانے کی اجازت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہایت کمزور اور لاغر ہو گیا۔

ایک روز جب بڑھیا بیٹے کو دیکھنے آئی تو وہ اس کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی، کیونکہ جہاں ہر قسم کے لوگ پیٹ بھر کر کھانا کھاتے تھے وہاں اس کا بیٹا فاقوں سے نڈھال ہو چکا تھا، وہ بے تاب ہو گئی اور اُٹھ کر آنجناب رضی اللہ عنہ کے پاس آگئی۔ وہاں یہ دیکھ کر زیادہ ہی جل گئی کہ آں جناب رضی اللہ عنہ ایک بڑا سا مرغا تناول فرما رہے تھے۔ بڑھیا نے اور زیادہ شور مچایا اور کہا کہ یہ کہاں کا انصاف ہے: کہ جہاں منوں گوشت پکتا وہاں میرا بیٹا بھوکا ہی رکھا جاتا ہے۔" حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ خاموشی سے کھا رہے تھے۔ آخر مرغ کی ہڈیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: " قم باذن اللہ! مرغا یکدم زندہ ہوا، اٹھا اور اذان دی

Marfat.com

یہ دیکھ کر بڑھیا شرمندہ ہوگئی اور قدموں میں گر پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ "ماں! ناراض کیوں ہوگئی؟ جس درسگاہ میں تمہارا بیٹا شاگرد ہے اس کی ابتدائی تعلیم یہی ہے، ہم نے اُس سے ہزار گنا زیادہ مشقت اُٹھائی ہے۔ اور اب ہمارے لئے یہی حکم ہے جو تُو نے دیکھا۔ محنت کے بغیر راحت کبھی نہیں ملتی۔ یہ سُنکر بڑھیا راضی برضا ہو کر واپس چلی آئی۔

● ۲۵ = نفحات الانس" میں مذکور ہے کہ ایک دن ایک شخص حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی مجلسِ وعظ میں حاضر تھا۔ جس کا نام تھا شیخ ابوالمعالی علیہ الرحمہ۔ وعظ سُننے کے دوران اُسے حاجت بشری نے سخت تنگ کیا۔ وہ اتنا لاچار ہوا کہ ہلنے کی طاقت بھی نہ رہی، یہاں تک کہ وہ بے بس ہوگیا۔ اس لئے آنجناب رضی اللہ عنہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔ تاکہ آنجناب رضی اللہ عنہ اُن کا چہرہ دیکھ ہی اندازہ فرمائیں کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اس کے دل کی حالت پر واقف ہوگئے، اور منبر کے ایک پائے سے نیچے آئے۔ اس پہلے پائے پر انسان جیسا سر پیدا ہوا۔ پھر آنجناب رضی اللہ عنہ دوسرے پائے پر اُترے اور یہاں کندھے اور سینہ نمودار ہوگئے۔ اس طرح حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ منبر کے ایک پائے سے نکلتے جاتے اور وہ صورت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ایسی صورت ظاہر ہوگئی کہ جو حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کی صورت کے مانند تھی۔ وہ صورت حضرت پیر کامل

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کی طرح آواز نکلنے لگی تھی۔ اس صورت کا کلام آنجناب رضی اللہ عنہ کے کلام شریف کے ساتھ ہی ملتا جلتا تھا۔ مگر اس نئی صورت کے شخص کو شیخ ابو المعالی علیہ الرحمہ کے بغیر دوسرا اور کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اسی حالت میں غوث پاک رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے سر پر اپنا آستین یا رومال رکھا۔ شیخ ابو المعالیؒ نے اپنے آپ کو ایک وسیع صحرا میں پایا جس میں پانی کی ایک نہر تھی، اس نہر کے کنارے ایک درخت بھی تھا۔ شیخ ابو المعالیؒ کے پاس چابیوں کا ایک گچھا تھا جو اس غرض سے نکال کر درخت کی ٹہنی پر لٹکا دیا کہ کہیں رفع حاجت کرتے ہوئے یا وضو کے دوران گر نہ جائیں۔ اس کے بعد حاجت بشری کے رفع کرنے کی غرض سے موزون جگہ پر چلا گیا اور رفع حاجت کر کے پھر آیا اور نہر پر جا کر وضو کیا۔ اس کے بعد میدان میں ہی دو رکعت نماز ادا کی جونہی کہ اس نے سلام پھیر لی اسی وقت یہ واقعہ ہوا کہ حضرت (سید الثقلین) غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ابو المعالی کے سر سے اپنا آستین یا رومال کو ہٹا لیا۔ تو شیخ ابو لمعالی علیہ الرحمہ نے خود کو آنجنابؓ کی مجلس میں اپنی ہی جگہ پر بیٹھے پایا۔ اس کے بدن کے جوڑ اور بند پانی سے برابر تر تھے اور حاجت بشری بھی رفع ہو چکی تھی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر غوث پاک رضی اللہ عنہ بدستور وعظ فرما رہے تھے۔ گویا آنجنابؓ منبر شریف سے اترے ہی نہ تھے اور نہ ابو المعالیؒ اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔ مگر ابو المعالیؒ اندر سے

Marfat.com

حیران تھا، وہ حیرت میں خاموش رہا۔ اور پھر اس واقعہ کی کسی سے ذکر نہ کی۔ لیکن گھر پہونچ کر چابیاں گم پائیں۔ اور اسے یاد آیا کہ اس نے وہ چابیاں نکال کر کہاں پر نہر کے کنارے درخت کی ٹہنی میں لٹکا رکھی تھیں۔ مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ صحرا، دریا اور درخت کہاں کس ملک میں ہے۔ لہٰذا وہ عجیب کش مکش میں مبتلا ہو گیا، مگر کچھ نہ کر سکا۔ وہ اکثر اس معمّہ کو اندر ہی اندر حل کرنے کی کوشش کرتا مگر اس کے سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔

اس واقعہ کے ایک مدّت بعد شیخ ابوالمعالی علیہ الرحمہ نے عجمی شہروں کا سفر کیا۔ بلادِ عجم میں ایک روز قافلہ ایک ایسے صحرا میں فروکش ہوا جو بغداد شریف سے چودّہ دن کی مسافت پر واقعہ تھا۔ اس صحرا میں پانی کی ایک وسیع نہر بھی بہتی تھی۔ اسی قافلہ میں ابوالمعالیؒ ایک ایسے شخص تھے جو اعلیٰ پایہ کے شیخ تھے۔ قافلے والے اپنی اپنی کام میں لگ گئے اور ایک وقت ابوالمعالی علیہ الرحمہ اُٹھا تاکہ وضو کر آئے اور رات عبادت میں گزارے۔ وہ نہر کے کنارے گیا اور وہاں اُسے وہی درخت نظر آیا جس پر اس نے اپنی چابیاں لٹکا رکھی تھیں۔ چابیوں کے اس گچھے کو ہرا بر اسی درخت پہ آویزان پایا، اس نے چابیاں اٹھائیں اور خوش ہوا۔ مگر ابوالمعالی علیہ الرحمہ اب زیادہ حیرت میں ڈوب گیا۔ کیونکہ اسے اب پتہ چلا کہ اس روز ان کو کتنا دور لیا گیا تھا۔ غرض اس سفر سے جب شیخ ابوالمعالی علیہ الرحمہ واپس گھر پہونچا تو وہ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے

Marfat.com

گئے تاکہ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سے سارا عجیب و غریب قصہ عرض کرے۔ مگر جب وہ حبب وہ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں آئے، تو اس سے پہلے کہ وہ زبان کھولتا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ " ابوالمعالی! جب تک میں ہوں تب تک یہ قصہ کسی سے نہ کہنا۔ "

حضرت پیر کامل شیخ سید عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں۔ مگر ہم اسی پر اکتفا کریں۔

رباعی!

امیری دستگیری غوث الاعظم قطب ربّانی
حبیب سید عالم زہی محبوب سبحانی

نشان شان ہچو نی بیان سرّ مکتونی
بسیرت مثل پیغمبر بصورت مرتضیٰ ثانی

Marfat.com

کشمیر کی سر زمین میں !

۸- اِسلام کی ابتداء

مخفی نہ ہو کہ اگرچہ رنتجو (رینچن شاہ) کے وقت کشمیر کے تمام لوگ ایک ہی ملّت رکھتے تھے، لیکن ان کے مذہبی طریقے جدا جدا تھے۔ ہندو ہونے کے باوجود وہ لوگ عقاید و عبادات میں بھی کافی مختلف تھے رنتجو اس امر میں متردّد اور پریشان تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کس گروہ کا عقیدہ اختیار کرے اور مذہب کا کون سا طریقہ اپنائے ؟ فطانتِ رائے اور رزانت تدبیر کی بنا پر اسے ان ادیان میں سے کوئی دین پسند نہ آیا، اس لئے دل کسی بھی طریقے کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ بموجبِ: کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ " ہر طائفہ اپنے مذہب و ملّت کو دعوؤں اور دلیلوں سے برتر و برحق ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کے صفات، محاسن اور مرغوب خاطر ہونے کے تاویلات اور تفصیلات سے ظاہر کرتے تھے۔ لیکن رینچن شاہ کی ہمت عالی اور عظمتِ پختہ کو ان تمام مسخ شدہ مذاہب سے کوئی بھی مذہب پسند نہ آیا؛ اس لئے کوئی بھی اصول نہ اپنا سکا۔ اس باحوصلہ

Marfat.com

دردمند کو ان ہندوانہ طریقوں سے کوئی بھی طریقہ غیر منقوص نظر نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نہایت پریشان ہوا اور ہر وقت اسی فکر میں گم ہونے لگا کہ آخر وہ کونسا ملّت اختیار کرے؟ اپنے دل و دماغ میں ادیان کی تحقیق اور ملّتوں کا تفحّص کرتے رہتا تھا، وہ اتنا بے چین تھا کہ لمحہ بھر کے لئے قرار نہ پکڑتا تھا۔ اپنے بے ریّا اور پُرخلوص دل میں یہی آرزو کرتا کہ وہ کسی سچّے دین کو پالے۔ اس لئے خدا کی درگاہ میں رو رو کر التجائیں کرتا تھا کہ وہ اُسے سچّی راہ دکھائے۔ اس نے سچّا دین اور اچھّا مذہب حاصل کرنے کا پکّا ارادہ کر رکھا تھا۔ اسی خیال میں اکثر لمبی لمبی سیاہ راتیں آہ بھر کر بسر کرتا تھا۔ ان تاریک راتوں کو سوز و گداز عجز و زاری اور آہ و نالہ سے صبح کرتا تھا، پھر دن بھر اسی سوچ میں پریشان رہتا تھا۔ اس کا دل و دماغ اسی ایک فکر میں ہر آن منہمک رہتا تھا کہ حق کو پاسکے۔

چونکہ رینچن شاہ ازلی سعید تھا، اس لئے کریم خدائے ذوالجلال نے اس کے دل میں ایک خیال ڈالدیا۔ اس نے ایک روز تہیہ کرلیا کہ رات بیداری میں گزارے اور صبح کو سب سے پہلے جس شخص پر اس کی نظر پڑے اسی کا دین اختیار کرے۔ حقیقت کا وہ طالب اسی خیال سے پختہ ارادہ کرکے اپنے کمرے میں چلا گیا، اور ساری رات بیداری میں گزاری۔ وہ بستر پر کروٹیں لیتا اور طرح طرح کے عجیب خیالات میں پریشان ہو رہا تھا۔ عشق و آرزو میں رو رو کر یہ شعر گنگنا رہا تھا:

Marfat.com

اور پختہ عزم کر کے پُر امید منتظر تھا :

یارب امشب رانخواہد بود روز ✤ یامگر شمع فلک رانیست سوز

مے بسوزم امشب از سودائے عشق

من ندارم طاقتِ غوغائے عشق

آخر اس شب انتظار کے بعد دوسرے روز علے الصباح اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و احسان پر دل بستہ جب قبلہ کے طرف کی کھڑکی کھولی تو اسکی نظر ایک نورانی بزرگ، عالی مقدار اور فرشتہ دیدار پر پڑی جو سنگین مصلّیٰ پر بکمال عزّ و تمکین مشرب کے اوپر کمالِ ادب کے ساتھ برقانونِ دینِ متین مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام غایت عجز و نیاز کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ دین کے اس برگزیدہ اور پاک و صاف طریقہ کو دیکھ کر ریخچن شاہ نے اسے دل سے پسند کیا۔ اپنی جگہ سے فی الفور اٹھا اور سُرعت کے ساتھ لپکا، لمحہ میں اس بزرگ کے سامنے دستہ بستہ کھڑا ہوا۔ ادب سے سلام کی اور پھر عرض کیا :

”حضرت کا پاک دین کیا ہے ؟ “

آں جناب علیہ الرحمہ نے کریمانہ خلق سے جواب دیا : کہ

”میرا دین اسلام ہے ! ۔ یہ طریقہ ملّت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ دین ”دینِ حق ہے۔ لہذا میں ۔ لہذا میں نے اسی دین کا مستحق طریقہ اختیار کیا ہے۔“

پھر آنجناب علیہ الرحمہ نے ریخچن شاہ کو اس کی حقیقت بتائی۔ اور

Marfat.com

سید البرایا و بریات، مفخر کائنات، باعث خلق موجودات حضرت سید المرسلین جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق سب کچھ بتایا۔ پھر تبلیغ کرکے اُسے اسی دین میں آنے کی ترغیب دی۔

شاہ مذکور نے دین اسلام کی حقیقت سمجھ لی، اور اس کے سینہ بے کینہ کی صفائی ہوگئی۔ اس کے لوح قلب سے کفر و شرک کی زندگی کی زنگ مٹ گئی اور وہ سعادت اسلام سے مسعود ہوا۔ پھر اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو لاکر مشرف کردیا۔ ان کا خاندان مسلمان ہوگیا۔

ے
از افق مکرمت بصبح سعادت دمید
دعوتِ اسلام را وقت اجابت رسید

رینچن شاہ کے مسلمان ہونے کے بعد دوسرے دن راون چندر سردار سلطنت اور اپنے متعلقین کے ساتھ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد لوگ جوق در جوق دینِ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اور ان سب نے اس قدوۃ الکرام کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ رینچن شاہ نے اپنے توابع لوگوں کے ساتھ ملکر اپنے مرشد بزرگوار کے حکم سے دریائے جہلم کے کنارے پر ایک خانقاہ تعمیر کی۔ جو کشمیر میں پہلی خانقاہ تھی، اس کے مطبخ اور دیگر امور کے اخراجات کے لئے چند مواضع کو بھی متعلق کردیا گیا۔ وہ خانقاہ سلاطین کے عہد تک برابر قائم تھی۔ اس خانقاہ میں فقراء اور مساکین برابر مستفید ہوتے رہتے تھے جو یہاں آکر دونوں وقت کھانا کھالیتے تھے۔ اس طرح وہ پُر رونق خانقاہ جسمانی اور روحانی

Marfat.com

غذا بانٹتی رہتی تھی۔ بعد میں جب آنجناب علیہ الرحمہ اسی خانقاہ میں آسودہ ہوگئے تو اس کا نام "بُلبُل لنگر" پڑ گیا۔ آنجناب نے یہاں جمعۃ المبارک اور جماعت کے لئے ایک مسجد شریف تعمیر کرائی تھی جس میں پانچوں وقت خود حاضر ہوا کرتے تھے۔ خود تو وہ اس جگہ سکونت کرتے تھے جہاں آج سید السادات حضرت میر بابا ویسی علیہ الرحمہ کا مقبرۂ متبرکہ بنا ہوا ہے۔ یہیں پر آنجناب علیہ الرحمہ ایک پُر رونق اور نہایت بلند حویلی میں رہا کرتے تھے، ان کا گھر اور خانقاہ ان پتھروں سے بنایا گیا تھا جن کو کشمیری میں " دِیورہ کنِہ" کہتے ہیں وہ پتھر آج بھی زمین سے نکالی جاتی ہیں۔ موجودہ خانقاہ بظاہر ایک نئی تعمیر ہے۔ اس کے بعد جب وہ جامع مسجد جل گئی تھی، تو بعد میں اس کی تجدید کی گئی اور اس جامع کی جگہ ایک چھوٹی مسجد شریف بنائی گئی تھی۔ قدیم جامع مسجد کے پتھر آج بھی اس میں نمایاں ہیں۔ وہ مسجد شریف " مسجد رینچن شاہ" کے نام سے مشہور تھی، جو آج بھی معمور اور آباد ہے۔ اس بقعہ مبارک میں محلے کے لوگ علی الدوام پانچ وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ گویا وہ ان کا مستقل عبادت گاہ تھا۔ جہاں وہ اسلام سیکھتے تھے۔

رینچن شاہ کی حکومت ڈھائی (۲½) سال تک ہی رہی، اور پھر انہوں نے وفات پائی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شاہ مذکور نے ۷۲۷ھ میں "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" کی شربت کا پیالہ نوش کیا تھا۔ اور دارِ فانی سے بدارالبقاء چلا گیا تھا:

Marfat.com

"زہی زیست و زہی رحلت۔" (مبارک زندگی اور مبارک موت)
کیونکہ بموجب من سن سنۃ حسنۃ" اس نے اپنے ساتھ دائمی
ثواب لیا تھا مگر اس ملک میں سنت کی بنیاد بھی مستحکم کر لی تھی۔ وہ
دین و ایمان سے مشرف و مزین ہو کر اپنے رب کریم کے ساتھ مل گیا تھا
ان کی پاک قبر خانقاہ کے جنوب کی طرف حضرت بابا علیہ الرحمہ کے
مزار شریف کے صفہ کے باہر کی طرف واقعہ ہے۔ خدا ان کی قبر کو پرنور
کرے۔ اس طرح رینچن شاہ کشمیر میں پہلا مسلمان اور مؤمن ہے۔
حضرت بابا علیہ الرحمہ نے رینچن شاہ کا نام صدر الدینؒ رکھا تھا
اور اس کے وزیر راون چند کو شمس الدینؒ۔ صدر الدینؒ کے
بعد ان کی حلیلہ شمس الدینؒ کی بیٹی کوترن (کبوتری) نے شہید دلوا
دین کے بھائی کو سواد اکبر سے واپس لایا تھا اور اس کے ساتھ
شادی کی تھی۔ وہ ذوالجو کے ڈر سے بھاگ گیا تھا۔ اب کوترن
خود کشمیر کی بادشاہ بن گئی تھی اور بڑے سلیقہ سے حکومت کے
فرائض انجام دیتے تھے۔ اس رعیت پروری اور عدل و انصاف
سے حکومت کی۔ اپنے فوج کے دو سپاہ سالار بنائے تھے۔ ایک شاہ میر
اور دوسرا سجہ بٹ کاکہ پوری، دونوں سپاہ سالار اس وقت
کے اہم ترین سرداروں میں شمار ہوتے تھے۔ صدر الدینؒ کا بیٹا حیدر
خان تھا۔ اس کی تربیت اور رضاعت شاہ میر اور کوترن خود
کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ہیرہ پورہ سے ایک ترک حملہ آور با
جاہ و حشم کشمیر میں داخل ہوا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب یہاں کوئی

Marfat.com

مستقل حکومت نہ تھی بلکہ یہاں کے لوگوں کا تقدیر مختلف سرداروں کے ہاتھوں میں تھا۔ ہر سردار نے اپنی ایک الگ حکومت قائم کر لی تھی۔ کوتیرن نے دُور اندیشی سے متغلب سرداروں کو خطوط لکھ کر نہایت تدبر سے آگاہ کیا، کہ

"اگر تم لوگوں نے آج بھی نااتفاقی کو ترجیح دیا تو جان لو کہ ہم پھر ایک ہزیمت اور شکست سے دوچار ہوں گے اور ذوالجو کے واقعہ کی طرح ہم بھی برباد ہو جائیں گے۔ ملک کے ساتھ اہل و عیال اور مال و مکان سب غارت ہو گا۔ لہٰذا میرا مشورہ یہی ہے کہ ہمت کا کمر کس لو اور متحد و متفق ہو کر دشمن کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ یاد رکھو کہ ذوالجو کی ویرانی و بربادی کو ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا ہے، وہ ہم سب کی نظروں میں ہے۔ اس لئے میری یہی رائے ہے کہ ہم باہم مل کر حملہ آور دشمن کو ملک بدر کریں۔ بس بچنے کی یہی ایک راستہ ہے۔ ورنہ ملک کو فتنہ میں ڈالنا خود کو قتل کرنے اور اپنا عزت و آبرو برباد کرنے کے مترادف ہے جو مَردوں اور بہادروں کا کام نہیں ہوتا ہے۔"

کوتیرن کے تدبر اور اس حقیقت پسندانہ پیغام سے ملک کے کونے کونے میں ہیجان پیدا ہوا، لوگ ہر طرف سے اٹھے اور متحد ہو گئے حملہ آور ترک کو زیر کیا اور صلح و صفائی سے اس کو ملک بدر ہونے پر مجبور کر دیا۔ دوادین دیو اپنی کم ہمتی اور بے شرمی سے ترک کو دیکھتے

Marfat.com

ہی بھاگ گیا تھا۔ کوٹرن نے اُسے تبت سے لاکر بادشاہ بنادیا، لیکن لوگوں میں اس کی کوئی عزت نہ رہی تھی۔ اس لئے ملک کے اکثر امور شاہمیر کی رائے سے طے پا جاتے تھے۔ خصوصاً ترک کو نکال دینے کے معاملے کوٹرن اسی کے مشوروں پر عمل کرتی تھی اور وہ کامیاب رہی۔ اس لئے لوگوں میں شاہمیر مقبول ہوتا گیا۔

گردونِ گردان کا گردش ہوتا رہا۔ زمانہ نے نئی چال چل کر پلٹا کھایا۔ رِوادین دیو کا جامِ حیات لبریز ہوا، اس نے پندرہ[۱۵] سال حکومت کی اور مرگیا۔ کوٹرن اندر کوٹ چلی گئی اور بھائیوں کے مدد سے حکومت کرتی رہی۔ شاہمیر کو اپنے جدِ بزرگوار کی نصیحت یاد آگئی اور اس نے ملک سنبھالنے کا قصد کیا۔ پھر کوٹرن کو ترویج کا پیغام دیا، جسے کوٹرن نے رضاعت کے باعث ٹھکرا دیا۔ شاہمیر نے اس پر فوج کشی کی اور تجربہ کار آدمیوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ کوٹرن کو اندر کوٹ میں ہی قید کر دیا۔ اس کا بھائی راون چندر بھی اپنے قضائے سے مرگیا۔ کاکا پوری ایک تجربہ کار جرنیل تھا۔ وہ صاحب جاہ وحشم شخص کسی طرح مطیع نہ ہو سکا اور شاہمیر نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ واپس شہر آیا۔ چونکہ اس کے حسنِ سلوک سے لوگ خوش تھے اس لئے وہ سب اس کے اقدام پر مطمئن ہو گئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے لوگ خاص و عام کسی تردد کے بغیر سب مطیع ہو گئے۔ کوٹرن اہل خاندان کے چند اشخاص کے ساتھ اندر کوٹ میں تھی اور اب شاہمیر نے اس پر دباؤ ڈالا، اُسے اپنے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کر دیا مگر وہ

Marfat.com

اندر کوٹ سے چل کر شہر آتے ہوئے راستے میں ہی انتقال کر گئی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ شبِ عروسی میں اس نے چھری سے اپنا پیٹ چاک کیا اور انتڑیوں کو شاہمیر کے پاس بھیجدیا: کہ یہی میرا قبول ہے۔

غرض شاہمیر سلطانِ کشمیر ہوا۔ یہی وہ پہلا سلطان ہے جس نے اس سرزمین جنت نظیر میں باضابطہ طور پر ایک خاندان کی بادشاہت کی داغ بیل ڈالدی تھی۔

Marfat.com

۹

جناب سید شرف الدین حضرت بلبل شاہ صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً

قدوۃ الواصلین، امام العارفین، مُروج الاسلام، کاسر الاصنام حق آگاہ مؤید الدین کا اسم مبارک بُلبل شاہ علیہ الرحمہ تھا۔ اس شیخ الانام وسراج الاسلام کو بعض لوگ شاہ بلالؒ بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اُن کا اصلی نام سید شرف الدین علیہ الرحمہ تھا۔ اور وہ اپنے وقت کے کامل عارف باللہ تھے۔ آنجنابؒ ایک بہت بڑے عالم وفاضل بھی تھے۔ وہ صوری ومعنوی علوم وفنون میں باکمال تھے انہوں نے عالمِ دُنیا کی سیر وتفریح کی تھی اور تجرید وتفرید میں گزرتے تھے وہ توکل علی اللہ میں یگانہ، تجرید میں فرید، زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت میں نادرۂ روزگار تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ ورع اور احتیاط میں ضرب المثل تھے۔

حضرت بُلبل شاہ قدس اللہ سرہٗ الاقدس بروایاتِ متواترہ اور مشہورہ رہتے۔ مرشد کی اجازت سے طے مکان کرکے اپنے وطن سے نکل آئے تھے، پھر اسی وقت اس جگہ پہونچے جہاں رینچن شاہ نے ان کو پالیا تھا۔ بعض دوسری کتابوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آنجناب علیہ الرحمہ اپنے مُرشد پاک سے سیہہ تبٹا کے عہد میں

Marfat.com

آئے تھے تاکہ یہاں نورِ اسلام پھیلا دیں اور اسی امرِ خطیر کا انتظار کر رہے تھے۔ یہاں یہ بات بھی بتانی ضروری ہے کہ آنجناب کے مرشد پاک کے تعین میں اختلاف ہے۔ اکثر اربابِ تاریخِ تصوف ان کو شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ متوسلوں اور معنوی فرزندوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت بابا علیہ الرحمہ جناب شاہ نعمت اللہ ولی علیہ الرحمہ کے معنوی فرزندوں سے تھے۔ لیکن احقر الامم محمد اعظم راقم حروف کہتا ہے کہ شیخ الشیوخ علیہ الرحمہ کا واقعہ ۶۳۲ھ کا متفق علیہ ہے اور حضرت بلبل شاہ علیہ الرحمہ کا ظہور ۷۳۵ھ میں ہوا۔ بیچ میں ایک سو تین سال کا وقفہ ہے جو قابلِ غور ہے۔ یہ بظاہر بعید تر از قیاس ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت بلبل شاہ علیہ الرحمہ باکمال بزرگ تھے وہ فرماتے تھے کہ "حق تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی قدرت اور طاقت عطا کی ہے کہ میں کھانے پینے اور اسبابِ تعیش کے بغیر ہی زندہ رہ سکوں گا اور اس کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔" گویا وہ فرشتوں کی طرح تغذیہ کے بغیر ہی گزر سکتے۔ نہ ان کو بھوک لگے اور نہ پیاس محسوس ہوگی۔ "دوسرا یہ کہ روح کی جسم سے انقطاع کے بغیر ہی اگر چاہوں اسی بدن کے ساتھ دار البقاء میں جا سکتا ہوں۔" یعنی: مرنے کے بغیر ہی جسم کے ساتھ جنت میں جا کر زندگی بسر کر سکیں گے۔ یہ بھی فرشتہ صفت ہے "تیسرا یہ کہ اسی بدن کو میں تا ابد الآباد محافظت کر سکوں گا۔" یعنی: میں کبھی کمزور یا بوڑھا نہ ہونے پاؤں گا اور نہ کبھی مر ہی جاؤں گا۔

Marfat.com

"یہ سب کچھ خدا نے میرے ہاتھ میں دے رکھا ہے۔ مگر یہ تینوں باتیں سنّتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ہیں، اس لئے ان کا مرتکب نہ ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میرے پاس سنّتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقامت اور اطاعت ہزاروں کرامات اور عبادات سے افضل ہے جو سنت کے خلاف کیجائیں۔" آنجناب علیہ الرحمہ کشمیر میں بانیٔ اسلام تھے کیونکہ وہ حضرت امیر کبیرؒ سے تقریباً پچاس سال پہلے آئے تھے۔

حضرت بلبل شاہ علیہ الرحمہ ماکولات اور مراعات میں کمالِ مبالغہ سے احتیاط کرتے تھے۔ اس لئے شبہ سے بھی بچتے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں یہ بھی ہے کہ "جب تک سالک کا دل خالص اور زبان سالم اس کا بدرقہ نہ ہو تب تک اس راہ کے غول اور شیاطین اس کو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیں گے۔ حرام سے اس طرح دُور رہنا چاہیئے جس طرح پہاڑ میں سانپ سے دُور رہا جاتا ہے۔ شُبہ سے ایسا بھاگنا چاہیئے۔ جیسے کہ بازار میں لوگ مردار سے بھاگ جاتے ہیں۔ حلال کی روزی سے اتنا ہی کھانا چاہیئے جتنا کہ مخمصہ میں ایک متّقی مردار سے (مجبوراً) کھاتا ہے۔ جب تک بعض حلال چیزوں سے بھی پرہیز نہ کیا جائے تب تک مشتبہ بلکہ حرام سے بھی نہ بچا جا سکے۔"

آنجناب علیہ الرحمہ مظہرِ کرامات اور بحرِ کمالات تھے، مگر اظہار کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ اس پیرِ آفتابِ ضمیر کا حق ہم کشمیریوں پر کافی زیادہ ہے جس میں سے قدرے فاتحہ سے ہی ادا کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اپنے فضل و کرم سے آنجنابؒ کو جنت الماوی میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ اور رینجن شاہؒ کو بھی وہاں آنجنابؒ کی رفاقت نصیب کرے کیونکہ وہی ایک خوش قسمت شخص تھا جو یہاں سب سے پہلے انوار اسلام سے منوّر ہوا تھا وہی سعادتمند عالی جاہ کافۂ انام کا باعث اسلام بنا لہذا اسکو بھی حسب دستور سابقیّت و رسم یادآوری کے فاتحہ خیرات سے ہی یاد کرینگے کیونکہ: اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ" سابقین تو سابقین ہی ہوتے ہیں اور وہی مقربین بھی ہوا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَ ارْحَمْھُمْ۔

الغرض حضرت بلبل شاہؒ ۷۲۷ھ میں وفات پایا تھا اور دار الجنان میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے کمال تواضع اور انکساری سے پہلی ہی اپنے رفیق مولانا احمد علامہؒ کی قبر شریف کے عقب میں اپنا مدفن قرار دیا تھا۔ ان کا تاریخ وصال میں نے لفظ "خاص آلہ" سے اخذ کیا ہے۔ چونکہ آنجنابؒ کا تاریخ وفات آج تک کسی نے نہیں کہا تھا اسلئے آنجناب کے احوال کو لکھتے وقت راقم کے دل میں ان کا تاریخ وصال اسطرح ڈالا گیا جو میں اپنی سعادت کے واسطے توسلاً و تشفعاً یوں تحریر کرتا ہوں:-

سال تاریخ وصل حضرت شاہ ؎ بلبل قدس گفت خاص آلہ

آنجنابؒ کی پاک قبر دریائے جہلم کی مشرقی کنارے پر تربت سنگین پر دراز ہے۔ اور مولانا مذکور کی قبر اسکے سامنے ہے۔ اس مزار شریف کے اوپر والے حصے میں بعض اصحاب، معتقدین، مخلصین، مریدین اور امراء و روسا کی قبریں بھی موجود ہیں۔ حضرت بلبل شاہؒ کی تربت پاک آج بھی اہل شہر اور قریہ کی ایک خاص زیارتگاہ ہے۔ رضی اللہ عنہ کمال الرضا و جزاہ عنا خیر الجزا۔

Marfat.com

ب: "عہدِ سلاطین"

۱۰- شاہمیری سلاطین کے عہد میں مختصر حالات

شاہمیر نے ۷۴۳ھ میں "شمس الدین" کے لقب سے کشمیر کی حکومت سنبھالی اور ساڑھے تین (۲½) سال تک حکمران رہا۔ وہ اُن سلاطین کا جدِّ اعلیٰ تھا جنہوں نے سوا دو صدیوں تک یہاں حکومت کی ہے۔ شمس الدین نے بندوبست کیا اور دین و ملت کو کافی فروغ دیا اس کے بعد اس کا بیٹا جمشید تخت پر بیٹھا مگر وہ چودہ ماہ حکومت کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی علی شاہ کی بغاوت کا شکار ہوا۔ علی شاہ سلطان بنا اور اپنا لقب "علاء الدین" رکھا۔ علی شاہ کے عہد میں یہاں تین بھائی تھے: خلاصمن، یلاسمن اور یاسمن۔ انہوں نے ریشیوں کی طرز پر سخت ریاضت کی۔ وہ وقت کے باکمال بزرگ تھے۔ خلاصمن بڑا تھا اور اس نے عمر بھی کافی پائی تھی، تاہم اس کا ایک بال بھی سفید نہیں ہو چکا تھا، اس کی داڑھی بھی جوان کی طرح سیاہ تھی۔ یلاسمن نے آخری تین دن میں تین بال سفید کیے تھے۔ اس نے بھی بھائی کی طرح کبھی لالچ نہ کی اور مستقیم الحال زندگی گزاری۔ مگر یاسمن نے عمر بھی کم پائی اور بال بھی سفید کیے تھے۔ اس کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے۔ اس نے نندی نامی ایک لولی سے دھوکا کھایا تھا مگر فوراً تائب ہو گیا، بلکہ نندی کو بھی جذبہ کر کے راہِ حق پر لایا تھا۔

Marfat.com

علی شیر نے اپنے نام پر "علاء الدین پورہ" آباد کیا۔ اس نے ۷۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کا بیٹا شہاب الدین تخت نشین ہوا۔ مشہور ہے کہ وہ ایک روز اپنے دو رفیقوں کے ساتھ جنگل میں شکار کر رہا تھا کہ ان کو ایک مجذوبہ نے دودھ پلایا اور حکومت کی مژدہ سنائی۔ اُن کے واپس گھر پہونچنے سے پہلے ہی سلطان مر گیا تھا اور مجذوبہ کی پیشنگوئی پوری ہو گئی۔ شہاب الدین سلطان ہوا۔ اس کے دو ساتھی چندر داد اور کاوشہ راول اس کے دو وزیر بن گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ مجذوبہ للہ عارفہ تھیں، جو اسی زمانے میں شہرت یافتہ تھی اور جنگل میں شہزادے کو ملی۔ پھر اسے مژدہ سلطنت سُنادی تھی۔

عارفہ کاملہ للہ مجذوبہؒ

اس کا نام للہ الیشوری تھا۔ وہ پانپور کے ایک برہمن کی بیٹی تھی۔ اور سلطان علاء الدین کے عہد میں ظاہر ہوئی تھی۔ ایک شخص کی زوجیت میں آئی تھی اور گھر کے دھندوں میں پھنس گئی۔ اسی اثنائ میں اسے جذبۂ الٰہی ہوا اور وہ اندر سے ہی تڑپنے لگی، اس نے کچھ مدّت تک اپنے جذبے کو چھپا رکھا اور گھر میں بھی کوئی ان کے حال سے واقف نہ تھا ایک دفعہ وہ اپنے سر شوریدہ پر پانی کا مٹکا اٹھائے چلی آرہی تھی کہ راستے میں شوہر ملا جو اکثر اس سے خفا رہتا تھا۔ ادھر وہ جذبہ کے آگ سے سلگ رہی تھی اور ادھر اس کا شوہر غضب کے نار سے جل رہا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی ٹھلیا پر ڈنڈا مارا اور وہ ٹوٹ کر گر پڑا مگر پانی مجذوبۂ خانہ خراب کے سر پر برابر معلّق رہا جس سے

Marfat.com

گھر کے تمام برتن اور کوزے بھر دیئے، پھر بھی بچا رہا جو صحرا میں ڈال دیا اور وہاں ایک جھیل بن گیا۔ اس طرح یکایک وہ نمودار ہو گئی اور گھر کے جنجال کو چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔ "عریان و گریان در برفِ باران" تڑپتی جا رہی تھی۔ بے خور و خواب، دل بے تاب اور چشم پُر آب کے ساتھ صحرائے جنون میں دیوانہ وار کود پڑی۔ مہیب بیابانوں میں مارے مارے پھرتی اور آہ و زاری کرتی تھی۔ ان کا جنون ہی اُن کا محافظ تھا: ؎

بدرقہ لطف چنیں نتواں رفت!

زیرا کہ دریں بادیہ باشد خطرے چند

آخر یہ مجذوبہ مرجع خلائق بن گئی اور وہ ولیٔ کاملہ ہوئی۔ للہ عارفہ شہاب الدین کے عہد میں دُنیا سے چل بسی تھی۔ اس کی رحلت اور مدفن کے متعلق کافی اختلاف ہے مسلمان اور ہندو اپنے اپنے خیال کے مطابق گواہیاں دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ جس جگہ پر آج بیجبہارہ کی جامع مسجد کا کونا ہے وہیں پر ان کے انتقال کا وقت آ پہونچا تھا دم توڑنے کے وقت اس کا روح بدن عنصری سے ایک پرندے کی شکل میں آسمان کی طرف اُڑ گیا تھا۔ لوگوں نے شعلے کے ساتھ ہوا میں اُڑ کوئی چیز بھی دیکھا تھا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ مجذوبہ نے مٹی کے دو برتن مانگے تھے اور کہا تھا کہ: "میں ان میں مستور ہو جاؤں گی، پھر دونوں کوزوں کو ایک دوسرے کے اُوپر رکھا گیا اور وہ اس میں چھپ گئی جب دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا گیا تو وہ غائب تھی۔ اس

Marfat.com

کے علاوہ بھی اور کئی روایات ہیں مگر وہ بے سند ہیں۔ یہاں یہ بھی کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا ملاقات بھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے زمانہ میں حضرت امیرؒ یہاں نہیں آئے تھے۔

سلطان شہاب الدین نے انیس ۱۹ سال تک حکومت کی اور نظم ونسق کو مستحکم کر لیا تھا۔ وہ پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادے لیکر بارہمولہ کی طرف روانہ ہوا اور کابل و بدخشان تک بڑے بڑے شہر فتح کر لئے تھے۔ پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور دہلی کے سلطان فیروز کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ انہوں نے سرہند تک اپنی سلطنت بڑھائی تھی۔ اس نے شہاب الدین پورہ میں پایہ تخت رکھا اور وہاں ایک جامع مسجد بھی بنائی تھی۔ پھر ۷۸۰ھ میں وفات کیا۔ اور بلدکیر میں جہلم کے کنارے اس کا مدفن ہوا تھا۔ اس کے مقبرے پر آج لوگ بستے ہیں، اور گنبد کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اس نے یہاں بہت سے مندروں کو منہدم کیا تھا جن میں بیجبہارہ کا بڑا بت خانہ بھی شامل تھا۔ اور ہر جگہ مساجد کا تعمیر کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی قطب الدین تخت پر بیٹھا اور پایہ تخت قطب الدین پورہ مقرر کیا۔ وہ عادل، عالم اور رعیت پرور تھا، وہ شاعر بھی تھا اور فصیح کلام کہتا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے:

اے بگردِ شمع رویت عالمے پروانہٗ
وز لبِ شیرین تو شوریست در ہر خانہٗ

من بچندیں آشنائی مے خورم خون جگر ٭ آشنارا حال ایں است وائے بر بیگانہ

قطب مسکین گر گناہے مے کند عیش مکن

عیب بنود گر گناہے مے کند دیوانہ

اس نیک دل سلطان نے سولہ سال تک حکومت کی اور پھر مسجد جامع کے جوار میں اس جگہ پر آسودہ کیے گئے جو جوئبار کے مشرق میں ہے۔ اس جگہ کو آج "یاجہ برین" کہتے ہیں۔ وہاں ایک مشہور قلندر "شاہ قطب الدین" کا مقبرہ بھی ہے۔

قطب الدین کے بعد اس کا بیٹا سکندر تخت کشمیر پر براجمان ہوا اور زبردست محکم نظم ونسق قائم کر لیا تھا۔ یہی وہ سلطان تھا جس کے عہد میں کشمیریوں نے جوق در جوق آ کر اسلام قبول کر لیا مشہور ہے کہ تین خروار زنار کے رشتے جلا دیئے گئے تھے۔ جتنے بت خانے رہ گئے تھے ان سب کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ سکندر پورہ کا مشہور مندر ۸۰۱ھ میں اکھاڑا گیا اور اس جگہ پر شہر کی جامع مسجد کلاں تعمیر کی گئی تھی جس کے تعمیر میں بڑا اہتمام ہوا تھا۔ سعد الدین خراسانی اور سید محمد لورستانی علیہما الرحمہ جیسے ماہر خود معماروں کی رہبری کرتے تھے وہ دونوں اس فن تعمیر میں مشہور آفاق تھے۔ شب و روز کام کر کے تین سال تک مسجد شریف مکمل ہو گئی تھی۔ سرینگر کی اس شاندار مسجد جامع میں تین سو بہتر (۳۷۲) بڑے ستون لگائے گئے، بتیس (۳۲) ستون اس چار طاقوں میں ایسے نصب کئے گئے جن کا ارتفاع چالیس گز شرعی تھا اور ان کی ضخامت چھ گز تھی۔ سلطان سکندر بت شکن

Marfat.com

کا یہ سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اس کے علاوہ بیجھاڑہ کی جامع مسجد بھی بنائی تھی۔ سلطان نے حضرت میر محمد ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بدعات اور خرافات کا قلع قمع کیا، مفسدوں کو سختی سے گوشمالی کی اور ملک میں امن دامان قائم کرلیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا علی شاہ تخت پر بیٹھا اور سات سال تک حکومت کی۔ وہ حج کے ارادہ سے نکلا تھا اور چھوٹے بھائی شاہی خان کو قائم مقام بنا لیا تھا۔ جب جموں پہونچا تو وہاں کے راجہ جو اس کا سسر بھی تھا نے حکومت چھوڑنے پر ملامت کی اور حج پر جانے سے اُسے روک لیا۔ سلطان نے دغاباز کافر سے دھوکا کھایا اور اسی کے فوج سے واپس چڑھ آیا۔ دونوں بھائیوں میں جنگ ہوئی جس میں شاہی خان نے فتح پائی۔ علی شاہ مکہ معظمہ میں جاکر طواف کرنے کے بجائے لیکی کے قید خانے کا زینت بنا جہاں سے دار البقاء کو چل پڑا تھا اور شاہی خان "زین العابدین" کے نام سے بادشاہ بن گیا۔ انہوں نے نوشہرہ میں اپنا تخت گاہ رکھا تھا۔ اس نے علم و ادب، صنعت و حرفت اور اخوت کو فروغ دیا تھا۔ وہ کشمیر میں ہر دلعزیز سلطان تھا جسے پیار سے لوگ "بڈشاہ" کہا کرتے تھے۔ اس نے جھیل ولر میں ایک تاریخی عمارت بنوائی تھی جسے "زینہ لنک" کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس جزیرے میں ایک مسجد شریف بھی بنائی۔ وہ خود بھی اہل اللہ میں سے تھے۔ اس کے قلب کی صفائی اس واقعہ سے ثابت ہوتی ہے کہ جب وہ "ولر" میں تھا تو اس کے منجھلے بیٹے نے اس کا قصد کیا، سلطان نے روحانی بصیرت

Marfat.com

سے تاڑھ لیا اور بیٹے سے کہا کہ " میری تسبیح لنک کی مسجد شریف میں پڑی ہے، اُسے لادو۔ " جب وہ وہاں گیا تو سلطان کو مسجد شریف میں دیکھا کہ ہاتھ میں تسبیح لئے ذکر کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بیٹا نادم ہوا۔ سلطان نے کافی یادگار چھوڑے ہیں جن میں سات "زینے" مشہور ہیں۔ یعنی :

زینہ کوٹ، زینہ پور، زینہ درت، زینہ گیر، زینہ کدل، زینہ لنک اور زینہ بازار۔

اس نے باون سال حکومت کی اور ۸۷۸ھ میں وفات کیا۔ اس کا بیٹا سلطان حیدر بادشاہ بنا اور صرف چودہ ماہ تک حکومت کر سکا، اس نے باپ کے وضع کردہ طریقہ کو بدل ڈالا اور قوانین کا ستیاناس کیا۔ کہتے ہیں کہ اس کے دربار میں بارہ سو ہندی قوال پلتے تھے۔ اسی شامت سے وہ عیش پرست چھت سے گر کر مر گیا اور اس کا بیٹا حسن شاہ سلطان ہوا۔ اس کے عہد میں ایک خوفناک آگ نمودار ہوئی جس سے سنگر جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ سلطان جامع مسجد کے تجدید میں لگ گیا اور اسے پہلے سے بھی بہتر بنا ڈالا۔ جس پر تین سال دو ماہ صرف ہوئے۔ مسجد عبارات اور نقش و نگار سے سجائی گئی۔ مسجد شریف کی تعمیر تکمیل کو پہنچی تو علاء الدین پورہ جل گیا جس میں خانقاہ معلیٰ سوختہ ہو گئی۔ اس نے اس کے تعمیر نو پر ہمت کا کمر کس لیا، اس کے اطراف میں جن لوگوں کے مکان تھے ان کو خرید کر صحن میں شامل کر دیا۔ قاضی حمید الدین کو اس کی تولیت عطا کی۔ ملک احمد یتو اس کے وزیر تھے اور احمد

Marfat.com

اگرے سپاہ سالار۔ انہوں نے محلہ دیدہ مر میں مسجد سنگین بھی تعمیر کی، اور اسی کے متصل اپنے لئے مزار سنگین بنا رکھا تھا۔

سلطان حسن شاہ کے عہد میں ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بھی پیش آیا۔ والیٔ خراسان سلطان حسین مرزا کی طرف سے میر شمس عراقی کشمیر کی سفارت پر آیا، حسن شاہ کے لئے ایک مکتوب اور پوستین کیش شاہانہ لباس بھی لایا تھا اور بعض تحائف کی فرمائش کا اظہار بھی کیا تھا۔ چونکہ ان ہی ایام میں حسن شاہ کا وفات ہوا اس لئے میر مذکور کو آٹھ سال کا طویل عرصہ یہاں ہی رہنا پڑا۔ اگرچہ اس مدت میں اس نے یہاں مذہبی سعی بھی کی مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اس نے خود کو شیخ السالکین بابا اسماعیل علیہ الرحمہ کے مریدوں میں منسلک ظاہر کیا۔ اور بابا علی جو شیخ اسماعیل کا ایک خاص مرید تھا، کو اغوا کر لیا۔ کیونکہ علی نجار ایک ان پڑھ شخص تھا جس کے دل کو عقاید باطلہ کا صنم کدہ بنا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد لطایف الحیل سے امرائے کشمیر میں عجیب طرح سے تفرقہ ڈالنا شروع کیا، اور پھر خراسان واپس چلا گیا۔ وہاں جب سلطان حسین اس کے باطنی خیانت پر واقف ہوا تو اسے نوکری سے ہی نکال دیا۔ اسی لئے اس نے پھر کشمیر کا رختِ سفر باندھا۔ حسن شاہ نے بارہ سال تک حکومت کی اور سلطنت میں کافی انضباط رہا مگر اس کے بعد خلل رونما ہوا۔ امرا نے سرکشی کی، وہ مخالفت اور منافقت پر اتر آئے۔ کچھ فتح شاہ کے ساتھ مل گئے اور کچھ محمد شاہ کو ساتھ دینے لگے۔ اسی میں میر مذکور

Marfat.com

بھی پھر کشمیر آپہونچا، اور چپکے چپکے اپنا کام بھی شروع کیا۔ بعض چک سردار اس کے معتقد بن گئے۔ بلکہ انہوں نے اسی کا مذہب بھی قبول کرلیا، امراء میں عداوت کی آگ بھڑکی۔

حسن شاہ کے بعد اس کا کمسن بیٹا محمد شاہ بادشاہ بنا، اور زمام حکومت بیہقی سادات کے ہاتھ میں تھی۔ مگر امرائے ان کی مخالفت کی اور سید حسن بیہقی علیہ الرحمہ کے سمیت چودہ سیدوں کو دارالامارت میں شہید کر دیا گیا۔ جس سے ایک فتنۂ عظیم نے سر اٹھایا۔ محمد شاہ کو ڈھائی سال کے بعد معزول کر دیا گیا اور فتح شاہ تخت کا وارث بن گیا۔ اس کی سرپرستی ملک سیف الدین نے کی۔ مگر ملک شمس چک نے ملک سنک رینہ اور موسیٰ رینہ کو اپنے ساتھ ملایا اور سیف خان کے خلاف ہو گئے، جنگ و جدل پر نوبت ہوئی جس میں دونوں ملک مر گئے اور شمس چک نے وزارت پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ کی لاپرواہی کی بناء پر اس کے مقرب میر سید محمد، ملک ابراہیم ماگرے، ملک کاجی چک، ملک عیدی رینہ وغیرہ اس کے خلاف ہو گئے۔ ملک کو افراتفری نے دبوچ لیا۔ بادشاہ اور اس کے سردار سب کو انتشار نے اپنے لپیٹ میں لیا۔ اور خون ریز جھڑپیں ہوئیں۔

مخفی نہ ہو کہ حسن شاہ کے عہد حکومت میں جو عظیم واقعہ پیش آیا وہ میر شمس کی آمد تھی۔ اس نے شہر میں توطن کیا۔ چند مدت تک خود کو ولایت دستگاہ شیخ اسماعیل کبروی علیہ الرحمہ کے مریدوں اور متوسلوں میں ظاہر کرتے رہا۔ وہ ملت اسلامیہ کی "مروجان" پارٹی میں شامل

Marfat.com

ہو گیا۔ مروجان اس وقت ایک جماعت تھی، جو شعار بت شکنی کے سر فردشوں کی جماعت تھی۔ میر مذکور نظاہر اپنا خاص عقیدت شیخ علیہ الرحمہ کی جانب رکھتا تھا۔ اس طرح حضرت علیہ الرحمہ کے ایک خاص طالب علمی نجار کے ساتھ معنوی ربط قائم کیا اور اُسے اغوا کر لیا۔ چونکہ اس کا ظاہری وضع صاف اور طرزِ گفتگو شستہ تھا، بلکہ وہ بعض علوم غریبہ کا بھی ماہر تھا۔ اس لئے بابا علیہ الرحمہ نے اپنے طالبوں سے کہہ رکھا تھا: کہ، "اس مغل کے ساتھ نشست و برخواستہ نہ رکھو۔" مگر بابا علی جو نادانِ محض تھا، سب سے زیادہ اسی کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا، بلکہ وہ باطنی طور اس کے ساتھ پیوستہ بھی ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود میر مذکور متردد تھا، اس لئے تاخیر نہیں کی اور واپس چلا گیا۔ جب سلطان حسین کو اس کے باطنی خلل کا پتہ چلا تو اُسے برطرف کر دیا۔ اور وہ تیسری بار عازم کشمیر ہوا۔ پہلے کسی کو یہاں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا، جب اسے معلوم ہوا کہ بابا اسماعیل علیہ الرحمہ اب ضعیف العمر ہو گئے ہیں، اور انہوں نے لوگوں سے بھی دامن سمیٹ لیا ہے جس سے علی نجار کا بازار گرم ہونے لگا ہے تو میر مذکور نے اس کے نام ایک خط لکھ بھیجا کہ: "میں نے اب ترکِ دُنیا کر لیا ہے اور سید محمد نور بخش علیہ الرحمہ سے خلافت بھی پائی، لہذا اب کشمیر آکر ہی رہوں گا، اور گوشہ پکڑ دوں گا۔

اس کے بعد بابا علی نے اس کا پُرتپاک استقبال کیا اور اسے اپنی خانقاہ میں اُتارا، اپنے مُریدوں کو اس کے حوالے کیا۔ میر مذکور نے

Marfat.com

اپنی نسبت چند واسطوں سے سید محمد نور بخش کے ساتھ ظاہر کی تھی، جو محض لوگوں کو فریب دینے اور ورغلانے کے لئے تھا۔ ورنہ سید صاحب حضرت امیر کبیر علی ثانی رضی اللہ عنہ کے خاص خلیفوں میں سے تھے اور عراقی کا ان کے ساتھ انتساب محض افترا تھا۔ اسی افترا سے اس نے اپنا بازار گرم کیا، لوگوں میں اکثر مختلط اور مربوط ہو گئے۔

اب شمس عراقی نے خفیہ طور پر ہی بتدریج مذہب تشیع کی تبلیغ شروع کی، بابا علی کی کوشش سے اکثر امراء کے بھی مرجع بن گیا، اس نے جڈی بل میں ڈیرہ جمایا اور خلوت نشین ہو کر ریاضت شاقہ کرنے لگا۔ سلطان کے ملازموں سے رابطہ پیدا کر لیا، لوگوں کو کرامات اور خوارق کا وعدہ کرتے رہا۔ اور اکثر سادہ لوحوں نے فریب کھایا۔ یہ سب کچھ ہوا مگر محمد شاہ کے جیتے جی اس کو اس کے اظہار کی جرأت نہ ہو سکی البتہ شیخ اسماعیل علیہ الرحمہ کے مخلصوں کو شہر اور دیہات میں بار بار منحرف کرنے کی کوشش کرتا رہا، بلکہ سادہ لوحوں میں اپنی تعلیم بھی پہونچائی۔ اسی اثنا میں محمد شاہ کا سپہ سالار ملک کاجی چک نازکی خان کے ساتھ شمس عراقی کے پاس آنے لگا وہ اس کے مذہب میں داخل ہو گیا، مملکت میں وہ ایک با اختیار سردار تھا، عراقی نے دونوں سرداروں کو اس بات پر تیار کر لیا کہ خانقاہ امیر پر جو کہ یک منزلہ تھی گرا دیا جائے اور پھر سے دو آشیانہ بنا لیں۔ اس سے اس کا غرض یہ تھا کہ خانقاہ کو ویران کر کے اس کے تعمیر نو میں تغافل برتا جائے گا اور لوگ خانقاہ جڈیبل کی طرف رجوع کریں۔ چونکہ وہ دونوں سردار مدار المہام تھے اس لئے

Marfat.com

انہوں نے محمد شاہ کو راضی کر کے خانقاہِ معلّی کو منہدم کرا دیا۔ پھر اس کی تعمیر میں تغافل ہوا، اور میر مذکور کا منشائ پورا ہونے لگا۔ کاجی چک کی بہن محمد شاہ کی بیوی تھی، اس کا نام "صالح ماجی" تھا، وہ شیخ اسماعیلؒ کی مریدہ تھی، وہی پھر تائیدِ الٰہی سے غیرت میں آئی۔ اس نے تمام زیورات، پرانے آلات، گہنے، پوشاک اور جہیز کو یکجا کیا، اسی کے ساتھ خانقاہ کے تعمیر پر کمربستہ ہوگئی جس سے دشمنانِ دین کا کمر ٹوٹ گیا۔ بی بی نے اس وقت کے معمول کے مطابق تین ہزار روپیہ اور ساٹھ ہزار تنکہ خانقاہ کے تعمیر میں صرف کر ڈالا اور اسے دو آشیانہ بنا دیا تھا۔ اس کے تزئین اور ترتیب میں عقیدت اور اخلاص سے کام لیا جب خانقاہ تیار ہوگئی تو بارہ سو "زینہ گیری پٹو" جسے اس زمانہ کے عرف میں "زینہ جامہ" کہتے کارکنوں، معماروں اور نجاروں کو دیئے تھے اسی طرح پانچ ہزار پٹو کی لوٹیاں مزدوروں کو انعام میں مل گئیں۔ پھر شہر میں دس ہزار لوگوں کو کھانا کھلایا۔ چھت کے کنگروں پر قلس چھوڑنے کے دن ایک وقف نامہ محمد شاہ کے مہر سے درست کیا اور اس کی تولیت سیّد محمد بن سید علی کے نام تفویض کی جو ساداتِ سنیّہ میں سے تھے "ومن دخلہٗ کان آمنًا۔" اس کا تاریخ تمام ہوا۔

اسی اثنائ میں تقدیرِ الٰہی سے ملک موسیٰ جو ڈوری میر شمس کا متبع بنا جس سے اس کا بازار گرم تر ہوگیا۔ اس نے احوت نام کی ایک کتاب بھی لکھی جو شیعہ مذہب کی ترجمانی کرتی تھی۔ بابا علی نجار نے حسن آباد میں اغوائے مردم کا بازار گرمایا۔ اکثر اکھڑ لوگ اس کے خریدار

Marfat.com

بن گئے تھے۔ حسن آباد اور بابا پورہ کے باشندے اسی نجار کے اولاد ہیں۔ اس کے بعد بابا خلیل، بابا طالب اور شیخ حسن جذبی بلی نے بھی اپنے وقت میر مذکور کو تسلیم کر لیا۔ انھوں نے اس کی تائید کی اور پھر اسی کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ اس طرح اس کے مذہب نے شیوع پایا، جس کا اثر تبت اور دیگر اطراف میں بھی پہونچا۔

فتح شاہ کے بھائی محمد شاہ کو ملک ابراہیم نے ورغلایا اور دونوں برادروں میں رزم آرائیاں ہو گئیں۔ فوج کی کمان سرداروں کے ہاتھوں میں تھی۔ محمد شاہ نے ہندوستان کے بادشاہ سکندر لودھی سے مدد حاصل کی اور خونریز جنگ چھڑ گئی، لڑائی میں فتح شاہ مغلوب ہوا اور کوہستان میں جا چھپا جہاں اس کی وفات ہوئی۔ وہاں سے اس کی نعش کو اٹھا لایا گیا اور اسے مزارِ سلاطین میں دفن کر دیا گیا۔ حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کی کلاہِ مبارکہ بھی اس کی وصیت کے مطابق اسی کے ساتھ دفن کر دی گئی۔ جب یہ بات بابا اسماعیلؒ کے خلیفہ شیخ فتح اللہؒ نے سنی تو فرمایا، کہ "ان سے سلطنت چلی گئی۔" پھر ایسا ہی ہوا۔ جب محمد شاہ تخت پر بیٹھا تو نوکروں نے اٹھ کر سرداری حاصل کر لی اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوا، چند سرداروں نے ہندوستان جا کر ہمایوں بادشاہ سے مدد لائی۔ اس فوج کی قیادت محرم بیگ اور علی شاہ کر رہے تھے۔ اس واقعہ کی مدحیہ تاریخ اس وقت کے شاعر نے یوں کہا تھا:

بحکم بادشاہی کہ حریم ✽ بفہم آسان شود تفہیم فردوس

Marfat.com

سفر کردم بسوئے شہر کشمیر ٭ کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ
خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس

کشمیری سردار اتفاق سے جن میں تھے اور محرم بیگ وہیں جا پہونچا۔ امرائے کوہ سلیمان پر جا بیٹھے۔ جنگ میں محرم بیگ مغلوب ہوا تو صلح ہوئی اور وہ واپس چلا گیا۔ اس اثناء میں کاشغر سے سلطان سعید خان آیا، اور تبت میں ٹھہرے رہا۔ اس نے اپنے بیٹے سکندر خان کی قیادت میں فوج کو آگے روانہ کیا جو لو شہرہ میں خیمہ زن ہو گیا تھا وہ کل چار ہزار تھے۔ ان کا سپہ سالار اس کا نامور بھیجا مرزا حیدر مقرر ہوا تھا۔ انہوں نے جاڑے کے سرد موسم میں کامراج کا رخ کیا اور ہر طرف ہل چل مچا دی، پھر شہر کی طرف چل پڑا اور اسے تسخیر کیا۔ اس واقعہ کو اس وقت کا ایک نامور شاعر سعید خان کو لکھ بھیجتا یہ شعر :-

الحمدللہ کان شاہ عادل ٭ سلطان سکندر خاقانِ دوران
بر گرد اعادر روز ہیجا ٭ قادر شد آں دم از لطف یزدان
تاریخ فتحش الحق کہ ایں است
روز چہارم از ماہ شعبان !!

اس طرح کاشغریوں کا حملہ ہر طرف سے تھا۔ اس لئے زمستان میں کشمیریوں نے سخت اذیت اٹھائی، مگر بہار میں صلح ہوئی۔ چونکہ وہ پورا سال جنگ میں گزرا اس لئے کسی قسم کی زراعت وغیرہ آبادی نہ ہو سکی۔ اور ملک میں ایک عظیم قحط پڑا جس سے لوگوں کی کثیر تعداد لقمۂ اجل

Marfat.com

ہو گئے تھے ۔ اس درد ناک قحط کا نقشہ ایک شاعر کھینچتا، جس کا ایک شعر یہ ہے :

قحط تا حدیکہ خلق از فرط بے قوتی چو شمع
جسم خود را سوختے بہر آتش و بر دے بکار

اس طرح لوگ مصیبت میں تڑپ رہے تھے ۔

محمد شاہ کے بعد اس کا بیٹا شمس الدین تخت پر بیٹھا لیکن حکومت کاجی چک کے ہاتھ میں تھی جو محمد شاہ کا بہادر سپہ سالار تھا۔ وہ پہاڑوں میں چھپ چھپ کر حملہ کر دیتا تھا۔ شمس الدین شاہ ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا تو اس کا بھائی اسمٰعیل تخت نشین ہو گیا۔ اس کے عہد میں کاجی چک نے شیعیت کو فروغ دیا۔ کیونکہ وہ محمد شاہ کا سالا اور اسماعیل کا سسر تھا۔ گویا اسماعیل کی ماں اس کی بہن تھی، اور بیوی بیٹی۔ وہی دوہرا رشتہ کام آیا، کیونکہ ماموں اور سسر ہونے کے باعث کاجی چک مختارِ کل بن بیٹھا تھا۔ اس نے مذہبی تعصب کو ہوا دیا اور امراء باہم دست و گریبان ہو گئے۔ پرگنہ جات کی بندر بانٹ ہوئی، اور جو قبیلے برسرِ اقتدار آئے ان میں ماگرے، چاڈوری، ملک اور ریتو وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ اسماعیل شاہ کے بعد اس کا کمسن بیٹا بادشاہ ہوا اور وہ مرزا حیدر کے سامنے ٹک نہ سکا جس نے ان دنوں کشمیر میں اپنا جھنڈا لہرا رکھا تھا۔

اس سارے تفصیل کی اجمالی یہ ہے کہ ملک ابدال ماگرے اور رینگی چک سنی المذہب تھے۔ انہوں نے جب یہاں شیعوں کا غلبہ پایا

Marfat.com

اور چکوں کے ظلم و ستم کو دیکھا تو اپنے فرزندوں کو لاہور بھیجا تاکہ ہمایوں کے پاس رہیں۔ اس کے ساتھ شمس عراقی کے تسلط، شیعوں کے غلبہ اور چکوں کے مذہبی تعصب کی تفصیل بھی لکھی۔ بلکہ "احوت" نام کی کتاب بھی دربار میں روانہ کر دی، اس کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ کشمیر میں فوج بھیجدیا جائے اور کشمیریوں کو چکوں کے ظلم سے بچائیں۔ مگر ان دنوں ہمایوں کو شیرشاہ غالب آچکا تھا اور وہ نہایت پریشان تھا، وہ کچھ نہ کر سکا۔ ملک ابدال اور مرزا حیدر نے بہت کوشش کی کہ بادشاہ کشمیر پر چڑھائی کرے، مگر فضول۔ وہ ان کی بات کو سمجھ نہ سکا، بلکہ خود بھاگ کر ایران جا پہونچا، تاہم مرزا حیدر نے ہمت نہ ہاری بلکہ اپنے بل بوتے پہی کچھ فوج لے کر جیرہ ہار کے راستے کشمیر کی طرف کوچ کر آیا۔ مگر اس سفر میں ملک ابدال نے وفات پائی۔ ادھر کاجی چک بھی ہاہرہ پورہ کی طرف سے چل کر ہندوستان پہونچا اور شیرشاہ سے مدد حاصل کی۔ اس طرح ایک نئی کش مکش شروع ہوگئی۔ مگر کاجی چک کے واپس آنے سے پہلے ہی مرزا حیدر نے کشمیر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے عیدی رینہ اور ریکی چک کو کاجی چک کے مقابلے میں بھیجدیا، لڑائی ہوگئی۔ نوروز چک اس لڑائی میں قتل ہوا اور کاجی چک بھاگ گیا ــــــ پھر ملک رینہ کے حسن انتظام سے فتح شاہ کا کمسن بیٹا نازک شاہ بادشاہ بنا، مگر اصل میں حکومت مرزا حیدر ہی کر رہا تھا، جو کہ ایک زبردست منتظم اور نیک دل تھا۔

Marfat.com

چونکہ شاہمیری دور میں مرزا حیدر ایک غیر کشمیری شخص اچانک ایک قابل حکمران کی حیثیت سے نمودار ہوا تھا ــــ اس لئے ضروری ہوا کہ "تاریخ اعظمی" کی عبارت سے ان کی اصلیت اور کارنامے جانیں گے اور ان کی زندگی کا مختصر خاکہ بنائیں گے ــ

Marfat.com

۱۱

مرزا حیدر کاشغری علیہ الرحمہ

مرزا حیدر علیہ الرحمہ کاشغر کے والی سعید خان کے برادر زادہ تھے۔ دوسری طرف وہ ہندوستان کے بادشاہ اور مغلیہ سلطنت کے بانی محمد ظہیر الدین بابر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اس طرح ان کی خاندانی اور شعوبی حیثیت نہایت بلند تھی۔ ذاتی طور پر بھی وہ ہر لحاظ سے قابل جرنیل تھے، دینی علوم اور مروجہ تعلیم سے کامل طور پر بہرہ ور تھے۔ ایک شاعر ہونے کے علاوہ وہ بلند پایہ مؤرخ بھی تھے۔ ان کی "تاریخ رشیدی" ایک معتبر اور قابلِ قدر تصنیف ہے۔ وہ نہایت ذہین اور غیر معمولی طور پر عقلمند بھی تھے۔ ان کی ذات سے اہلِ شہر کو کافی فائدہ ملا تھا۔ چنانچہ وہ مقامی طور پر کئی چیزوں کے مؤجد بھی تھے۔ خواجہ اعظم علیہ الرحمہ کے الفاظ یوں ہیں:

"چنانچہ بدر پر داب میان اسواق و کاغذ گیر و اختراع خشک کردن مثالی بظروفِ آتش کہ آں را نارہ للو گویند و حمام وغیرہ بہم رسانیدہ است۔ سوائے ایں از منافع عامہ از ایشان بسیار منقول است

غرض مرزا نے اپنی غیر معمولی ذہانت سے مقامی طور پر عجیب ڈھنگ سے آلات اور اوزار بنائے تھے، جو کشمیر میں آج تک

Marfat.com

برابر مستعمل ہیں۔ مرزا مرحوم ایک پکّا مسلمان اور متشرع شخص تھا، وہ مومنانہ صفات سے متصف تھے۔ علم دوست ہونے کی وجہ سے عالموں کی قدر اور اسلام کی تعظیم کرنا ان کا شعار تھا۔ علوم کی فروغ اور اسلام کی ترویج میں اپنا پورا قوّت صرف کیا تھا۔ وہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ حسنِ اخلاق اور عدل وانصاف کے لئے بھی وہ نہایت مشہور تھے اسلئے اہلِ کشمیر ان سے خوش تھے، وہ جرءت مند اور دلیر سپاہی تھے۔ اور ان کی بہادری مشہور تھی۔

مرزا حیدر علیہ الرّحمہ ایک مدّبر سیاستدان اور طاقت ور حکمران کی حیثیت سے ابھرے تھے، وہ نظم وضبط اور امن اماں قائم کرنے والا منتظم تھے۔ انہوں نے مفسدّوں کو سختی سے دبایا، اور منافقوں کو زبردست گوشمال دی، دشمنوں کے ہاتھوں سے تلوار چھین لی ان کو نہتا کر دیا۔ پھر مغرور اور متکبّر چکوں کو اپنے سامنے جھکا دیا۔ اور اب کوئی سرکش من مانی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کے حسن انتظام سے امراء سلطنت بھی ان کے حمایتی بن گئے تھے۔ ملک عیدی رینہ، حسن رینہ، ملکؔ ناجی اور خواجہ حاجی بانڈے وغیرہ سب سرداروں نے بخوشی ان کی اطاعت قبول کر لی تھی، اور ملک میں پھر سے امن وامان قائم ہوا تھا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود انہوں نے اہل تشیعہ کو کافی ستایا اور ان کی زبردست تنبیہ کی۔ میر شمس عراقی کے بیٹے بابا دانیال کو تبت سے لاکر قتل کرایا۔ شیعوں کے ایک اور

Marfat.com

پیر شنگلی کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ جو ہر تیسپور کے حدود میں رشیوں اور فقیروں کے بھیس میں چھپا بیٹھا تھا۔ وہ خود کو بابا علی کا مُرید کہتا تھا، اس کا سر شالی کوہ سے پھاڑ دیا گیا تھا، اور پھر اس کے جسم کے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے تھے جن کو بڑی خواری کے ساتھ آگ میں جلا دیا گیا تھا۔ شہر میں داعیانِ رفض کی ایک بڑی جماعت تھی جسے تہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ ان امور کی بنیاد پر لوگ مرزا سے سہم گئے، خائف ہوئے اور اکثر ان کے سخت دشمن بن گئے تھے۔ خود عیدی رینہ نے بغاوت کی۔ مرزا مرحوم نے اپنے بھتیجے کو سرداروں کے ساتھ کوہستان کا نظم ونسق مضبوط کرنے کے لئے روانہ کر دیا اور خود فوج لیکر تبت چلا گیا تاکہ اسے تسخیر کرے۔ ملا قاسم اور ملا باقی وغیرہ کو بھی ساتھ لے گیا، وہاں سے واپس آئے تو مذکورہ فوج کیا تھا متصادم ہو گئے، ایک خون ریز جنگ چھڑ گئی۔ میدان کارزار گرم ہوا اور ہزاروں سپاہی کٹ مرے۔ مرزا کی فوج نے بہادری کے جوہر دکھلائے اور دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ لیکن کم ہونے کی وجہ سے آخر انہوں نے شکست کھائی اور بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے جن میں ملا قاسم بھی شامل تھا اور ملا باقی بھاگ کر مرزا کے پاس آیا۔ ملا عبداللہ نے بھی شکست کھائی اور پھر قصبۂ بارہمولہ میں اقامت اختیار کی۔ جہاں آخر وہ بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ سب خون ریزی اس لئے ہوئی تھی کہ دوستوں کے دلوں میں منافقوں نے نفاق کے بیج بوئے

Marfat.com

تھے۔ اس طرح ملک میں پھر بدامنی پھیل گئی۔

ان تمام حادثات کے بعد آخر پر مرزا نے اہل و عیال کو اندر کوٹ میں چھوڑا اور خود شب خون مارنے کے لئے نکلے۔ خدا جانے کہ اسے کیا خیال ہوا کہ وہ تنہا ایک بڑی فوج کے ساتھ لڑنے گیا، راستے میں ایک قصاب نے ان کو نام پوچھا۔ چونکہ وہ صاف کشمیری نہیں بولتا تھا، اس لئے قصاب بدظن ہوا اور اسے یقین آیا کہ وہ مغل ہے۔ اس نے کلہاڑی اٹھائی اور اس کے سر پر ماری جس سے مرزا علیہ الرحمہ نے شہادت پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اہل و عیال کی خبرگیری کے لئے جا رہے تھے کہ یہ حادثہ پیش آیا۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ خواجہ حاجی نے مرزا سے ڈر کر خان پورہ میں خیمہ لگایا تھا اور سکونت کرتا تھا، اسی کو تسلی دینے کے لئے مرزا خود جا رہا تھا اور اسکے ساتھ فوج یا اردلی نہیں تھا جب وہ خیمہ کے نزدیک پہونچا تو قصاب نے غنیم کا خیال کیا اور کلہاڑی کے ایک ہی ضرب سے ان کو شہادت سے فائز کر دیا۔

مرزا شہید کی شہادت کی خبر یکدم پھیل گئی تو خاص و علم سب لوگ خوش ہو گئے تھے۔ اہل تشیعہ نے خاص طور پر شادیانے منائے تھے غازی چک مذکور اور دولت چک ولد کاجی چک نے چاہا کہ مرزا شہید کی نعش کے ساتھ برا سلوک کریں، اور پھر اس کے مقبرے کو اسی طرح مزبلہ بنائیں جس طرح اس نے اس سے قبل شمس عراقی کے مقبرے کو مزبلہ بنا دیا تھا۔ مگر سید محمد ولد ابدال ماگرے، جس کی والدہ سادات میں سے تھیں،

Marfat.com

نذیچ میں آکر مزاحمت کی۔ انہوں نے ماگریوں اور اہلِ سنّت والجماعت کے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر وہاں سے مرزا شہید کی نعش کو اٹھا لیا اور پھر پانچ دن کے بعد اس نعش کو مزار سلاطین میں احترام کے ساتھ دفن کر دیا، پھر ایک ماہ تک وہ لوگ تلوار لے کر اس قبر کی نگہبانی کرتے رہے اور آخر پر قبر کو سنگین بنا کر محفوظ کر دیا۔ غازی اور دیگر چک سردار سید محمد کا کچھ نہ بگھاڑ سکے۔ کیونکہ سید صاحب کے نکاح میں نازک شاہ کی بہن تھی، اس لئے بادشاہ کے ڈر سے وہ لوگ سہم گئے جب سید محمد پر کوئی قابو نہ پا سکے تو انہوں نے اندر کوٹ جا کر مرزا شہید کے اہل وعیال پر تاخت کرنا چاہا۔ مگر جب چکوں کا فوج وہاں پہونچا تو حیران رہ گئے کیونکہ وہاں مرزا کی اہلیہ مستور ہو کر مردانہ وار مقابلے کے لئے تیار بیٹھی تھی۔ جنگ چھڑنے والی تھی کہ احمد ماگرے کے فرزند جو سید کے ہم رکاب تھے' درمیاں میں آئے اور ان کو باہم صلح کرا دی، تو چک سردار دم دبا کر بھاگ آئے۔ پھر ماگریوں نے مرزا کے کنبے کو اہل عیال کے ساتھ خاص نگرانی میں واپس کاشغر روانہ کیا اور چک مکمل طور پر مایوس ہو گئے تھے۔

مرزا شہید مزار سلاطین میں دفن ہیں۔ ان کی قبر جہلم کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اس قبر پر کسی نے تاریخ شہادت بھی لکھ رکھی ہے پتھر پر آج یہ قطعہ کندہ ہے:

شہ گورگان میرزا حیدرؒ آنکہ
بملکِ شہادت زدہ کوسِ شاہی

Marfat.com

قضائے الٰہی چنین بود تاریخ!
شدہ بہر وصلش قضائے الٰہی

مرزا حیدر مغفور و مرحوم نے دس سال تک کشمیر میں حکومت کی تھی۔ اگرچہ نازک شاہ برائے نام بادشاہ تھا تاہم اصل بادشاہ مرزا حیدر تھا، چونکہ نازک شاہ بھی اہل سنّت والجماعت میں سے تھا، اس لئے خطبہ اور سکہ اسی کے نام بدستور جاری رکھا گیا تھا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونے دی گئی تھی۔ مرزا حیدر علیہ الرحمہ کے بعد شاہمیری خاندان میں مکمل زوال آنا شروع ہوا تھا۔ اس لئے کشمیر کی حکومت چکوں کے ہاتھ میں آتی جارہی تھی، جو کئی پشتوں کے سلاطین خاندان کے غلام اور نوکر چلے آئے تھے۔ ٭

Marfat.com

قطبِ ربّانی، غوثِ ہمدانی، معشوقِ یزدانی

حضرت

۱۲- امیرِ کبیر میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ عنہ

حضرت میر سیّد علیؒ ہمدانی رضی اللہ عنہ نے ۷۸۱ھ میں سرزمین کشمیر بے نظیر کو اپنے نزولِ اجلال سے مشرف فرمایا تھا۔ ان کا قدوم سعادت لزوم مبلّغانہ انداز کا تھا۔ وہ سیادت مرتبت نبوّت انتساب تھے اور کشمیر میں بانیِ اسلام مانے جاتے ہیں۔ آنجنابؒ کا تاریخ نزول "مقدم شریف" سے ماخوذ ہے چنانچہ سید محمد خاوری علیہ الرحمہ، جن کی ذکر

حاشیہ: ؎

آنجناب نور اللہ مرقدہٗ کا اسم مبارک "علی" تھا، کنیت ابو محمد اور لقب امیرِ کبیر، علیِ ثانی اور شاہ ہمدان تھے۔ والد ماجد کا نام نامی سید شہاب الدینؒ اور والدۂ ماجدہ کا اسم مبارک فاطمہؒ تھا۔ آپؒ سوموار ۱۲ رجب المرجب ۷۱۴ھ کو ھمدان میں تولّد ہوئے، جو ایران کا شہر ہے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں سید علاء الدینؒ سمنانی سے پائی تھی۔ ان سے تفسیر قرآن، حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، فقہ، عقائد اور اصول وغیرہ علوم حاصل کیے تھے۔ اس کے بعد اپنے بلند مرتبت ہم درس شیخ تقی الدینؒ سے مکمل استفادہ کیا تھا۔ جو کچھ ماموں جان سے پڑھ لیا تھا اس میں (دیکھیے اگلا صفحہ)

Marfat.com

اسی کتاب کے اوراق میں آتی ہے، نے یہ ابیات شیریں تر از قند و نبات آنجناب رضؓ کے قدوم مبارک کے متعلق لکھے ہیں:۔

میر سید علیؓ شہ ہمدان ❖ سیر اقلیم سبعہ کردہ نکو
شد مشرف ز مقدمش کشمیر ❖ اہل آں شہر از ہدایت او
سال تاریخ مقدم ادرا ❖ یابی از مقدم شریف او

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ان سے کافی استفادہ کیا۔ پھر ان کے مُرید بھی بن گئے تھے اور باطنی علوم حاصل کئے۔ اس طرح شیخ مذکور علیہ الرحمہ سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی عرفان بھی پا گیا، اور روحانی کمال پایا۔ تاہم روحانیت کی اصل تعلیم شیخ شرف الدین مزدکانی علیہ الرحمہ سے ہی حاصل کری تھی پھر ان ہی کے حکم سے دنیا کے تبلیغی دورے شروع کئے تھے اور تین بار عالم اسلام کی سیر کی۔ ہر دفعہ سات سال سیاحت میں گزارے۔ اس طرح وہ اکیس سال تک دنیا کے مختلف ممالک میں پھرتے رہے، اور وسط ایشیا میں اپنے پُر زور تبلیغوں سے اسلام کا نور ہر جگہ پھیلا دیا تھا۔ اسی اثنا میں کشمیر بھی آتے رہے۔ پہلی دفعہ جب یہاں تشریف لائے تھے تو یہاں شہاب الدین کی حکومت تھی اور چار ماہ تک قیام فرمایا تھا، پھر حج کو چلے گئے۔ دوسری دفعہ آئے تو یہاں قطب الدین کی حکومت تھی۔ اس دفعہ ڈھائی سال کشمیر میں ہی گزارے، اپنے خلیفوں اور طالبوں کو کشمیر کے طول و عرض میں پھیلا دیا جو دیہاتوں میں سرگرم تبلیغ ہو گئے تھے اُن کے پُر اثر تبلیغوں سے بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے تھے۔ اسکے بعد آنجناب علیہ الرحمہ لداخ اور ترکستان بھی تشریف لے گئے تھے (مسلسل حاشیہ اگلا صفحہ)

Marfat.com

یہ بات تحقیق کو پہونچی ہے کہ آنجناب رضؓ کے ساتھ قریباً سات سو سادات بھی کشمیر آئے تھے۔ جن میں خدماء، رفقاء، خلفاء اور دیگر متعلقین بھی شامل تھے۔ جب ان بزرگوں کا وہ مقدس قافلہ وادی میں داخل ہوا تو وہ اس ولایت بے نظیر کے مختلف اطراف میں پھیل گئے اور یہاں لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ ان بزرگوں نے اپنی عبادت، اخلاق اور سچی تعلیم سے لوگوں کو مشرف اور منور کیا۔ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود علاءالدین پورہ سری نگر میں نزول فرما ہوئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور وہاں بھی خدا کا پیغام پہونچایا تھا۔ اس سفر کے دوران آپ کشمیر بھی آئے تھے اور یہاں قیام بھی کیا تھا، یہاں بیٹھ کر بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالی تھیں جن میں **ذخیرۃ الملوک** اور **اوراد فتحیہ** " خاص طور مشہور ہیں۔ اوراد شریف کو یہاں کے لوگ آج بھی ہر مسجد میں صبح کے وقت اجتماعی طور پر پڑھا کرتے ہیں۔ یہ ایک وظیفہ ہے جس میں توحید کا رس بھرا ہوا لگتا ہے۔

حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ نے سکونت کے دوران کشمیر میں کافی مجاہدے کئے۔ جتنے سنگین بت خانے اور مندر رہ گئے تھے ان کو مسمار کرا دیا تھا پھر ہر جگہ پر مساجد تعمیر کرائی تھیں۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے عبادت شاقہ میں عمر گزاری تھی۔ نہایت چھوٹی عمر میں قرآن شریف کو حفظ کر لیا تھا آنجناب رضؓ نے بڑھاپے میں نکاح بھی کر لیا تھا جن سے ان کا مایہ ناز فرزند دلبند اور عظیم الشان خلف حضرت میر محمد ہمدانی (اگلے پر مسلسل حاشیہ)

Marfat.com

جہاں ایک پرانا مندر تھا۔ یہیں بہر خمس اوقات کے لئے دریائے جہلم کے کنارے مشرق کی طرف ایک مربعی صفہ بھی تعمیر کرایا تھا جہاں پہ عبادات میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور جو بعد میں خانقاہ فیض پناہ کے مبارک نام سے آراستہ و پیراستہ ہو گئی تھی (آج اسی کو خانقاہ معلی کہتے ہیں)۔ یہاں بیٹھ کر آنجناب نے سخت عبادت و ریاضت فرمائی تھی۔ یہی مقدس جگہ ان کے تبلیغ کا مرکز اور لوگوں کو ہدایت یاب کرنے کا منبع بن گئی تھی۔ سلطان کشمیر بھی خود امیروں، وزیروں اور درباریوں کے ساتھ آنجناب رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا، اور خدام کے صف میں بیٹھا کرتا تھا۔ وہ وفور محبت اور ارادت سے آداب کے تمام لوازم بجا لاتا تھا، پھر اعتقاد اور خلوص کے ساتھ صحبت با برکت میں بیٹھ کر فیضیاب ہو کر جاتا تھا۔ وہ سب شاہی لوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

قدس اللہ سرہٗ پیدا ہوئے جو والد بزرگوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وفات کے وقت بارہ سال کے تھے۔ تیسری بار حضرت امیر کبیر رضؓ ۷۸۵ھ میں یہاں پھر تشریف لائے، لیکن بڑھاپے کی کمزوری کے ساتھ صحت بھی بگڑ چکی تھی اس لئے حج بیت اللہ کی غرض سے پکلی کی طرف سے روانہ ہو گئے اور سوات میں انتقال فرمایا — واقعات کشمیر کے مطابق چھ ماہ بعد ان کا جسد پاک ختلان پہونچا کر دفن کیا گیا تھا۔ جو روسی ترکستان میں آج بھی مرجع خلائق اور زیارت گاہ عالم و عالمیان ہے۔

رضی اللہ عنہٗ ورضو عنہٗ۔۲

Marfat.com

نصیحتیں سنتے اور ان پر مکمل عمل کرتے تھے۔

غرض سلطان دیگر احکام کے ساتھ آنجناب رضی اللہ عنہ کے تبلیغ اور وعظ و پند سے حظ تمام اٹھاتے تھے۔ چنانچہ جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے سلطان نے دو سگی بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح کر رکھا تھا جسے آنجناب رضی اللہ عنہ کے حکم سے فسخ کر دیا اور دونوں بیویوں کو طلاق دیکر الگ کر دیا۔ سلطان نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ اس سرزمین میں ابھی اسلام کی صحیح تعلیم اور سچی شریعت نہیں پہونچی تھی[1]۔

اس سرزمین میں شرعی قوانین اور دیگر احکام اسلام ابھی تک شائع نہیں ہو چکے تھے۔ یہی وجہ تھا کہ خود سلطان نے ابھی تک کافرانہ لباس پہن رکھا تھا۔ چنانچہ بعد میں سیادت پناہ، خلافت دستگاہ، قطب اولیاء غوث صمدانی، محبوب سبحانی میر علی ثانی جناب امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حکم سے ان تمام غلط کاریوں، مشرکانہ طریقوں اور کافرانہ وصفوں کو فوراً ترک کر دیا۔ پھر بادشاہ اور درباریوں نے اسلامی طور طریقے اپنائے۔ حضرت امیر قدس اللہ سرہٗ العزیز نے از راہ شفقت و مہربانی اور بطور نوازش کے اپنی کلاہ مبارکہ کو بھی سلطان قطب الدین کو عنایت فرمائی تھی۔ سلطان نے اس متبرک کلاہ کی مقبولیت کے تمام اداب و احترام بجالائے اور پھر تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے اپنے تاج میں لگا رکھا تھا۔ یہ سنت اور برکت اس کے خاندان میں جاری رہی اور

حاشیہ: [1] اگرچہ بلبل شاہ نے لوگوں کو مسلمان بنا دیا تھا، لیکن شریعت سے ناواقف تھے۔ یہی حال سارے ملک میں تھا، ابھی ہندوانہ رسم بدستور موجود تھے

Marfat.com

فتح شاہ کے آخر وقت تک شاہمیری سلطانوں کے تاجوں کی زینت بنی رہی تھی۔ اس کلاہِ پاک کی برکت سے وہ سب بادشاہ خوشحال رہے۔ مگر جب فتح شاہ نے وفات پائی تو کلاہِ امیریہ کو اپنے کفن میں لپیٹ کر زمین میں لے گیا تھا، تاکہ قبر کی تنگی سے نجات پائے۔ مولانا آنی علیہ الرحمہ فتح شاہ کے عہد کا سب سے بڑا علامہ اور عارف تھا، نے اُسے دیکھ کر کہا تھا: کہ:

"برکت و سلطنت را زیرِ زمین بردند۔"

پھر ایسا ہی ہوا اور شاہمیری خاندان میں زوال کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ آخر اس خاندان سے حکومت ہی کھسک گئی اور چکوں کے ہاتھ لگی۔ چنانچہ ان مذکورات کو اسی کتاب کے آئندہ اوراق میں جگہ دی جائے گی۔ اور ان واقعات کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کریں گے۔

پرانی تاریخوں میں اس قطب الاقطاب جناب امیر کبیر رضی اللہ عنہٗ کے قدوم مبارک کو ۷۸۱ھ لکھا گیا ہے اور پھر ان کی مراجعت ۷۸۲ھ مذکور ہے۔ لیکن اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں۔ بلکہ اس کے باوجود کہ آنجناب رضی اللہ عنہٗ نے چھ سال تک کشمیر میں توقف فرمایا تھا۔ عقل کا یہی تقاضا ہے کہ آپؓ نے کشمیر جنت نظیر میں کئی بار نزول فرمایا تھا۔ جیسا کہ مشہور بلکہ مذکور ہے کہ انہوں نے اس بلدہ کو تین سال تک اپنی قیام سے مزیّن اور مشرف فرمایا تھا۔ آنجناب رضی اللہ عنہٗ کا تین بار سیر و تفریح کرنا اور عالم میں پھرتے رہنا اسی

Marfat.com

بات کا مؤید ہے کہ وہ تین بار یہاں آئے ہیں۔

"قاضی ابراہیم ولد حمید الدین جو اس عہد کے قریب تر تھے" نے اپنی تاریخ میں اسی معنی کو لیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"علی اے حال بالائے صفہ در جائے کہ ایں وقت حجرۂ خاص است اکثر اوقات سکوت مے فرمودند۔"

غرض جب حضرت امیر قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اس سرزمین سے واپس جانے کا قصد فرمایا تو سلطان قطب الدین سے التماس پر مولانا محمد قاری قدس اللہ سرہٗ، جو آپؓ کے ہمراہ تھے، کو یہیں اقامت کرنے کا حکم دیا اور باقی رفقاء کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے۔ جب سوادِ اکبر میں وارد ہوئے تو آنجناب علیہ الرحمہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا آئی:

"یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ"

تو اُن کی روح پر فتوح اور نفسِ ولایت بخش نے عرشِ الٰہی کے سائے کی طرف پرواز کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" یہ ذی الحجہ ۷۸۶ھ تھا۔ چونکہ آں قطب عالم رضی اللہ عنہٗ انقضائے نفس کے وقت:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کا ورد فرما رہے تھے۔ اس لئے یہی ان کا تاریخ یعنی سنہ وفات بھی واقعہ ہوا تھا۔ یعنی ۷۸۶ھ آنجناب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنی ساری عمر تبلیغ دین اور قرآن خوانی میں گذاری تھی۔ پھر شب و روز کے لمحات عبادت و ریاضت میں بسر فرمائے تھے۔ وہ درحقیقت شاہباز، بلند پرواز لامکانی تھے، جس کا آشیانہ عرشِ الٰہی تھا۔ کسی نے ان کا تاریخ وفات یوں کہا تھا، قطعۂ تاریخ:

Marfat.com

مفخرِ عارفان شہِ ہمدان ❖ کز دمش باغ معرفت بشگفت
مظہرِ نورِ حق کہ رویش را !
عاقبت از جہانیان بنہفت
عقل تاریخ سالِ رحلت او ❖ سید ما علی ثانی گفت
ایضاً ۔ یعنے آں بانیٔ مسلمانی !
میر سید علیؒ ہمدانی

حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد اہلِ کشمیر، اہلِ طایفان اور بکلی والوں کے درمیان آنجنابؓ کے مدفن کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ان دعویداروں میں ہر ایک کا طایفہ آنجنابؓ کو لے کر اپنی سرزمین میں دفن کرنا چاہتا تھا۔ آخر غسل و جنازہ کے بعد شیخ قوام الدین علیہ الرحمہ جو آں جناب رضی اللہ عنہ کے خاص خادموں میں سے تھے اور باختصاص طالبوں میں شمار کئے جاتے تھےؒ نے کہا: کہ سب دعویداروں میں سے جو بھی آنجنابؓ کو اٹھا سکے لے جائے اور اپنی سرزمین میں دفن کرے" ۔ یہ سن کر ہر ایک نے کوشش کی مگر تابوت شریف کو کوئی ہلا نہ سکا۔ آخر اسی بزرگ قوام الدینؒ نے اکیلے تابوت شریف کو کندھوں پر اٹھایا تھا۔ پھر ان کے ملازموں نے جسمِ اقدس کو سوادِ اکبر اور چرار کے کوہستانوں کی راہ سے لیتے ہوئے ختلان پہنچا دیا اور وہاں آنجنابؓ کے جسدِ خاکی کو ۵ جمادی الآخر کو دفن کیا گیا تھا جہاں ایک عظیم الشان زیارت گاہ بن گئی ہے جو عالم دنیا کے شایقوں کا مرجع بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کو شیخ محمود مزدکانی علیہ الرحمہ سے ایک علم بھی عطا ہوئی تھی جو آنجناب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کئی بار حرمین شریفین میں بھی پہونچی تھی۔ وفات کے بعد وہ علم شریف لدّی ماگرے علیہ الرحمہ نے واپس کشمیر لائی تھی اور سرینگر میں خانقاہ معلیٰ کے حجرۂ خاص میں نصب کر دی گئی تھی۔ سلطان قطب الدین اعیانِ سلطنت کے ساتھ اس کی زیارت کرتے تھے۔ الغرض حضرت سید السادات منبع البرکات یعنے حضرت امیر کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری و باطنی کمالات کی ذکر کرنا عین جرءت بلکہ جسارت ہوگی۔ خانقاہ معلیٰ کی تفصیلی داستان تفصیت ثمرات میں شرح و بسط کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب میں بھی اپنے مواقع پر جستہ جستہ حالات مرقوم قلم ہوں گے۔ چونکہ وہی خانقاہ فیض پناہ آنجناب رضی کے خمسۂ اوقات کے لئے مخصوص تھی جس میں دیگر عبادات، وظائف اور تبلیغ دین کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اس لئے وہ خانقاہ تب سے اب تک ہمیشہ معمور ہوتی چلی آئی ہے۔ اگرچہ اس کی تعمیر آج تک بتکرار ہوتی رہی ہے، اور ہر بار شاندار طریقے سے بنائی گئی ہے۔ خانقاہ آج بھی خاص و عام کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اس کی عمارت سرینگر کے عجیب و غریب تعمیرات میں سے ایک ہے۔ ے

بر زمینیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود ❖ سالہا سجدہ گاہ صاحب نظران خواہد بود

حضرت امیر کبیر رضی کا نسب نامہ :۔ یہ ہے: سید علی ہمدانی رضی ابن میر سید شہاب الدین ابن میر سید محمد ابن میر سید علی ابن میر سید یوسف

ابن میر سیّد شرف الدین، ابن میر سید محب الدین، ابن میر سید محمد ثانی، ابن میر سیّد جعفر، ابن میر سیّد عبداللہ، ابن میر سیّد محمد اوّل، ابن میر سید علی حسن، ابن میر سیّد حسین، ابن میر سید جعفر الحجۃ، ابن میر سیّد عبداللہ زاہد، ابن امام ہمام حضرت زین العابدین، یعنے علی بن حسین السعید الشہداء رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

چونکہ اس رسالہ کے اصلی تسوید کا مقصد حضرات سادات عظام ومشائخ کرام علیہم رحمۃ اللہ ربّ الانام کی ذکر خیر ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس کتاب کا مسطور الصدق دستور ان کی ذکر مبارک سے ہی زیب وزینت بخشی جائے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

آں جمعے کہ ہستند شہ وشاہ نشان ❖ غمخوار وغم خورندہ درویشان

خواہی کہ کمال قدر انسان دانی

دریاب زحال خلفاء ایشان

Marfat.com

عہدِ سلاطین کے بزرگانِ کشمیر

(الف) سلطان قطب الدین کے عہد تک کے

بزرگان

۱۔ مقربِ بارگاہِ ربانی حضرت میر سید حسین سامانی رح

آں جناب علیہ الرحمہ کو بعض لوگ سمنانی بھی کہتے ہیں۔ سمنان ایران میں ایک شہر کا نام ہے۔ وہ ہر دہی الاصل تھے اور فتنوں کی وجہ سے ہندوستان آئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا کہ انہوں نے یہاں سامانہ میں سکونت کیا ہو گا جو دہلی کے نواح میں ایک قصبہ ہے۔ تو اسی وجہ سے سامانی کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ سادات سامان مشہور ہیں۔ مگر سمنانی ہونے کی روایت زیادہ قوی اور معتبر ہے۔ بلکہ صحیح تر یہی روایت لگتی ہے، جو متواتر ہے۔

جناب سید حسین مسطور علیہ الرحمہ ابن سید تاج الدین حضرت سید محمد علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے، جو حضرت میر سید شہاب الدین علیہ الرحمہ کے برادر زادہ تھے اور وہ حضرت امیر علیہ الرحمہ کے والد گرامی ہیں۔

جناب سید حسین رح حضرت امیر رض کے حکم سے کشمیر آئے تھے۔ تاکہ یہاں کے حالات اور راستے وغیرہ معلوم کریں۔ آنجناب سلطان شہاب

Marfat.com

الدین کے عہدِ حکومت میں یہاں پہونچے تھے اس وقت جناب امیر کبیر رضی اللہ عنہ خود غور میں مقیم تھے۔ سید حسین علیہ الرحمۃ کشمیر میں داخل ہو گئے تو ان کے ساتھ اہل و عیال کے علاوہ دیگر متعلقین بھی تھے انہوں نے ان سب کے ساتھ یہیں سکونت اختیار کی۔ مشہور ہے کہ پیر پنجال کے پہاڑ پر پہونچ کر ان کا گھوڑا تھک گیا تھا اور چونکہ وہاں اترنے کا کوئی موقعہ نہ تھا اس لئے آنجناب گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر پر سوار ہو گئے تھے، اور پھر اسی پتھر کو راہوار گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑایا تھا۔ منزل طے کرکے اس پتھر نے آنجنابؒ کو آن کی آن میں سرینگر پہونچا دیا تھا۔ مگر شہرت پانے کے خوف سے انہوں نے پتھر کو وہیں چھوڑا اور خود اتر آئے۔ اس پتھر کو آج بھی لوگ "بیرہ پل" کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرتؒ نے کولگام میں ویشنو دریا کے کنارے مقام کیا۔ چونکہ یہاں کا آب و ہوا خوشگوار تھا، اس لئے انہوں نے اسی جگہ پر سکونت کیا۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان کے پیچھے ان کا فرزند اور ایک بھتیجہ یعنی سید حسن اور سید جنید علیہما الرحمۃ کو بھی بھیجدیا تھا۔ ادھر حضرت سمنانی علیہ الرحمۃ نے کشمیر کو امیر تیمور کے تسلط سے محفوظ پایا تو اس صورت حال کی اطلاع حضرت امیرؓ کو لکھ بھیجی۔ اسی اطلاع کے مطابق آنجناب رضی اللہ عنہ نے اپنی تشریف آوری کا عزم بالجزم مکمل اور مستحکم فرمایا تھا۔

سید حسین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کولگام میں سکونت اختیار کرکے لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے۔ انہوں نے ظاہری و باطنی فیوض کو سرطرف

Marfat.com

سے بکھیر دیا اور ایک عالم کو بہرہ ور فرمایا۔ یہاں کا آب و آتش اُن کے قبضے اور تصرف میں تھا۔ اس لئے بے شمار کشف و کرامات بھی ظاہر فرمائے۔ جو آج تک مشہور ہیں

شیخ المرتاضین حضرت شیخ نورالدین ولی رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر کیموہ سے نکل کر باطنی سلوک تحقیق کرنے کے لئے آپؒ کے پاس آیا کرتے تھے، اور وہاں پر رہ کر معنوی فوائد حاصل کرتے تھے۔ قطب اقطاب علیہ الرحمہ بھی دل وجان سے ان کی تربیت فرما رہے تھے۔ ایک دن حضرت شیخ علیہ الرحمہ کو آنجنابؒ کے استراحت میں ہونے کی وجہ سے ملاقات میسر نہ ہو سکی تو صرف اپنی نظر ان کے خوابگاہ تک پہونچائی اور جواب پاکر واپس چلے آئے حضرت میر سید حیدر علیہ الرحمہ بھی کرامات اور جذبات کے مظہر تھے۔ ان سے بھی کافی کشف و کرامات مشہور ہیں، وہ عطیات پروردگار کے برابر مصدر و مظہر تھے۔ انھوں نے بھی اپنی ہمت سے کافی لوگوں کو فیضیاب کر دیا تھا اور بے شمار گمراہ شدہ ان سے ہدایت یاب ہو گئے تھے۔ وہ دونوں حضرات رحلت کرنے کے بعد کولگام کے پُر فضا مقام پر آسودہ ہو گئے ہیں۔ علیہما الرحمۃ اللہ۔

۲۔ سیادت ہدایت آئین حضرت سید جمال الدین عطائیؒ

آنجنابؒ سادات عالی درجات میں سے تھے۔ وہ کرامات اور جذبات کے مظہر تھے۔ وہ بھی حضرت امیر کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کشمیر آئے اور پھر اپنے روحانی کمال سے اس گلپوش سبز وادی کو زیب و زینت

Marfat.com

بخشدی۔ چونکہ وہ بھی متاہل تھے۔ اس لئے آں جناب رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بعد آپؒ نے یہیں سکونت کیا۔ ان کے ساتھ اور بھی بزرگ، سادات، عقیدتمند اور خودان کے اہل بیت بھی تھے۔ آخر پر آنجنابؒ نے رحلت پائی، تو پرگنہ کھاور پارہ کے موضع جہتر میں، جو اطراف بارہمولہ میں ایک گاؤں تھا، کے محلہ کیجہامہ میں مدفون ہو گئے تھے۔ وہ جگہ آج تک فیض و برکت سے پُر ہے۔ اکثر ارباب باطن نے وہاں سے کافی فتوحات اور برکات حاصل کئے ہیں۔ آج بھی اہلِ دل حضرات وہاں پر حاضری دیتے ہیں۔

۳۔ قدوۂ اصحاب حال حضرت سید کمالؒ

آنجنابؒ ایک عالی شان سیّد تھے۔ جس نے حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کشمیر میں تشریف لایا تھا۔ وہ بھی صاحب کشف و کمالات اور قوی الحالات بزرگ تھے، جو حضرت سید السادات رضؓ کے حکم سے سلطان قطب الدّین کو احکام شریعت کی تعلیم دینے، دین اسلام کے احکام سمجھانے اور تربیت کرنے کی غرض سے یہاں آئے تھے۔ پھر وہ یہیں بس بھی گئے۔ انہوں نے اپنا مفوّضہ کام بطریقِ احسن انجام دیا۔ اور آخر جب دُنیا سے رخصت ہوئے تو سرینگر کے محلہ قطب الدّین پورہ میں آسودہ ہو گئے۔

۴۔ اسوۂ اوتاد و ابدال حضرت سیّد کمال ثانیؒ

Marfat.com

حضرت سید کمال ثانی علیہ الرحمہ بھی حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں سے تھے اور متاہل ہونے کی وجہ سے سنگر میں سکونت پذیر ہوگئے۔ آج وہ علاقہ پائین کے موضع نایدکھئے مں آسودہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

۵۔ قطب ارباب الیقین حضرت سید جمال الدین محدثؒ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت امیر کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رفقاء میں سے تھے۔ اور خاص ان کی تربیت یافتہ جماعت کے رکن تھے۔ وہ علامہ روزگار اور برگزیدۂ پروردگار تھے۔ انہوں نے سلطان قطب الدین کے التماس پر اسی شہر بہشت آئین میں سکونت کرنے کی اجازت حضرت امیر کبیرؓ سے حاصل کی تھی، تاکہ وہ حکام کو آداب دین سکھائے اور تعلیم و تربیت کرے، پھر آنجنابؒ اسی سرزمین میں عمر بھر لوگوں کو فیض و برکات سے سرشار کرتے رہے۔ جب رحلت فرمائی تو آریوت کے محلہ میں دریائے جہلم کے کنارے آسودہ ہوگئے۔ چونکہ اس جگہ دوسرے اکابر اولیاء بھی مدفون ہیں۔ اس لئے یہ جگہ بھی فیوض و برکات کی کان اور انوار و اسرار کی معدن ہے۔ ٭

۶۔ سید فیروز المعروف بہ جلال الدینؒ

آنصاحب علیہ الرحمہ بھی حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ وہ بھی آخر آپؓ کے حکم سے کشمیر ہی میں سکونت کر گئے۔ وہ نہایت

Marfat.com

عالی مرتبت بزرگ اعلیٰ مقام کے سیّد تھے۔ انہوں نے آخر پرگنہ وہلو کے موضع سمپور میں رحلت فرمائی تھی اور پھر وہیں آسودہ بھی ہو گئے تھے، وہ جگہ دریائے جہلم کے کنارے ایک مشرب ہے۔ جہاں سے زعفران زار شروع ہو جاتے ہیں۔

۷۔ مظہر مفاخر و مجمع مکارم سیّد محمد کاظمؒ

آنصاحب بھی حضرت سیّد علی ثانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے رفیقوں میں سے تھے۔ وہ ایک صاحب ریاضات قویہ اور ایک باکمال بزرگ تھے۔ اس لئے طے ارض بھی کیا کرتے تھے، وہی بزرگ حضرت امیرؓ کے کتبخانہ کے حوالدار بھی تھے۔ جب حضرت سیّدؒ نے موضع پانپور میں ان سے فتوحات کی کتاب طلب فرمائی جو طالقان میں رہ گئی تھی، تو سیّد مذکور نے طے مکان کرکے آن کی آن میں اس کتاب کو طالقان سے اٹھا لاکر حضرت امیرؓ کے سامنے رکھدی۔ اسی طرح جب لتہ پورہ کے بت خانے کو، جو اس زمانے میں نہایت مشہور تھا، ویران کر دیا گیا ان سے کرامات کا ظہور ہوا۔ آخر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسی جگہ سکونت پذیر ہو گئے تاکہ ان اطراف میں خاص و عام اور صغیر و کبیر سب کو ہدایت کی طرف رہنمائی کریں۔ پھر جب انہوں نے رحلت کی تو اسی جگہ پر آسودہ ہو گئے تھے۔ آج وہ وہاں "سیّد قاضی" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

Marfat.com

۹۔ حضرات میر سید رکن الدینؒ اور سید فخر الدینؒ :۔

آنجنابان علیہما الرحمہ دو بھائی تھے، وہ دونوں بزرگ صاحب تجرید و تفرید تھے۔ دونوں بھائی ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور تھے۔ انہوں نے امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے موضع آون پورہ میں سکونت اختیار کی تھی، جو پرگنۂ اولر میں واقع ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے جب رحلت کی تو اسی جگہ موضع آون پورہ میں مدفون ہو گئے تھے جو ایک خاصا بڑا گاؤں تھا۔:

۱۰۔ قطب امجد سید محمد قریشیؒ :۔

آنصاحب علیہ الرحمہ بھی جناب حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے بزرگ صاحب حالات علیہ سید تھے۔ پھر حضرت امیرؓ کے حکم سے بیجبارہ کے بت خانے کو منہدم کرنے پر مقرر ہو گئے تھے۔ وہ مندر اس زمانے میں نہایت مزین، مکلف اور منقش تھا۔ اس کی سجاوٹ پر ہندو راجوں نے کافی دولت خرچ کی تھی۔ حضرت قریشی علیہ الرحمہ نے اس مندر کو مسمار کر دیا، اور اس میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ چھوٹے بڑے بتوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا تھا، پورے مندر کا نام و نشان مٹا دیا اور پھر اس جگہ پر ایک نہایت ہی شاندار مسجد شریف تعمیر کرائی تھی جو "مسجد کلان" کہلاتی تھی۔ جو ایک عظیم الشان عبادت گاہ بن گئی تھی۔ بہرحال

Marfat.com

جب آنجناب علیہ الرحمہ نے وفات پائی تو اسی گاؤں میں اسی جگہ پر دفن ہو گئے تھے۔ آج مسجد شریف کے متصل ہی ان کا مقبرہ بھی موجود ہے جو زیارت گاہ ہے۔

۱۱/۱۲۔ میر سیّد عزیز اللہ و سیّد میر محمد مرادؒ۔

آنجنابان علیہما الرحمہ دونوں سید محمد قریشی علیہ الرحمہ کے رفقاء میں سے تھے آخر جب دونوں حضرات بزرگواران نے رحلت فرمائی تھی تو انہی کے مقبرے کے اندر قرب و جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں حضرات بڑے مرتاض تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی تبلیغِ دین اور عبادتِ الٰہی میں صرف کی تھی۔ اس لئے اس مسجد شریف اور مقبرے سے اہل اللہ بے خبر نہیں۔

۱۳۔ حضرت سیّد احمد قریشیؒ۔

حضرت سید احمد قریشی علیہ الرحمہ حضرت سیّد محمد قریشی علیہ الرحمہ کے برادر زادہ تھے۔ وہ نہایت عالی ہمت، مظہرِ قدرت اور صاحبِ بصیرت بزرگ تھے۔ انہوں نے جب وفات پائی تو پرگنہ شادورہ کے موضع لتر میں مدفون ہو گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب کے لکھنے سے گیارہ سال پہلے راقم نے (خواجہ صاحبؒ) موضع بجبہارہ میں جاکر حضرت سیّد محمد علیہ الرحمہ کی تربت شریف کی زیارت کی۔ اور جامع مسجد میں، جہاں آنجنابؒ کا آستانہ بھی ہے۔

Marfat.com

ایک سکوت کیا۔ اس کے بعد عازمِ لِتر ہوا وہاں مجھے اپنا ایک تعلق بھی تھا۔ اس کے علاوہ حضرت سیّد محمد علیہ الرّحمہ سے روحانی طور پر ایک اشارہ بھی ملا تھا، بلکہ ایک خبر دی گئی تھی جو آنجناب کی برادری پر مشتمل تھی۔ خیر جب موضع لِتر میں پہونچ کر آستانۂ شریف کی زیارت سے مشرّف ہوا تو وہاں کے رہنے والوں سے پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا: کہ "یہ حضرت سیّد محمد علیہ الرّحمہ کے حقیقی برادر ہیں ـــ" (جو بھباڑہ کی مسجد کلاں میں آسودہ ہیں۔)

اس کے بعد چند سال ہو گئے اور میں پھر قریۂ مذکورہ میں چلا گیا، وہاں ایک مشوّش خبر سن کر مجھے دل میں تردّد ہوا۔ کیونکہ وہ خبر خلل کلّی رکھتی تھی۔ میں نے شہر واپس آنے کے لئے عزم کیا اور حضرت سیدؒ کے آستانہ پر رخصت لینے کی غرض سے گیا۔ وہاں تھوڑا وقت بیٹھتے رہا۔ تو آنجنابؒ نے ایک غایت طریقے سے میرے اس تردّد کو رفع فرمایا اور مجھے کامل طور پر تشفی دی۔ پھر گمان کے برخلاف واقعہ خیر سے گذرا، اس کے بعد میرے دل میں ہرگز خدشہ نہ رہا۔ اس کے باوجود کہ شہر کا حاکم واقف تھا، وہ اصرار کرنے کا جرءت نہ کرتا اور نہ کوئی طاقت رکھتا تھا۔ الحمدُ للہ علیٰ ذالک

۱۴- مولانا پیر محمد قادریؒ :-

آنصاحب قرآن پاک کے حافظ اور ہفت قرائت کے ماہر تھے وہ علوم ظاہریہ اور علوم باطنیہ کے بھی جامع تھے۔ وہ حضرت امیر کبیر

Marfat.com

میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق سلطان قطب الدین اور ان کے اہلِ خاندان کی تعلیم و تربیت کی غرض سے شہر میں ہی مقیم رہے۔ اس طرح آنجناب نے اہلِ کشمیر کو ہدایت یاب کر دیا تھا جب انہوں نے رحلت پائی تو محلہ لنگرہٹہ میں سلطان قطب الدین بادشاہ کے مقبرے میں مدفون ہو گئے تھے۔ وہ مقبرہ آج بھی محل فیض و معدنِ برکات ہے۔ ٭

۱۵۔ مظہر القان شیخ سلیمانؒ:-

آنجنابؒ ہندوؤں کے ایک رئیس طائفہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اس کا نام تھا "شرکت جی" جب ازلی وجد اور جذبہ نے ان کی رہنمائی کی تو وہ مدرسۂ اسلام میں آیا کرتا تھا۔ اس طرح اس نے قرآن شریف حفظ کیا پھر اپنے قوم کے خوف سے کہ وہ اس کی اطلاع پاتے ہی پکڑ لیں گے، وہ شہر سے فرار ہوا اور بھاگ کر سمرقند میں دم لیا۔ وہاں سے علوم اسلامیہ کی لازوال دولت اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس شہر لوٹ آئے۔ مگر بنی اعمام کی عداوت نے پھر بھاگنے پر مجبور کیا۔ پھر اس دفعہ بھاگ کر کولاب پہنچے اور وہاں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کی ملازمت کا شرف پایا۔ حضرت سید السادات رضؓ نے اس سے گھر اور وطن کے متعلق استفسار کیا تو اس نے ساری کہانی عرض کی۔ حضرت امیرؓ نے پھر شرکت جی کو شیخ سلیمان نام رکھا۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے اسی نسبت سے کشمیر کو بھی "باغ سلیمان" کا نام دیا۔ اس کا بیٹا جو اس کے

Marfat.com

ساتھ تھا، "احمد" کے نام سے موسوم ہوا۔ وہ بھی مورد الطاف ہوا اور حضرت امیرؓ سے تعلیم و تربیت پاکر فائز ہوا۔ شیخ سلیمان علیہ الرحمہ جامع مسجد کے جوار میں حضرت شیخ محمد نورستانی علیہ الرحمہ کے روبرو دفن کئے گئے تھے۔

۱۶۔ شیخ احمد خوشخوانؒ :۔

آنصاحب علیہ الرحمہ حضرت شیخ سلیمان علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ کثیر الایقان والد بزرگوار کے ساتھ ہی مشرف ہو گئے تھے۔ پھر اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں ہی حضرت امیرؓ کی خدمت میں آئے تھے جہاں سعادت ابدی پائی۔ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشمیر میں ورود مسعود کے زمانے میں ہی وہ منظور نظر ہو چکے تھے، ان پر اس امام الانامؓ کا سایہ و اکرام کافی زیادہ تھا۔ حضرت امیرؓ کے کولاب سے مراجعت کے بعد وہ وہیں مسند خلافت پر سرفراز ہو چکے تھے۔ بلکہ اپنے والد بزرگوار شیخ سلیمانؒ کی تربیت کرنے کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سپرد کر دی گئی تھی جو اب ریش سفید ہو گئے تھے، جب اس کے متعلق آں سیادت انتسابؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

"ریش کی سفیدی خلافت کی باعث نہیں بن سکتی، بلکہ یہ عنایت الٰہی کا کام ہے۔"

غرض آنصاحب علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد ارشاد کی سجادہ پر شیخ احمد علیہ الرحمہ نے استقامت کیا اور ایک عالم کو فیض پہونچایا۔ چونکہ وہ

Marfat.com

قرآن مجید کی تلاوت میٹھی زبان میں کرتے تھے۔ اس لئے خوش خوان کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ وفات کے بعد اپنے پدر بزرگوار کے پاس ہی سید نورستانیؒ کے مقبرے میں وہ بھی آسودہ ہو گئے تھے۔ دو مقبروں کے درمیان ایک عام راستہ ہے۔ اس وقت بھی حضرت سیدؒ کا مقبرہ شارع عام پر نمایاں ہے۔ اور شیخ احمد علیہ الرحمہ کا مقبرہ دیوار کے اندر ایک پوشیدہ جگہ پر واقع ہے۔ اکثر حضرات اس مزار کے انوار کی خبریں دیتے ہیں۔ تاہم حضرت میر محمد قادری علیہ الرحمہ المعروف بہ پیر حاجی محمد علیہ الرحمہ کا آمد و رفت لوگوں میں مشہور ہے۔ وہ وہاں متواتر آتے رہتے اور فیض و برکت سے اپنا دامن بھر دیتے تھے۔ ؛

۱۷۔ حضرت شیخ بہاؤالدینؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک گاؤں میں آسودہ ہیں۔ جو پرگنہ کردین میں پڑتا ہے۔ وہ بھی باکمال بزرگ تھے۔ ؛

۱۸۔ حضرت سید محمد سراجؒ :۔

حضرت سید محمد سراج علیہ الرحمہ، حضرت سید محمد حصاری علیہ الرحمہ کے بھائی تھے۔ وہ وفات پانے کے بعد محلۂ "نندی واری" جس کو آج نندہ پورہ کہتے ہیں، میں مدفون ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں نندہ واری ایک چھوٹا سا جزیرہ نما تھا (نندپورہ)

Marfat.com

۱۹۔ حضرت سید محمد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک صاحبِ کمال بزرگ تھے۔ اور سکندر پورہ کے ایک محلہ میں آسودہ ہیں۔ جسے آج "حسین شاہ امکون" یعنی حسین شاہ کا صحن کہتے ہیں۔ ان کا مقبرہ آج بھی فتوحات کا محل ہے جو نالہ مار کے کنارے پر واقع ہے۔ اسے "مشربِ خواجگان" یعنی "خوجہ یارہ بل" کہتے ہیں۔ دوسرے سادات عالی درجات بھی اس مزارِ پُر انوار میں مدفون ہیں۔

۲۰۔ حضرت میر سید علین پوش رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ کو قدیم لوگ "آہن پوش" بھی کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت سرینگر کے محلہ "کنہ کدل" میں آسودہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے شہرت کو کبھی پسند نہ کیا تھا۔ شاید علین پوش ہونے کا یہی وجہ ہے۔

۲۱۔ **حضرت سید بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ:۔** آنجنابؒ موضع دیدر میں آسودہ ہیں۔ جو پرگنہ "کرومن" میں واقع ہے، ایک باکمال بزرگ تھے۔

۲۲۔ **سید حق آگاہ سید نعمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔** آنجنابؒ بھی حضرت امیر کبیرؒ کے رفقاء میں سے تھے اور قصبہ پانپور میں آسودہ ہیں۔ ان کا مقبرہ حضرتِ ولایت دستگاہ خواجہ مسعود پانپوریؒ کے مقبرۂ مطہرہ کے ذرا اوپر کی طرف واقع ہے۔

Marfat.com

۱۴

مقرّبِ ربّانی حضرت سیّد میر محمد ہمدانی رض

آں جناب زبدۂ دودمانِ سیادت، مقرب ربّانی جناب حضرت سیّد میر محمد ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب سیّد السّادات منبع البرکات یعنے حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان فرزند دلبند تھے۔ انہوں نے بائیس سال کی عمر میں تین سو رفیقوں کے ساتھ اپنا قدومِ میمنت لزوم اس سرزمین خلد برین میں ارزانی فرمایا تھا: یہ سلطان سکندر بت شکن کا عہد تھا۔ سلطان نے بے چون وچرا آنجناب رض کے ارشادات کی اطاعت کی۔ ملک سہہ بٹ جس کا اسلامی نام سیف الدّین تھا اور جو سلطان کا وزیر تھا۔ لوگوں کی ایک بڑی جماعت لے کر آنجنابؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ان میں خاص وعام دونوں قسم کے لوگ شامل تھے، اور وہ سب کے سب اسلام کے شرف سے مشرّف ہو گئے۔ سلطان نے دل و جان سے آنجناب رضی اللہ عنہ کی خدمت اور اطاعت کی۔ پھر سیدہ صالحہ عابدہ یعنے: تاج بی بی خاتون کے ساتھ ان کی نسبت کی، وہ صالحہ حضرت سیّد حسن بہادر کی صبیہ تھیں۔ وہ سیدہ زاہدہ آنجنابؒ کے عقد میں پانچ سال تک رہیں اور پھر رحلت کی۔ وہ "فتح کدل" کے نزدیک مسعود نگر کے مزار سے بالاتر ایک جگہ مدفون ہیں۔

Marfat.com

اس بار عمر کی وفات کے بعد ملک سہد بٹ (سیف الدین) وزیر کی دختر نیک اختر نے آنجناب رضؓ کی محرمیت حاصل کی، مگر ایک ہی سال میں وہ بھی وفات کر گئیں اور پھر موضع کوٹھر میں دفن ہوئیں، جہاں حضرتؒ نے بعد میں ایک باغ لگوایا تھا۔ آج وہ خوش قسمت بی بی "دید مُوجی" کے نام سے مشہور ہے۔ خیر حضرت میر محمّد ھمدانی ابن میر سیّد علی امیر کبیر رضی اللہ عنہما نے کشمیر جنّت نظیر میں پورے بارہ سال گزارے تھے اور یہاں بدعات کا قلع قمع کیا۔ انہوں نے اسلام کی ترویج کی اور تبلیغ دین کرکے اسلام کو ہر طرف پھیلایا، اسی دوران حضرت سیدؒ نے سلطان کے لئے علم تصوّف میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا، جو اُن کو مفید آیا۔ جب سید محمد عصاری علیہ الرحمہ نے سلطان کے دربار میں آکر علمی بحث میں معارضہ کیا جو حضرت میرؓ کے حق میں تھا، تو انہوں نے حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ کی عنایت سے راتوں رات اس پر دسترس پائی اور سلطان کے لئے ایک اور کتاب یعنی "شرح شمسۂ منطق" کے نام سے لکھ ڈالی، جسے بنام سلطان منسوب کی۔

الغرض حضرت سیّد علیہ الرحمہ کی تشریف آوری کی برکت سے سلطان نے ظلم و جبر کو ہٹانے، بدعات کو دُور کرنے اور اسلام کو فروغ دینے میں ایک گونہ کوشش کی۔ وہ سنّت نبوّی علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کو ترویج دینے میں جان و تن سے لگ گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا اسلام آج ہی کشمیر میں پہونچا ہے۔ سلطان نے ان کے لئے چشمہ بونن کے کنارے ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی جس کے اخراجات کو پورا

Marfat.com

کرنے کے لئے موضع پلن وقف کر رکھا گیا تھا۔ مسجد شریف کے صحن کو بھی مزین اور مکلّف کر دیا گیا تھا۔ جو "باغ ارم" کے مشابہ تھا اور وہ تعمیر محمد شاہ کے عہد تک موجود تھی، مگر چنداں طراوت نہ رکھتی تھی۔ صحن بھی اپنا وہ رونق کھو بیٹھا تھا۔ تاہم اکبر بادشاہ کے وقت تک وہ باغ اور خانقاہ بدستور موجود تھے۔ پھر جب مغلیہ بادشاہوں نے یہاں تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا تو اس مسجد شریف کا بنا بھی ان کی عمارات میں آگیا اور مسجد شریف کو حوض کے کنارے لیا گیا۔ دوسرا عالی شان تعمیر یہ ہوا کہ جہاں میر کلاں یعنی حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ نے جہاں پنجوقتہ نماز کے لئے صفہ بنا لیا تھا، اس پر سلطان نے خانقاہ معلی کی تعمیر شروع کی۔ خانقاہ معلی کا ابتدائی تعمیر ۷۹۸ھ میں ہوا تھا اور اس کی تکمیل ۷۹۹ھ میں ہو گیا تھا۔ گویا خانقاہ کا تعمیر پورے ایک سال میں مکمل ہوا۔ اور وہ عالیشان خانقاہ کشمیر میں آج تک مرکز اسلام کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت میر محمد ہمدانی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لعل بدخشاں تھا جو تبرکاً سلطان کو بخشا۔ اس کے عوض سلطان نے ان کو تین (۳) پرگنوں میں تین گاؤں دیئے جو خانقاہ اور خادموں کے اخراجات پورا کرنے کے لئے وقف کر دیئے گئے تھے۔ وہ یہ تھے:

۱۔ پرگنہ "شاورہ" میں موضع وچی،

۲۔ پرگنہ "مارتنڈ" میں موضع لونہ نے،

۳۔ پرگنہ اولیٹ موضع تراّل ۔

خانقاہ کی تولیت کا عہدہ مولانا سعید علیہ الرحمہ کے مقرر نام کیا گیا۔ اور دیہات کو خادموں کی نگران میں دیا گیا تھا۔ جب خانقاہ معلیٰ کی تعمیر تکمیل کو پہونچی، تو حضرت سید علیہ الرحمہ نے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لیا۔ حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد جب آنجناب واپس آرہے تھے تو کولاب میں ٹھہرے اور پھر یہیں رحلت فرمائی تھی۔ آنجناب رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت سید السادات رضی اللہ تعالے عنہ کے آستانۂ عالیہ کے جوار میں آسودہ ہوگئے۔ ان کا تربت شریف بھی آج عظیم زیارت گاہ ہے۔ اِنّا للہِ وَاِنّا اِلیہِ رَاجِعُون

Marfat.com

(ب)۔ ۱۵

سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں بزرگان کشمیر کے حالات

۱۔ مقرب حضرت باری سید محمد حصاری رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کا اصل وطن ساماّن تھا، وہ ایک قریہ ہے جو بلخ سے دس کوس دور ہے۔ جب ان کے آباءِ کرام ساماّن سے نکلکر حصاّر میں آئے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کی تو وہ لوگ "حصاری" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ آنجناب حضرت امیر رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ قریبی قرابت رکھتے تھے۔ وہ ایک عالی مقدار اور باوقار بزرگ تھے انہوں نے جب کشمیر کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تو سلطان کے التماس پر سکندر آنہ میں قیام فرمایا جو سکندر کے گھر کے متصل ہی تھا اس لئے سلطان بھی خود ان کی خدمت میں بلا ناغہ آتے رہتے تھے جب حضرت میر محمد ہمدانی رضی اللہ عنہٗ نے اپنے قدوم پاک سے کشمیر کو رونق بخشا تو سلطان سکندر نے اس اعتقاد سے کہ جو وہ ابا عن جدٍ آنجناب کے ساتھ رکھتے تھے، ان کی خدمت اپنے اوپر لازم قرار دی تھی۔ مگر حضرت میر رضی اللہ عنہٗ کی صغر سنی کو دیکھ کر حضرت حصاری علیہ الرحمہ کے خاطر شریف پر اس سے گرانی گزری اور ان کو ایک قسم کی ناگواری بھی ہو گئی تھی۔ بعض کتابوں میں دیکھا گیا ہے، کہ جب حضرت سید حصاری علیہ الرحمہ اس باب

Marfat.com

میں باطنی توجہ فرماتے تھے تو اسے حضرت میر محمدؒ سے روحانی مدارج مشاہدہ میں آتے تھے۔ حضرت امیر کبیر میر سید علی ھمدانی رضی اللہ عنہ کا توجہ و عنایت ان کے حق میں مفہوم کر لیا تھا تو خود کو حضرت میر محمد رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش کیا، پھر تسلی اور تصدیق کر کے خود ہی خطِ ارشاد کو ان کے سپرد کیا۔ اس سے معلوم ہوتا کہ حضرت حصاریؒ اپنے وقت کے عظیم بزرگ تھے اور وہ عجیب و غریب حالات کے مصدق بھی تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ لوگوں نے آنجناب علیہ الرحمہ کو سارے دن بیہوش پڑے دیکھا، ان کے پوستین کے دامن اور آستینوں سے پانی ابل کر ٹپک رہا تھا۔ بعد میں ان سے باصرار استفسار کیا گیا کہ وہ کیا حالت تھی؟ مگر آنجنابؒ نے کسی سے ظاہر نہ کیا۔ تاہم مخلصوں کا شوق بڑھتا ہی گیا اور ارادتمندوں نے مبالغہ کے ساتھ بالحاح پوچھا: کہ آخر وہ کیا معاملہ تھا؟ آخر مجبور ہو کر ان سے فرمایا:

"میرا ایک عقیدتمند حجاز کی طرف سفر کر رہا تھا، اس کی کشتی کو سمندری طوفان نے پکڑ لیا تھا اور وہ تباہ ہو گئی۔ اس ارادتمند نے میری طرف توجہ کی اور مجھ سے مدد مانگی۔ اسی لئے میں نے اپنی ساری ہمت اس کی کشتی کو بچانے میں صرف کیا۔ وہ اسی کشتی کا پانی تھا جو میں نے اپنی پوستین کے دامن اور آستینوں میں بھر دیا اور بند کر دیا تھا۔"

ایک مدت کے بعد وہ مرید واپس گھر آ پہنچا تو ان لوگوں نے اس سے سفر کے حالات پوچھے اور شائقین بے تاب ہو رہے تھے۔ تو اس

Marfat.com

مرید نے برابر وہی کچھ کہا جو اس سے پہلے حضرت سید علیہ الرحمۃ نے بتایا تھا۔ جب اس نے کہا کہ "پھر ہمارے سید آئے اور ہم کو بچالیا" اس حکایت اور واقعہ کا تاریخ ملالیا تو برابر نکلا۔

حضرت سید علیہ الرحمۃ کبھی متاہل بھی نہ ہوئے تھے بلکہ وہ مجرد اور آزادانہ زندگی گزار کر صرف عبادات میں مشغول رہتے تھے۔ آنجناب نوشہرہ میں آسودہ ہیں۔

۲۔ حضرت سید احمد سامانیؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمۃ، سید کمال الدین ابن سید محمود علیہما الرحمۃ کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے رفقاء میں سے تھے، بلکہ ان کے خاص منسوبوں میں سے شمار کئے۔ وہ صاحب کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ تھے۔ انہوں نے رسالہ تنویر لکھی تھی۔ جو فرائض کے بارے میں تھی اور "دقایق درمیان حقایق" اس میں روشن کئے تھے وہ فتح کدل کے نزدیک آسودہ ہیں۔ آنجناب علیہ الرحمۃ، سید محمد خاوری علیہ الرحمۃ کے مزارِ مقدس کے قرب وجوار میں مدفون ہوئے تھے۔ اس مزار مقدس میں دوسرے عظیم المرتبت سادات عالی درجات بھی دفن ہو چکے ہیں۔ لہٰذا محل فیض وفتوح ہے۔

۳۔ حضرت سید قاضی حسین شیرازیؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمۃ شیراز کے قاضی تھے۔ اس زمانہ میں شیراز سلطان

Marfat.com

تیموریہ اور اہل سنت والجماعت کے قبضہ میں تھا۔ اہلِ تشیعہ اس وقت تک شیراز پر کوئی تسلط نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے حضرت امیر کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کشمیر میں تشریف لایا تھا۔ یہاں سلطان نے ان کی بہت عزت اور تکریم کی، پھر انہوں نے کشمیر میں احکام شریعت کو کافی فروغ دیا تھا۔ وہ صاحبِ تصنیف بھی تھے۔ ان کی ایک کتاب احادیث میں تھی۔ وہ جمع احادیث میں بھی ایک رتبہ رکھتے تھے اسی کتاب میں وہ لکھتے ہیں :

" یہ رسالہ میر محمد ہمدانی علیہ الرحمہ کی نظر سے بھی گزرا ہے۔"

اور وہ رسالہ نادر بھی ہے۔ کیوں کہ وہ حرف، جو علمائے احادیث کے پاس رتبہ رکھتے' اس میں مذکور ہے۔ لیکن بعض مشائخ نے اسے اتفاسے قبولیت نہیں بخشی ہے۔

جب حضرت سید حسین علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی تو وہ دریا کے کنارے مدفون ہوئے تھے، جو فتح کدل سے اوپر کی طرف ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جس کے پشت پر اس وقت حضرت شاہ قاسم حقانی علیہ الرحمہ کا مقبرہ بھی واقع ہے۔ دونوں مقبرے ساتھ ساتھ ہیں۔ حضرت سید حسین علیہ الرحمہ اس زمانے میں لوگوں کی زبان پر " سید قاضی والی " کے نام سے مشہور تھے۔ آنجنابؒ علم و عرفان دونوں کا ایک چشمہ تھے۔ ؂

۴۔ حضرت سید محمد خاورؒی :- آنجناب علیہ الرحمہ صاحب کمالات

Marfat.com

صوری ومعنوی تھے۔ ان کی تصانیف بھی ہیں جن میں ان کی کتاب "شرح لمعات" اور "خاور نامہ"[1] مشہور ہیں۔ وہ طبع بھی موزوں رکھتے تھے۔ اور بڑی اچھی شاعری بھی کرتے تھے۔ آنجناب فتح کدل کے نزدیک ہی حضرت سید احمد سامانی علیہ الرحمہ (جن کی اوپر ذکر ہوئی۔) کے مزار مبارک میں آسودہ ہیں۔ وہ ظاہری اور باطنی علم سے آراستہ تھے۔

۵۔ قدوۃ الواصلین حضرت سید علاء الدینؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ قطب عالیشان مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس اللہ سرہٗ کے اولاد میں سے تھے، جو سلطان سکندر بت شکن کے وقت اہل و عیال کے ساتھ کشمیر میں آئے تھے اور یہاں سکندر پورہ کے ایک گوشے میں اتروا فرمایا تھا۔ ان کے چار والا گہر فرزند بھی تھے، سید فخر الدینؒ اور سید ضیاء الدین علیہما الرحمہ (جو سید زیرک کے نام سے مشہور ہے)۔ سید تاج الدین اور میر سید محمد علیہما الرحمہ یہی ان کے چار فرزند تھے۔ حضرت سید علاء الدین علیہ الرحمہ آپنی آخری عمر میں سلطان کے التماس پر شہر میں آئے تھے، اور یہاں سکندر پورہ کے ایک محلہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے پھر وہیں رحلت بھی فرمائی اور مزار کلاں میں مدفون ہوئے تھے۔ ان کے بعض فرزند بھی وہیں پر دفن

حاشیہ

[1] شاید یہ وہی "خاور نامہ" ہے جسے سید امیر شاہ کریری نے کشمیری میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ یہ نہایت طویل، دلچسپ مگر عجیب داستان ہے۔ (طاہری)

Marfat.com

ہیں۔ مگر سید ضیاءالدین علیہ الرحمہ المعروف بہ سید زیرک موضع "کانڈہ ہامہ" میں مدفون ہیں۔ جو پرگنۂ بیروہ میں ایک گاؤں ہے۔ سید فخر الدین علیہ الرحمہ جوان تھے اور والد بزرگوار کے سامنے ہی رحلت فرمائی تھی۔ سید تاج الدین علیہ الرحمہ چونکہ متاہل تھے لہٰذا سکندرپورہ میں ہی ساکن رہے۔ وہ بھی پرگنۂ بیروہ میں ایک اور گاؤں ہے۔ ان کا کفاف وغیرہ بھی سلطان کے حکم سے مقرر ہوا تھا، اور وہ خود گوشہ نشین ہو کر رہے تھے۔ تاہم اپنا زراعت وغیرہ خود اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کرتے تھے اور اہل و عیال کو رزق حلال سے پالتے تھے۔ سلطان خود اور اکابر امراء ان کی درگاہ پر جا کر حاضری دیتے تھے۔ ان حضرات کا مزار بھی سکندرپورہ میں ہی ہے اس مزار شریف میں اور سادات کی ایک جم غفیر بھی مدفون ہے۔ وہ سب بزرگ آنجناب علیہ الرحمہ کے پیچھے ترتیب وار دفن ہیں یہاں تک کہ چند بزرگوں کی قبریں آج ناپید ہیں۔ لہٰذا وہ ایک خاص محل بابرکت ہے۔

۶۔ سید جلال الدین بخاریؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت میر محمد ہمدانی علیہ الرحمہ کے رفیقوں میں سے تھے، انہوں نے بزرگانِ سادات علماء اور فقراء کے ساتھ کشمیر میں تشریف لایا تھا۔ اس قافلے میں اور بڑے بڑے بزرگوں کی ایک بڑی جماعت شامل تھی۔ آنجناب علیہ الرحمہ ایک بہت بڑے ولی اللہ اور صاحبِ

Marfat.com

کمال بزرگ تھے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو مزار سلاطین میں آسودہ ہو گئے تھے رحمۃ اللہ علیہ و رحمۃ واسعۃ۔ اس مزار پر انوار میں سلاطین، امراء اور علماء کے علاوہ اولیاء کرام کی ایک کثیر تعداد بھی خواب نوشین میں محو ہیں۔

۷۔ عارف عالی گوہر حضرت سید علی اکبرؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک عالی شان سید اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ وہ کشف و کرامات کے مظہر اور فیوض و برکات کے معدن تھے جب انہوں نے رحلت فرمائی تو محلہ تاشوان (تاشوان) میں آسودہ ہوتے۔ تاشوان محلہ ایک شخص تاشی بٹ کے نام پر مشہور ہوا ہے۔ کیونکہ اس محلہ میں اس کے دوکان تھے اس لئے دوکان والے کے نام پر سارے محلہ کا نام تاشوان پڑا تھا۔ جس طرح محلہ شری بٹ ہے، وہ بھی شرہ بٹ کے نام والے ایک شخص سے موسوم ہوا تھا۔ اس زمانہ میں بعض اکابر نے کہا تھا:

سید اکبر کہ ہر مسلمانے ٭ نام اندر نمازشے گوید

دوسرے چھ سات سید بھی ان کے آگے پیچھے اسی جگہ پر دفن ہیں مگر وہ بزرگ غیر معروف ہیں۔ البتہ ایک اور جماعت ہے جو مشہور بھی ہے ان کے اسمائے گرامی بھی لکھنے میں آئیں گے جن کو ہم اپنی اپنی جگہ مناسب اوقات میں لکھ لیں۔ انشاء اللہ تاکہ ان کی حقیقت بھی روشن ہو۔ ٭

Marfat.com

۸۔ حضرت میر سیّد نور الدین رحؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت میر سید حسین سامانی علیہ الرحمہ کے خواہر زادہ تھے۔ وہ بھی ارباب کشایش میں سے تھے۔ اس لئے عاجزوں اور دردمندوں کی دستگیری فرماتے۔ آنجنابؒ اپنی بلند ہمت سے لوگوں کے مشکلات کا حل نکال لیتے تھے۔ ان کا مقبرۂ عالیہ زینہ کدل میں مشرق کی طرف واقع ہے۔ جسے اب بھی " بازارِ کاغذ فروشان " کہتے ہیں اور وہ اس خانقاہ کے سامنے مدفون ہیں۔ جسے لوگ " برنگہ مسجد " کے نام سے جانتے ہیں۔ آنجناب علیہ الرحمہ اپنے وقت کے ایک مشہور صوفی بزرگ تھے۔ ؞

۹/۱۰۔ حضرت سیّد شہاب الدین رحؒ اور سید حضور اللہؒ :۔

آنجنابان علیہما الرحمہ، حضرت سید نور الدین علیہ الرحمہ کے مقبرے میں مدفون ہیں۔ وہ دونوں بزرگ باہم ایک قرابتِ قریبہ نفی رکھتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو لوگ نہایت مرتاض اور صاحب دستگاہ مانتے تھے۔ ؞

۱۱۔ حضرت سید حسین رحؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک بڑے باکمال بزرگ تھے اور وہ اسی مقبرے کے نزدیک ہی ایک دور تر راستے پر واقع ہے، وہ کوچہ کے اندر

Marfat.com

کی طرف آسودہ ہیں، آج ان کی قبر کا تعویذ گرا ہوا ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے : " انا عند القبور المنہ ستہ قبور ھم"،
یعنی : "میں گری ہوئی اور ہموار قبروں کے درمیان ہوں۔"

۱۲۔ حضرت سیّد محمد لورستانیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت سید میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ہمراہیوں میں سے تھے۔ وہ ایک مدت دراز تک گلکاری کے پردے میں چھپے ہوئے تھے۔ جب سلطان سکندر علیہ الرحمہ نے جامع مسجد شریف کی تعمیر کا عزم کیا تو اس مقدس مسجد کی بنیاد استادانِ شہر اور معمارانِ دہر نے رکھی تھی۔ پھر اس بنیاد کو پایۂ تکمیل تک لے جانے کے لئے کام شروع ہوا تھا۔ مگر شمالی طرف کے ٹیڑھے دیوار کو اٹھانے کی ہر چند کوشش کی گئی، لیکن اسے اوپر اٹھانے میں ہرگز کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ اٹھاتے اٹھاتے پھر دب جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت میر سید لورستانیؒ نے دیوار کے اوپر چڑھ کر کمربند بست کیا۔ انہوں نے چونہ اور خشت لگائی تاکہ دیوار میں استحکام اور مضبوطی آجائے۔ اس کے بعد وہ ایک مدت تک اسی کام میں مشغول تھے۔ اجرت اور مزدوری لئے بغیر بھی مفت کام کر کے بھی شب و روز سخت محنت کرتے تھے، بلکہ وہ پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے خالص اور مالِ مزکی میں سے درہم و دینار صرف کرتے تھے۔ اس لئے لوگوں کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں سے کوئی خزانہ پایا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان

Marfat.com

کے پاس خزانۂ الٰہی تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک محتاج نے ان سے کثرتِ عیال اور تنگیٔ احوال کی شکایت کی۔ اس وقت حضرت لورستانی علیہ الرحمہ کیچڑ کے کام میں مشغول تھے، شکایت کو سُنکر انہوں نے اپنے دستِ گل آلودہ کو رگڑ کر پونچھ لیا اور وہی محتاج کے دامن میں ڈال دیا، اُسے ہدایت کی کہ گھر پہونچنے سے پہلے دامن کو نہ کھول دے۔ جب وہ معتقد گھر پہونچا اور دامن کو کھولا تو بچشمِ خود دیکھ لیا کہ مٹی کے وہ ٹکڑے چاندی کے ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔ آخر آنجناب نے ۳ ربیع الاوّل کو وصال فرمایا اور اپنے اصل وطن کی طرف چل پڑے۔ ان کا مقبرہ جامع مسجد کے متصل ہی جلد سازوں کے محلہ میں واقع ہے جو آج بھی خواص و عام کا مطاف ہے۔ ان کے اقرباء اور رفقاء میں سے کئی بزرگ بھی اسی مزار پر انوار میں مدفون ہیں۔ وہ آسودہ گاہِ مومنان پُر برکت ہے۔

۱۳۔ خواجہ صدر الدین خراسانی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی اکابر اولیاء میں سے تھے، اور وہ پوشیدہ بلکہ گمنامی کی زندگی گزارتے تھے چونکہ معماری کے کام میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ اس لئے میر سیّد لورستانی علیہ الرحمہ کے ساتھ جامع مسجد کی تعمیر میں اعانت کرتے تھے۔ جب آنجناب نے رحلت فرمائی تو سیّد بدر الدین علیہ الرحمہ کے مزار شریف کے برابر میں آسودہ ہو گئے تھے، جو زینہ کدل میں شاہراہِ عام پر واقع ہے۔ وہاں ایک چہار دیواری اور

Marfat.com

ایک قدیم مسجد شریف بھی واقع تھی مگر اب وہ بالفعل قطعی برہم ہو گئی ہے۔ تاہم چہار دیواری کے نشانات ابھی تک باقی بلکہ موجود ہیں۔ حضرت صدر الدین خراسانیؒ گمنامی کی حالت میں رہے تھے۔ لیکن بعد میں کسی خاص کرامت کی وجہ سے مشہور ہو گئے تھے۔

۱۴۔ حضرت سید حسین خوارزمی رحؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللّٰہ سرہٗ کے رفقاءِ کرام میں سے تھے۔ پھر انہوں نے آنجنابؒ کے اشارے پر محلہ منوار کے بتخانے کو ویران کر ڈالا تھا۔ اس زمانے میں وہ ایک جزیرہ تھا۔ جس میں ہندوؤں کے معابد تھے۔ پھر آنجناب اسی جگہ پر قیام پذیر ہو گئے اور لوگوں کو اپنے علم و عمل سے فیض پہونچاتے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری عمر تجرّد میں گزاری تھی، اور وہ کبھی متاہل بھی نہ ہوئے تھے۔ سلطان سکندر بت شکن علم قواعد قرآنی سیکھنے کے لئے اکثر ان ہی کے پاس جایا کرتے تھے جب انہوں نے رحلت کی تو اسی جزیرے میں آسودہ ہو گئے تھے۔ آج وہ ایک وسیع محلہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انکے بھائی کے اولاد اس جزیرے میں آباد ہو گئے تھے۔ وہ بھی عظیم بزرگ اور اکابر اولیا میں شمار ہیں۔ ان سب کا اپنی اپنی جگہ پر تذکرہ کیا جائیگا۔

۱۵۔ سید السادات منبع البرکات حضرت سید محمد مدنی رحؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے

Marfat.com

عظیم رفیقوں بلکہ خاص منسوبوں میں سے تھے۔ وہ حرمین شریفین کی مراجعت کے بعد امیر تیمور کے ایلچی کے ساتھ سلطان سکندر کے عہد میں ہی کشمیر آئے تھے، جب یہاں پر خوب پُر فضا مقام اور ایک دلنشین گوشہ دیکھا تو پھر یہیں اقامت فرمائی تھی۔ لیکن بعض عہود کو ادا کرنے کے لئے وہ پھر ولایت ماوراءالنہر چلے گئے، مگر جلدی ہی لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال بھی ساتھ لائے تھے۔ اس کے بعد رعناواری میں سکونت کی۔ جب سلطان نے ان کے احوالِ معرفت منوال کی واقفیت پائی تو اس کی زیارت کو چلے گئے۔ ان کے کمالات سے مطلع ہونے کے بعد بڑی عاجزی اور الحاح سے ملتمس ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ لایا چنانچہ اپنے گھر کے قریب لاکر ان کو بسایا، وہاں پر ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی۔ اسی اثناء میں تو آنجناب علیہ الرحمہ نے رحلت پائی تھی۔ پھر وہ نوشہرہ کے حوالی میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا غسل اُن کی وصیت کے مطابق شیخ العرفا شیخ بہاؤالدینؒ نے انجام دی تھی۔ پھر ان کا مزار پر انوار سلاطین اور حکام کا مرجع بن گیا تھا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنجنابؒ سلطان زین العابدینؒ کے اوائل عہد میں ہی تشریف آور ہوئے تھے اور پھر موضع مالموہؒ متوطن ہو گئے تھے جو علاقہ بانگل میں ایک گاؤں ہے۔ لیکن بعد میں سلطان کے التماس پر سرینگر تشریف لائے، اور یہاں نوشہرہ میں سکونت کی، وہیں پر آسودہ بھی ہو گئے تھے جہاں ان کا مقبرہ بھی ہے۔ یہی آخری روایت صداقت کے قریب ہے ان کے مقبرۂ شریفہ کو آج بھی لوگ دُعا کے اجابت کی جگہ

Marfat.com

خیال کرتے ہیں۔ وہ مقبرہ علی مردآن خان کے عہد تک پورے شہر کی زیارت گاہ بنا ہوا تھا اور لوگ ہجوم در ہجوم وہاں جاتے تھے، مگر رفتہ رفتہ اس میں کمی آگئی۔ یہ سارا قصہ اسی کتاب یعنی واقعات کشمیر میں دوسری جگہ لکھنے میں آئے گا اپنی جگہ پر۔

مشہور ہے کہ سلطان نے ایک دن ضیافت کی تھی اور حضرت میر قدس اللہ سرہٗ العزیز کو مدعو کیا تھا کیونکہ ضیافت خاص ان ہی کے لئے کی گئی تھی۔ ضیافت میں ایک قسم کا "قازبرہ" بھی پکا کر آیا تھا طعام کو دستر خوان پر رکھنے کے بعد حضرت میرؒ نے باورچی سے کہا: کہ "قازبرہ" کو الگ کیا جائے، ایسا ہی کیا گیا۔ اسے دیکھ کر لوگوں نے نے کہا: کہ اسے اب کیا کیا جائے؟ فرمایا: کہ اُسے قازدار یعنی قازوالے کو واپس کیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر لوگوں نے قازوالے سے مبالغہ کے ساتھ اور باصرار استفسار کیا۔ تو اس نے صاف صاف بتایا: کہ "قازبرہ خود مردہ تھا جو میں نے لاکر پکایا تھا۔" یہ کہہ کر وہ خجل ہوگیا۔ اکثروں نے یہ بھی لکھا ہے: کہ سلطان کے نوکروں نے امتحان کرنے کے لئے قصداً ایسا کیا تھا۔ اس کے بعد ہی آخری ماہ رجب میں آنجناب علیہ الرحمہ کا واقعۂ وصال ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سید علیہ الرحمہ نے اپنی مسجد شریف کی تعمیر میں خود ہی کافی کوشش کی تھی، اور جس کا طول وعرض قبلۂ عالم یعنی بیت اللہ شریف کے برابر تھا اور اُسے مکمل کیا تھا۔ اُسے بار بار بنایا گیا تھا یعنی ضرورت کے مطابق اس مسجد شریف کی تعمیر کا تجدید و تزئین کرتے تھے۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ وہ مسجد شریف مختصر اور چھوٹی رہ گئی ہے۔

۱۶۔ حضرت سیّد محمد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ:-

آنجناب علیہ الرحمہ سادات عالی درجات میں سے تھے جو سلطان سکندر کے عہد میں کشمیر آئے تھے۔ جب آنصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت پائی تھی تو تاشوان کے محلہ میں اردو بازار کے متصل مدفون ہو چکے تھے۔ اس مقبرے میں حضرت مُلّا آخوند نازک علیہ الرحمہ بھی آسودہ ہیں، لہٰذا وہ مزار پُر انوار بھی فیوض و برکات کا محل ہے، جہاں لوگ جاتے اور فیض پاتے ہیں۔

۱۷۔ حضرت سیّد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ:-

آنجناب علیہ الرحمہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ سلطان سکندر بت شکن کی عہد حکومت کے آخری ایام میں نمودار ہوئے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ موضع نینوہ میں آسودہ ہیں جو ایک گاؤں ہے اور وہ پرگنہ جرأت میں واقع ہے۔ ان کے اکثر اولاد اور امجاد بھی باکمال بزرگ گزرے ہیں جو اپنے وقت اہلِ کشمیر میں مشہور بھی تھے۔ ان کی ذکر بھی اسی کتاب میں آگے چل کر آئے گی۔

۱۸۔ حضرت سیّد محمد زندہ پوش رحمۃ اللہ علیہ:-

آنجناب علیہ الرحمہ ایک صاحبِ استغراق اور عالی درجہ پر

Marfat.com

کمال بزرگ تھے۔ وہ مزار سلاطین کے ایک گوشے میں مدفون ہیں۔
کہتے ہیں کہ وہ حضرت سیّد ضیاء الدّین زیرک علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے جو قریہ کاندہ نامہ میں آسودہ ہیں اور جو سیّد علاء الدّین علیہ الرّحمہ کے فرزند بہرہ مند تھے۔ چنانچہ ان کی ذکر بھی گذشتہ صفحات میں کی گئی ہے۔ (اسی عنوان کے نمبر ۵ میں دیکھئے) ان ہی کے چار فرزندوں میں سے ایک فرزند کا نامِ مبارک سید ضیاء الدّین المعروف بہ سیّد زیرک علیہ الرّحمہ تھا، ان ہی صاحب کی یہاں پھر ذکر آتی ہے۔

۱۹ - سیّد عبد اللہ وغیرہ رحمہم اللہ :-

آنجناب اور سید کمال الدّین علیہما الرّحمہ کے برادران محلۂ جچہ بل میں مدفون ہیں اسی محلے کے اطراف میں دوسرے سادات کرامؒ بھی آسودہ ہیں، جن کے حالاتِ زندگی کیا اسماءِ گرامی کا بھی پتہ نہ چل سکا ہے رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم۔

۲۰ - حضرت سید عبد اللہؒ :-

آنجناب علیہ الرّحمہ دوسرے بزرگ اسی نام کے ہیں۔ وہ اور سیّد کمال الدین مذکور علیہ الرحمہ علیہ الرّحمہ کے دیگر برادران اندروآری کے محلے میں مدفون ہیں۔

۲۱ - امام الخافقین مرشد الثقلین حضرت سید حسنؒ :- آنجناب علیہ الرّحمہ

Marfat.com

منطقی کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ وہ بیہقی سادات کے اکابر میں سے تھے جو سلطان سکندر کے عہد حکومت میں کشمیر آئے تھے۔ آنجناب کمالات عالیہ کے مظہر تھے۔ ان کے دو عالی گہر فرزند بھی تھے یعنے سید حسین اور سید محمد امین علیہما الرحمہ جن کو بابا میر ویسی بھی کہتے ہیں۔ ان کی ذکر بالتفصیل آگے چل کر آجاتی ہے۔ ہاں! حضرت سید حسین علیہ الرحمہ کی قبر شریف مزار سلاطین میں قبلہ کی طرف واقع ہے۔ جب ہندوستان کی طرف سے ایک بڑی فوج کشمیر کو مسخر کرنے کے لئے آئی تھی، تو لوگوں نے ان کو متہم کیا کہ وہ خفیہ طور پر ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور ان سے محبت و الفت کرتے ہیں۔ جب یہ بات اُن کے کان تک پہونچی تو چند افراد کو لے کر مخالفوں میں آئے اور ان کو نصیحت کی مگر ان پر کوئی نصیحت کارگر نہ ہو سکی اور انہوں نے آنجناب کی کوئی قدر نہ کی۔ اس لئے کشمیر کے حکام کو لے کر واپس لوٹے آئے۔ پھر اس فوج کو باطنی طور پر شکست دینے میں مشغول ہو گئے، اور اُن کے شر کو دفع کرنے کے لئے پیہم دُعا کئے۔ ان دُعاؤں کا فوری اثر یہ ہوا کہ انبوہ زنبوراں امڈ آئیں اور مخالف فوج کو ہر طرف سے ڈس لیا۔ وہ پریشان ہو گئے اور مغلوب ہو کر واپس ہندوستان بھاگنے میں اپنی عافیت جانی تھی وہ فرار ہو کر جان بچا سکے۔ ؎

۲۲۔ حضرت سید محمد افضلؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی جذبۂ قویہ اور کمالات معنویہ سے معمور

Marfat.com

تھے۔ وہ محلہ نوشہرہ میں حضرت سیّد محمد مدنی علیہ الرحمہ کے مزار شریف کے قریب ہی مدفون ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہاں ان کا مکان بھی تھا۔ اور ان کی قبر شریف شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمہ کے آستانۂ عالیہ میں ہے، جو آنجناب کی قبر شریف کے اوپر کی طرف واقع ہے۔ یہ محض زبانی روایات نہیں بلکہ محققوں کی تحقیق بھی یہی ہے۔

۲۳۔ حضرت حبیب اللہ عزیزی

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک بہت بڑے بزرگ تھے، جو محلہ نوشہرہ میں مدفون ہیں۔ وہ برابر اسی جگہ پر آسودہ ہیں جہاں حضرت سیّد محمد مدنی علیہ الرحمہ کا مزارِ مبارکہ ہے۔ اس مزار کے ذرا فاصلے پر اوپر کی طرف ان کا مرقد واقع ہے۔

ان کی مسجد شریف ایک زمانہ تک آباد تھی جس میں پنجوقتہ نماز اور درود و اذکار کا مشغلہ رہتا تھا۔ اگرچہ آج کل کمی آئی ہے تاہم بہرحال ہے۔

۲۴۔ حضرت سید محمد خلیل

آنجناب علیہ الرحمہ صاحبِ مقام جلیل تھے، وہ بھی ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں جو عالی نسب بھی تھے۔ جب رحلت پائی، تو قریۂ سدرہ بل میں مدفون ہو گئے تھے۔ ان کا آستانہ آج بھی لوگوں کا مرجع

Marfat.com

اور مخلصوں کا مطاف ہے۔

۲۵۔ حضرت سیّد علی اکبر ثانیؒ

آنجناب علیہ الرحمہ صاحب قربِ سبحانی تھے۔ وہ عظیم المرتبت اور نہایت بڑے عابد بزرگ تھے۔ آنجنابؒ نے جب رحلت کی تو مائسیمہ کے میدان میں آسودہ ہوگئے تھے۔ ان کی تربت شریف آج بھی عام اور خاص لوگوں کیلئے زیارتگاہ بنی ہوئی ہے۔

۲۶۔ حضرت سید محمد علی، ۲۷۔ حضرت سید محمد ولی، ۲۸۔ حضرت سیّد محمد ولی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم۔

آنجنابان تین بھائی تھے، جو نہایت مرتاض اور عابد تھے۔ رحلت پاکر تینوں صاحبان رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم محلہ "ہار اندر" میں دفن ہوئے تھے یہ مقام نادہ پورہ کے توابع میں واقع ہے۔ کہا جاتا کہ وہ تینوں بھائی حضرت سید محمد مدنی علیہ الرحمہ کے رفقاءِ کرام میں سے تھے۔

یہ تمام سادات کرام اور مشائخین عظام جن کے متعلق خامۂ عقیدت انتظام حرکت میں آیا اور جن کے اسماءِ گرامی لکھ کر ہمیں سعادت مندی سے سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ وہ سب کے سب ان مشاہیر بزرگوں میں سے تھے جو سلطان قطب الدین اور سلطان سکندر بت شکن کے عہدوں میں جناب سید السادات حضرت امیر کبیر میر سیّد علی

ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے فرزند دلبند حضرت سید میر محمد ہمدانی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ہمراہ باہر سے اس بلد دلپذیر میں تشریف لائے تھے۔ ان حضرات سادات کے سوا دوسرے مقدس نفوس بھی ہیں جو ان میں شامل تھے، اور جو باہر سے ہی سیاحت کی غرض سے اس خطۂ دلپذیر میں وارد ہوئے تھے اور پھر یہیں سکونت کی تھی ایسے بزرگوں کے مقابر بھی اکثر مشہور ہیں۔ بلکہ کسی ایک معمور بھی ہیں جہاں پر زائیروں اور عقیدت مندوں کی خاص خلوت گاہیں نظر آتی ہیں ۔ رفع اللہ درجاتہم ورزقنا اللہ من برکاتہم ۔

ان متذکرہ حضرات کے علاوہ اولیاء اللہ کی ایک کثیر تعداد ایسی بھی ہے جنکے اسمائے گرامی مخفی ہونے کی وجہ سے وہ عوام الناس میں مشہور و معروف نہیں ہو سکتے تھے۔ تاہم ان کی مقدس قبور ایام اور شہور میں دہور کے ساتھ ساتھ لوگوں کا عبور و مرور بھی رکھتی تھیں۔ ان کی تعداد بھی حد سے زیادہ ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے علاوہ ان بزرگانِ متصوف کی تیسری ایک جماعت بھی ہے جنہوں نے اسی دور میں سخت عبادت و ریاضت تو کی تھی مگر ظہور پذیر ہوئے آئندہ ادوار میں ۔ یا وہ اس دور کے بعد کشمیر میں آ پہونچے تھے۔ لہٰذا ان کی ذکر خیر حتی المقدور اسی دور میں کی جائے گی جس میں انہوں نے شہرت پائی تھی اور وہ اسی دور میں متعارف بھی ہوئے، لکھا گیا ہے ۔

کشتہ در قرب حق اند اکنوں کم

Marfat.com

(ج) ۱۶

سلطان زین العابدینؒ کے عہد کے اولیاء اللہ

۱۔ حضرت سید حسن منطقیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ حضرت سید حسین منطقی علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر تھے، جن کی ذکر گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ وہ نہایت اعلیٰ مرتبہ بزرگ تھے جو فیض الٰہی کے مصدر اور کمالاتِ نامتناہی کے مظہر تھے۔ اب وہی جناب مسندِ سیادت اور تختِ خلافت پر متمکن تھے۔ اس زمانے میں کسی بھی بزرگ کو ان پر فوقیت نہیں تھی، انہوں نے ارشاد کے پرچم کو اونتی پورہ میں لہرا رکھا تھا جو اُن کے وقت اس خطے میں سب سے زیادہ آبادی والا علاقہ تھا۔ پھر اسی جگہ پر آنجناب علیہ الرحمہ کا وفات بھی ہوا تھا اور انہوں نے یہیں پر مدفن بھی پایا تھا۔ ان کا مقبرہ آج بھی ایک مشہور زیارت گاہ ہے جہاں سے فیوض و برکات اور فتوح و جذبات کے دریا نکلتے ہیں۔ ان کے طالبوں اور معتقدوں سے اس زیارت گاہ کے متعلق عجیب و غریب کشف و کرامات مذکور ہیں جو نقل نہیں کی جا سکیں گی۔ ؂

۲۔ گنج بخش کشمیری شیخ بہاؤ الدینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک ربانی عارف تھے، جنہوں نے شاہ

Marfat.com

اسحاق ختلانی[1] علیہ الرحمہ سے تربیت پائی تھی۔ جناب شاہ موصوف علیہ الرحمہ قطب ربانی حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ اول تھے۔ حضرت شاہ اسحٰق علیہ الرحمہ حقیقت کے مقامات کے واقف کار اور تمام خلیفوں کے مرجع تھے۔ جناب شاہ علیہ الرحمہ نے حضرت بہاؤ الدین گنج بخش کشمیری علیہ الرحمہ کو تعلیم و تربیت عنایت فرمائی، اس وقت وہ کامل بن گئے تھے۔ طریقت کے تمام منزلوں اور حقیقت کے مقاموں کے لئے وہ مرجع خلفاء بن گئے تھے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے جب حقیقت کے منازل طے کئے اور سلوک کے مراحل قطع فرمائے تو فراغت پانے کے بعد وہ عظیم شہرت پا گئے تھے۔ پھر سطوت، جذبات، غلبات اور حالات کی مشکل تر وادیوں میں کود پڑے، تاہم ایک مدت تک حجاب میں رہے اور عزلت و گمنامی کی زندگی بسر فرمائی۔ وہ لوگوں سے مخفی اور مستور رہتے تھے ـــ جب مخدوم عثمان علیہ الرحمہ جس کو "باباخی گنائی" بھی کہتے نے داعی طلب کو پورا کیا اور حرمین شریفین کا قصد فرمایا، تو وہاں بہت سے اہل اللہ کے ساتھ صحبت کی اور فوائد پائے۔ اس سفر میں آنجناب علیہ الرحمہ نے ہر جگہ تفحص کیا اور تجسس فرمایا تاکہ ان کو کوئی رہبر ہاتھ لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کافی کوشش کی کہ شاید راہِ ولایت کا

حاشیہ

[1] حضرت شاہ اسحٰق کا مقبرہ او مزار مقدسہ کابل میں سواد شہر کے قریب مشرق کی طرف واقع ہے، وہاں ان کو "شاہ شہیدان" کے نام سے پکارتے ہیں۔

Marfat.com

کوئی مقتدا اور گنج ہدایت کا کوئی واقف کار اور دانائے راز مل جائے جو اُسے حق کی منزل تک لے سکے، اور غیر حق کی بندھن سے چھڑائے۔ آخر اس جستجو میں ایک ابدال کو پایا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ابدال حضرت شیخ اسحاق شطاری علیہ الرحمہ تھے، اور اسی نے ان کو حضرت شیخ کا پتہ دیا۔ ان کے احوال اور ان کے مرتبے کو تفصیل سے بیان کیا، جسے سُنکر بابا عثمان علیہ الرحمہ دوڑتے ہوئے اور یہ شعر گاتے ہوئے: کہ

پس ازیں بدیدہ خواہم بطوافِ کویت آمد
کہ بشود تا بزانو قدمم بجست و جویت آمد

واپس کشمیر لوٹ آئے۔ یہاں اس نام و نشان کو تلاش کیا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے سراغ پایا اور آخر اس روشن ضمیر کو دیکھا۔ یہی واقعہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی شہرت کا باعث بنا تھا۔

مشہور ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے سلوک کے دوران راہِ حق میں رزق حلال کے لئے تردّد کا تصور کیا، اس کے سوا چارہ بھی نہ دیکھا تھا کہ جو کچھ بھی راستے میں پڑا ہوا از قسم طعام مل گیا اُسے چُن لیا۔ اس طرح دن بھر تلاش کرتے رہتے تھے، جو کچھ ملتا اُسی کو دھو دھا کر اپنا قوت لایموت بنا لیتا تھا۔ ایک پیر مرد نابنائی کے زمرہ کرنے اُسے اور زیادہ مشہور کر دیا۔ کیونکہ وہ عظیم واقعہ برملا ہوا تھا۔ اس طرح شیخ موصوف کے کمالات اور کرامات تعداد میں بہت زیادہ ہیں جو وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتے تھے۔ ان کے جذبات

Marfat.com

کی حکایات بھی حد شمار سے اُوپر ہیں۔ دستور کے مطابق ایک رات صحرا کی طرف سیر کرنے کے لئے گئے تھے، چور گھات میں تھے اور اس خیال سے کہ مال و متاع ملے۔ ان کم بختوں نے شیخؒ کو شہید کر ڈالا۔ ادھر بادشاہ زین العابدین کو یہی واقعہ خواب میں دکھایا گیا، تو اسے تفحص کیا اور انتظام میں لگا۔ چونکہ شیخ نے اس واقعہ کی خبر دوستوں کو پہلے ہی دی تھی اور وصیّت کی تھی کہ: "اس ناگزیر حکم کے بعد ان کے پاؤں میں رسّی باندھی جائے اور کشاں کشاں اسے منزل مقصود تک لے جایا جائے۔" اس لئے اس سخت وصیّت کو پورا کرنے میں لوگ متردّد ہوئے، بلکہ دوست احباب مضطرب ہو گئے۔ لہٰذا سب کو تامّل ہوا، بہت غور و فکر کے بعد ایک حل نکل آیا وہ یہ کہ ایک گہوارہ تیار کیا گیا جس پر آنجنابؒ کے جسد خاکی کو رکھا گیا اور گہوارے کو کھینچ کر منزل مقصود یعنے مزار فائض الانوار تک لیا گیا تھا۔ یہ واقعہ ۸۴۹ھ میں پیش آیا تھا وہ جناب سید السّادات حضرت سیّد محمد مدنی علیہ الرحمہ اور شیخ العرفاء حضرت شیخ نور الدّین علیہ الرحمہ آپس میں ہم صحبت تھے۔ حضرت بابا عثمان گنائی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نور الدّین علیہ الرحمہ، حضرت شیخ بہاؤ الدّین علیہ الرحمہ کو اقران پر فائق جانتے تھے۔ غرض شیخؒ کے فیوض و برکات ابھی تک ان کے مقبرے سے نمایاں ہیں، ان کا مزار رفیع آج بھی مزار بقیع انوار و گلزار مقابر سادات کبار اور مشائخین ابرار بدستور لوگوں کا باعث دید ہے۔ ان سب حضرت کا حال

Marfat.com

بھی اپنی اپنی جگہ پر مذکور ہوگا، جو اس مقبرے میں عظیم زیارت گاہیں ہیں۔

۳۔ حضرت سید بدرالدین زینہ کدلی:۔

آنجناب علیہ الرحمہ قدیم العہد سادات میں سے تھے، اور وہ محلہ زینہ کدل میں ہی مغرب کی طرف مدفون ہیں۔ آنجناب طبقۂ علیہ قادریہ میں سے تھے۔ راقم الحروف کے جدّ مادری کے گھر کا صحن اسی نقس مزار میں واقع ہے۔ راقم کو یہ بھی یاد ہے کہ آج سے قبل ایک مدّت تک وہ قبر شریف ظاہر اور نمایاں تھی مگر بعد میں زمانہ کے پُر آشوب ہیرا پھیری میں اور حوادث کے گرد و گوبد سے مستور ہوگئی تھی۔ تاہم کچھ مدّت کے بعد دوستوں کی کوشش سے وہ قبر شریف پھر سے نمودار ہوئی ہے، انہوں نے اُسے پختہ بنایا ہے اور آج وہ تربت شریف محل فیض و برکت ہے۔

۴۔ مجمع البحرین مطلع النیرین سید الخافقین حضرت سید حسینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بلاذ یا بلاد دومی کے لقب سے مشہور تھے، وہ سیادت اور ولایت کے جامع تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت بابا عثمان گنائی علیہ الرحمہ نے مکّہ معظمہ میں حضرت شیخ اسحاق شامی علیہ الرحمہ سے قطب السالکین شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمہ کے اوصاف سُنے تھے۔ اس وقت حضرت سید السادات بھی مناسک حج ادا کرنے کی مقدس

Marfat.com

تقریب پر اس مکانِ قدس نشان میں تشریف رکھے ہوئے تھے۔
اتفاق سے بابا عثمان گنائی علیہ الرحمہ نے کشمیر کی طرف توجہ فرمائی
وہ تو آیاتِ بینات کے مصدر اور پھر حالاتِ عالیات کے مظہر تھے۔
اس قدوۂ اصفیاء سے اکابر اولیاء و صوفیاء دیگر صوری و معنوی
مہمات میں مدد طلب کرتے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کے واقعۂ انتقال
کے بعد ان کا مرقد مطہرہ اکابر اولیاء کا مرجع اور ملاذ بنا ہوا تھا۔
اس درگاہ پاک سے خدا کے بندوں کے مشکلات حل ہو جاتے تھے۔
عوام اور اوساط کی تو بات ہی کیا، ان کا عقیدہ آنجناب کے حق
میں دوسرے ہی قسم کا تھا، بلکہ خود جناب مخدوم العرفاء حضرت
شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ قریباً بارہ سال تک ان کے روضۂ مبارکہ کی
متواتر زیارت کرتے تھے۔ وہ سلطان الاولیاء ان سے فیض و فواید
کثیرہ بھی اخذ کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے خلیفوں
کی کتابیں ایسے مذکورات سے پُر ہیں۔ حضرت سیّد علیہ الرحمہ کے طریقت
کی نسبت کے متعلق اور سلسلہ کا تعیّن کما حقہٗ تحقیق تک نہیں پہونچ
سکا ہے۔ بعض علماء سیّران کو شیخ اسحاق شطاری علیہ الرحمہ کے
منسوبوں میں سمجھتے ہیں۔ لیکن اکثر ان کی نسبت کا اظہار شیخ بہاؤ الدین
علیہ الرحمہ کی طرف کرتے ہیں۔ راقم کثیر الجرایم (خواجہ اعظمیؒ) نے
عدمِ لیاقت کے باوجود حضرت ایشان خلیفۂ رحمان قدس اللہ سرہٗ سے
جس وقت خاص نظرِ عنایت پائی تو بعض راتیں روحانی عالم میں
اکثر حضرات کی زیارتیں ہم کو دور ہی سے میسر ہو جاتیں۔ از اں جملہ

Marfat.com

جب حضرت سید السادات علیہ الرحمہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو دیکھا کہ روضۂ مبارک کے اندر کی طرف وہ شجرۂ قادریہ علیہ کی کتاب کو کافی محبت اور سجاوٹ سے لکھ رہے تھے۔ اس سے بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ آنجناب کا سلسلہ کیا تھا۔

مختصر یہ کہ وہ درگاہ خاص و عام سب کے لئے فیض بخش اور طواف کی جگہ بن گئی تھی۔ جہاں ہر وقت زائرین کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

۵۔ حضرت سید نور الدین زینہ کدلی:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بظاہر حضرت سید بدرالدین علیہ الرحمہ زینہ کدلی کے برادر زادہ تھے۔ قدیم لوگوں کی زبانوں سے سنا گیا ہے کہ اس مزار میں دوسری قبر انہی کی ہے جو اب مرورِ دہور سے مستور ہو گئی ہے اور اس وقت بعض اہل کشف کے اشارے سے پھر ظاہر ہو گئی تھی۔ ان اہل کشف کو اس کے بارے میں متواتر طور متنبہ کیا کرتے تھے اور آج بھی کئے جاتے ہیں۔ قبر کی پتھر پر قدیم رسم الخط میں یہ رباعی لکھی پائی گئی تھی۔

جامے است کہ عقل آفرین مے زندش ٭ صد بوسہ ز شوق بر جبین مے زندش

آں کوزہ گر دہر چنین جام لطیف

مے سازد و باز بر زمین مے زندش

وہ دونوں قبریں آج بھی فیض و برکت کی مصدر ہیں۔ وہاں ایک قدیم

Marfat.com

چھوٹی مسجد شریف بھی موجود ہے۔ جو حال ہی میں سر نو تعمیر کی گئی ہے۔ اسی مسجد شریف کے مطابق قبروں کا پتہ چلتا ہے۔

۶۔ محرم راز المعروف بہ سیّد جان بازؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ صاحبِ اسرار الابرار بزرگ تھے۔ ان کا اصلی نام سید محمد رفاعی علیہ الرحمہ لکھا گیا ہے۔ حضرت سیّد علی علیہ الرحمہ جو اُن سادات کے قریب العہد تھے، اپنی تاریخ میں ان کا اصلی اسم مبارک سید محمد اصفہانی لکھتے ہیں۔ آنجنابؒ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے۔ ایک صاحب ارشاد اور کامل بزرگ ہونے کے علاوہ آنجنابؒ ہمیشہ تفرید اور تجرید میں گزر رہے تھے۔ وہ اپنے اوائل اوقات شہر میں ہی رہتے تھے۔ مگر جب وہاں خاص و عام کا ہجوم ان کی عبادات میں، اور اوقات تجرّد میں مخل بن گئے تھے تو انہوں نے فراغت حاصل کرنے کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی تھی۔ وہ بابہملہ میں چلے اور اہل و عیال سمیت وہیں پر سکونت بھی اختیار کی تھی۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے باطنی طور پر راہِ حق میں بڑی جانبازی کی تھی (اس لئے آج اُن کو "جانباز ولی" ہی کہتے ہیں۔ مترجم) ـــ سلطان زین العابدینؒ نے ان کی معیشت اور لنگر کے واسطے چند قریے کو وقف کے طور پر مقرر کر رکھا تھا۔ بلکہ آگے اُن گھوڑوں کے لئے ایک علف زار کو بھی نذرانے کے طور پر متعیّن کر رکھی تھی۔ جو اسی جگہ پر تھی یعنی آج کے جانباز پورہ میں ـــ اُس زمانے میں وہ ایک صحرا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ

Marfat.com

نے اپنے لواحقین اور توابع کے ساتھ بارہمولہ میں ہی انتقال کیا تھا۔ اور پھر وہیں پر مدفون ہو گئے تھے۔ ان کا مزار کثیر الانوار اہل ملک و دیار کے لئے ایک بڑی زیارت گاہ اور مطاف ہے۔ سلف صالحین سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ ان کی قبر شریف کے اطراف اولیاء اللہ کے قدوم مبارک سے کبھی خالی نہیں رہتے تھے، بلکہ کوئی نہ کوئی ولی اللہ اور صوفی بزرگ اس مقبرہ شریفہ کی جسمانی یا روحانی زیارت کرتے رہتے ہیں۔ راقم الحروف نے بھی ان امور کا ایک دو بار خود گمان کیا ہے۔ (جانباز صاحب کی "بڑی دیگ" مشہور اور ضرب المثل ہے۔)

۷۔ حضرت سید ہلال رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ آسمانِ کمال کے بدر جمال، ماہ کامل اور صاحب علو حال بزرگ تھے۔ وہ بھی حضرات سادات کے ساتھ ہی کشمیر میں تشریف لائے تھے۔ یہاں اپنے روحانی کمال سے اہل کشمیر کو کافی فیض پہونچایا تھا۔ یہاں کے لوگوں کو ظاہری اور باطنی فوائد سے مالامال کیا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ کی باطنی نسبت میں اختلاف ہے۔ بعض علماء ان کو کبروی سمجھتے ہیں۔ مگر اکثروں کا خیال ہے کہ وہ خواجگان عالی شان کا طریقہ رکھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بلا واسطہ خواجہ بزرگ بہاء الحق والدین شاہ نقشبند مشکل کشا قدس سرہٗ سے اخذ فیضِ باطنی کیا کرتے تھے۔ چونکہ وہ لوگوں کی زبانوں پر "خواجہ ہلال" کے نام سے مشہور ہیں اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اس لفظ سے بھی وہ

Marfat.com

جناب خواجہ نقشبند علیہ الرحمہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے مرشد بزرگوار سے بھی سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے : "جب بھی میں ان کی قبر مبارکہ پر رہ کر توجہ کرتا ہوں تو نسبت نقشبندیہ ہی غالب آتی ہے"۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پہلے نقشبندی تھے مگر جب یہاں آئے تو حضرت میر محمد ہمدانی علیہ الرحمہ سے خلفاء علی ثانی قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ منسلک ہو گئے تھے۔

مختصر یہ کہ آنجناب مظہر فیوض رب الارباب تھے۔ آخر جب آنجناب علیہ الرحمہ نے رحلت کی تو موضع اشتم میں مدفون ہوئے تھے۔ جو پرگنہ "سایئر المواضع پایئن" میں ایک خاصا بڑا گاؤں ہے۔ ان کی تربت شریف سے اہل حاجات فیوض و برکات کے متعلق عجیب و غریب باتیں دہراتے ہیں۔ ان کے پیر اور تعلیم و صحبت جناب سید السادات منبع البرکات سیدنا و سندنا حضرت بابا میر محمد اویسی علیہ الرحمہ کے احوال میں مرقوم نہیں ہوا تھا۔ (آج آنجناب کا مرقد اور مدفن جھیل مانسبل کے کنارے پہاڑی پر واقع ہے۔)

۸۔ حضرت بابا حاجی ادھم رح۔

آنجناب علیہ الرحمہ کو بعض نے ادہمی بھی لکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنجناب سلطان ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ کے خاندان کیساتھ منسوب تھے۔ بہر صورت وہ اکابر اولیاء میں سے تھے۔ اور ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ وطن سے نکل کر انہوں نے حرمین شریفین

Marfat.com

جاکر مناسک حج ادا کیا اور پھر اپنے قدوم مبارکہ سے کشید کو مزّین فرمایا۔ وہ شیخ بہاؤ الدّین اور شیخ المشائخ حضرت شیخ نور الدّین ولی علیہما الرّحمہ کی صحبت داری میں تھے۔ پھر آنجناب ؒ نے اپنے اقران میں فوقیت پائی تھی اور آخر "میرواری" میں مدفن بھی پایا تھا۔ جسے آج "شاعرواری" بھی کہتے ہیں، وہ پادشاہی قلعہ کے بیرون میں واقع ہے۔ ان کا مقبرہ عالیہ بھی ایک متبرک جگہ اور عقیدت مندوں کا مطاف بنا ہوا ہے۔ ☆

۹۔ حضرت سیّد محمّد امین منطقی ؒ

آنجناب علیہ الرّحمہ، بابا میر دلیسی علیہ الرّحمہ کے نام سے مشہور اور معروف تھے۔ وہ حضرت سید حسین منطقی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند اور ثمرۂ نخل برومند تھے جو اس زمانے کے سادات میں نہایت بلند اور برگزیدہ تھے، وہ اہلِ سلوک کے طائفوں میں محتشم اور محترم تھے۔ اصحابِ طریقت کے زبدہ بلکہ اربابِ سیادت، معروف الکرامت اور مشہور الخبریات حضرات میں قدوۂ روزگار تھے۔ آنجناب ؒ کی تربت واقع الکربت خاص وعام کی زیارت گاہ ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے بھرپور آراستہ تھے۔ غرض وہ ایک نہایت ہی عظیم بزرگ تھے۔ ان کا آستانۂ متبرکہ فیوض وبرکات سے پُر ہے۔ قدماء نے آنجناب علیہ الرّحمہ کے مدح میں نثر ونظم دونوں طرح کی عبارتیں لکھی تھیں۔

مثلاً یہ کہ: ؎

Marfat.com

مدح بابائے میرؒ ویس کنم ❊ تا زبان راست در دہان دارم

ہست فرزند پیشوائے رُسلؐ

وصف او بیحد و بیان دارم

او ولی از رہِ اویس شدہ ❊ خبر از پیر و جوان دارم

بے زن و بے ولد چو عیسیٰؑ بود

یاد از پیر باستان دارم

فاضل وقت بود و عارفِ دہر ❊ ایں سخن ہم ترجمان دارم

آنجناب علیہ الرحمہ میں بچپن سے ہی بزرگی کے آثار نمایاں تھے بلکہ اس قدر وہ اہلِ راز میں ابتدائے سے ہی ولایت کے نشان روشن اور ہویدا تھے۔ فہم و فراست کے حدت میں بلکہ علو فطرت و فطانت میں بھی کوئی ان کے برابر نہ تھا۔ وہ ایک شیرین کلام شاعر بھی تھے۔ ان کا لطفِ طبع حسن خلق اور خندہ پیشانی بھی شہد سے شیرین تر تھی۔ وہ غلبہ حال اور دولتِ بے زوال میں کمال رکھتے تھے، اس کے باوجود کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے جو زیب مقال بھی ہو سکتے ہیں اس میں بھی انکساری اور نیازمندی کا اظہار کرتے تھے۔ آج ان کے بہت سے اشعار موجود ہیں۔ ازاں جملہ یہ ہے: ؎

گناہ از عدم گر بیامدے بوجود

وجودِ عفو تو در عالم عدم مے بود

اس طرح ان کی شاعری میں تلمیح اور ترجیح بھی نظر آتی ہے ـــ

Marfat.com

سلطان زین العابدین کو ان کے اطوار محمودہ اور اوضاع مقبولہ، اخلاق پسندیدہ اور شمّہ کریمہ جیسے اوصاف دیکھ کر ان کے دل میں کافی محبت ہوا تھا، اس لئے ان کے والد ماجد سے التماس کیا کہ وہ ان کو اپنا فرزند (متبنیٰ) بنالے۔ پھر صدد تربیت میں آیا اور پھر اس مفخر ارباب سیادت کی کمال عقل وکیاست کی بناء پر چاہا کہ سلطنت کے بعض امور ان کے سپرد کرے۔ مگر حضرت میر خورشید ضمیر علیہ الرحمہ نے اس التماس کو قبول نہ فرمایا۔ بلکہ وہ دنیاوی اشتغال سے قطعی کنارہ کش رہے تھے۔ پھر کوہ ماران کے شیب میں، جسے آج "میرواری" کہتے ہیں یعنی "باغ میر" اور وہ ان ہی کے ساتھ منسوب ہے، میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا ترک کیا اور اس باب میں ایک ترجیع بند بھی لکھا تھا۔ (میں اس ترجیع بند کو مصلحتاً چھوڑتا ہوں۔ صرف ایک بیت تبرکاً نقل کردوں۔ (مترجم)

زما سوائے تو آنانکہ فارغ بال اند
بعالمے نفروشند ذوق تنہائی

گوشہ نشینی اور تنہائی کے باوجود وہ سلطان کے مراعات اور احسانات کی بناء پر کبھی کبھی ان کی مجلس میں بھی جایا کرتے تھے۔ پھر جب سلطان نے لنک کے تعمیر کی تکمیل کی تو وہاں جھیل ادلر میں جشن منانے کا اہتمام کیا جس میں عیش وعشرت اور نشاط وفرحت کے تمام اسباب مہیا کر لئے، سلطان نے اس جشن شاہی میں شمولیت کرنے کے لئے حضرت میر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پُرزور استدعا کی۔

Marfat.com

پھر منت وسماجت کرکے ان کو بھی اپنے ساتھ لے گیا، وہاں پہونچ کر جب آنجناب علیہ الرحمہ نے غیر مشروع مشاغل کا مشاہدہ کیا تو شریعت کی غیرت سے ان پر حال کا غلبہ ہوا تو دریا میں چھلانگ لگائی۔ جس سے شاہی جشن کا رونق ماتم میں بدل گیا۔ بادشاہ کا عیش وطرب بدمزہ ہوکر پریشانی میں بدل گیا۔ شناورکش غواص اور ماہرین فن ملاحوں نے ان کو بہت ڈھونڈا مگر ان کو مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا، اس لئے بادشاہ درباریوں کے ساتھ نہایت غمگین ہوکر افسوس کرتے ہوئے واپس لوٹا۔ جب وہ "باغ شنگہ ریشنوہار" کے پاس پہونچے جو جہلم کے کنارے پر واقع ہے تو انہوں نے حضرت میر قدس اللہ سرہٗ کو دیکھ لیا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنا خرقہ سی رہے تھے، ان کا نورانی چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ سمیت تمام امراء کشتی سے کود پڑے اور ان کے پاؤں میں آرہے، سب نے عاجزی کا چہرہ زمین پر رکھا۔ پھر عجز وزاری کرکے ان کو بھی کشتی میں لا سوار کیا۔ پھر جب محلہ بلچھر میں پہونچے جہاں رنچن شاہ کا گھر اور عیال بالفعل ہوا کرتا تھا تو آنجناب علیہ الرحمہ نے وہیں سکونت اختیار کیا اور رحلت کے بعد ان کا مقبرہ بھی یہیں پر بنا تھا۔ آنجنابؒ نے اسی جگہ بیٹھ کر عمر بھر عبادات اور ریاضت بڑی سرگرمی سے کی۔ وہ کبھی کسی طرح بھی امیر یا غریب کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنی پوری ہمت استغراق کی طرف مبذول کر رکھی تھی اور ہر چیز سے دست کش ہوگئے تھے آنجناب علیہ الرحمہ نے موضع اشم میں ایک عالی شان عمارت اور خانقاہ بھی تعمیر

Marfat.com

کرائی تھی، جہاں درویش اور خادم رہا کرتے، اور جسے سلطانِ وقت نے کمال کی نقش نگاری اور آرائش و زیبائش سے سجایا تھا۔ اس کے ستون اور دیوار منقش کر دیئے گئے تھے۔ آنجناب نے بھی اس میں دوستوں اور احباب کے ساتھ کچھ وقت عبادت میں تو گزارا، مگر جب قطعی عزلت اختیار کی تو متذکرہ خانقاہ کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں کی ان کو ایک دربان ہوا کرتا تھا، اگر وہ ملاقاتی سے کہتا کہ :۔

" میرؒ با خدا است "۔

جس سے اس حدیث شریف کا ظہور ہوتا جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا : " لی مع اللہ وقتٌ لا یغنی فیہ ملکٌ مقربٌ ولا نبیٌ مرسلٌ "۔ تو وہ اندر نہیں جا سکتا تھا لیکن جب دربان کہتا کہ :۔

" میرؒ با خدا و خود است "۔

یعنی مشاہدہ در وحدت وکثرت رکھتا ہے تو لوگ بھی اندر آ سکتے تھے اور حضرت میرؒ کے ساتھ شرفِ صحبت پاتے تھے۔ کوئی پابندی نہ تھی۔

عادم ظاہری اور تعلیم القرآن میں اس سید عالی شان علیہ الرحمہ کا اُستاد بابا حاجی ادھم علیہ الرحمہ تھے۔ مگر باطنی تربیت میں اُن کا پیرِ طریقت و رہبرِ حقیقت حضرت سید ہلال علیہ الرحمہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا ذکرِ خیر بھی ہو چکی ہے۔

ایک روز عید کے دن آنجناب علیہ الرحمہ اپنے صحن کے صفہ میں سبزہ نورستہ پر اشرافِ کشمیر کے ساتھ بغیر بچھونے کے بیٹھے ہوئے تھے

Marfat.com

سبزہ پر پانی کے چھینٹے ڈالے گئے تھے۔ ایک مغرور دانشور اپنے علم کے تکبر سے نفرت اور ناپسندیدگی سے اپنا خشک زانو تر سبزہ پر رکھے ہوئے تھا کہ ایک مکھی آکر اس کے منہ پر بیٹھی۔ حضرت میر علیہ الرحمہ نے خوش طبعی کے طور پر کہا، کہ: "مکھی کو اپنے سر سے فوراً ہٹادو ورنہ وہ تجھے ہلاک کر دے گی۔"

عالم نے جواب دیا: "مکھی مارنے والی نہیں ہے۔" *

"اس کا مطلب یہ تھا کہ دنیا پرست عالم متکبر کا حشر آخر کار نمرود کی طرح ہو سکتا ہے۔ عالم کو اشارہ دیا کہ تو متکبر ہے۔"

اسی طرح حضرت میر علیہ الرحمہ کو متکبروں کے ساتھ سخت نفرت تھی۔ عالم نے اشارہ پایا اور خاموش ہو گیا۔

جب امرائے کشمیر نے نفسانیت اور لالچ کی بنا پر ساداتِ بیہقیہ، جنہیں سلطانِ وقت نے اختیار دیا تھا کہ وہ حکومت میں دخل اندازی کریں، پر ہجوم کر کے امڈ آئے اور انہیں مار ڈالا۔ انہوں نے بادشاہ کے گھر پر دفعتہً حملہ کیا اور تمام سادات کو شہید کر دیا۔ چونکہ وہ حضرت میر علیہ الرحمہ کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے تھے، کیوں کہ ان کے ماموں سید میرک المسمّٰی بہ سید حسین علیہ الرحمہ جو سادات بیہقیہ میں سلطان کی طرف سے وزارت کرتے تھے۔ اس لئے امرائے کشمیر نے ان کی حکومت کا تاب نہ لایا اور گھر میں گھس کر چودہ[۱۴] سیدوں کو شہید کر ڈالا جو فرزندوں اور اقربا میں سے تھے۔ ان سادات کے ساتھ حضرت میر علیہ الرحمہ بھی شہید ہو گئے تھے ــــ بعض تذکرہ نگاروں

* اس پر حضرت میرؒ نے فرمایا: "کیا تو نے دیکھا نہیں کہ لنگڑے مچھر نے مغرور نمرود کو دماغ سے دمار نکالا تھا۔"

Marfat.com

کا یہ بھی قول ہے کہ اشرار کی ایک جماعت اس سید الابرار کے صومعہ میں داخل ہو گئے اور ان کو مجروح کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے اسی حالت میں یہ اشعار کہے تھے۔

منم آں رند جہاں کردہ مسیحا نفسی ٭ کہ من ایں ہر دو جہاں را نشمارم بخسے

اگر از عشق توام سر برود گو برود

ہرگز ایں سر نہاں نگویم بکسے

ایک اور قطعہ یہ ہے کہ:

من فارغم ز مصلحت اہل روزگار ٭ میدان الیقین کہ کشتن من ہست بے گناہ

اکنوں بیا و شعر بخواں بر مزار من

تا روئے ظالمان ستمگر شود سیاہ

آنجناب علیہ الرحمہ نے قاتلوں کے قتل کا کوئی اندیشہ دل میں نہ لایا تھا۔ کیونکہ وہ حقیقی مؤحد تھے اور حق کے سوا کچھ بھی نہ دیکھتے تھے۔ جو کچھ بھی ان پر گزرتی اسے حق کی جانب سے ہی خیال کرتے۔ اس لئے یہ شہادت بھی حق کی جانب سے ایک نعمتِ عظمیٰ ہی پائی تھی۔ جب ان کی قبر مبارک میں رد و قدح ہوا تو فرمایا، "تم لوگ دریا کے کنارے انتظار کرتے رہو، میری قبر کے لئے خود بخود کوئی چیز آئے گی۔ وہ صبح کے وقت غیب سے نمودار ہوگی۔" دوسرے دن علی الصباح لوگ دریا کے کنارے پر جمع ہو گئے، دیکھتے کیا ہیں کہ صندل کا ایک تختہ پانی میں بہتے چلے آ رہا تھا۔ جو برابر آستانہ فیض آشیان کی جگہ رک گیا۔ لوگوں نے اسے اٹھایا اور قبر مبارک پر رکھ دیا۔

Marfat.com

یہ واقعہ ذی قعدہ ۸۸۹ھ کا تھا۔ ان کا تاریخ وصال "شہیدِ کشمیر" ہے۔ ایسے فتوح و فیوض جو اہل باطن ان کے مقدس قبر سے حاصل کرتے ہیں وہ دوسرے قبور سے کمتر ہی دیکھا گیا ہے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ مخدوم العرفا حضرت شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ اثنائے سلوک اس آستانہ کی ملازمت میں ایک مدت تک رہ چکے ہیں۔ چنانچہ شیخ داؤد خاکی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو مفصل لکھا ہے۔ وہ حکایات جو متاخرین سے بلا واسطہ دیکھی اور سُنی گئی ہیں اتنی زیادہ ہیں کہ تحریر میں سما نہ سکیں۔ آنجناب کے ایک مخلص نے بادشاہ کے وزیر ملاّ دولت سے ایک قریہ اجارہ پر لیا تھا۔ وزیر نے کئی سال تک دست درازی کر کے پے درپے ظلم وستم سے موضع کا مالیہ برابر لیا اور آفاتِ سماوی سے ہوئے نقصان کو مجرا نہ دیتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بیچارہ خوشہ چینی پر مجبور ہو گیا۔ ایک رات تنگ آکر تربتِ شریف پر گیا اور حضرت میرؒ سے اپنا بیداد بیان کیا تو واقعہ میں دیکھا کہ حضرت میر علیہ الرحمہ جناب مخدوم صاحب قدس اللہ سرہٗ اور حضرت شیخ بہاؤ الدین کشمیری علیہ الرحمہ کے ساتھ اس بارے میں مشورہ کر رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا کہ اس ظالم کے بارے میں حضرت شیخ نور الدین قدس اللہ سرہٗ سے بھی مشورہ لیا جائے۔ چنانچہ تینوں شیخ کے آستانہ پر گئے۔ وہ ان کے استقبال کو آئے تو انہوں نے آنے کا غرض بتایا اور ظالم کی شکایت کی۔ آنجناب نے کہا کہ "میں خود اس ظالم کو تنبیہ کروں گا۔ اگر اس نے تلافی کی تو بہتر ورنہ جو مرضی ہو وہی ہوگا۔ مگر پہلے وہ میری خانقاہ کے تعمیر کو پورا کرے جو

Marfat.com

میرے آستانہ کے اُوپر بن رہی ہے۔" لیکن وہ ظالم اپنے روئے سے باز نہیں آیا، تو حضرت شیخؒ نے ایک رات اس ظالم کے سینہ پر اپنا عصا مارا اور اسے مطلع کیا۔ صبح کو وزیر مذکور اُٹھا اور میرؒ کے مخلص کے پاس گیا۔ کافی احسان کر کے اسے رضامند کیا، پھر ایسی حرکات سے آئندہ کے لئے توبہ کیا، اور کسی پر ہاتھ نہ اُٹھایا۔

حضرت میر علیہ الرحمہ کے روضہ مبارکہ پر جلال صوری بھی کافی تھا۔ جو بھی وہاں جاکر جھوٹی قسم کھاتا فوراً تہدید سے پکڑا جاتا تھا۔

مولانا عنایت اللہ شال سے منقول ہے کہ گذشتہ زمانے میں اگر کوئی اس راستے پر بے ادبی سے گزرتا تھا یا ان کے اسم گرامی کو کبھی بے ادبی سے یاد کرتا وہ آناً فاناً متنبہ ہو جاتا تھا۔ مگر جب زمانے میں فسادات برپا ہو گئے، بدعات اور ضلالت کی کثرت ہوئی اور زمانے کے مرور سے لوگوں کے باطنی خیالات بگڑ گئے تو وہ تادیب اور باطنی تنبیہ بھی رک گئی تھی۔ چونکہ حضرت سید ہلالؒ کو اکثر لوگ نقشبندی خیال کرتے ہیں اور جناب شیر علیہ الرحمہ ان سے منسوب ہیں اس لئے میں بھی اپنا ایک دقیقہ مرقوم کرتا ہوں جو اس طرح ہے کہ:

شب برأت کا آخری حصّہ تھا اور راقم الحروف (خواجہ اعظمیؒ) نے جو اس درس گاہ فیض پناہ کا کمترین خادم ہے، سید عالی جاہ کی تربت شریف کی زیارت کی۔ وہ اہل غربت کا ملجأ و ماوٰی اور اہل قربت کا کعبۂ مقصود ہے۔ میں نے تھوڑا سا آرام پایا اور یہ نیند و بیداری کی درمیانی حالت تھی تو دیکھا کہ تربت مبارک پر اسی طرح کی مضمون

Marfat.com

نورانی خط میں لکھی ہوئی ہے : کہ وہ زبدۂ دودمانِ ارجمندی میر محمد امین نقشبندی علیہ الرحمہ "آنجناب" کے فضائل عمدۃ الوسائل حد سے زیادہ ہیں۔ یہ عاجز ان میں سے کیا لکھ سکے۔ بلکہ وہاں سے واپس نکلنے کے وقت اشعار حسرت بار کا ایک طومار باندھا جو یہاں پر نقل کروں۔ خواجہ علیہ الرحمہ نے تین بند لکھے ہیں۔ تعریف، سلام اور دعا۔ ہم صرف تیسرا بند نقل کرتے ہیں۔

اے گلِ باغِ کرامت اے دُرِ دریائے جود
شاہدِ بزمِ شہادت، شاہِ اقلیمِ شہود
مظہرِ نورِ تجلّی مرقدِ بافیض تُست
ذاتِ پاکت بحرِ وجدان عینِ انوارِ وجود
وائے بر دل گریہ ما دائے خیالت بود است
صد زبان کردی زبانم گر نہ دردِ گر تو بود
باسیہ بختی و دل سختے زروئے افتقار
افسرم خارِ حرمیت بستترم خاکِ تو بود
عمرِ خود اعظم بسر بردہ بزیر پائے تو
اعتبارش زیں عبادت افتخارش زاں سجود

باد بر روحِ سراپا نورت از حق صد سلام
بر روانِ پاکِ آبائے عظامت صد درود

۱۰۔ حضرت سیّد حاجی مرادؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ خورد سال تھے کہ ان کے والد ماجد سیّد فخر الدین علیہ الرّحمہ دارِ فانی سے دار بقا میں چلے گئے تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد آنجنابؒ اپنے عم بزرگوار میر ضیاء الدین علیہ الرّحمہ کی زیر تربیت بالغ ہوئے۔ ان ہی کی مشفقانہ تربیت میں مقامات علیہ کی جانب بڑھتے گئے تھے۔ کمالات اور اصول کے حصول کرنے کے بعد ایک قسم کی فراغت پائی اور حرمین شریفین زادھا اللہ شرفاً کی زیارت کے لئے وہ سرزمین عرب میں جا پہونچے جہاں حضرت ابو اسحاق رومی علیہ الرّحمہ کے مرید بن گئے تھے۔ پھر ان کی خدمت میں رہ کر سعی اور جد وجہد کی تھی۔ شیخ موصوف نے ان کو شطاریہ طریقے پر تربیت کی، وہ خود جذباتِ عالیہ اور کرامات متوالیہ رکھتے بلکہ ابدال کے زمرے میں شامل تھے۔ حضرت میر علیہ الرّحمہ نے سلوک کے بعد ارشاد کی اجازت پائی تو ایران کے راستے ماوراء النہر میں پہونچ گئے۔ خوارزم میں میر عبداللہ برزشں آبادی علیہ الرّحمہ کی خدمت میں آئے جو اس وقت حضرات کبرویہ علیہم الرّحمہ کے اعلٰی خاندان کے ایک ہی برگزیدہ بزرگ تھے، ان سے کسب کمالات کرکے خلافت کا ارشاد پایا اور پھر حرمین شریفین میں چلے گئے۔

فراز و شیب راہ از رہروانِ گرم مپرس
کہ پیش مرغ ہوا کوہ و دشت یکسان است

Marfat.com

القصہ آنجناب علیہ الرحمہ تین بار حرمین شریفین کی زیارت کر آئے تھے۔ اکثر بلاد اسلامی کی سیر و سیاحت کر کے کشمیر میں وارد ہو گئے تھے۔ یہاں پہونچ کر اس سرزمین خلد میں ہر چہار طرف سے پھر آئے اور سیر و سیاحت کر کے نہایت خوش ہوئے تھے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنے لئے زاویۂ عبادت پسند کریں۔ بالآخر قریۂ کریدی کے نزدیک ایک ویرانہ پایا جو اُن کو ہزار آبادیوں سے بھی بہتر لگا، پھر وہیں جا کر بیٹھ گئے۔ چونکہ یہاں پانی نہیں تھا اس لئے جب وضو کے لئے پانی کی ضرورت پڑی تو کافی تلاش کی مگر پانی نہ ملا۔ پھر ایک گوشے میں دوڑے اور وہاں ایک نورانی چہرے والے بزرگ کو بیٹھے پایا، جن کے ناصیہ میں ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ ان کی جبین مبارک سے رشد و ہدایت کے علامات چمک رہے تھے۔ حضرت میر علیہ الرحمہ نے ان سے پانی کے متعلق سوال کیا: کہ کہیں تو ہے؟" نورانی بزرگ نے فرمایا کہ "اس گھاس کے بوتہ کو جڑ سے اکھاڑ دے، اسی سے صاف پانی ظاہر ہو جائے گا۔" آنجنابؒ نے بزرگ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ سبز گھاس کو اکھاڑ کر پرے پھینک دیا تو صاف و شفاف پانی کا ایک چشمہ نمودار ہوا تھا۔ جس سے انہوں نے طہارت کی اور نماز پڑھی، اتنی دیر نورانی بزرگ بیٹھے رہے۔ جب آنجنابؒ نے نماز سے فراغت پائی تو بزرگ کے پاس چلے گئے، اس طرح سید مراد کی مراد پوری ہو گئی کیونکہ وہ ایک نہایت ہی پُر لطف گوشہ تھا جو اُن کو مبارک ہوا۔ جب دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے

Marfat.com

کے ساتھ نیک صحبت کی تو معلوم ہوا کہ وہ مردِ نورانی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ پھر ایک دوسرے کو دعا کر کے حضرت خضرؑ غائب ہو گئے اور حضرت میر علیہ الرحمہ نے زاویۂ عبادت کو پکڑ لیا اور محوِ عبادت ہو گئے۔ چونکہ آنجنابؒ نے ایک روزہ راہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مسافت سے پانی لایا تھا تاکہ اس قریہ کو آباد کریں، اس لئے اس جوئے آب کو آج "جویہ بل" کہتے ہیں۔ اسی زمانہ میں جبکہ حضرت میر علیہ الرحمہ محوِ عبادت و ریاضت تھے شیخ بابا بم ریشی علیہ الرحمہ بھی کبھی کبھی آنجنابؒ کی خدمتِ اقدس میں آتے تھے اور ان سے طریقت کے مسائل دریافت کرتے تھے۔ جب ریشی مذکور نے حضرت سیدؒ کی رغبت ازواج کی طرف بڑھا ہوا دیکھا تو ان کو تزویج سے منع کیا اور نکاح نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ یہ بات حضرت مراد علیہ الرحمہ کو ناگوار ہو گئی تھی۔ آخر ایک مدت کے بعد شیخ بم ریشی علیہ الرحمہ آنجناب کی خدمت میں آئے تو وہاں ایک بچے کو قرآن پڑھتے دیکھا، وہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت میرؒ نے خود ہی فرمایا: "ریشی! تیرا انکار اسی بیٹے کے حق میں تھا جو اس وقت قرآن پڑھ رہا ہے۔" یہ سن کر ریشیؒ نے معذرت کی اور کہا: کہ "وہ چیز جو آدمی میں مودع ہے اس کے ظہور سے چارہ نہیں، کیونکہ وہ ضرور منصۂ شہود پر آئے گا۔" اس طرح وہ صاحب اولاد بن گئے تھے۔

آنجنابؒ کا روضۂ مبارک ان کے اہل و عیال سمیت موضع کریری بجی میں ہے جو ایک مشہور گاؤں ہے۔ وہاں آنجناب علیہ الرحمہ

Marfat.com

کی مشہور زمانہ زیارت گاہ بھی ہے۔

۱۱۔ حضرت سیّد حبیب کاسانی رح

کاسان بلاد ماوراء النہر میں ایک مشہور قصبہ ہے جو سمرقند کے نزدیک پڑتا ہے۔ وہاں کے سادات بلا تردد و اشتباہ صحیح النسب ہیں۔ ادھر بلاد ایران میں بھی ایک مشہور قصبہ کاشان ہے جہاں کے لوگوں کو کاشی کہتے ہیں۔ مشہور "ظروف کاشی" بھی وہاں کے ہی ہوتے ہیں۔ جب سید بزرگوار عالیمقدار اپنے مالوف وطن سے متحرک ہوئے تو بلدہ کشمیر میں پہونچ کر متوطن ہو گئے تھے اور پھر یہاں خدا پرستی کے گوشے میں اپنی ساری عمر بسر فرمائی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سادات کی شہادت میں بحسب تقدیر الٰہی وہ بھی شامل ہو گئے تھے اور ان ہی کے ساتھ شہادت پائی تھی۔ ان کا مقبرہ شیخ المشائخ شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمہ کے مزار شریف کے شمالی گوشے میں واقع ہے۔ وہ تربت شریف بھی محل فیض ہے۔

۱۲۔ میر سیّد محمد منطقی رح

آنجناب علیہ الرحمہ خدا کے بندے ایک کامل ولی اور متقی بزرگ تھے۔ وہ بابا میر ویسی قدس سرہٗ کے اقرباء میں سے تھے، جب رحلت پائی تو بچھر بل کے محلہ میں دریائے جہلم کے کنارے آسودہ ہو گئے تھے ان کی قبر پاک کسی کو معلوم نہیں تھی۔ مگر جب دریا کا کنارہ پھٹ کر

Marfat.com

منہدم ہو گیا تھا اور پانی اُن کے قبر کے پاس پہونچ گیا تھا، تو ہمسایوں میں سے ایک آدمی کو خواب میں واقع ہوا جس سے آنجناب نے فرمایا تھا، کہ "میری قبر کا نشان یہ ہے کہ وہ بارش کے وقت تر نہ ہو گی۔ وہاں سے میرا جسم باہر نکال کر دوسری جگہ پر دفن کر ڈالیں۔"

اس کے بعد آنجناب علیہ الرحمہ کے جسم مبارکہ کو نکالا گیا تھا۔ لوگوں نے بچشم خود دیکھا تھا کہ کفن بدستور پہنا ہوا ہے، ان کا ریش مبارک اور تمام اعضائے بدن اپنی اصلی حالت میں موجود تھے گویا ابھی ابھی انتقال فرمایا تھا یا آرام کے لئے پہلو رکھی ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ان کے وفات کے بعد ایک مدت گزرنے پر پیش آیا تھا۔ آج ان کی پرانی قبر کی جگہ مسجد ہے اور ان کا مقبرہ اسی کے صحن میں ہے ان کی تربت شریف بھی آج زیارت گاہ ہے۔

۱۳۔ حضرت میر سید محمد حبیب سرخابی ؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کے متعلق کہا گیا ہے، کہ

سرخروئی یافت از روئے آفتاب
دہر را بخشد ازاں رو آب و تاب

سرخاب ایک قریہ ہے جو کوہستان تبریز کے توابع میں پڑتا ہے جہاں اکثر کبروی بزرگوں کے مقبرے واقع ہیں۔ اور حضرت سید ظاہر علیہ الرحمہ کے اسلاف بھی اس قریہ میں سکونت اور توطن کرتے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے ہدایت وارشاد کی علم بھی وہیں بلکہ اسی جگہ پر نصب کی تھی ۔ بہرحال حضرات سید ولایتِ قنترات سے آکر کشمیر میں متوطن ہو گئے تھے جن میں حضرت سید سرخالجی علیہ الرحمہ بھی شامل تھے ۔ انہوں نے یہاں آکر خالقِ کائنات کی شب وروز عبادت کی تھی، آخر جب وصال پایا تو کاوہ ڈارہ کے محلے میں نالہ ماڑ کے کنارے پر آسودہ ہوئے تھے ۔ آنجناب اغنیا کی آمدورفت پر ہر گز رضا مند نہ ہو گئے تھے ۔ ان کا نوری جمال کسی وقت بھی جلال کی صفت میں جلوہ زن ہو جاتا تھا ۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ سالکوں کی جماعت میں ایک علامت تھے اور طالبوں کی گروہ میں ایک آیت ۔ پھر بھی کشفِ حقائق ودقائق میں ایک بحر ناپیدا کنار اور زخار سمندر تھے ان کے منور چہرہ سے تسکین وہیبت کے ملے جلے آثار نمایاں ہوتے تھے وصال کے بعد بھی آنجناب کی قبر شریف طالبوں کے لئے مظہر فیض تھی، جہاں سے اہلِ سلوک منزل پاتے تھے ۔ اکثر وہ اس حظیرۂ قدیمہ میں بیٹھ کر عبادت کرتے اور متاثر ہو جاتے تھے ۔ گذشتہ زمانے میں ان کا روضۂ مبارکہ ایک پُر جلال جگہ ہوا کرتی تھی ۔

مشہور ہے کہ ایک رات میں ایک سیاہ نامہ (گناہگار) سفید مبرز پہنے اور اوڑھے ان کی تربت سے گزرا ۔ وہ بے ادبی میں غنودہ تھا اور بیٹھے رہا ۔ صبح کو لوگوں نے دیکھا تھا کہ اس کی تن سے اس کا سر الگ کیا ہوا پڑا تھا ۔ اس طرح لوگ ان کے قہر سے ہراساں ہو گئے تھے ۔ کیوں کہ وصال کے بعد اس کا صورتِ جلال

Marfat.com

یعنے قہر اور زیادہ ہو گیا تھا۔

۱۴ تا ۲۵۔ سید شہاب الدینؒ، سید حضور اللہؒ، سید حسینؒ :۔

آنجناباں علیہم الرحمہ تین سادات بابرکات بڑے بزرگ تھے وہ تینوں حضرات بعد میں زینہ کدل کی رنگہ مسجد کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ۱۷ء۔ حضرت سید موسیٰ، ۱۸ء۔ حضرت سید ذاکر، ۱۹ء۔ حضرت سید جعفر، ۲۰ء۔ حضرت سید افضل، ۲۱ء۔ حضرت سید معصوم، ۲۲ء۔ حضرت سید قاسم اور ۲۴ء۔ حضرت سید داؤد علیہم الرحمہ:۔

آنجناباں (نمبر ۱۷ تا ۲۴) سات بزرگانِ سادات عالی درجات تھے۔ وہ سب باہم برادرانِ دینی اور بنی اعمام تھے۔ اور وہ سب علاقۂ بانگل کے موضع بیروہ میں مدفون ہیں، وہ ایک ہی روضہ میں آسودہ ہیں۔ ازاں جملہ تین سیدوں کی قبریں ظاہر ہیں، اور باقی چار قبریں مستور ہو گئی ہیں اور وہ مندرس بھی ہو گئی ہیں۔ ایک بزرگ سید عزیز ان بزرگوں کا رفیق تھا۔ روضہ کے باہر دروازہ کے پاس ہی دفن ہے۔

۲۶۔ حضرت سید قاسمؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک بزرگ سید تھے جو موضع نیلہ گام میں آسودہ ہو چکے ہیں۔ وہ علاقۂ بانگل میں ایک گاؤں ہے۔

Marfat.com

۲۷۔ سید محمد بخاریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ موضع کرالہ پورہ میں آسودہ ہیں۔ کرالہ پورہ بھی پرگنہ بانگل میں ہی ایک گاؤں ہے۔

۲۸۔ حضرت سید خلیل اللہؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی اسی پرگنہ بانگل ہیں آسودہ ہیں۔ وہ صاحب دستگاہ ایک گمنام جگہ پر کہیں آسودہ ہیں۔

۲۹۔ حضرت سید جعفرؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی مشہور سادات میں سے تھے جو صاحب جذبہ و صاحبِ کرامت تھے۔ آخر موضع راولپورہ میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۳۰۔ سید محمد منطقی ثانیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک صاحبِ رتبہ بزرگ تھے۔ وہ وصال کے بعد محلہ ناشواں کے بائیں حصہ میں مدفون ہو گئے تھے۔ ان کا مدفن سید علی اکبر علیہ الرحمہ کے روضہ کے نیچے کی طرف واقع ہے

۳۱ تا ۴۱:۔ سید ذوالفقار، سید علی، سید عبداللہ

Marfat.com

سید قاسم، سید حسین، سید ابراہیم، سید شاہ نواز، سید اسحاق، سید اسماعیل اور سید فیروز رحمہم اللہ

آنجناب ان ساداتِ کرام کی ایک گروہ تھی جو دس بزرگوں پر مشتمل ہے وہ سب سادات عالی درجات محلات نور باغ، سکہ ڈافر اور ان کے نواحی علاقے میں مدفون ہو گئے تھے۔ ان حضرات کا مولد و منشاء کی حقیقت کسی معتبر کتاب میں نہیں دیکھی گئی ہے۔ گویا ہم نے ان کے اسمائے گرامی کے سوا اور کوئی کیفیت کہیں سے نہیں پائی، بلکہ بمصداق:

ندانم ز آغاز و انجام شان
مرا بر زبان بس بود نام شان

سرزمین کشمیر میں ابتدا سے ہی عابدوں اور زاہدوں کی ایک جماعت موجود تھی، جن کو "ریشی" کہتے ہیں۔ عہدِ اسلام میں بھی ریشیت اور ریشی مسلک نے زبردست فروغ پایا۔ ریشیوں میں بڑے بڑے مرتاض بزرگ اور عظیم شیوخ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جو نہایت مشہور ہو چکے تھے۔ ان میں سے ان حضرات کی ذکر بھی کی جائے، جن کے اسمائے مبارکہ متذکرہ تاریخ میں درج ہیں۔

چونکہ اس مقدس گروہ کے سرخیل اور پیشرو حضرت شیخ نور الدین ولی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس لئے اب ان کے حالات لکھے جائیں گے۔ وہ ولی کامل اور حضرت شیخ العالم، تھے۔ ان کے سینکڑوں خلفاء ہیں۔ انہوں نے اپنے خاص خلیفہ بابا نصر الدین رحمۃ

Marfat.com

اللہ علیہ سے آخری وصیت یوں کی تھی۔ ۔ (از متو مرحوم)

بود ماہ صیام و شب شبِ قدر ٭ کہ سرِ احتغار شد آں صدر

نصر الدین را بہ پیش خود جا کرد

محرمِ رازش از وصایا کرد

کہ چہ روحم بروں شود از بدن ٭ از صدف سر کشد چو دُرِ عدن

دوستان را سلامِ من برسان

ہمہ را از من ایں پیام رسان

کہ بجز یادِ دوست دم نزنند ٭ جز براہ ہدا قدم نہ نہند

۴۲ : حضرت سید علی اکبرؒ ۔ (و دیگر نو سادات)

آنجناب علیہ الرحمہ اس وقت ملا فتو علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار میں آسودہ ہیں۔ وہ ساداتِ کرام میں برگزیدہ تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ ٭

۴۳۔ حضرت سید جلیل کاسانیؒ، ۴۴۔ حضرت سید محمدؒ، ۴۵۔ حضرت سید عمرؒ، ۴۶۔ حضرت سید علیؒ، ۴۷۔ حضرت سید کاظمؒ، ۴۸۔ حضرت سید مرادؒ، ۴۹۔ حضرت سید جعفرؒ، ۵۰۔ حضرت سید مادؒ۔ ۵۱۔ حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین = آنجنابان نو (۹) (نمبر ۴۳ تا نمبر ۵۱) بزرگان سادات تھے۔ وہ دوستانِ خدا نہایت مرتاض اور بڑے باہمت اولیائے تھے۔ وفات پانے کے بعد وہ سب محلۂ "بوزہ گراذ" سے لیکر جچر بل تک الگ الگ مدفون ہو چکے تھے۔ ان کی قبریں آج بھی محل فیض و فتوح ہیں۔ ٭

Marfat.com

۱۷

شیخ الشیوخ حضرت شیخ نورالدین ولی کشمیری

حضرت شیخ نورالدین[۱] نوراللہ مضجعہ کے حالاتِ زندگی نہایت مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے محتاجِ بیان نہیں۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے اس وقت توبہ کی توفیق پائی تھی، جب ان کی عمر شریف تیس[۲] سال کی ہو

حاشیہ[۱]: آنجناب کشمیر الاصل تھے۔ وہ ہندوؤں کے ایک انتہائی معزز خاندان سورج بنسی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ انکے والد ماجد سلر سنز حضرت یاسمن ریشی یا سید حسین سمنانی کے پاس جاکر مسلمان ہوگئے تھے، پھر ان کا نام سالار الدین پڑا۔ ان کا فرزند ارجمند نورالدین تھا جو آگے چل کر شیخ العالم بن گیا تھا۔ حضرت شیخ بچپن سے ہی پاکیزہ، متقی اور متورع تھے۔ ان کی نفس کشی زمانہ میں یادگار اور ضرب المثل رہ گئی ہے۔ جوانی میں ان کا عقد نکاح اکبر دین کی خوبصورت بیٹی زے دیدی کے ساتھ ہوا تھا جس سے ان کے دو بچے پیدا ہوئے۔ جن کا نام بابا حیدر اور زون دیدی تھا۔ اسی اثنا میں حضرت کو سوز دروں نے جوش مارا اور وہ شب روز آہ وزاری کرنے لگے۔ خدا نے اپنے اس برگزیدہ بندے کو گھر کے جھمیلوں سے آزاد فرمایا اور ان کے دونوں بچے لے لئے۔ اب وہ روشن دن اور سیاہ راتیں غاروں میں گزارنے لگے۔ ان کا پاک دل عشقِ الٰہی کے آگ سے نہایت گرم تھا، اسلئے ہر وقت روتے رہتے تھے۔ انہوں نے نفسانی رغبت کو کبھی پورا نہ کیا ہے اور بالآخر غار نشینی اختیار کی۔ کیموہ کی گپھا میں بارہ سال تک رہے۔ وہ عزلت و تنہائی میں ذکرِ الٰہی میں غرق رہتے تھے۔ تقریباً کچھ نہ کھاتے، صرف کردے جنگلی ساگ سے (دیکھئے اگلا صفحہ…)

Marfat.com

چکی تھی۔ پھر رہبانیت سے منہ موڑا جو اس زمانے میں ہر طرف سے پھیلی ہوئی تھی، اور پھر شعار اسلام کے مطابق عبادت و ریاضت انجام دی۔ راہِ خدا میں جان بازی کی طرف دوڑے اور ریاضت میں انتہائی مشقت برداشت کی تھی۔ ریاضت، عبادت، ورع، تقویٰ اور نفس کشی میں آنجناب علیہ الرحمہ اپنی مثال آپ تھے۔ جس سے وہ متقدمین کے یادگار اور متاخرین کے افتخار بن گئے تھے۔ ان کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) افطار کرتے تھے۔ پھر وہ بھی چھوڑ دیا تھا اور پانی کے چند گھونٹ سے روزہ کھولتے تھے۔ بلکہ کچھ مدت تک صرف ہوا سے افطار کرتے تھے۔ ان کے اندروں میں عشق الٰہی کی آگ سلگ رہی تھی۔ پھر اس سوز دروں نے اشعار (وداکھ) کا روپ دھار لیا تھا۔ ان پر درد اشعار کو رو رو کر پڑھتے اور سب کو رلاتے تھے۔ ان کے درد و سوز سے بھرے وہ اشعار آج بھی اناث و ذکور گنگناتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں۔ آنجناب علیہ الرحمہ کی کرامات بے شمار ہیں۔ دیہات میں ان کے یادگار آج بھی موجود ہیں۔ کشمیری ان کو پیار سے شیخ العالم، علمدار، نندہ لالہ، نورالدین ولی اور کاشر وعظ خوان کہتے ہیں۔ ان ناموں کے ساتھ لوگوں کو کافی محبت ہے ان کا مزار شریف چرار میں ہے جسے پیار سے چرار شریف بھی کہتے ہیں۔ ان کے آستانِ عالیہ پر سال بھر زائیروں کا تانتا بندھا رہتا اور شب خوانی کا شور ہوتا ہے۔ اس مقدس درگاہ کی زیارت کے لئے بیرون ریاست سے بھی معتقد آتے ہیں۔ آنجناب کا عرس پاک ہر سال ۲۶ ربوہ کو وادی بھر میں منایا جاتا ہے۔ اگر ان کی عظمت اور اشعار کے ایک انتخاب کو ہی لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے جس کی یہاں کوئی گنجائش نہیں آنجناب علیہ الرحمہ کشمیر کے تمام اولیائے کے سردار یعنے سید الاولیائے الکشمیر مان لیئے گئے ہیں۔"

Marfat.com

نسبت صورتاً و معنیاً تمام تر لطف و جمال تھا۔ انہوں نے ظاہراً اور باطناً اپنی ہمت اور عزم عبادت و ریاضت میں مصروف کر دی تھی جو محبوب ذوالجلال علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب المتعال کے سنت کے عین مطابق تھی۔ آنجناب علیہ الرحمۃ ریاست کے ریشیوں کے سر دفتر اور سردار تھے۔ (یاد رہے کہ ریشی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو زاہدوں اور عابدوں میں سے ہو۔ عبادت و ریاضت میں سخت و صعب تر ہو، نفس کشی کرے۔ تمام آرزوں اور تمناؤں سے ہاتھ کھینچ لے مال و اسباب، جائیداد اور ملک و اقتدار کی تو ذکر ہی کیا وہ تو اپنے ٹھکانے سے بھی کنارہ کش ہوتا ہے۔ پھر خود کو اولاد و ازواج سے فارغ بھی رکھا کرے۔ غرض ایک ریشی خدا کے سوا کسی اور سے دل نہیں لگاتا ہے۔ اور ہوا و ہوس سے پاک ہوتا۔)

حضرت شیخ الشیوخ شیخ نور الدین ولی رضی اللہ عنہ ریشی مسلک کے برگزیدہ حامی تھے۔ ہمارے شیخ باکمال ان تمام امور میں اولیاء اللہ کے اس طبقہ میں منفرد تھے جن کی ذکر کی گئی۔ نفس کشی اور لاطمعی میں آنجناب ؒ یگانہ اور بے مثال تھے۔ انہوں نے زہد و تقویٰ کو غایت الغایت تک ہی پہونچا دیا تھا۔ چونکہ ان کا ابتدائی کام جذبۂ الٰہی تھا اس لئے ان کو عشق کے شعلۂ نامتناہی نے پکڑ لیا تھا اور ان کا کام آہ و نالہ بن گیا تھا۔ شیریں مقالات کے تو وہ ایک مصنف بن گئے تھے۔ انہوں نے تھوڑی سی ہمت اور توجہ سے ظاہری حجابات کو پارہ پارہ کر دیا تھا یعنی بیوی بچوں کے تعلقات سے خود کو یکسر

Marfat.com

آزاد کر دیا تھا۔ محبت وعشق میں آنے والے اس دیوار کو درمیان سے ہٹا دیا اور نظر کو آگے بڑھایا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند؟ ❊ فرزند و عیال و خانماں راچہ کند؟

دیوانہ کسے است کہ ہر دو جہانش بخشی

دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند؟

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ متواتر بارہ سال تک مغارات وجبال میں ہر ایک سے سمٹ کر تنہا رہے ہیں اور کاسنی کے بغیر دوسرا کوئی غذا نہ کھایا تھا۔ دوسرے بارہ سال تک اس کو بھی ترک کیا تھا اور صرف دودھ کے ایک پیالہ پر گزر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری عمر میں کبھی بھی اپنے نفس کے مطالب کو پورا نہیں کیا تھا۔ چونکہ دودھ کو بھی نفس پروری کا لذت خیال کیا تھا، لہٰذا اس کو بھی چھوڑ دیا تھا اور ڈھائی سال تک روٹی یا کسی اور غذا کو چھوا تک نہیں بلکہ تھوڑا سا پانی پی کر گزارہ کرتے تھے جو ایک عام نہر سے ہی لیتے تھے، پھر اسی پر اکتفا کر کے شب و روز عبادات میں کمر بستہ ہو کر محو ہو جاتے تھے۔ چھبیس سال اسی طرح بے خورد و خواب میں گزارے۔ یہ مذکورات کافی مشہور ہو گئے تھے، اور لوگ ان کے گرویدہ ہوئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎

قوتِ جبرئیل از مطبخ نہ بود ❊ بود از دیدار خلّاقِ ودود

الغرض حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے ریشیوں کے اس شیوہ کو تجدید اور تزئین سے آراستہ فرمایا تھا، جو خلا ضمن، پلا ضمن اور پاضمن ریشیوں

Marfat.com

کے بعد یہاں بری طرح متاثر ہو گئی تھی، بلکہ ماند پڑ گئی تھی۔ آنجناب نے سلوک کے اس طریقے کو نئے سرے سے شروع کیا تھا اور اسے شریعت اسلام کے مطابق قائم فرمایا تھا۔ انہوں نے اپنی ہمت اور عزم سے قتلِ نفس اور شکستِ بدن عنصری پر کاری ضرب لگائی تھی۔ خواہشات اور لذات کو لات ماری، پھر اپنے قول و فعل سے سنّت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی علم کو بلند کر کے ہر چہار طرف سے لہرا رکھا تھا۔ انہوں نے حضرت میر محمّد ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ حضرت میرؒ بھی ان کے کمالات کے قائل ہو گئے تھے اور وہ بھی حضرت شیخ علیہ الرّحمہ کو تحسین دیتے اور مرحبا کرتے تھے۔ آنجنابؒ اس وقت کے اکابر اولیاء مثل میر حسین سامانی علیہ الرّحمہ کے ساتھ بھی کافی انس اور صحبت رکھتے تھے۔ بلکہ ان کی خدمت میں آکر استفادہ بھی کیا کرتے تھے۔ اتصال و جوار کی بنائ پر وہ حضرت میر سید کمال قدس سرہٗ کی ملازمت بھی کرتے تھے۔ اس طرح حضرت شیخ بہاؤ الدین، شیخ سلطان بلکی اور بابا حاجی ادہم علیہم الرّحمہ وغیرہ جو ان کے ہم عمر اور ہم رتبہ تھے، کو اکثر دیکھا کرتے اور اُن کے ساتھ گھل مل جاتے تھے۔ ہاں یہ بات کہ آنجنابؒ نے قدوۃ الاخیار جناب سید امیر عالی مقدار علی ثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات کی، یا صحبت میں بیٹھے تھے جو عام زبانوں پر مشتہر ہے۔ محقّقین کے پایۂ تحقیق کو نہیں پہونچی ہے۔ والعلم عند اللّٰہ العلیم

حضرت شیخ پاک رضی اللہ عنہٗ شکم مادر میں ہی تھے کہ مردانِ غیب

Marfat.com

ان کی طرف التفات کرتے تھے۔ ان کی والدہ محترمہ کو سلام کرتے اور ان سے دعا کرواتے تھے۔ مادر محترمہ نے للہ عارفہ مجذوبہ سے بھی بشارت پائی تھی۔ صاحب اسرار الابرار اس قدوۂ کبار کے تولد کو سنہ ۷۵۷ھ لکھتے ہیں اور وصال سنہ ۸۰۸ھ۔ البتہ مشہور یہی ہے کہ انہوں نے سنہ ۸۴۲ھ میں وفات پائی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی عمر شریف ترسیٹھ ۶۳ سال تھی۔ نزع کے وقت بابا نصر الدین علیہ الرحمہ نے ان سے پوچھا کہ: "ہیچ آرزو داری؟" فرمایا کہ "حق"! بابا نے عرض کیا: کہ "شربتے مے خوری؟" فرمایا: کہ "تمام عمر بجہت حق ترک کردم وایں زمان چرا بخورم؟" اس کے بعد حق کہا اور جان بحق تسلیم کیا۔ سلطان زین العابدینؒ بھی انکے جنازے میں شریک ہوا تھا۔

آنجنابؒ مادر کشمیر کے عظیم الشان فرزند اور عالیشان ریشی تھے۔ ان کے سینکڑوں خلیفے عظیم تھے، جن میں بعض کی ذکر کی جائے گی۔

Marfat.com

۱۸

دیگر سرکردہ ریشیان عالی نشان

۱۔ حضرت بابا زین الدینؒ :۔

آنجناب رحمتہ اللہ علیہ کا اصلی وطن کشتواڑ تھا، اور ان کا نام تھا زیا سنگھ۔ ایک دن غیبی اشارہ پاکر وہ کشمیر آئے تھے اور بابا بام الدین علیہ الرحمہ کے پاس پہونچے تھے جو حضرت شیخ نور الدین رضی اللہ عنہ سے مامور ہو چکے تھے۔ انہوں نے ان کو شیخ قدس سرہٗ کے پاس لایا جہاں وہ اسلام سے مشرف ہوا، پھر ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور وہ بھی ریشی بن گئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے حکم سے عیش مقام کی گپھا میں چلے گئے تھے اور وہاں گوشہ نشین ہو گئے تھے، پھر وہی ان کا گھر بھی بنا۔ اس زمانے میں وہ غار دیوؤں اور پریوں کا مسکن تھا اور وہ اسی میں شب و روز محو عبادت ہو گئے۔ عبادات و ریاضات شاقہ کے ساتھ سخت نفس کشی بھی کی۔ چونکہ اس جگہ کہیں بھی پانی نہ تھا۔ شیخ شمس الدین علیہ الرحمہ کی استدعا پر آنجنابؒ نے توجہ فرمائی اور ایک درخت کے نیچے سے پانی موجود ہونے کی بشارت پائی۔ جب وہ اس درخت کے پاس چلے گئے تو پانی کی ایک جوئے لائی جو بڑھ کر ایک چھوٹی سی نہر بن گئی تھی۔ حضرت شیخ زین الدین علیہ الرحمہ کو سلطان زین العابدین

Marfat.com

سے کچھ رنجش ہوگئی تھی تو عین برفباری میں تبت چلے گئے، وہاں احیاءِ مردہ کیا۔ ادھر سلطان بیمار ہوگئے تو کافی الحاح کر کے ان کو تبت سے واپس کشمیر لایا۔ مگر بادشاہ کے صحت یاب ہونے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ پر جا کر عبادات میں مشغول ہو گئے۔ آخر جب ان کا وقتِ موعود آ پہونچا تو رحلت کے وقت وصیّت کی کہ "مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر تابوت میں رکھنا، اور پھر انتظار کرنا۔" معتقدین نے ایسا ہی کیا مگر بعد میں تفحص کرنے پر پتہ چلا کہ تابوت خالی ہے، اس میں وہ موجود نہ تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ: ؎

فانی ز خود بدوست باقی
این طرفہ کہ نیستند و ہستند

جب طالبوں نے دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور چیخ و بکاء سے شور مچایا۔ آخر خواب میں ان کو حکم ہوا کہ تابوت کی جگہ پر قبر کھود کر درست کریں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، خلیفوں اور طالبوں نے اشارہ سے بالائے خطیرہ اس قبر کے پشت پر اپنی قبریں مقرر کر کے کھدوائیں۔ لہذا جہاں حضرت بابا علیہ الرحمہ کی مجازی قبر ہے۔ اسی جگہ پر ان کے خلفاء بھی مدفون ہو گئے تھے۔

۲۔ حضرت بابا بام الدین رح:-

آنجناب علیہ الرحمہ ایک برہمن تھے، جس کا نام "بوم ساوی"

Marfat.com

تھا۔ اس نے ریاضت کے زور سے انسانی کمالات حاصل کئے تھے جیسے طی مکان اور اس کے مانند دیگر باتیں۔ اب اس کے ہدایت کا وقت آیا تھا تو حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں آئے تاکہ تربیت حاصل کرے۔ مگر وہاں شیخ علیہ الرحمہ کے ساتھ بحث کرتے رہے۔ گفتگو کے دوران بومہ ساوی نے اپنا روحانی طاقت بھی دکھا دیا، وہ اُڑ کر آسمان تک پہونچا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اپنے نعلین مبارک کو حکم کیا، اور وہ گویا زندہ پرندہ ہوا، اور پرواز میں آیا۔ بومہ ساوی نے دیکھا نعلین اس کے اُوپر ہی اُوپر ہے تو اس کے دل کا قفل کھل گیا اور واپس آکر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اسلام قبول کیا۔ پھر شیخ العالم قدس سرہٗ نے اُسے بابا بام الدین کے نام سے مسمّٰی کیا۔ اس کے بعد وہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے "بومہ زوہ" میں چلے گئے جہاں وہ جان توڑ عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ بارہ (۱۲) سال تک زندہ تھے اور اس ساری مدت کو روزہ داری میں بسر فرمایا تھا۔ وہ صرف پانی پی کر افطار کرتے تھے جو ایک پتھر کے نیچے سے بہہ کر آتا تھا۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ خادم کے لئے بھی محتاج نہ تھے کیونکہ اس نے دیگدان کی طرف کبھی رغبت نہ کی تھی۔ آخری وقت پر فرمایا تھا کہ "میں نے غسل اور تکفین کا وعدہ بابا زیت الدین علیہ الرحمہ سے کیا تھا مگر وہ اس وقت تبت میں ہے۔" تاہم آخری سانس لیتے ہی حضرت بابا موصوف کو تبت سے طلب کر کے حاضر کیا تھا اور اسی کے ساتھ ہی رحلت فرمائی تھی۔ انہوں نے آخری

Marfat.com

عمر تک بومہ زوہ میں، جو مجبوبوں کے مقام سے بالاتر ہے۔ عبادت و ریاضت کی تھی لہذا رحلت کے بعد وہیں اسی جگہ پر مدفون بھی ہوگئے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا مقبرہ آج بھی فیض تمام کا محل ہے لہذا لوگوں کا عبور و مرور رکھتی ہے۔

۳۔ حضرت بابا لطیف الدینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ علاقہ "مرداد دون" کے سردار زادوں میں سے تھے۔ اور اس کا نام تھا لدی رینہ، پھر وہ شیخ المشائخؒ کے پاس آئے اور انہوں نے اس کا نام بابا لطیف الدین رکھا۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اسے اپنی خاص ارادت اور خدمت سے نوازا، وہ بھی اس راستے کے بہادروں اور اس درگاہ کے ہنر بروں میں سے تھے اور عجیب حالات بھی رکھتے تھے، لوگوں نے ترکِ دُنیا گویا اسی سے سیکھا تھا۔ اس راستہ کے اکابروں نے ان کی ریاضت کو دیکھ کر غیرت سے رشک کیا تھا۔ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ نے ان سے پہلی ہی صحبت میں پوچھا تھا کہ: "تیرا مقصد کیا ہے؟" اس نے جواب دیا تھا کہ: "میرا مقصد آپ کا دیدار اور آپ کی دوستی ہے۔" تو شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ: "تو دوست جب تک دوست کا کام نہ کرے تب تک اسے نہیں چاہیئے کہ دوستی کا دعویٰ کرے۔" انہوں نے پوچھا: کہ "دوست کا کام کیا ہے؟" شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ "امتثالِ فرمانِ حق" انہوں نے پھر پوچھا: کہ "فرمان کیا ہے؟" حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے

Marfat.com

فرمایا، کہ "تم مسلمان ہو جاؤ اور اپنے معبود کا بندہ ہو کر بندگی کرو" انہوں نے جواب دیا، کہ "مسلمان نہیں ہو جاؤں گا، البتہ اپنے معبود کا بندہ ضرور ہو جاؤں گا۔" اس پر شیخ علیہ الرحمہ نے پوچھا: "معبود کون ہے؟" انہوں نے کہا: کہ صنم ہے

سرگشتہ گان بتاں را توئی مراد!
مقصد یکے است کعبہ رواں را اگر صد اند

جناب شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ "کیا تو صمد کا دیا ہوا روزی کھاتے ہو، مگر عابد بن جاؤ گے صنم کا؟" یہ سنکر انہوں نے نعرہ مارا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو شرف اسلام سے مشرف ہو گئے تھے۔ پھر بحکم "جذبۃ من جذباتِ الحق توازی عمل الثقلین" انہوں نے سرداری اور اہل و عیال کو چھوڑ دیا پھر اپنا تن و بدن یکبارگی ریاضت شاقہ میں لگا دیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ اس کے خادم نے سبز "اوپل ہاکھ" (ایک خودرو جنگلی ساگ جو کڑوا ہوتا ہے۔) کو چُنا، پھر دھو کر بابا علیہ الرحمہ کے لئے پکانے کی غرض سے آگ پر رکھا۔ وہ وضو کرنے کیلئے باہر آیا تو انہوں نے سُنا کہ ساگ باتیں کر رہا ہے، وہ کہہ رہا تھا: کہ "مجھے آگ پر مت ڈالا کرو کیونکہ میرا ابھی جان ہے اور میں بھی خدا کی ذکر و اذکار کرتا ہوں۔" یہ سنکر بابا رو پڑے اور خادم سے فرمایا: کہ "کہ آج سے صرف خشک ساگ کو ابالا کرو اور سبز ساگ کو مت ابالو۔" حضرت بابا علیہ الرحمہ نے لوگوں کے ازدحام سے بچنے کے لئے موضع پوشنگر

Marfat.com

میں گوشہ نشینی اختیار کی تھی اور وہیں مستقل سکونت بھی فرمائی تھی۔ آخر پر اسی جگہ رحلت فرمائی۔ ان کا مقبرہ شریفہ مشاہیر مقابر میں سے ہے۔ جہاں آج بھی لوگ آتے جاتے ہیں۔

۴۔ حضرت بابا نصیر الدینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ جب بہت چھوٹے تھے تو ان کو ایک سخت بیماری لاحق ہو گئی تھی، جو کچھ بھی کھاتے وہ واپس آ جاتا تھا اور ان کو کچھ ہضم نہیں ہو جاتا تھا۔ بلکہ کھا کر فوراً قے کر کے اگل دیتے تھے۔ اس کے والدین امیر تھے اور اس کے علاج پر کافی دولت اڑا دی تھی لیکن فضول اور بے سود۔ وہ کسی بھی طرح سے اچھا نہیں ہو سکا۔ بلکہ بمصداق: "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔" آخر اس کے والدین جب مایوس ہو گئے ــ تو ایک رات خواب میں ایک جماعت کو دیکھا جن میں ایک پیر کامل اور شیخ معظم بھی پلاس کا کپڑا اوڑھے ہوئے دکھائی دیا انہوں نے ایک شخص سے پوچھا: کہ "یہ کون لوگ ہیں؟" اس نے جواب دیا: کہ "یہ ابدالوں کی جماعت ہے۔" انہوں نے پھر پوچھا، کہ "ان میں یہ مردِ نورانی کون بزرگ ہیں؟" اس شخص نے کہا، کہ "یہ ولی اکمل جناب شیخ نور الدین نورانی قدس سرہٗ ہیں۔ جو کیموہ کی گپھا میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔" اس طرح خواب میں ہی انہوں نے اس شخص سے اس عزیز کے پاس اپنے بیٹے کا علاج پا لیا۔ صبح کو یہ واقعہ انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا، چونکہ ماں باپ بیٹے

Marfat.com

کی غم میں سڑ رہے تھے۔ اس لئے اسی دن بیٹے کو اٹھا کر شیخ علیہ الرحمہ کے پاس جا پہونچے۔ جب شیخ العالم علیہ الرحمہ نے بیٹے کو دیکھا تو پوچھا: کہ "تیرے منھ میں یہ زردی تو کس وجہ سے ہے؟" لڑکے نے جواب دیا اور اپنی ساری کیفیت بیان کی۔ تو انہوں نے پوچھا: کہ "تیرا نام کیا ہے؟ اور تو کس لقب سے مشہور ہے؟" اس نے کہا: "میرا نام نصر ہے اور لقب راوتر۔" (راوتر کشمیری میں پہلوان کو کہتے ہیں۔) یہ سنکر آنجناب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کہ "کیا تو پہلوانی کر سکوگے؟" لڑکے نے جواب دیا: کہ "اگر پیر ملے گا تو ضرور کر سکوں۔" پھر حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے حکم دیا: کہ "کھانا لاؤ!" جب طعام لایا گیا تو بیمار لڑکے سے فرمایا: کہ "آؤ! سیر ہو کر کھاؤ۔" لڑکا آگے بڑھا اور کھانے پر لوٹ پڑا، سیر ہو کر کھایا اور آرام سے ہضم کیا، اس کے بعد جو بھی کھاتے اسے مزے سے ہضم کرتے تھے۔ جب وہ تندرست ہوا تو والدین کو رخصت کیا اور کہا: کہ "جاؤ! میں نے اپنا طبیب پا لیا ہے۔" اس کے بعد والدین کی ممانعت، عجز و زاری اور رونے دھونے کے باوجود وہ وہاں سے نہ ٹلا، بلکہ اپنی تمام عمر حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزاری تھی جس میں دادِ ریاضت و عبادت دیا تھا، وہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور صحبت سے ہرگز دور نہ ہو جاتے یہاں تک کہ شیخ العالم رضی اللہ عنہ کے رازدار بلکہ محل اسرار بن گئے تھے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا خطاب کشمیری اشعار میں جو کہ سب حکم اور اسرار تھے، اکثر حالات میں ان ہی سے ہوا کرتا تھا۔ (آخر جب رحلت کی تو کبھی پیر کامل سے

Marfat.com

جدا نہ ہوا اور ان کا مقبرہ بھی چرآر کے آستانہ میں پیر کے پہلو میں ہے۔)

۵۔ حضرت بابا قیام الدینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت شیخ نورالدین ولی رضی اللہ عنہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اور پھر ان ہی کے حکم سے وہ بیزگام میں ایک سرسبز مقام میں جاکر گوشہ نشین ہو گئے تھے وہ پرگنہ "دیوہ سر" میں ایک گاؤں ہے۔ آنجنابؒ اسی جگہ خلوت میں رہ کر سخت عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ وہاں وہ ایک چشمۂ جاریہ بھی رکھتے تھے، پھر اپنی تمام تر ہمت کو تقویٰ اور ریاضت شاقہ کی طرف موڑ لی تھی۔ اپنا غذا جنگلی گھاس سے ہی مقرر کر رکھا تھا، جو نہایت کڑوا تھا۔ اس طرح آنجنابؒ نے بہت ہی کٹھن قسم کی نفس کشی اختیار کر رکھی تھی جس سے ان کے چہرہ پر صرف پوست اور استخوان رہ گئے تھے۔ انہوں نے سوکھے درختوں کو اپنے چشمے کے اردگرد نہال کر رکھا تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے لگاتے ہی فوراً سرسبز ہو جاتے تھے۔ جب رحلت فرمائی تو وہیں دفن بھی کئے گئے تھے۔:

۶۔ حضرت بابا عثمان ادجب گنائیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ شہر سرینگر کے نجبا اور امرائیں میں سے تھے۔ اُس زمانے میں "گنائی" عرفِ عام میں محرر یا منشی یعنی لکھنے والے

کو کہتے تھے۔ اس سے پٹواری سے مفتی تک سب کو لوگ اسی لقب سے پکارتے تھے۔ حضرت بابا بڑے اہلِ کمال میں سے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد انہوں نے خدا پرستی کے ذوق سے مرشد کی طلب میں دوڑ دھوپ شروع کی۔ جب یہاں ان کو کسی طرح مرشد کا پتہ نہ چلا تو حرمین شریفین کا راستہ پکڑ لیا۔ مکہ معظمہ پہونچ کر جناب مرشد آفاق شیخ خواجہ اسحٰق شطاری علیہ الرحمہ سے مقرب بارگاہِ باری شیخ بہاؤ الدین گنج بخش علیہ الرحمہ کے اوصاف سن لئے۔ آنجناب نے اُسے کہا، کہ "مقصود اوّل کو چھوڑ کر پہلا قدم جو اٹھے تو مرشد کا نشان پاؤ گے۔ ان کے متعلق گنائی علیہ الرحمہ نے تفصیلی حالات بھی سن رکھے تھے۔ پھر مناسک حج ادا کرنے کے بعد واپس وطن کی جانب دوڑ پڑے اور سیدھے شیخؒ کی خدمت میں پہونچے۔ آنجنابؒ کی اشہر شہرت کے باعث بھی وہی صاحب بن گئے تھے، پھر جان و دل سے خدمت کا کمر کس لیا اور تمام قیود سے آزاد ہوکر یکسر خدا کا راستہ اختیار کیا، اور اس وقت کے مشائخ کی صحبت میں رہ کر ان کی خدمت مداومت کے ساتھ انجام دی تھی جن میں حضرت شیخ نور الدین ولی اور بابا ادہم وغیرہ علیہم الرحمہ اور ایسے ہی کئی بزرگ شامل تھے جب آنجنابؒ نے رحلت فرمائی تو سلاطین کے مقبرے میں مرزا حیدر کاشغری کی تربت کے روبرو آسودہ ہوگئے تھے۔ حضرت بابا عثمان علیہ الرحمہ کے خانوادے کو حق تعالیٰ نے علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں برکت دی تھی۔ ان کے اکثر پوتوں اور ذریات کے دوسرے لوگوں کو علم و

Marfat.com

فضل کے ساتھ کام پڑا تھا۔ یعنے وہ بڑے بڑے عالم و فاضل بنتے گئے تھے۔ ان میں بعض کی ذکر خیر اسی کتاب میں اپنی اپنی جگہ پر کی جائے گی۔ کیوں کہ انہوں نے علم و عمل دونوں میں شہرت تامہ حاصل کی تھی۔ اور وہ نیک بزرگ گزرے ہیں۔ ؏

۷۔ حافظ فتح اللہ خوش خوانؒ :۔

آنجنابؒ بحر ایقان جناب شیخ احمد خوش خوان علیہ الرحمہ کے خلف اور خلیفہ تھے وہ جوانی میں ہی انوارِ سبحانی کے مظہر اور اسرارِ ربانی کے مورد ہو چکے تھے۔ کیونکہ آنجنابؒ نے علوم عقلی و نقلی دونوں قسم کا کسب کیا تھا۔ انہوں نے علمی وراثت بہتر طریقے پر پائی تھی۔ اسلاف کی مجالس کو اپنے وقت عجیب طریقے سے زینت اور ترقی دی تھی پھر وہ ارباب ارادت کو آدابِ طریقت کے مطابق مراعات فرماتے تھے۔ غرض آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک صاحبِ جمال اور صاحبِ جلال بزرگ تھے۔ وہ معرفت اور تصوّف کے مذکورات کے ایک کامل مانے جاتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ "لوگ کہتے ہیں فلانی شخص خدا سے دُور ہوا ہے۔" ایسا کہنا کفر ہے، کیونکہ کائنات میں کوئی بھی شئی خداوند بالا و پست سے دُور نہیں ہو سکتی"۔ (رحلت یا مدفن مذکور نہیں۔) ؏

۸۔ بابا پم ریشیؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا اصل

Marfat.com

مسکن قریۂ جندلو میں تھا جو اطراف شہر اور مضافات لار میں واقع تھا۔ وہ ایک امیر اور دولت مند آدمی تھے جس کے پاس کافی مال و متاع اور شان و شوکت تھا۔ بلکہ وہ اس ملک کے سلطانی وزراء میں سے تھے۔ اس کے توبہ کا وجہ یہ ہوا کہ وہ ایک دن شکار کر رہا تھا، تو شکار گاہ میں ایک چیونٹی کو دیکھا جو منہ میں دانہ لئے جا رہی تھی۔ پھر ہر طرف سے چیونٹیوں کو اسی طرح دانے لیئے جاتے دیکھا تھا یہ نظارہ دیکھ کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ گھوڑے سے اتر آئے اور ساری رات بیٹھ کر اسی نظارے میں کھو گیا تھا۔ دل میں سوچا کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں جاڑے کے سخت وقت کے لئے اپنی تگ و دو سے توشہ جمع کرنے میں مصروف ہیں، مگر مجھے انسان ہو کے بھی دوسرے عالم کے لئے ایک خورشہ بھی موجود نہیں۔ پھر اسی وقت تہیہ کر لیا اور وزارت کو چھوڑ دیا، دُنیا پر لات ماری اور ہر چیز سے دل برداشتہ ہوا تھا۔ پھر اپنے اصل کام میں لگ گیا۔ وہ شب و روز عبادت میں مشغول ہو گیا تھا، راتوں کو نہ سوتا اور دنوں کو روتا تھا۔ ؎

تا نیاید بیک جذبہ ترک دُنیائے شود

انہوں نے ایک مدت تک حضرت شیخ زین الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں استقدام کیا۔ جب اپنے قدم سلوک کی راہ میں مضبوط پائے تو کشف و احوال کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس نے اجازت پائی تو کوہستان نبتو میں گوشہ گیر ہو گئے تھے جو علاقہ بانگل میں

Marfat.com

واقع ہے، وہاں دیوستان تھا۔ شیخ علیہ الرحمہ نے جب اونچی آواز میں اذان دی تو دیو اور پریاں اس کی تاب مقابلہ نہ لاکر اس خطے سے ہی بھاگ گئے۔ مگر اکثروں نے آنجناب سے ہی اسلام قبول کیا اور وہ خطۂ تاریک بقعۂ نور بن گیا تھا۔ پھر اسی جگہ پر عمر گزاری اور وہیں رحلت گزیں بھی ہو گئے تھے۔ ان کا مدفن بھی وہیں ہے اور وہ جگہ ان کی تربت کی برکت سے اس دیوستانی جنگل میں آج بھی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

۹۔ باباشمس الدینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کا اصلی وطن پرگنہ مرو ہے۔ انہوں نے جب اپنا دستِ ارادت حضرت بابا بام الدین علیہ الرحمہ کے دامنِ فیض مامن میں لگا دیا تو سرعت سے منازلِ سلوک طے کرتے گئے، پھر اسی موضع کرو میں چلے گئے اور وہاں عبادت و ریاضت میں سرگرم ہو گئے۔ وہ نفس کشی اور جانکاہی میں مشغول تھے۔ جس سے: " موتوا قبل ان تموتوا "، کا معنی حاصل کیا تھا۔ جب آنجناب علیہ الرحمہ ریاضتِ بے نہایت میں محو ہو گئے تھے۔ تو اٹھنا بیٹھنا بھی خود میں نہیں پاتے تھے۔ انہوں نے اپنی پوری عمر ایک تابوت میں گزاری اور اس میں بھی حتی الامکان عبادت میں سعی اور کوشش کرتے رہے تھے۔ ان کے مخلصوں میں ایک شخص سرکاری فوج کے ساتھ تبت گیا تھا اور وہ وہاں جنگ میں پھنسا تھا، مگر جو کبھی تیر و تفنگ اس پر لگتا وہ

Marfat.com

اس کے سر زندہ سے بلائے زندہ دُور کرتے تھے۔ تاہم اس کے قتل ہونے کی شہرت دفعتہً اس کے گھر پہونچی اور گھر والے پریشان ہو گئے۔ اس کی بی بی باباؒ کے پاس روتی ہوئی آئی اور حقیقت حال بیان کی۔ بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ "غم نہ کر وہ زندہ ہے، میں خود اس کو تیروں کے زد سے بچاتا تھا اور اس کے سر سے مہلکات کو دُور کرتا تھا۔ مگر خبردار! اس راز کو کسی سے نہ کھولنا۔" لیکن عورت ہے تو ناقص العقل۔ اس نے یہ خبر ہر ایک سے کہی اور راز فاش ہو گیا۔ اسی لئے قدیم جگہ کو اب چھوڑ کر بابا علیہ الرحمہ نے نادیگام میں نقلِ مکانی کیا جو دیوہ سر میں پڑتا ہے، اور وہیں عبادت کی۔

جب وہ قدیم مخلص تبت سے واپس آکر گھر پہونچا تو سیدھے حضرت باباؒ کے پاس گیا۔ اسے واپس آنے کی التجا کی مگر انہوں نے قبول نہ فرمایا۔ لہٰذا وہ اسی قریۂ مذکورہ میں آخری دم تک رہے تھے۔ جب انہوں نے انتقال فرمایا تو وہیں پر مدفن بھی پایا۔ وہ جگہ اس طرف کے لوگوں کے لئے آج بھی گرم زیارت گاہ ہے۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے ایک روز میتر ریشیؒ مؤذن سے فرمایا تھا: کہ "اذان دو۔" ریشی نے کہا: کہ "ابھی وقت نہیں پہونچا ہے۔" اس پر آنجناب نے باطن کی طرف رجوع کیا۔ سر اٹھا کر فرمایا: کہ "اب وقت ہوا ہے کیونکہ وہ فرشتہ جو آسمان پر سفید مرغ کی صورت میں اس کام کے لئے متعین ہے اس وقت اذان دے رہا ہے۔ یہ سن کر ریشیؒ

Marfat.com

کو بابا علیہ الرحمہ کی شان کا پتہ چلا اور اسے تسلی ہوئی، اُٹھ کر اذان دی۔ اس طرح وہ ان کی باطنی حالت سے بھی مطلع ہوئے۔

۱۰۔ حضرت شیخ بیر باز رح

آنجناب علیہ الرحمہ قریہ رازدین سے تھے جو سرزمین انجر میں واقع ہے۔ وہ بارہ سال کی عمر میں جناب سلطان المجاہدین حضرت شیخ العالم رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں پہونچے۔ یہاں جب پابوسی حاصل کرلی تو حکم پایا کہ شیخ لطیف رح کی صحبت میں چلا جائے۔ شیخ شریف اشواد علیہ الرحمہ جو کہ جاتر گام میں آسودہ ہیں بھی ان کی صحبت میں تھے۔ تینوں بزرگوں کو پھر حکم ہوا کہ وہ قریہ اوتر بیل میں جاکر چوتر بال کے مقام میں سکونت کریں۔ پھر وہ تینوں حضرات ایک مدت تک اسی مقام فیض انعام پر حق کے ساتھ مشغول ہو گئے وہ تینوں جنگلی گھاس کھا کر افطار کرتے تھے۔ جب شیخ عبداللطیف علیہ الرحمہ پوشکر کے مقام پر چلے گئے تھے تو شیخ شریف علیہ الرحمہ جاتر گام میں ہی ٹھہرے تھے اور شیخ بیر باز علیہ الرحمہ چوتر بال کے مقام پر ہی بیٹھ گئے۔ اس طرح ان تینوں ریشیوں نے تین مقاموں کو منور کیا اپنی عبادت سے۔

ایک دن شیخ بیر باز علیہ الرحمہ نے "ویل ہاکھ" جو ان کا غذا تھا شیخ لطیف علیہ الرحمہ کے پاس لایا اور وہ سخت تھا، کیوں کہ اسمیں ابالنے یا پکانے کا کوئی اثر نہ تھا تو شیخ لطیف علیہ الرحمہ

Marfat.com

نے پوچھا: کہ "ایسا کیوں کیا ہے؟" شیخ شریف نے کہا: کہ "شیخ بہرباز خشک ساگ لاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں آگ کا کمتر اثر ہو جاتا ہے۔" جب شیخ بہرباز سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: کہ "میں سبز گھاس سے تسبیح سنتا ہوں۔ اس لئے اسے پکا نہیں سکتا۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک مے گوید

بلکہ اگر میں اسے کاٹتا ہوں تو اس سے خون نکلتا ہے، اس لئے سبزی کو نہیں لاتا۔"

ایک دن شیخ لطیف علیہ الرحمہ نے کہا: کہ "دیکھیے! کہ وہ آخر خود کھاتا کیا ہے؟" شیخ شریف علیہ الرحمہ نے کہا: "میں خود دیکھ نہیں سکتا کیونکہ شیخ بہرباز علیہ الرحمہ ایک صاحب غیرت شخص ہیں۔" اس کے بعد شیخ لطیف خود اس کام میں لگ گئے انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ شیخ بہرباز ایک گھاس کا جڑ کھاتا جو تر بھی نہیں، بلکہ خشک اور سوکھا ہوا ہوتا تھا۔ اس کے بعد شیخ لطیف نے بھی سبز گھاس کھانا ترک کیا اور شیخ بہرباز سے کبھی کوئی کام کرنے کو نہ کہا تھا۔

ایک دن کافی ہمت کر کے ان کو حکم دیا، کہ "آپ چوتربال پر بیٹھئے۔" تو انہوں نے چوتربال پر جا کر اور چند سال گزارے اس کے بعد چند سال کے لئے "اوترہیل" میں آئے تھے۔ مشہور رہے

Marfat.com

کہ شیخ بر بابز علیہ الرحمہ کے دو خادم تھے جو عمر میں ان سے کافی بڑے اور ریش سفید تھے۔ دونوں خادموں نے ایک دن ان کے حکم میں اختلاف کیا، اس وقت وہ جنگل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسرے دن دیکھا گیا کہ دونوں خادموں کی لمبی لمبی دھاڑیاں زمین پر گری ہوئی ہیں اور ان کے چہرے پر ایک بال بھی نہ رہا تھا یہ دیکھ کر وہ پشیمان ہو گئے اور اٹھ کر شیخ کے پاس توبہ کیا۔ شیخ نے ان کے لئے ایک حجرہ بنایا تھا جس میں دو قبریں بنا کر رکھوائیں۔ پھر جب تک وہ زندہ تھے، عبادت میں مشغول رہے اور جب فوت ہوئے تو ان ہی دو قبروں میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ رحمہم اللہ۔

۱۱۔ بابا رجب الدین رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بابا بام الدین علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ جو واقف کار اور محرم اسرار تھا، وہ تین اور بھائیوں کے ساتھ باہر سے آئے تھے۔ دوسرے دو بھائی فخر الدین اور شکر الدین علیہما الرحمہ تھے انہوں نے چند مدت نوکروں کے لباس میں گزارا تھا اور شیخ بام الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہنے لگے تھے۔ ان کی نظر عنایت سے دنیا کو ترک کیا اور اپنے دلوں میں طلب الٰہی کا بیج بویا، ان میں بابا رجب الدین علیہ الرحمہ پرگنہ مارتنڈ کے ایک مقام " ناگہ نارن " میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ وہ کلام اللہ شریف لکھ کر اپنی روٹی بھی کماتے تھے۔ پھر اسی جگہ پر ریشیوں کے دیگر بارہ بزرگوں

Marfat.com

کے ساتھ آخری دم تک تجرید و تفرید میں گزر اوقات کرتے تھے۔ جب رحلت فرمائی تھی تو ان کا آخری خواب گاہ بھی موضع مذکورہ میں ہی ایک بلندی پر واقع ہوا، ان کا آستانہ بلند کا شانہ آج بھی لوگوں کے لئے زیارت گاہ ہے۔ (ترتیب نمبر ۳ میں تین، اور نمبر ۵ میں تین بزرگ۔)۔

۱۲۔ شیخ بابا حیدر ریٹؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی بابا بام الدین علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ انہوں نے حقوق خدمت ادا کئے اور کافی ریاضت کرنے کے بعد اپنے سعادت مند مرشد کے حکم سے موضع اکھار میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ وہ پرگنہ لار میں ایک گاؤں ہے، وہی ان کا اصل وطن بھی تھا۔ اسی خلوت گاہ میں انہوں نے کمال کی عبادت اور زبردست ریاضت انجام دی تھی۔ ان کے متعلق ایک فاجرہ عورت کا قصہ مشہور ہے۔ جس نے ان کو نامشروع فعل کی طرف راغب کر کے تکلیف دینا چاہا تھا تو انہوں نے اپنے عضو مخصوص یعنے آلۂ تناسل اپنے ہاتھ سے کاٹ کر پھینکا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ وہیں اکھار کے گاؤں میں مدفون ہیں۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے اپنے پیچھے پاکیزہ احباب اور خالص باطن رکھنے والے عقیدت مند بھی چھوڑے تھے۔

Marfat.com

۱۳۔ شیخ بابا دریا دینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک مدت مدید تک حضرت شیخ زین الدین علیہ الرحمہ کے مرید رہے تھے۔ ان کی خدمات میں رہ کر انہوں نے سالہا سال تک استقدام کیا تھا۔ پھر جب ان سے اجازت پائی تھی تو پورے کشمیر کا دورہ کیا تھا اسی اثنائیں شیخ فخر الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے ان دنوں موضع رتل میں مقیم تھے۔ جو پرگنہ بھاگ میں واقع ہے، وہاں وہ کراماتِ عظیم کے ساتھ مقاماتِ کاملہ پر فائز تھے۔ انہوں نے ان کے ساتھ مشورہ کیا اور پوچھا: "کہ" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کہاں پر نزول کرے؟" شیخ فخر الدین علیہ الرحمہ اُٹھے تاکہ ان کو اپنا مقام دکھادے، دونوں حضرات جنگل کی طرف چل پڑے دور جاکر ایک غار دیکھا جو اسی ماحول میں تھا۔ پھر شیخ دریا دین علیہ الرحمہ نے ان کے حکم سے اس غار میں منزل کیا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اول روز وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے اور پھر اس پہاڑ کے قلع پر جس میں ان کا غار تھا، خود کو چھپا دیتے تھے، وہ کھاتے کیا تھے؟ یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کیونکہ وہ کھانے کے لئے اپنے ساتھ کوئی چیز نہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ چھ روز تک ان کو کوئی نہیں دیکھتا بلکہ پھر جمعہ کو انہیں اپنے غار میں پالیتے تھے۔ وہ اسی دن یعنی شنبہ کو افطار کرتے تھے۔ ایک دن ان کے مقام پر ڈاکو آئے اور مال ومتاع پر لوٹ پڑے۔ ریشیوں

Marfat.com

کے اسباب میں سے جو کچھ پایا سب کو باندھ کر جب چوروں نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ اسی وقت اندھے ہو گئے تھے۔ اور وہ متاع فقر کو تقسیم نہ کر سکے، تو ڈر کر نادم ہو گئے، پھر روتے روتے اٹھے کبھی ہاتھوں اور پاؤں چلتے تو کبھی پہلوں پر سرکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ گرتے پڑتے بڑی مشکل سے شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آپہونچے اسباب ان کے خادموں کے حوالے کر دیا تھا اور خود پاؤں میں گر گئے شیخ علیہ الرحمہ نے خلق کریم سے ان کو معاف کر دیا اور پھر ان کے لئے دعا کی جس کی برکت سے وہ سب اسی دم بینا ہو گئے۔ پھر ڈاکہ زنی کی برائی کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ چلّے کی نیت سے گپھا میں چلے گئے تھے اور وصیّت فرمائی تھی کہ ان کے پاس کوئی نہ آئے، اور کوئی ان کو دیکھنے کی کوشش بھی نہ کرے۔ جب مدت معہودہ پورا ہوا تو خادم غار میں آیا مگر وہاں کسی کو نہ پایا اور جوف غار خالی تھی، وہاں صرف ایک کلاہ اور خرقہ پایا گیا تھا، پھر شور اٹھا آخر خادموں نے ان کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ "اسی غار کے اوپر اس کے لئے ایک مقبرہ تیار کریں۔" انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہی مقبرہ خاص و عام کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے جہاں ہر وقت لوگوں کا ہجوم دکھائی دیتا ہے۔ اسی مجازی تربت شریف سے مخلص عقیدت مند اپنے حاجات مانگ کر حاصل کرتے ہیں۔ ❊

Marfat.com

۱۴۔ شیخ بابا لدہ مل رح

آنجناب علیہ الرحمہ پرگنہ کامراج کے رہنے والے تھے۔ اور شیخ بابا زین الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر نائب ہو گئے تھے اس کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے شیرہ کوٹ کے مقام پر چلے گئے تھے جو حدود شیوہ میں ایک دہ کدہ ہے آنجناب علیہ الرحمہ وہیں پر ریاضت شاقہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری عمر اسی سمت میں بسر فرمائی تھی۔ پھر موضع حدی پورہ میں آسودہ ہو گئے تھے جو علاقہ کامراج میں واقع ہے۔ وہاں ان کی تربت کافی مدت تک زیارت گاہ بنی رہی تھی۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے اپنے پیچھے خلیفے اور معتقدوں کی ایک کثیر تعداد بھی چھوڑ دی ہے۔

۱۵۔ حضرت بابا شکر الدین رح

آنجناب علیہ الرحمہ کا اصلی مسکن قریہ آرت تھا جو پرگنہ جہامہ میں پڑتا ہے۔ جب ان کے دل میں داعیہ طلب حق پیدا ہوا تھا تو اپنا مال و اموال سب راہِ حق میں خیرات کیا اور خود پیر و مرشد کی طلب میں نکل پڑے۔ پھر حضرت شیخ زین الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور ان سے تربیت پا کر محوِ عبادت ہو گئے تھے۔ وہ ماسوائے اللہ سے بیزار ہو گئے اور ہر چیز سے دل کو اٹھا لیا تھا۔ پھر کنج خلوت کو پسند کیا۔ جب کبھی خلوت سے اٹھ کر شیرہ کوٹ

Marfat.com

میں آتے تو اپنے جیتے جی اپنا مکانِ آخرت منتخب کرتے تھے۔ آخر ایک جگہ کو منتخب کر کے گھر کی تعمیر شروع کر دی، اور اسے کھود کر رکھا۔ ایک دن ایک اہلِ دنیا کسی علت سے بھاگ کر آیا اور خود کو اسی قبر میں چھپا دیا تھا، ایک دن اور ایک رات وہ امیر گویا اس قبر میں گھات لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب شیخ علیہ الرحمہ نے اس کی خبر پائی تو وصیت فرمائی کہ "مجھے اس قبر میں ہرگز دفن نہ کرنا کیونکہ اس میں ایک دنیادار کا قدم پڑا ہے۔" پھر ایسا ہی کیا گیا تھا، اور شیخ علیہ الرحمہ کو رحلت کے بعد ایک دوسری جگہ دفن کیا گیا تھا۔

ایک اور واقعہ کی ذکر یوں کرتے ہیں کہ ایک گبر یعنے آتش پرست جو کافر تھا اور رہبانیت کے جادہ میں بیٹھے ہوئے صاحب حالات عجیبہ اور واقعات غریبہ رکھتا تھا۔ اس کا نام تھا درسادی ایک دن جب شہر کی مسجد کلاں جل رہی تھی۔ تو برہمن نے اپنے مقام پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے چشمے سے اس آگ پر پانی چھڑکا دیا تھا اور آگ کو فوراً بجھا دیا۔ اگرچہ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا، مگر لوگوں نے اسے مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر دیکھ لیا تھا اور چھڑکاؤ کر رہا تھا۔ تاہم یہ کسی نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ پانی کہاں سے لا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے مقام سے مسجد شریف تک دس کوس کا فاصلہ تھا۔ آخر جب وہ شیخ شکرالدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں آیا تھا تو شیخ علیہ الرحمہ نے اسے آگے بڑھنے کی اجازت دی نہ تھی اور اس کا راستہ اپنے پاس بیٹھنے کے لئے مسدود کر دیا تھا۔

Marfat.com

کیونکہ وہ کمین گاہ خلوت سے انگشت نمائی کے پیشے میں آنکلے آیا تھا آخر بڑی گفتگو کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ صحبت اور خدمت کی منزل میں قدم رکھا تھا۔ خدا کی توفیق سے وہ برہمن بھی مسلمان ہوا تھا اور واصلانِ حق و سالکانِ راہ ہدایت پر چلنے والوں میں شامل ہو گیا تھا۔ تاہم بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر جب واپس چلا گیا تو زندہ غار میں داخل ہو کر غائب ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نومسلم کو کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا۔

منقول ہے کہ شیخ ریکی ریشی علیہ الرحمہ ایک متقی ریشی تھے جو بابا شکر الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ اس نے اپنے ریشیوں میں سے کسی کو کہیں بھیج دیا تھا جس نے چند اور آدمیوں کو ساتھ لے کر کشتی میں سفر کیا۔ جب وہ لوگ جھیل اولر میں پہونچے تو مچھلیاں پانی سے کود کر کشتی میں گر پڑیں اور ریشی کے پاؤں میں آئیں۔ اہل کشتی نے جب اس حالت کو دیکھا تو کچھ وقت تک صبر کیا، اور مچھلیاں پھر پانی میں چلی گئیں۔ کچھ دیر بعد ایک مچھلی پھر پانی سے کود کر کشتی میں آئی اور اچھل کر ریشی کے پاؤں میں گر پڑی۔ ساتھی اب صبر نہ کر سکے، مچھلی کو پکڑ کر بریان کیا اور مزے سے کھاتے گئے اس کے بعد ایسی حالت ہرگز نہ دیکھی گئی اور کوئی مچھلی کشتی میں نہ آئی پھر جب وہ لوگ ریشی موصوف کے پاس واپس پہونچے تو انہوں نے ان تمام ریشیوں سے تقویٰ کا لباس اتارا۔ پھر فرمایا:

"مخالف بطون میں ظہور نور نہیں ہو سکتا! جاؤ، تم لوگ دنیاداری

Marfat.com

کا لباس پہنو۔" اس ریشی موصوف کا نام تور یگی ریشی علیہ الرحمہ تھا وہ ریشی جس کے پاؤں میں مچھلی آکر گر پڑی تھی شیخ روپی ریشیؒ تھا جو ایک نہایت ہی اعلیٰ پایہ کے ایک عظیم الشان ریشی گزرے ہیں۔

۱۶۔ حضرت بابا لولی حاجیؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ ساکن چکو تھے۔ جو پرگنہ آڈون میں ایک دہ کدہ ہے۔ انہوں نے اسی گاؤں میں ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ لیکن صحبت اور مباشرت کے وقت اس عورت کو خوش نہ ہوا تھا اور خلع واقع ہوا۔ بس اسی بات سے ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ دُنیا سے متنفّر ہو گئے تھے۔ پھر حج کے ارادے سے عرب کا راستہ لیا اور بارہ ۱۲ سال تک سیاحت کرکے واپس کشمیر لوٹے تھے۔ یہاں پر غیبی اشارہ سے بابا نصر الدین علیہ الرحمہ کے مرید بن گئے اور پھر بقیہ زندگی ان کی صحبت اور خدمت میں بسر فرمائی تھی۔ آخر جب رحلت کی تو اپنے مُرشد کامل کی جوار میں جگہ پائی تھی۔ وہ خوش قسمت بھی اس طرح چرار شریف میں آسودہ ہو گئے تھے جو رحمت وبرکت کا مصدر ہے۔

۱۷۔ شیخ اوتر ٹھکورؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک امیر اور رئیس زادہ تھے۔ پھر

Marfat.com

بحسب اتفاق جنوں کے عالم میں پڑ گیا یعنی دیوانہ ہو گیا تھا حضرت شیخ زین الدین علیہ الرحمہ نے کسی کو ان کے طلب میں روانہ کیا تھا جس نے ڈھونڈ کر ان کو شیخ موصوف کے پاس لایا۔ جب اسے دیکھا گیا تو وہ ہوش میں آچکے تھے، اس کے بعد اپنے کام میں لگ گئے تھے۔ یہاں تک ریاضت کی کہ ولایت کے اونچے درجے تک راستہ پا لیا تھا۔ جب وہ اجلِ موعود سے گزرے تو عیش مقام میں مدفون ہو گئے تھے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ٹھوکروں کے قبیلے میں سب سے پہلے جس نے کشمیر میں قدم رکھا تھا وہ ملک حسن علیہ الرحمہ تھے، جس نے ترکِ دنیا کر کے اور طریقت کا راستہ اپنا کر یہاں تشریف لایا تھا۔ وہ بھی صاحبِ کشائش اور بزرگ تھے۔ ان کی تربت شریف سے ابھی تک اہل اللہ کی مشام میں ولایت کی بُو آتی ہے ملک جلال ٹھوکر علیہ الرحمہ جن کے ولایت کی معترف اس ملک کے اکثر لوگ ہیں، بلکہ ان کی کرامات اور عالی مقامات کے گن گائے جاتے ہیں۔ وہ بھی اسی قبیلے کے فرزند تھے۔ ان کی بناکردہ خانقاہ کوجوار میں ہے۔ ملک سیف الدین کی بیٹی لچھمہ خاتون بھی آخر ملک جلال الدین کی زوجہ بن گئی تھی۔ ملک سیف الدین الدین سلطان سکندر بت شکن کا وزیر تھا جو حضرت سید میر محمد ہمدانی قدس سرہٗ کے مرید بن گئے تھے۔ والیانِ کشمیر کے ساتھ یہاں پہونچ کر گھل مل گئے تھے۔ لچھمہ خاتون نے مذکورہ خانقاہ کے لئے علاقہ لار کی دریائے سندھ سے ایک نہر نکال لائی تھی جو بہترین پاک و صاف پانی کا دریا ہے، اس فیض جاری

سے اس نے سعادت مندی کی برکت پائی تھی۔ آج بھی وہ نہر لچھمہ کوٹل کے نام سے مشہور ہے۔ اس نہر کا پانی جامع مسجد اور اس کے جوار میں مشترک قرار دیا گیا ہے جس سے یہاں خوشحالی اور سرسبزی آئی ہے۔ اس کا فیض اسی خوش قسمت خاتون کو مسلسل ملتا ہے۔

۱۸۔ شیخ لدی کہطو، شیخ نوری ریشی اور بابا لدی گنائی:۔

آنجناباں رحمۃ اللہ علیہم تینوں ریشی ملک کے باکمال بزرگ تھے۔ وہ شیخ عبداللطیف علیہ الرحمہ کے مریدین تھے۔ شیخ لدی علیہ الرحمہ نے بارہ سال تک ان کی خدمت میں استقامت کیا تھا اور اس ساری مدت میں ان کا افطار بھی کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ کرتے تھے یا نہیں، اور اگر کرتے تھے تو کس چیز سے کرتے تھے؟ آخر لوگوں نے تجسس کیا تو دیکھا گیا کہ وہ گرم خاکستر اور شورہ سے روزہ کھولتے تھے مگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اور کیا کھاتے تھے۔

بابا لدی گنائی علیہ الرحمہ نے مرشد کی خدمت میں اور اللہ کی عبادت میں ایک دقیقہ بھی نامرعی نہ چھوڑا تھا۔ جب ان کی رحلت کی گھڑی آپہونچی تو انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو کوہ زندہ بال کے مقام پر دفن کیا جائے مگر چونکہ وہاں ان درندوں کا خوف تھا جن کو خرس (ترونش) کہتے ہیں اور جو اس جنگل میں مردوں کی قبریں اکھاڑ کر مردوں کو نکال کر کھاتے تھے۔ اس لئے خادموں نے وصیت کے برخلاف ان کو پوشکر میں دفن کر ڈالا۔ مگر جب صبح کو لوگ فاتحہ

Marfat.com

کھلے گئے تو معلوم ہوا کہ قبر چوپٹ کھلی ہے اور خالی۔ لوگ نہایت حیران ہو گئے، لیکن ایک ہی گھنٹے کے بعد خبر آئی کہ آنجناب زندہ بال پہر کفن میں مضطجع ہیں تو سب خادم دوڑ پڑے۔ جب وہاں وہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اپنی غلط حرکت پر نادم ہو گئے۔ پھر ان کو وہیں دفن کر دیا تھا، اور اس سنسان پہاڑ پر رونق آ گئی۔ جس سے وہ مرجع خلائق بن گیا۔

۲۱- شیخ لچم ریشی ؒ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی شیخ عبد اللطیف قدس سرہٗ کے مرید اور خادم خاص تھے۔ جب وہ طعام بانٹتے تو کسی کی تحریک کے بغیر ہی مجلس میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کیونکہ وہی خود ان امور میں مختارِ کل تھا اور جس کو چاہتا دے دیتا تھا۔ اسی میں فقراء کو پیٹ بھر کر دیا کرتے تھے گویا لنگر کا طعام ان کے اشارے پر بٹتا تھا اور جتنے لوگ بھی آ کر یہاں آتے پیٹ بھرتے تھے مگر طعام کم نہیں ہو جاتا تھا۔

۲۲- شیخ آدت ریشی ؒ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی شیخ موصوف کے ہی ایک خاص مرید تھے، وہ بھی صاحبِ کشف و کرامات اور پرہیزگار زمانہ تھے۔ ورع اور تقویٰ میں یگانہ تھے۔ (یہاں ان دونوں بزرگوں کی ذکر تو کی گئی، لیکن ان کی رحلت یا مقام دفن کا کوئی تذکرہ نہیں۔)

Marfat.com

۲۳- شیخ نوری ریشی رح :-

آنجناب علیہ الرحمہ بھی شیخ عبدالرزاق مذکور علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ وہ اپنی کمائی کسب زراعت سے کرتے تھے۔ جو کچھ اس کمائی سے حاصل ہوتا اس سے پل، سرائیں اور راستے وغیرہ بناتے اور رفاء عامہ پر خرچ کرتے تھے۔ اسی میں سے فقراء و مساکین کو بھی کھلاتے تھے۔ اور یہی ان کا روزمرہ معمول تھا۔

ایک روز ان کے گھر میں ساٹھ آدمی داخل ہو گئے تھے۔ شیخ علیہ الرحمہ نے آٹھ سیر دال بھری دیگچہ کو تقسیم کی تو سب کے سب سیر ہو گئے تھے مگر دیگچہ برابر طعام سے پر تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ "اگر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہہ کر اس کھانے کو سارے عالم کے لوگوں میں بانٹوں تو سب کو برابر پہونچے اور پھر بھی دیگچہ میں کمی نہیں آئے گی۔"

ایک دن وہ اپنے مقام پر حاضر نہیں تھے، بلکہ گھر سے چند کوس کے فاصلے پر جا چکے تھے۔ ڈاکوں نے فرصت پائی اور کوٹھار میں چلے گئے، وہ موقع پاکر بوریاں بھرنے لگے تو شیخ علیہ الرحمہ نے اسی جگہ سے آواز دی۔ یہ دیکھ حاضروں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: "شالی میں چور پڑ گئے ہیں۔" بعد میں جب وہ واپس گھر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہی ہو چکا تھا۔ مگر چوروں کے پلے کچھ نہ پڑا تھا۔ کیونکہ آواز کو سن کر وہ بھاگ گئے تھے۔ جب آنجناب رح نے رحلت فرمائی تو لولی لو ا

Marfat.com

کہنہ میں آسودہ ہو گئے تھے ان کی کرامات بھی لوگوں میں مشہور ہیں

۲۴۔ حضرت بابا حنیف الدینؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت زین الدین علیہ الرحمہ کے مرید خاص تھے۔ انہوں نے ایک مدت تک آنجناب علیہ الرحمہ کی خدمت میں استقام کیا تھا۔ پھر مرشد پاک کے حکم سے ہی "ماجہاموں" کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ دارآہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں وہ مخفی اور مستور ہو گئے تھے۔ ان کو وہاں ایک مدت تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ آخر جب اس طرف کے لوگوں، خاصکر اہل ارادت اور اہل خلوص کو شوق نے بے تاب کر دیا تو وہ اس کے غار کی طرف دوڑ پڑے وہاں وہ ایک مہیب شکل والے سانپ کی صورت میں ان کے سامنے نمودار ہوا تھا جسے دیکھ کر وہ سب فرار ہو گئے تھے۔ مگر چند ہی روز کے بعد وہ سب آنجناب علیہ الرحمہ کے دیدار سے مشرف ہو گئے تھے۔ اس طرح وہ سال ہا سال تک اس پہاڑ میں مستور رہے تھے۔ وہ افطار کے وقت وہی خودرو گھاس کھاتے جو چوپایوں کا غذا ہوتا ہے۔ ان کے بدن کی پوست ہاتھی کے بدن کی پوست کی طرح سخت ہو چکی تھی۔ آخر جب دارالبقاء کی طرف کوچ فرمایا تھا تو اسی پہاڑی کی ایک چوٹی پر آخری آرام گاہ میں سلا دیئے گئے تھے۔

۲۵۔ شیخ نوروز ریشیؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ، بابا رجب الدین

Marfat.com

علیہ الرحمہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ وہ بہت ہی حسین اور خوش شکل تھے۔ ان کا قصہ طویل ہے رجب الدین علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد ہی انہوں نے ان کا قائم مقام ہو کر ان کے مریدوں کی تربیت دینا شروع کی تھی۔ وہ صاحب کشف و کرامات اور اہلِ کمالات و عبادات، نیز ریاضات شاقہ کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ اس لئے ان سے بھی عجیب و غریب کام سرزد ہو جاتے تھے۔ مشہور کرامات کے ظہور میں آنے کے بعد انہوں نے ایک حاجت مند قرضدار کی حاجت براری کی غرض سے سجدے میں سر رکھا اور اسی میں اپنا جان جان آفرین کے حوالے کر دیا تھا۔ اس امر کو لوگوں نے ان کی خاص قطبیت پر محمول کیا تھا، مگر وہ اس میں بھی مقیّد نہ تھے۔ یاد رہے کہ یہ شیخ نوروز رشی علیہ الرحمہ نوروز بابا؟ کے بغیر ایک اور بزرگ تھے جو موضع کھاگ میں آسودہ ہیں۔ اور یہ نوروز مذکور علیہ الرحمہ سے بہت بعد کے بزرگوں یعنے متاخرین سے تھے۔

۲۶۔ شیخ ہردی رشی رح؟

آنجناب علیہ الرحمہ، رجب الدین علیہ الرحمہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اور انہوں نے شیخ نوروز رشی علیہ الرحمہ جو اوپر مذکور ہوئے ہیں، سے بھی تربیت پائی تھی۔ (یہاں ان کی تھوڑی سی ذکر تو کی گئی۔ مگر رحلت اور مدفن کے بارے میں خاموش ہیں۔)٭

Marfat.com

۲۷- شیخ نوندی ریشی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمۃ، شیخ ہردی ریشیؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ اس نے چوپن سال تک چلہ انکالا تھا اور انزوا کیا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمۃ نے کبھی کسی عورت کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ باحیا، صاحب کمالات اور نہایت علو حال بزرگ تھے۔ ان کا تقویٰ اور پرہیزگاری بھی دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ نہایت مشہور ہے۔

Marfat.com

۱۹

عہد سلاطین کے آخری دور کے بزرگان

ا۔ حضرت سیّد برخوردار":۔

آنجناب علیہ الرحمہ بخارائے سادات میں سے تھے۔ وہ صوری اور معنوی کمالات سے مشحون تھے، جو قرب الٰہی کے تجلّیات اور جذبات قویہ سے مقرون بھی تھے۔ ان کا وطنِ اصلی چوتن تھا۔ چوتن سے نکل کر خطہ کشمیر دلپذیر کو اپنے قدوم مبارکہ سے مزیّن فرمایا تھا۔ پھر محلہ "داندہ مزار" میں سکونت اختیار کیا تھا، جو شہر کا انتہائی معمور اور آباد حصہ تھا۔ انہوں نے کافی عمر پائی تھی اور وہ مہبطِ فیوض الٰہی تھے۔ جب راہِ حقیقت میں دوڑ پڑے تو اس وقت کے سلطان کو آنجناب کے خادموں کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کرنے کا توفیق ہوا تھا۔ مگر وہ خانقاہ مرورِ زمانہ کے حادثات میں ایک حادثہ کی نذر ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سکھوں کے عہد میں وہ خانقاہ پھر سے تعمیر کی گئی تھی جو آج تک برابر اسی شکل و صورت میں موجود ہے۔ حضرت سیّد کا مقبرہ بھی اسی خانقاہ کے نزدیک ہے، جو فیض و برکات کی محل اہلِ حاجات کی زیارت گاہ بلکہ ایک اُمید گاہ ہے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کے اولاد و احفاد بھی کافی تھے، وہ بھی اسی محلہ مسطورہ میں اقامت گزین تھے۔ ان کے خاندان کے افراد آج تک نسلاً بعد نسلاً

Marfat.com

فقر اور خدا پرستی کے مقامات عالیہ پر مستقیم رہ چکے ہیں۔ جن میں بعض حضرات عرفا کا رتبہ بھی رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت شیخ شمس الدین بغدادیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ صاحبِ حالاتِ عالیہ رکھتے ہوئے ایک باکمال بزرگ تھے جو سلطان زین العابدین کے وقت میں ہی کشمیر آئے تھے۔ اور پھر اس خطہ کو اپنے قدوم مبارک سے زینت بخشی تھی وہ رینہ پورہ کے مقام پر سکونت فرما گئے تھے جو اس زمانہ میں موجود بھی نہ تھا۔ مگر اس جگہ دلکش آب و ہوا اور پُر لطف فضا تھی وہاں بستی لگی تو ان کے یہاں ایک لنگر بھی چل رہا تھا۔ جو بابرکت اور باوسعت تھا۔ انہوں نے ایک دن مولانا خاکی علیہ الرحمہ کو دیگدان کی تیاری کے متعلق فرمایا تھا، کیونکہ وہ شیخ کے خاص خادم تھے کہ " نمک لاؤ " حضرت خاکی علیہ الرحمہ اس وقت طیّ مکان کرکے برتھنہ پہونچے۔ وہاں سے ایک خروار نمک پیٹھ پر اٹھاکر چل پڑے اور کوہ "پیر پنجال" تک آپہونچے۔ مگر یہاں بارش کی شدت اور پانی کے بہاؤ کے زور نے عبور کرنے نہ دیا۔ تو اسی وقت شیخ علیہ الرحمہ حاضر ہوگئے اور حضرت خاکی علیہ الرحمہ کو پانی سے عبور کراکر پار لایا۔ ابھی دیگدان تو ناپختہ ہی تھا کہ نمک آپہونچا۔ حالانکہ سفر دس گیارہ دن کی مسافت سے کم نہ تھا۔ مگر ان کے آنے جانے میں سفر چند لمحے صرف ہوئے تھے۔ اس واقعہ نے ارباب ارادت اور

Marfat.com

صاحبانِ ریاضت میں ایک شور برپا کر دیا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے کام ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ ان کا خلوص وسیع اور شان ملیح تھا جب دارِ فانی سے کوچ فرمایا تھا تو زینہ پورہ میں اسی جگہ پر مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ آسودہ ہو گئے تھے۔ آج وہاں ایک وسیع مزار پڑا ہوا ہے جہاں زائیروں کی ٹولیاں پہونچتی ہیں۔

۳۔ حضرت سیّد جعفرؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی اکابر سادات میں سے تھے بلکہ وہ اصحابِ مقاماتِ علیہ سے گنے جاتے تھے۔ وہ خلوت گزینی اور گوشہ نشینی کو بے حد پسند فرماتے تھے۔ خدا کے سوا اور حق کے بغیر کسی اور چیز کی طرف التفات نہیں کرتے، نہ نظر اٹھاتے تھے جب انہوں نے رحلت فرمائی تھی تو موضع راولپورہ میں مضجع فرمایا تھا۔ جو شہر سرینگر سے باہر صرف ۲ میل کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں ہے۔ ان کا مقبرہ شریفہ خام ہے مگر خاص و عام کے لئے زیارت گاہ بلکہ مطاف ہے۔ اس طرح وہ فیض عام کا محل و مقام ہے۔

موضع کرند میں بھی ایک آستانہ ان کے نام سے منسوب ہے۔ لیکن وہ ان کے عبور جسمانی یا انتقال روحانی کی جگہ ہوگی۔ ورنہ ان کی تربت شریف راولپورہ میں ہی ہے۔ یہ تینوں سادات کرام اور مبلغین اسلام سلطان زین العابدین کے وقت ہی یہاں پہونچے تھے۔

Marfat.com

۴۔ شیخ اسماعیل ؒ

آنجناب علیہ الرحمہ، حافظ فتح اللہ ابن شیخ احمد خوش خوان علیہما الرحمہ کے خلف و خلیفہ تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ شیخ اسماعیل علیہ الرحمہ علوم ربانی کے زبردست عالم اور رموز سبحانی کے کاشف تھے۔ وہ ورع اور تقویٰ میں بھی ایک عجیب دسترس رکھتے تھے۔ وہ اپنے وقت میں کشمیر کے شیخ الاسلام بھی رہ چکے ہیں۔ اس لئے صغیر و کبیر اور نقیر و قطمیر سب کے مرجع تھے۔ ان کی دو خانقاہیں بھی تھیں، جو بڑی تھیں اور دو طبقہ والی تھیں۔ ایک ہارہ پربت کے دامن میں واقع تھی، جہاں آج ان کا مقبرہ بھی ہے، دوسری خانقاہ جامع مسجد کے متصل ان کے آباؤ اجداد کے مزار کے برابر بنی ہوئی تھی اس زمانے میں وہ دونوں خانقاہیں آباد تھیں۔ جہاں روزانہ چار سو صوفی بزرگ اور اوراد خواں ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ان سب کا کھانا پینا خود ہی تیار کرتے تھے۔ ان صوفیوں کے علاوہ وہ مسافر جو صوفیوں اور طالب علموں کے روپ میں بکثرت آیا کرتے جن میں اکثر ولایت ماوراء النہر، ایران اور ہرات وغیرہ ملکوں سے یہاں پہونچتے تھے وہ سب لوگ اور دیگر فقراء ان کے لنگر خانے (مطبخ) سے کھاتے تھے۔ ان کے مال وزراعت خاص کر انگور کے باغوں میں، جو کافی تھے، بہت برکت ہوتی تھی۔ اس طرح آنجناب علیہ الرحمہ ظاہراً و باطناً طالبوں

Marfat.com

کی تربیت فرماتے تھے۔ آنجناب نے بہت ساری کتابیں دوسرے لوازم کے ساتھ خانقاہوں کو وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے شمس چک سے عہد لیا تھا کیونکہ وہ ان کا خاص مرید تھا کہ "جب تم وزیر ہو گے تو اہلِ اسلام کی بھرپور اعانت کرو گے۔ بتوں اور بتخانوں کے انہدام سے ہرگز جی نہ چراؤ گے"۔ یہی وجہ ہے کہ جب شمس چک نے وزارت پائی تھی تو آنجناب کی وصیّت کو مکمل طور پر پورا کیا اور شرع مبین کی کافی ترویج کی بلکہ اپنے شیخ کے لئے سید محمد نورستانی علیہ الرحمہ کے مقبرے کے پاس ایک عظیم خانقاہ بھی بنوائی تھی، جہاں پر شیخ مذکور کے آباؤ اجداد دفن تھے اس خانقاہ کے دونوں طرف یعنی اوپر نیچے میں حجرے بھی تعمیر کروائے تھے۔ شیخ علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد ان کی وصیّت کے مطابق کتب خانہ اور لنگر خانہ بحال رکھا گیا تھا۔ بعض دیہات کو دوسرے مداخل کے ساتھ خانقاہ کے لئے وقف کر دیا گیا تھا۔ وہ خانقاہ ۱۰۹۰ھ تک بحال تھی اور اس کے بعد آگ کے ایک حادثہ میں جل گئی تھی۔ اس خانقاہ فیض پناہ میں اہل اللہ خلوت کرتے اور چلّے کاٹتے تھے۔ نیک سیرت شمس چک بھی وفات کے بعد حضرت شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمہ کے مزارِ مبارک کے دروازے کے سامنے ہی مدفون ہو گئے تھے۔ جسے سلطان زین العابدینؒ کے عہد میں بنایا گیا تھا، مزار کے باہر خانقاہ کے متصل ہی دو قبروں کی خشت کے مینار پتھروں کے برابر کھڑے ہیں۔ جن کے متعلق بعض لوگوں

Marfat.com

کا کہنا ہے کہ وہ دونوں قبریں آنجناب علیہ الرحمہ کے دو فرزندوں یا دو بھائیوں کی ہیں۔ (والعلم عند اللہ تعالیٰ) ٭

۵۔ حضرت سید احمد رح

آنجناب علیہ الرحمہ کا مسکن شریف شہر سے باہر "پل ودیارن" سے متصل تھا وہ ایک صاحبِ جذبۂ عالیہ بزرگ تھے، اور ایک مدت تک مستور تھے۔ آنجناب رح کا مقبرہ بھی معلوم نہیں تھا۔ آخر شیخ داؤد بٹہ مالو علیہ الرحمہ اپنے عہد میں اس قبر شریف کے ظہور اور شہرت کے باعث بن گئے تھے۔ اس وقت وہ فیض بخش اور مرجع الاتقیا تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبر شریف کی علامت ہی قابلِ قبول نہیں، بلکہ بعض ایسے لوگ اس قبر کو سید محمود علیہ الرحمہ کے نام مبارک کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ (والعلم عند اللہ تعالیٰ) بہر حال لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ ٭

۶۔ حضرت سید میر جمال الدین بخاری رح

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرات ساداتِ عالی درجات میں سے تھے۔ وہ قطب الاقطاب حاجی عبدالوہاب علیہ الرحمہ کے مرید تھے جو چھ واسطوں سے مخدوم جہانیاں قدس سرہ تک پہونچتے ہیں اس لئے ولایت، سیادت اور بزرگی میں شانِ عظیم رکھتے تھے۔ انہوں نے سلاطین کے آخری دور میں کشمیر کو اپنے قدوم شریف سے شرف بخشا

Marfat.com

تھا۔ پھر ایک عالم کو اپنے فیض و ارشاد سے بہرہ اندوز فرمایا تھا خاص کر حضرت شیخ حمزہ مخدوم رضی اللہ عنہ کا انتساب بھی آنجناب کے ساتھ ہی تھا۔ بلکہ یہی کہا جا سکتا کہ آنجناب علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ہی حضرت مخدوم العالم رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت کے لئے تھی۔ پس حقوق ارشاد اور ارادت کے انقضا کے بعد وہ واپس ہندوستان چلے گئے تھے، اور پھر دہلی میں رحلت فرمائی تھی ان کا مزار متبرکہ ایک مشہور زیارت گاہ ہے، جہاں فیض باری ابھی تک جاری ہے۔

۷۔ حضرت سید نصیر الدین خانیاری :۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرات سادات میں سے ایک عظیم الشان بزرگ تھے اور مستورین کے زمرے میں شامل تھے۔ مگر ایک تقریب پر ظہور فرمایا تھا۔ آنجناب کا مقبرہ سرینگر کے محلہ خانیار میں ہے جو مہبط فیوض و انوار ہے۔ ان کے مقبرے کے جوار میں ایک اور قبر کی پتھر مل گئی ہے، جس کے متعلق عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ ایک پیغمبر کی قبر ہے جو یہاں قدیم زمانے میں موجود تھے۔ اور جو خاص کشمیر میں مبعوث کئے گئے تھے۔ اسی لئے وہ جگہ آج بھی "مقام پیغمبر" کے نام سے مشہور ہے۔ جو سینہ بسینہ چلا آیا ہے۔ (ورنہ قابل اعتبار سند یا روایت نہیں۔)

تواریخ کی کسی کتاب میں بھی دیکھا گیا ہے۔ جس میں دو درد

Marfat.com

دراز قضیہ اور مباحث کے بعد ایک دلچسپ حکایت لکھی گئی ہے کہ د۔ ایک شہزادہ زہد و تقویٰ کے راہ سے نہایت نیک اور پاک بن چکا تھا۔ اس نے زبردست عبادت و ریاضت کرکے خود کو اہل اللہ کے زمرے میں شامل کر دیا تھا۔ بعد میں وہی مقدس عزیز اہل کشمیر میں مبعوث کیا گیا تھا۔ وہ کشمیر آکر یہاں کے لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے رحلت کی تھی تو محلہ خانیار کے "آنزیمرہ" مقام پر دفن کئے گئے تھے۔" اس طرح اس تاریخ کی کتاب میں اس پیغمبر کا نام "رایوز آصف" لکھا ہوا تھا، جو آنزیمرہ خانیار کے متصل ہی آسودہ ہے۔ اکثر اہلِ کمال بزرگ خصوصاً راقم الحروف کے مرشدِ پاک اور حضرت ملا عنایت اللہ شال علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ "زیارت کے وقت اس تربت اور مکان سے فیوض و برکات بکثرت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ (والعلم عند اللہ)

۸۔ حضرت بابا فتح اللہ رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت بابا اسماعیل علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ انہوں نے ظاہری علوم اور باطنی تربیت بھی اپنے ہی والد بزرگوار سے پائی تھی۔ وہ صاحب ریاضات شاقہ کشف و کرامات بھی کیا کرتے تھے۔ قدوۃ العرفا حضرت شیخ حمزہ مخدوم رضی اللہ عنہ جیسے عظیم الشان ولی اللہ بھی ان سے بہرہ ور ہوتے رہے تھے۔ جس زمانے میں یہاں دین کے مخالف غلبہ میں تھے اور حضرت سید المرسلین

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بے تحاشا سب وشتم کر رہے تھے، اس وقت آنجناب نے کافی اذیتیں اٹھائیں۔ وفور محبت سے آنجناب نے اپنے تینوں بیٹوں کا نام تبدیل کر کے تین خلفاء کے اسماء مبارکہ سے موسوم کئے تھے تاکہ رافضیوں اور بدفرجام لوگوں کی گالیاں اور دشنام کاریاں ان کے ہی تینوں بیٹوں کی طرف راجع ہوں گی۔ یہی ان کی نیّت تھی اور یہی ان کا غرض تھا۔ پھر بھی وہ بے قرار ہی رہتے تھے۔ آخر وہ بے تاب ہو کر اہل وعیال سمیت سیالکوٹ میں ہجرت کر گئے تھے اور وہیں پر توطن کیا تھا۔ جہاں وہ مرجع خلائق بن گئے تھے۔ وہاں وہ "شاہ فتح اللہ حقّانی" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان کی بیٹیوں کی شادیاں بھی فاضلین، کاملین اور عاملین واصلین یعنے مولانا کمال الدین اور مولانا جمال الدین علیہما الرحمہ کے ساتھ ہو گئی تھی۔ انُ صاحبوں کی ذکر بھی اپنی اپنی جگہ کی جائے گی۔ مختصر یہ کہ شیخ مذکور علیہ الرحمہ وہیں وفات پا گئے تھے۔ آنجناب مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے سارے فرزند اصحاب علم وتقویٰ، ارباب فضل وکمالات اور صاحبانِ صدق وصفا بن گئے تھے۔ بعض ارباب شہادت کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمہ طبقۂ چکان کے سلاطین میں سے ایک سلطان کے التماس پر واپس کشمیر آئے تھے اور پھر یہیں بس کے رہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

Marfat.com

۹۔ حضرت زلی ریشیؒ اور زونی ریشیؒ :۔

آنجناباں علیہما الرحمۃ دُو بھائی تھے جو پرگنہ جرائت کے موضع راجپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے خدا طلبی کے داعیہ کو بہم پہونچایا تھا، اور حضرت شیخ لولی حاجی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آئے تھے، جن کی ذکر اوپر آچکی ہے۔ پھر دونوں بھائی حق طلبی کی راہ باطن پر گامزن ہو گئے تھے، وہ سخت کوشی سے چلتے اور پھر عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ ان میں ایک نے جنگل میں جاکر گوشہ نشینی ہونے کا داعیہ دل میں بٹھایا تھا مگر دوسرے بھائی نے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ "جہاں تک ہو سکے ہم بالیستہ و شالیستہ ہوکر گزریں گے، یعنی: ہم دُعا کی خواہش کو نہ چھوڑیں گے اس لئے جنگل نشینی بے فائدہ ہے۔" اس کے بعد دُو میں سے ایک علم کے ساتھ مشغول ہوا اور دوسرے نے کمال حاصل کیا تھا۔ اس طرح دونوں بھائی ظاہر و باطن میں باکمال بن گئے تھے

زلی ریشی علیہ الرحمۃ کا حال یہ تھا کہ کاشغریوں کے "ہرج و مرج" میں اپنے مرشد کے پیچھے جا رہا تھا کہ ایک ترک نے ان کو شہید کر ڈالا تھا ان کی لاش تین دن تک وہیں پڑی رہی اور ایک کتا اس کی نگہبانی کر رہا تھا۔ پھر دوستوں نے ان کو وہاں سے اٹھا لایا اور تجہیز و تکفین کیا۔

اب ان کا قائم مقام زونی ریشی علیہ الرحمۃ بن گیا تھا۔ وہ ایک

Marfat.com

صاحبِ احوال بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک دن ایک شخص کو نمک لانے کے لئے بھیجا۔ پیر پنجال پر پہونچ کر اس کا پیر پھسلا اور وہ گر پڑا تھا۔ زونی ریشی علیہ الرحمہ رو پوش ہو کر اس کے پاس پہونچا اور اس کی دستگیری کی تھی۔ اس شخص نے نادانی اور جہالت سے اس پر نفرین کی جس نے اسے وہاں بھیجا تھا۔ اور خوب گالیاں دیکر واپس شہر آیا، پھر اسے ریشی مذکور نے اس نفرین اور گالیوں کی یاد دہانی کی مگر وہ منکر ہوا اور قسمیں کھائیں۔ ریشی علیہ الرحمہ نے اُسے اپنی مدد اور صحبت کی تفصیل بتادی، تب مزدور مذکور نے عذر خواہی کی اور معافی مانگی تھی۔ زونی ریشی علیہ الرحمہ سے اس قسم کی حکایات اور کرامات بہت زیادہ منقول ہیں۔ وہ خوش نصیب رحلت پاکر چرار شریف کے مقدس مقبرے میں دفن ہوا تھا۔ (اس طرح اس بقعہ نور میں ایک اور شمع کا اضافہ ہوا تھا) ؁

۱۱۔ شیخ ننگ ریشیؒ:۔

ایک زاہدہ خاتون تھیں۔ صدق اور عصمت پر ست، اس کا نام سنگہ بی بیؒ تھا۔ اسی کی دلالت اور وساطت سے آنجناب علیہ الرحمہ حضرت شیخ شکر الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں آگئے تھے۔ یہاں ارادت حاصل کیا اور بہ جستہ حالات کے مالک بن گئے تھے۔ سنگہ بی بیؒ مذکورہ کے واقعۂ وفات کے بعد آنجنابؒ بہتو کے مقام پر آکر بیٹھ گئے تھے۔ وہ مقام اس زمانے میں آباد نہیں تھا۔ بلکہ وہ

Marfat.com

وحشی درندوں کا مسکن تھا۔ انہوں نے دنیاوی بندھن کو توڑ کر اور اس کے اسباب کی بنیاد اکھاڑ کر قطعی آزادی حاصل کرلی تھی۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے کوئی چیز اپنے پاس باقی نہ رکھا تھا۔ اب ان کو کوئی فکر لاحق نہ رہی اور سب سے ہاتھ کھینچ کر مکمل فراغت پائی تھی، یہاں تک کہ اپنا خرقہ بھی کسی سائل کو دے دیا تھا اور اپنی تن کو بوریا سے ڈھانک لیا تھا۔ پھر ساری عمر آخری دم تک اسی جگہ بیٹھ کر بسر کی تھی۔ وحشی درندے بھی ان کی خدمت میں آتے تھے اور ان کے ساتھ بھی الفت و انس پیدا کیا تھا، بلکہ ان تمام درندوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا دیا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ ان وحشی درندوں کے لئے صبح و شام اپنا دستر خوان بچھا دیتے تھے۔ اور ان کو مہمانوں کی طرح کھلاتے پلاتے تھے۔ ان تمام وحشی جانوروں میں بھی ایک نظم اور ڈسپلن پیدا ہو گیا تھا کہ وہ صرف اپنے حصے کا کھا لیتے اور دوسرے کے حصے کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرتے تھے۔ آخر نوروز ریشی علیہ الرحمہ اس سے متاثر ہوا اور وہ ریشی مذکور کے حلقے میں داخل ہوا تھا۔ پس شیخ نوروز ریشی علیہ الرحمہ کے تصرف اور جذبہ کے بعد اسی کو اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیا تھا (جن کی ذکر آگے چل کر آتی ہے۔) اور خود اس فانی سرا سے کوچ کر گیا تھا۔ پھر رحلت کے بعد وہ اسی جگہ پر آسودہ ہو گئے تھے اور وہ درندستان محل فیض بن گیا تھا۔

Marfat.com

سنگہ بی بی مذبورہ علیہا الرحمہ بھی عارفاتِ معروفہ میں سے تھیں انہوں نے بھی عبادت، ریاضت اور زہادت میں مردوں سے بھی سبقت لے لی تھی۔ ان کے مقبرے کے پاس ایک مکان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کے طور پر مشہور ہے۔ (شاید اسی کو یہاں کے لوگ "موسیٰ قبر" کہتے ہیں۔) بزرگانِ دین اور اصحابِ حال اس کے فیض و برکات سے غیر واقف نہیں ہیں وہ ان کے متعلق نقلیں کرتے ہیں۔

ان متذکرہ بزرگوں میں سادات اور ریشی حضرات کے علاوہ چند صوفی منش علماء کی ذکر بھی آئی۔ اور اب علماء متصوف مذکور ہوں گے۔

Marfat.com

۲۰

اس عہد کے علماء، ظہور زمسر برآوردہ اشخاص فضلاء

ا۔ مولانا رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ فضلائے وقت اور نحاریر روزگار میں سے تھے۔ وہ علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ میں جامع اور مشہور روزگار تھے، وہ شاہجہانی سلاطین کے آخری عہد اور مرزا حیدر رحمۃ اللہ علیہ کے اوایل وقت میں ایک مدرس کی حیثیت سے اس مدرسے میں کام کرتے تھے جو قطب الدین پورہ کے محلے میں ان ایام میں چل رہا تھا۔ انہوں نے اکثر علوم میں تالیفات بھی کئے تھے۔ ان کی بیٹی مولانا فیروز مفتی المعروف بہ ہیچی گنائی علیہ الرحمہ کے عقد میں آچکی تھی۔ جب آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت کی تو اکابر صوفیا میں سے ایک نے ان کی تاریخ اس طرح کہی تھی۔

میر در سجدہ جان سپرد بحق
سنہ بُد نہصد و پنجاہ و شش
۹۵۶

لوگوں کی زبانوں پر مذکور اور مشہور ہے کہ جس وقت مدرسے میں "حافظ بصیر" علیہ الرحمہ کی زبان سے یہ بات صادر ہوئی تھی کہ: "شیعہ ہم سخنے دارند" یعنی شیعہ لوگوں کی بھی کوئی دلیل ہے۔ تو تمام علماء نے اس کی تشنیع کی جن میں حضرت

Marfat.com

بابا داؤد خاکی اور ملا شمس الدین پال علیہما الرحمہ وغیرہما بھی شامل تھے۔ ان سب نے آنجناب علیہ الرحمہ کو نکتہ چینی کا ہدف بنا لیا تھا۔ اسی وجہ سے ملا رضی الدین کے مدرسے سے چلتا کر دیئے گئے اور وہ سب ملا بصیر کے سکول کو چھوڑ کر رضی الدین کے مدرسے میں آگئے
واللہ اعلم

۲۔ میر داؤد علامہ دوار کی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک بے نظیر اور منفرد دانشمند تھے، ان کا وطن ہرات تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تحصیل علوم بھی ولایت میں ہی کیا تھا اور پھر کشمیر آئے تھے۔ وہ صحیح النسب تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے جب وفات پائی تو سلطانِ مشہور زین العابدین رح کے مزار میں سلاطین کی قبروں کی دائیں بائیں ہی کہیں پر دفن کئے گئے تھے۔ ان کی ایک برگزیدہ ذریت بھی ہے، جو اپنے اپنے وقت اپنی استعداد کے مطابق سرگرم عمل بھی ہو گئے تھے وہ سب لوگ تقریباً علمی استفادہ، تقویٰ۔ صلاح اور زہد میں آراستہ تھے۔

۳۔ مولانا کمال الدین رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، قاضی محمد میر علی علیہ الرحمہ کے اولاد امجاد میں سے تھے۔ وہ یہاں کے قاضیوں کے تمام اور طبقوں سے جدا علی تھے۔ انہوں نے جوانی میں ہی علوم عقلیہ و نقلیہ کا تحصیل اور تکمیل کیا تھا

Marfat.com

یہاں تک کہ انہوں نے "مولویت" کا درجہ پایا تھا۔ پھر وہ شب و روز افادہ اور افاضہ میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے عہد کے باکمال اشخاص میں سے تھے۔ حضرت قاضی شہید یعنی قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ بھی ان کے ساتھ قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ مولانا مذکور کے برادر زادہ تھے۔ خانیار کے قاضی زادے یعنے قاضی محسنیہ اور قاضی مقیمیہ بھی اپنا انتساب مولانا مذکور کے ساتھ درست کرتے تھے۔ یہ مولانا کمال علیہ الرحمہ مولانا کمال الدین علیہ الرحمہ کے سوا ایک دوسرے صاحب تھے۔ ان کی ذکر اور ملا جمال الدین علیہ الرحمہ کی ذکر بھی اپنی اپنی جگہ پر مرقوم ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض مولانا مذکور علیہ الرحمہ ایک عظیم عالم ہونے کے ساتھ ایک عظیم المرتبت صوفی بزرگ بھی تھے۔

۴۔ مولانا لونی گنائی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ "ملا لیمی" کے نام سے مشہور تھے۔ وہ حضرت مخدوم عثمان یعنے بابا وجب گنائی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے، اور وہ اپنا اکثر وقت تحصیل علوم میں صرف کرتے تھے۔ اس لئے آنجناب بیش تر علوم میں کامل بھی ہو چکے تھے، ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد انہوں نے باطنی علوم یعنی عرفان کا اکتساب بھی کیا تھا۔ وہ سلوک کی راہ معنوی میں بھی سعادت مند ہو گئے تھے۔ مقامات عالیہ پر ترقی کر کے آنجناب علیہ الرحمہ زہد و تقویٰ میں ایک عجیب شان اور اعلیٰ مرتبہ رکھتے

Marfat.com

تھے۔ وہ اتنا متقی عالم تھا کہ غیر محرم پر ہرگز نظر نہیں اٹھاتے تھے جب انہوں نے رحلت کی تو قلاش پورہ میں آسودہ ہو گئے تھے ان کی مسجد اور ان کی خانقاہ سے ابھی تک فیض و فتوح کی خوشبو برابر سونگھی جاتی ہے۔ لوگوں کا عبور و مرور بھی بدستور جاری ہے، اس لئے ایک زیارت گاہ ہے۔

۵۔ مولوی مُلّا شنگرف گنائی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی بابا عثمان اجب گنائی علیہ الرحمہ کے پوتوں میں سے تھے۔ وہ ملّا فیروز شہید مفتی علیہ الرحمہ کے عم بزرگوار تھے۔ "شنکر بامرخم شنگرف ہے۔ یا کشمیری لغت میں بمعنے شاعر است"۔ چنانچہ "شنکار کلام موزون بے تجنیس کو کہتے ہیں۔" اور کلام موزون یا تجنیس کو رنگ کہتے ہیں۔ گنائی تو قوم کے دانا کو کہتے ہیں: (خواجہ اعظم ؒ)۔

بہر حال مُلّا شنگرف گنائی علیہ الرحمہ اس ملک کے رئیسوں اور دانشوروں میں سے شمار کئے جاتے تھے، اس لئے وہ قوم میں باوقار اور معزز تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر کے آنجناب علیہ الرحمہ حرمین شریفین میں چلے گئے تھے اور وہاں زبدۃ المتاخرین، خاتم المحدثین شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی صحبت کی اور ان سے کسب فواید کئے تھے۔ چنانچہ اجازت نامہ مذکورہ بخطِ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ برپشت اسماءِ الرجال کتاب شمائل نبوی صلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جس کا پورا متن بابا شنگرف علیہ الرحمہ کے خط سے ہے، راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بابا شنگرف علیہ الرحمہ راقم کے اجداد مادری میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بابا علیہ الرحمہ کی قبر کے متصل ہی نوبی گنائی[۲] بھی مدفون ہیں۔ وہ دونوں بزرگ قلا شپورہ جو سرینگر میں ایک مشہور محلہ ہے میں دفن ہو کر آسودہ ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہم ؛

۶۔ مولانا بصیر المعروف بہ ملّا بابا[۲]

آنجناب علیہ الرحمہ ایک مادر زاد اعمیٰ تھے۔ مگر وہ صاحب استعداد خداداد تھے، گویا انہوں نے دُنیا میں آنے سے قبل ہی اپنی آنکھیں ماسوی اللہ سے بند کر لی تھیں۔ وہ کامراج کے رہنے والے تھے، پھر کامراج کے پرگنہ سے نکل کر شہر آچکے تھے جہاں بے پایاں علوم کو ضبط کیا تھا۔ انہوں نے بچپن میں ہی اعمیٰ ہونے کے باوجود قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس طرح بصارت صوریہ کے نہ ہونے کے باوجود وہ بصیرت قلبی میں لاثانی تھے۔ گویا ظاہری آنکھیں تو بند تھیں مگر دل کی آنکھیں کھلی ہوئی اور بینا تھیں۔ وہ اپنے عہد میں علماء، فضلاء اور فقراء کے مرجع بنے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ بھی ملاقات کی تھی، ان سے فیض و فتوح پا کر آنجناب علیہ الرحمہ نے آخر سنہ ۹۴۶ھ میں وفات کی تھی اور خندہ بھون میں دفن ہوئے تھے۔ حضرت صرفی علیہ الرحمہ نے انکی مرثیہ لکھی تھی۔ جس کا آخری بیت

Marfat.com

سیہ ہے۔

آں حافظِ علم و ادب ابوڈ نصیر از فضلِ ربّ
تاریخ فوتش زاں سبب شد عالمِ تفسیر دان

آنجناب علیہ الرحمہ کا مزار شریف آج بھی محلِ فیض و فتوح ہے۔ ہر چند کہ بعض اکابر، جو اُن کی خدمت میں تلمذ کرتے تھے، جیسے حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ، ملا شمس الدین پال وغیرہما علیہما الرحمہ ادیب مذکورہ قصہ کی وجہ سے آنجناب علیہ الرحمہ سے الگ ہو گئے تھے۔ تاہم ان کی ہمت کا دامن لوگوں کی قیاس آرائیوں سے قطعی اور یکسر پاک تھا۔ یعنی انہوں نے اہلِ تشیعہ کے متعلق جو کچھ کہا تھا اس کا غلط مفہوم لیا گیا اور آنجناب علیہ الرحمہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

۷۔ مولانا قاضی ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ شریعت مرتبت حضرت قاضی میر علی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ وہ اپنے وطن بخارا شریف سے نکل کر یہاں آئے تھے اور پھر یہیں کشمیر میں بس بھی گئے۔ ان کے فرزند بھی تھے جو نامور ہوئے تھے۔ قاضی ابراہیم علیہ الرحمہ، قاضی اسکندر علیہ الرحمہ کے فرزندوں میں سے ایک تھے۔ قاضی شہید علیہ الرحمہ کے قبیلے کے اکثر خاندان اسی قاضی ابراہیم رح کے اولاد تھے۔ آنجناب ایک بڑے ہی قابلِ ذکر عالمِ متبحر اور فاضلِ دین مشہورِ دہر تھے۔ انہوں نے

Marfat.com

مرزا حیدر شہید علیہ الرحمہ کے عہد میں ان ہی سے قضا گری کا عہدہ پا یا تھا۔ جب ان کے فتوی سے مرزا مرحوم نے بابا دانیال والد میر شمس عراقی کو قتل کر ڈالا تھا تو اہل تشیعہ ان کے سخت دشمن بن گئے تھے جو عداوت و بغض بہ ظاہر ہوا اور پھر وہی دشمنی قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ کے باب میں نمودار ہو گئی تھی، جس نے کشمیر میں ایک عظیم انقلاب کو جنم دیا تھا۔ اس انقلاب عظیم کو اپنی جگہ پر لکھا جائے گا۔

۸۔ مولانا محمد آنی رحمۃ اللہ علیہ

کہا جاتا ہے کہ آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کے تلامذہ اور تربیت یافتوں میں سے تھے۔ وہ سلاطین کے آخری دور میں داخل کشمیر ہو گئے تھے۔ اور یہاں اپنے کمالات سے ایک بڑی جماعت کو بہرہ اندوز کیا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ بھی ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے، کسب علوم عقلیہ و نقلیہ کے باوجود بھی وہ شعر و شاعری کے ساتھ رغبت رکھتے تھے۔ اور ہر قسم کے ابیات کو موزون کرتے تھے۔ یہاں ان کا ایک طبعزاد بیت لکھتا ہوں جو واقعہ کے تحریر کرنے کے وقت میری یادداشتوں میں محفوظ رہا ہے ۔

عرق بشستر زبیندم رخ نکوئی ترا
زمن مرنج کہ مے خواہم آب روئے ترا

Marfat.com

رحلت کے بعد وقت آنجناب علیہ الرحمہ حضرت شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمہ کے مزار میں دروازے کے سامنے مدفون ہو گئے تھے۔ ان کے مقبرے کو سنگین فرش سے مرتفع کیا گیا تھا۔ طول و عرض کے لحاظ سے وہ مقبرہ نہایت ہی موزوں اور مناسب تھا۔

عہد سلاطین کے متذکرہ آخری دو بزرگ حضرت سید محمد کرمانی اور حضرت سید شاہ کالو علیہما الرحمہ چکوں کے باب میں مذکور ہوں گے۔ یہاں پر آکر خواجہ صاحب علیہ الرحمہ نے چند اور بزرگوں کے نام لکھے ہیں۔ مگر زیر نظر کتاب میں ہر نام کے ساتھ جگہ خالی چھوڑ کر خاموشی اختیار کی گئی ہے۔ دراصل مہتمم صاحب کو اصل بیاض دستیاب نہیں ہو سکی تھی، جس پر کوئی کیفیت لکھی ہوتی۔ لہٰذا مجبوراً حاشیہ پر لکھ رکھا ہے: کہ "البیاض فی الاصل" اس لئے ہم نے بھی ان سادات حضرات کو نظر انداز ہی کر دیا۔ البتہ عہد زین العابدین کے تین علماء تین علماء مجور، جن کی ذکر رہ گئی ہے۔ یہاں پر اس طرح کی جاتی ہے۔

۹۔ مولانا کبیرؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ صاحب فضل و کمال ایک عالم تحریر متقی و بے نظیر تھے۔ وہ سلطان زین العابدین کے استاد بھی تھے۔ وہ بچپن میں ہرات گئے تھے جہاں تحصیل علوم کیا تھا اور پھر وہیں بس بھی گئے تھے مگر سلطان نے کوشش کر کے ان کو

Marfat.com

وہاں سے واپس لایا تھا۔ یہاں ان کو شیخ الاسلام کا منصب بھی عطا کیا۔ انہوں نے شہر میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا جس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے مواضع بھی متعیّن کئے گئے تھے تاکہ طالب علموں اور مستحقوں کو امداد فراہم کی جا سکے اور کتابیں وغیرہ کا انتظام بھی ہو سکے۔ جب آنجنابؒ نے رحلت کی تھی تو ان کا مقبرہ نوشہرہ میں بنا دیا گیا تھا، جہاں وہ دفن ہو چکے تھے۔ وہ مقبرہ مشہور اور متبرک بھی ہے۔ آنجناب علیہ الرحمہ سے مسلمانوں کو علمی اور روحانی فائدہ پہونچ چکا تھا۔

۱۰۔ مولانا جمال الدین رحؒ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک بزرگ عالم دین تھے۔ جو ہندوستان سے چل کر کشمیر میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ قاضی القضاۃ اور صدر مفتیاں کے عہدوں پر بھی رہ چکے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ خانقاہِ امیریہ میں رہا کرتے تھے۔ اور وظائف کی ادائیگی پر ہی ان کا گزر اوقات ہوا کرتا تھا۔ بمصداق یہ۔ " عشق و مشک را نتوان نہفتن "۔ ان کی کمالِ فصاحت و بلاغت کی اطلاع سلطان زین العابدینؒ کو مل گئی تھی تو ان کو اپنی صحبت میں بلایا اور دربار میں ان کی عزت افزائی کی تھی، پھر اُن کو مسلمانوں کی دینی امارت سونپ دی تھی، یعنے قضاگری کا عہدہ اُن کے سپرد کیا تھا چونکہ وہ علوم مختلفہ سے آراستہ تھے اس لئے

Marfat.com

احکام کے فیصلے بڑی دیانت داری اور عقلمندی سے کیا کرتے تھے۔ یہ مولانا جمال الدین علیہ الرحمۃ جمال الدین سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے بغیر ایک دوسرے صاحب تھے، وہ کشمیر کے قاضیوں کے جدِّ امجد بھی ہیں۔ جن کی ذکر اسی کتاب کے گذشتہ اوراق میں آ چکی ہے اور آئندہ بھی چکوں کے عہد میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ غرض ان جنابؒ کی رحلت و مدفن وغیرہ معلوم نہیں۔ ٭

۱۱۔ مولانا مُلّا احمدؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمۃ بھی ایک بزرگ عالم تھے۔ وہ شعر و شاعری میں زیادہ مشہور تھے۔ ان کی فصاحت و بلاغت معروف تھی۔ وہ سلطان زین العابدینؒ کے مصاحب اور ندیم تھے، جو دستار کا شملہ اکثر پیشانی پر رکھتے تھے۔ سلطان مذکور کا طبع بھی موزون تھا۔ انہوں نے ایک روز آراستہ کی ہوئی مجلس میں ظرافت اور خوش طبعی کے طور پر مولانا مذکور سے مخاطب ہو کر کلام موزون میں (شعر میں) اس طرح کہا تھا: کہ ؎

شاخِ پیشانی مُلّا احمدِ کشمیر بین
گر نہ دیدستی تو در آفاق انسان شاخدار

یہ سُنکر مولانا نے سلطان کے جواب میں فی البدیہہ کہا: ؎

شاخِ پیشانی خدیوا گر گ وارے داشتم
تا نیایم درمیانِ مادہ گاوان در شمار

Marfat.com

سلطان نہایت خوش ہوا اور انعام واکرام سے نوازا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی غلطی کی وجہ سے سلطان نے مولانا کو یہاں سے نکال کر لیکلی بھیجا تھا جہاں وہ حیرت کی تیہ میں سرگردان رہے تھے۔ ایک روز وہ مجبور ہوا تو ایک زوردار رباعی لکھ کر سلطان کے پاس بھیجدی تھی، جسے سلطان پڑھ کر نہایت محظوظ ہوا تھا اور ان کے خطا کو معاف کر دیا۔ پھر ان کو لیکلی سے واپس لاکر انعام واکرام سے نوازا تھا۔ ان کو پہلے سے زیادہ چاہا اور عزت افزائی میں ترقی دلی تھی۔ وہ رباعی یہ تھی۔

نے بہ نجوم زمبتدا خبرے ❊ نے زمنطق زجر زدکل اثرے

برمن ایں کسرہ وجر چرا رانند

احمد از غیر منفرق خوانند

Marfat.com

۲۱- چکور کا عہدہ! (ج)

عہدِ جہاں کے نا بالغہ واقعات

دارِ ناپائیدار کی بوقلمونیوں کا شمار نہیں ___! کتنے آئے اور کتنے گئے ___! قومیں پھیلے اور قبیلے مٹے ___!، کس کس کا کا حال بیان کیا جائے؟ عجائبات کے اس کارخانے میں کیسے کیسے کاریگر پیدا ہوتے گئے ہیں، جنہوں نے فنونِ لطیفہ کا کمال دکھا کر صفحۂ روزگار پر اپنے نقوش چھوڑے ہیں۔ اس میدانِ آمدورفت میں دوڑنے والوں کا حدو پایاں نہیں۔ اس لامحدود کارخانے میں صناع اور مصنوعات کی کوئی کمی نہیں، اس بازار میں خرید و فروخت غیر منقطع ہے۔ غرض دُنیا کی عجائبات کی تاریخ میں ایسے واقعات بھی سُننے میں آئے ہیں جو فوق البشری اور افسانوی سی باتیں لگتی ہیں۔

دنیا کے تماشاگاہ میں قدیم کہانیاں پڑھ کر انسانی دماغ تفکرات کے اتھاہ سمندر میں غوطے کھا کھا کر ڈوبتا اور اُبھرتا رہتا ہے۔ ابتداء سے آج تک کیا کیا ہوا ہوگا؟ انسان لامحدود ریگستان سے چکر کاٹ کاٹ کر کہیں نہیں پہنچنے پاتا ہے کیونکہ

Marfat.com

کروڑوں عجائبات میں سے ایک دو عجوبے ہی ہم تک پہونچتے اور وہ بھی لوٹے پھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ باقی باتیں یا واقعات عدم و نیستی میں معدوم ہوں گے جن کو اخذ کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں، اس طرح کائنات کی حقیقت بھی ایک سربستہ راز کی طرح مخفی رہتی ہے جسے دانائے راز کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ مؤرخوں اور عالموں کے ذریعہ جو کچھ ہم تک پہونچا ہے، ہم اسی پر حیران رہ جاتے ہیں۔ باقی سمندر کے تہہ میں کیا کیا غائب ہوا ہوگا۔ اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

چکوں کے متعلق خواجہ اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہور اسلام سے قبل راجوں کے آخری دور میں ایک شخص "لنکر چک" دردستان سے اہل و عیال سمیت بھاگ کر کشمیر آیا تھا۔ اس کے نسب میں بہت ہی اختلاف ہے، عام زبانوں پر ایک عجیب واقعہ مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ:۔

قدیم زمانے میں دردستان کے اطراف میں ایک حسین اور شکیل عورت رہا کرتی تھی، نزدیک ہی ایک جھیل تھی جہاں سے وہ عورت پانی لایا کرتی تھی۔ ایک دن صبح سویرے وہ جھیل پر پانی لانے کے لئے گئی تھی تو ایک جن اژدھے کی صورت میں متمثل ہو کر اس عورت کے پاس آیا اور اس کے ساتھ ملاپ چاہا۔ آہستہ آہستہ اس جن نے عورت پر قابو پالیا اور دونوں میں جنسی صحبت ہوتی رہی تھی۔ ہر روز کے اس سنجوگ سے اس جن سے عورت

Marfat.com

حاملہ رہی اور بنی نوع انسان کے خلاف ایک قوی ہیکل بیٹے کو جنم دیا تھا جس میں قوت اور رشد کے آثار پیدا ہوتے رہے تھے۔ لڑکا بڑا ہوا تو زور و توان میں اپنے لوگوں سے کئی گنا تفوق رکھتا تھا۔ وہ بے حد طاقتور، قوی الجسم اور غالب ہو گیا تھا وہی دیو نسل اس لنگر چک کا ساتواں جد تھا جو کشمیر میں بھاگ آیا تھا۔ اگرچہ مرور زمانہ سے ان کے طاقت میں بتدریج فرق آتی گئی تھی، تاہم لنگر چک کی ذرّیت قوت بدن اور زور بازو میں تمام انسانوں میں قوی تر تھے۔ پھر چک بھی اوروں کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور لنگر چک سلطان شمس الدّین کی حکومت میں ایک ادنی سی ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، اس کے بعد نسلاً بعد نسلاً چک لوگ شاہمیری خاندان میں زین العابدین کے آخری عہد تک معمولی معمولی ملازمتیں کرتے گئے۔ اور ان کی خدمت گاری کر کے پیٹ پالتے تھے، ہوتے ہوتے وہی شاہی نوکر ترقی کرتے گئے۔ اور ترقی کرتے کرتے وہ ایک سو سال کے طویل مدت میں اس قابل ہو گئے تھے کہ حکمرانی کے خواب دیکھنے لگے۔ جس کا روداد عجیب و غریب ہے۔

شاہمیری خاندان نے کشمیر میں سوا دو سو سال تک حکومت کی تھی۔ سلطان شمس الدین سے لے کر نازک شاہ تک چودہ[14] پندرہ[15] بادشاہ گزرے تھے، جنہوں نے یہاں ملک و ملت کی ترویج کی سعی کی تھی۔ مگر جب سلطان فتح شاہ کے ساتھ حضرت امیر کبیر رضی اللہ عنہ

کی کلاہ مبارک بھی دفن کردی گئی تھی تو اس خاندان میں زوال کے آثار بھی شروع ہو گئے تھے جس سے چکوں نے استقلال پایا تھا اور وہ امارت تک پہنچ گئے۔ نازک شاہ کے وقت میں انہوں نے سلاطین کے ساتھ رشتے بھی جوڑے تھے جس سے ان کے ساتھ قرابت بھی قائم کرلی تھی۔ ان میں اکثر میر شمس عراقی اور اس کے متبعوں کے اغوا میں آئے تھے اور شیعیت اختیار کی تھی۔ مگر بعض اہل سنت والجماعت کے عقیدے پر قائم رہے تھے۔ ۹۶۰ھ میں عرصۂ حکومت کو خالی پاکر چک سلاطین کے خاندان سے باغی ہو گئے تھے اور اطاعت چھوڑ دی تھی۔ پھر جب سلاطین میں کوئی محکم شخص نہ رہا تھا تو چکوں نے سرتابی کی اور حکومت کا دعویٰ کیا تھا۔ انہوں نے اسماعیل شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھا رکھا، مگر دولت چک حاکم بن گیا تھا۔ اسی اثنا میں بتقدیر خالقِ کبیر کشمیر میں ایک سانحہ پیش آیا تھا جس نے چکوں کے انقلابی قدم کو مضبوط تر کردیا تھا وہ یہ کہ یہاں سخت بھونچال آیا تھا جو ہفتوں متواتر آتا رہا تھا۔ زلزلہ کے ان متواتر جھٹکوں سے لوگ بے حد پریشان ہو گئے تھے، گویا قیامت ہو رہی تھی۔ مکان لوگوں سمیت زمین میں دھنس جاتے تھے۔ عجیب وغریب واقعات رونما ہو جاتے تھے، ان میں ایک واقعہ یوں ہے:

پرگنہ مراج کے بہجہارہ پائین میں سدی مرگ کے نزدیک حسن پورہ

Marfat.com

اور حسین پورہ دو گاؤں تھے جو جہلم کے آر پار یا دریا کے دونوں کناروں پر بالمقابل آباد تھے۔ ایک رات نصف شب کو حسب معمول زلزلوں کے جھٹکے آتے تھے اور دونوں دیہات کی زمین نیچے کی طرف سرک گئی تھی جس سے ان کا تبادلہ ہو گیا تھا یعنے حسن پورہ کی جگہ حسین پورہ آیا تھا اور حسین پورہ میں حسن پورہ کے مکان کھڑے تھے۔ چنانچہ دونوں دیہات کی زراعت اور دیگر علامات اور نشانات ابھی تک اس کی دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ وہاں کے لوگ اس عجیب و غریب حکایت کو دہراتے ہیں۔ اسی واقعہ کے بعد کشمیر کی حکومت میں اصل انقلاب آیا تھا۔ کیونکہ اصل مگر متزلزل حکومت کی عمارت گر گئی تھی اور دولت چک نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی، اور حکومت سنبھالی تھی۔

ملک دولت چک تیر اندازی میں اتنا ماہر تھا کہ اس کا تیر دو کوس تک پہونچ جاتا اور ٹھیک نشانے پر لگتا تھا۔ وہ اتنا طاقت ور تھا کہ ایک روز مکان بنا رہے تھے اور ایک شہتیر مکان کے چھت پر اٹھاتے ہوئے چھوٹ گئی تھی۔ شہتیر کی لمبائی چالیس گز اور موٹائی دو گز مدور عریض تھی۔ ایک سو آدمی اس پر اچھی طرح سے بیٹھ سکتے تھے۔ جب وہ لبوتری گر گئی اور ملک مذکور کے سر پر آ گئی تھی تو اس نے سرعت اور پھرتی سے اپنا بایاں ہاتھ زمین پر دے رکھا تھا اور دائیں ہاتھ سے شہتیر کو پکڑ رکھا تھا۔ پھر لوگوں کو اسے رسیوں سے باندھنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے دیکھا

Marfat.com

کہ شمشیر کے وزن سے ملک کا بایاں ہاتھ آدھ گز تک زمین میں گڑھ گیا تھا، مگر اس کے ہاتھ اس کی دونوں رانوں سے لگے کھڑے تھے۔" یہ ایک سچا واقعہ ہے جو سند کو پہونچا ہے۔

دولت چک کے طاقت کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ اس نے دہلی میں شیر خان کے سامنے ایک مست ہاتھی کو بار بار پکڑ لیا تھا اور لوگوں کو حیران کر دیا۔ ایک بار اپنے دونوں پاؤں کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر لیا تھا اور ہاتھی کو پکڑ کر باندھ لیا تھا۔ اگرچہ فیل دمان نے نہایت مستی کی اور زور لگایا، لیکن اس کے قدم ذرہ بھر آگے نہ بڑھ سکے تھے۔ اور چک نے اُسے ہلنے نہیں دیا تھا۔ مگر جب کسی کو قضا آتی ہے تو ساری طاقت سلب ہو جاتی۔ دولت چک کے متعلق بھی مذکور ہے کہ اُس نے اپنے اقتدار میں چچی کے ساتھ نکاح کیا اور بنی اعمام اس حرکت سے خفا ہو گئے تھے۔ غازی خان، حسین خان اور علی خان وغیرہ زیادہ ہی برہم ہو گئے تھے۔ وہ تاک میں رہے تاکہ اس سے انتقام لیا جائے۔ ایک دن دولت چک جھیل میں سیر کرنے گیا تھا اور فوج کو حسن آباد میں رکھا۔ مذکورہ خانوں نے موقعہ پایا پہلے اس کے اسباب پر قبضہ کر لیا، پھر اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا تھا۔ جب چک کو خبر ہوئی تو بھاگ کر پہونچا۔ مگر راستے میں ایک چوپان نے اُسے گرفتار کر کے غازی خان کے حوالے کیا، جس نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی' اور پھر اندھا کرکے

Marfat.com

اسے قید خانہ میں ڈال دیا تھا۔ جو مست ہاتھی کو ہلنے نہ دیتا وہ
ایک چوپان سے بھاگ نہ سکا۔ غرض ایک سال حکومت کرکے
قید خانے میں مر گیا تھا۔ اس کے بعد مذکورہ خانوں نے حبیب شاہ
ولد اسماعیل کو تخت پر بٹھایا تھا جو سلاطین خاندان کا آخری
شہزادہ تھا، وہ غازی خان کا خواہر زادہ بھی تھا۔ مگر جب
اس میں کما ینبغی حکومت کی لیاقت نہ پائی گئی تو دوسرے سال
غازی خان کے بھائی علی نے اسے تخت سے اتار کر غازی خان
کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ اس طرح ۹۶۲ سنہ ھ میں شاہمیری سلاطین
کی ڈھائی سو سالہ حکومت کے بعد چکوں نے خود مختاری کا
اعلان کر دیا تھا، اور غازی خان ہی فی الحقیقت ان کا پہلا
حکمران تھا۔ اس نے عمدہ کوہستانی کی شہزادی کمال خان کی
بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور پھر دونوں تبتوں کو مسخر کر لیا تھا
رعیت پروری کی اور شیعہ مذہب کو فروغ دیا تھا۔ اس لئے شمس
الدین رینہ ہمایون بادشاہ کے پاس فریاد لے کر گیا تھا۔ مگر ان ایام
میں وہ کتبخانہ کی سیڑھیوں سے گر کر مر گیا تھا۔ تاہم مرزا ابوالعالی
جو بادشاہ کا منہ بولا بیٹا تھا شمس رینہ کے ساتھ ایک بہت بڑی
فوج لے کر چک پر چڑھ آیا تھا اور پٹن میں ٹھہرا تھا۔ غازی
خان نے سرعت سے فوج تیار کی اور ہانجی ویرہ میں تصادم ہوا۔
تہور خان رستم زمان بن کر لڑا تھا، اور شمس رینہ نے اپنے
مخالفوں کو شکست دی تھی۔ پھر بھی غازی خان نے ایک عجیب چال

Marfat.com

سے فتح پائی۔ اور شمس رینہ کے ساتھ ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) مغلوں
کو بھی پکڑ لیا تھا جن کو تہہ تیغ کر دیا گیا تھا۔ میدان میں چار ہزار
لاشیں گنی گئیں تھیں، اس کے بعد دو برس ہوئے تو ملک دولت
چک اور شمس رینہ کے بھائیوں نے بھی دوسرے کشمیریوں کے ساتھ
زالڈگر میں میدانِ کارزار گرم کیا، مگر یہاں بھی غازی خان
غالب رہا تھا۔ پھر مخالفوں نے ہندوستان سے بارہ ہزار فوج لا
کر حملہ کیا مگر شکست کھائی تھی۔ غازی خان نے حکم دیا کہ جو شخص
ایک مغل کا سر کاٹ کر لائے گا اسے ایک اشرفی دی جائے گی
چنانچہ سات ہزار (۷۰۰۰) سر کاٹ کر پیش کئے گئے تھے۔ غازی خان
عدل و انصاف میں سخت تھا۔ جو شخص باغ سے ایک ہی سیب
چُراتا تھا اُسے قطع ید کرتا تھا

عیدگاہ میں ایک روز ایک واقع پیش آیا۔ وہ یہ کہ ان کے
اپنے بیٹے حیدر خان کے حکم سے ایک نوکر نے بیگانے سے چند انار
اُٹھا لائے تھے، ابھی ان کو چکھا بھی نہ تھا کہ غازی خان کو پتہ
چلا تھا۔ اس نے بیٹے کو فوراً قطع ید کرنے کا حکم دیا۔ حیدر خان
جھنجھلا کر باپ کی نوکری چھوڑ کر بھاگا۔ مگر ماں نے اسے قسمیں
دے کر واپس لایا تھا۔ اسے دیکھ کر غازی خان کو غصہ آیا اور بیٹے
کو عیدگاہ کی راہ عام میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ مگر پھر جب بھی
اس راستے سے عیدگاہ جاتا تو اپنی آنکھیں بند کرتا تھا۔ تاہم بحکم
" اولادنا اکبادنا " اس کا جگر کٹ گیا اور بستر مرگ پر پڑا رہا تھا

Marfat.com

جب زندگی سے مایوس ہوگیا تھا تو اپنے بھائی حسین شاہ کو بادشاہ بنا دیا۔

اسی اثنا میں حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ جو صحیح النسب سادات سے تھے، اپنی قضائے سے مر گیا تھا، یا ان کو ذو کرہ میں شربت مسموم پلا کر وفات کرایا گیا تھا مگر اس کے قتل کی تہمت حضرت سید حمید رینہ رحمۃ اللہ علیہ کو لگی تھی جو مادری علاقہ سے ان کا اپنا تھا۔ اسی لئے غازی خان نے اسے ہانجی ویرہ میں ات ہید کرا دیا تھا جس سے ان کے خاندان میں فتنہ اٹھا اور رینہ قبیلہ کھڑا ہوا تھا۔ حضرت سید حمید علاقہ بانگل میں کہیں پر مدفون کر دیئے گئے تھے۔ حسین شاہ نے استقلال کے ساتھ حکومت سنبھالی اور رعیت پروری اختیار کی تھی، اس نے مذہب تشیعہ کو فروغ دیا اور تعصب پر اپنا پورا زور لگایا تھا۔ اگرچہ اہل تشیعہ غلبہ میں تھے، مگر امور شرعیہ اہل سنت والجماعت کے ہاتھ میں تھیں۔ اس زمانے میں کشمیر کا قاضی اور جامع مسجد کا خطیب قاضی حبیب اللہ تھے۔ اور ایک عجیب واقعہ پیش آیا آیا تھا، یعنے نماز جمعۃ المبارک کے بعد قاضی کے ساتھ بے ادبی کی جرأت کی گئی اور ان کے سر سے ان کا دستار اتروا یا گیا تھا، اس پر لوگوں نے حسین شاہ پر نفرین کی تھی اور لعنت بھیجی۔ پھر عوام نے یوسف کو مار ڈالا جس نے ایسی حرکت کی تھی۔ حسین شاہ نے بھرے دربار میں مولانا شمس الدین اور مولانا فیروز، جو

Marfat.com

عثمان گنائی علیہ الرحمہ کے اولاد تھے، کو اس بارے میں پوچھا کہ جو ناحق کسی کو قتل کرنے کا حکم دے۔ اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ دونوں فقیہوں نے خالی الذہن ہو کر فتویٰ دیا تھا کہ "مقتول کا خون حکم دینے والے کی گردن پر ہے۔" پھر یوسفؒ کے وارثوں نے وہی فتویٰ اپنے دعوے میں دلیل بنایا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یوسف مذبور مسجد کے باہر شمشیر بازی کر رہا تھا اور غلطی سے تلوار کا نوک قاضی تک پہونچا جس سے ان کا دستار اترا تھا۔ پھر ان ہی دو مفتیوں کے حکم سے یوسفؒ کو از جان کر دیا گیا تھا۔ اس دلیل سے حسینؔ شاہ نے دونوں مفتیوں کو اس وقت بے گناہ شہید کرا دیا تھا۔ جب اہل شہر باہر جھیل کے کنارے ایک جشن کی تقریب منانے میں مشغول تھے، اسی لئے بادشاہ کو عوامی ہنگامے کا کوئی تردد نہیں تھا۔ مگر اسی روز سے یہاں مذہبی فتنوں کا دروازہ کھل گیا تھا۔

جب لوگوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حسینؔ شاہ کو سخت کوسا اور نفرین کی۔ حسین شاہ نے اپنے کئے پر پچھتایا اور رعیّت پروری سے مدادا شروع کر دیا تھا۔ اس نے ہفتے کے دنوں کو اس طرح تقسیم کیا تھا، کہ وہ یکشنبہ کو مشایخ اور فقراء کے ساتھ گزارتا تھا۔ دوشنبہ قاضی و مفتیوں کے ساتھ رہتا، سہ شنبہ کو سیر و شکار میں چلا جاتا، چہارشنبہ سپاہیوں اور تیراندازوں کے ساتھ، پنجشنبہ کو اہل نشاط میں عیش عشرت کرتا، جمعتہ المبارک کو علماء اور اہل اسلام

Marfat.com

کے ساتھ اور شنبہ کو برہمنوں و پنڈتوں کے ساتھ رہتا تھا۔" پھر ہر طائفہ کو انعام و اکرام سے نواز تا تھا۔ سلطنت کے باوجود شاعری بھی کرتا تھا۔ نمونہ کا ایک شعر یہ ہے:

حمایل کردہ تیغ و لبستہ خنجر یار مے آید
دلا برخیز و کارے کن کہ جان در کار مے آید

اس عہد کا ایک اور واقعہ مشہور ہے کہ وہ "وتنہ نار" جھیل کے شکار کو گیا تھا۔ ملک محمد ناجی کو ایک خاص کام کے لئے کہیں بھیجا تھا۔ خان زمان اور بہادر خان کو قابلیتوں کی بنا پر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا، وہ دونوں اس کے کمین میں تھے اور موقع پاکر اس پر قابو پالیا تھا۔ مگر اتفاقاً جمعداروں میں سے کوئی آپہونچا تھا اور اسی نے بچالیا، اور بادشاہ کے حکم سے دونوں کو وہیں ڈھیر کر دیا گیا تھا ان ہی ایام میں بادشاہ کا بیٹا ابراہیم چیچک کی بیماری سے مر گیا تھا۔ اسی صدمہ سے وہ بھی بیمار ہوا، اور اپنے بھائی علی خان کو قائم مقام کر دیا تھا خود زینہ پور کے صحت افزا مقام پر جاکر مر گیا تھا۔ علی چک کو اپنے بھائی حسن چک نے بغاوت کی جسے زینہ پور میں قید کر دیا جہاں وہ مر گیا تھا۔ پھر علی شاہ نے رعیت پروری کی اور اکثر اہل شہر کو راضی کیا تھا۔ اسی اثنا میں سلاطین کے خاندان سے دو شہزادے نمودار ہو گئے تھے۔ وہ نازک شاہ کے بیٹے حیدر اور سلیم تھے، دونوں شہزادے ہندوستان سے ایک جماعت لے کر آئے تھے اور لڑنے پر تل گئے۔ علی شاہ نے

Marfat.com

گوہر خان اور محمد خان کو انہیں پکڑنے کے لئے بھیجا اور ان کی بغاوت کو دبا دیا تھا۔ پھر کشتواڑ پر فوج کشی کی۔ وہاں کے راجا بہادر سنگھ نے اپنی بیٹی علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خان کو دی اور صلح کر لی تھی۔ دوسری دفعہ جب اس نے فوج دینے سے انکار کر دیا تھا تو اس پر حملہ کیا، مگر راجا نے اپنے بھائی نارائن سنگھ کو بھیج کر معافی مانگی تھی اس کے ساتھ علی شاہ کی محبوبہ فتح خاتون کو بھی روانہ کیا تھا، جسے علی شاہ نے بیوی بنا دیا تھا، کیونکہ اسے اپنی زوجیت میں لایا تھا۔

ایک دفعہ قاضی صدرالدین اور مولانا محشقی اکبر بادشاہ کی طرف سے سفیر بن کر آئے اور ان کی بھتیجی شہزادہ سلیم کے لئے مانگی تھی۔ علی شاہ نے قبول کیا اور لڑکی کو ان کے ساتھ ہی روانہ کر دیا تھا۔ دراصل وہ جاسوسی کرنے آئے تھے، تاکہ یہاں کے حالات کا جائزہ لیں۔ اسی عہد میں ایک عظیم حادثہ ہوا کہ فصل پکنے کے وقت ایسی شدید برف باری ہوئی جس کی مثال کبھی نہ دیکھی گئی تھی، اس لئے ایک خوفناک قحط پڑا اور لوگ مردوں کو کھانے لگے۔ بادشاہ نے خزانے خالی کئے دو سال گزرے۔ تیسرے سال علی شاہ کو راستے میں ایک مجذوب "زیتو چک" المعروف بہ زیتی شاہ مل گیا تھا، وہ بھی ایک چک سردار تھا جو حضرت شیخ حمزہ مخدوم کی نظر عنایت سے مجذوب بن گیا تھا علی شاہ قحط زدہ لوگوں سے کافی متاثر ہوا تھا اور مجذوب سے پوچھا کہ "یہ قحط کب تک رہے گی؟" اس نے جواب دیا: "جب تک

Marfat.com

تم زندہ ہو۔" چوتھے سال اگرچہ بادشاہ لوگوں کی خوشحالی دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ مگر مجذوب کے قول سے ڈرتا بھی تھا، اور جامع مسجد میں علماء و صلحاء کے سامنے توبہ کیا تھا۔

ایک دن وہ چوگان کھیلتا ہوا اچانک گھر کی طرف دوڑ پڑا اور بیٹے کے سر پر تاج رکھا تو راہی بقا ہوا۔ ابدال خان نے بغاوت کی، پلوں کو کٹوا دیا اور راستے برباد کر دیئے تھے۔ اس نے کسی کی نہ مانی اور کہا کہ "میں اور علی شاہ یک جان دو قالب تھے مگر اس نے دغا کیا۔ اور بیٹے کو جانشین بنایا۔ لہذا میں بھائی سے پہلے قبر میں پہونچنا چاہتا ہوں۔" یوسف شاہ نے باپ کو غسل کے تختے پر چھوڑ کر ابدال خان پر چڑھائی کی اور نوہٹہ میں ایک خونریز جنگ چھڑ گئی۔ ابدال کے پہلو میں نیزہ لگا اس نے مڑ کر سید مبارک کو لڑتے دیکھا، مجروح شیر کی طرح جھپٹا اور سید کو نیزہ مارا تو فوج تتر بتر ہو گئی تھی۔ مگر وہ خود گھوڑے سے گر کر مر گیا تھا۔ شہید قاضی نے اسے رزمگاہ سے اٹھوا کر دفن کرایا۔ اس کے بعد یوسف شاہ مصیبت و شادی میں گریان و خندان باپ کو دفنانے میں لگ گیا۔

یوسف شاہ نے اپنے نام کا سکہ جاری کیا، مگر وہ مملکت کو چلا نہ سکا۔ کیونکہ وہ عیش پرست تھا اور اس کا وقت قوالوں اور عورتوں کے ساتھ کٹتا تھا۔ وہ خود بھی شاعر تھا۔ اور اس کا ایک شعر یہ ہے: کہ

سہ لیلےٰ جنازہ را بر مجنوں بخود نہ زند
زور کمند جذبہ معجز نمائے اوست

چک سرداروں نے پھر سنبھل کر حملہ کیا اور بابا خلیل کے گھر کے سامنے گھمسان کا رن پڑا۔ ملک چاڈورہ کے اکثر اولاد اس لڑائی میں مارے گئے تھے۔ یوسف شاہ زالڈگر میں تھا اور ملک ناجی کے ذریعے اپنا تاج سید مبارک کو بھیجا اور خود ہندوستان چلا گیا تھا۔ تاکہ مدد حاصل کرے۔ ملک ناجی بیٹوں کے درد سے دق میں پڑا تھا اور چالیس دن کے بعد مر گیا تھا۔ سید مبارک نے آٹھ ماہ پانچ دن حکومت کی تھی، پھر اس کی بدسلوکی سے شمس چک، حیدر چک اور شنکر وغیرہ نے بغاوت کی تھی۔ اسے تخت سے اتار کر یوسف کو پھر بادشاہ بنا دیا تھا مگر حیدر اور لوہر چک نے بلوں کو اڑا کر پھر بغاوت کی تھی۔ زالڈگر پھر میدان بنا اور وہ جیت گئے۔ لوہر چک تخت پر بیٹھا، سید مبارک بھی چکوں سے تنگ آ چکا تھا اور یوسف کے خلاف ہو گیا۔ اب تاج گوہر چک نے سر پر رکھا جو یوسف چک کے بنی اعمام میں سے تھا۔ یوسف کو کشمیریوں پر اعتماد نہ رہا تھا اور اکبر بادشاہ سے بھی نامراد لوٹا۔ پھر لاہور سے کچھ قرضہ لے کر جمعیت کا انتظام کیا، اس کا وزیر محمد بٹ بہلول پور میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ جب یوسف چیرہ ہارہ تک پہنچا تو گوہر شاہ نے سستی دکھائی، اس نے لنوپورہ کا پل توڑا اور کامراج

نہیں رہا۔ اس کا سپہ سالار یوسف ڈار فرار ہوا تھا، وہ دشمن گیارہ ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے لے کر آیا مگر یوسف شاہ نے مقابلے کی مصلحت نہ دیکھی اور پونچھ کی طرف بھاگا تھا۔ اسی ضمن میں بابا خلیل نے اُسے گوہر کا پیغام دیا کہ مفت میں خود کو برباد نہ کرے بلکہ جاگیر لے کر بادشاہی سے دست بردار ہو جائے۔ یوسف شاہ نے اس شیعہ پیر کی نصیحت نہ مانی اور فوج کو روانہ کر دیا تھا۔ جنگ ہوئی اور یوسف نے فتح پائی۔ گوہر شاہ شکست کھا کر بھاگ نکلا اور یوسف شاہ دوبارہ کشمیر کا بادشاہ بن گیا تھا۔ سری نگر کی طرف بڑھا، بارہ تر پہنچا اور گوہر شاہ برتھند میں تھا۔ سری نگر کے لوگ خوش ہو گئے تھے اور اس کا پر جوش استقبال کیا تھا۔ ایک مشہور شاعر مستغنی نے دیوانِ حافظ سے فال نکالا تھا اور یہ مصرعہ نکلا:

"یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور"

یوسف شاہ نے دوستوں کو انعامات دیئے اور دشمنوں کا صفایا کر دیا تھا ادھر اکبر بادشاہ نے مرزا طاہر کے ذریعے پیغام بھیجا تھا کہ "یہاں سے جا کر تم نے آج تک کوئی پیغام یا حال واحوال نہیں لکھا اور نہ خود آئے ہو۔ اب مطیع ہو کر فوراً یہاں ہمارے روبرو حاضر ہونا۔" اس تہدید سے یوسف شاہ ڈر گیا دُور اندیش لوگ جانتے کہ اکبر اب کشمیر تسخیر کرنا چاہتا ہے۔ یوسف نے اپنے چھوٹے بیٹے کو تحائف کے ساتھ اکبر کے دربار میں روانہ کر دیا تھا۔ اگرچہ وزیر نے منع کیا تھا مگر اس نے نہیں مانا ادھر جب اکبر بادشاہ نے تحائف دیکھے تو اس کی نظر کشمیر پر مرکوز ہو گئی۔ اس نے یوسف شاہ کے بیٹے کو ایک

Marfat.com

سال کے بعد واپس کردیا اور عذر قبول نہ ہوا بلکہ اسے خود آستان بوس ہونے کا حکم بھیجا۔ یوسف کو وحشت ہوگئی تو ڈر کر اپنے بڑے بیٹے یعقوب کو مزید تحائف دیکر دربارِ اکبری میں روانہ کر دیا تھا۔ لوگوں کو اندازہ ہوا کہ اب چکوں کا زمانہ ختم ہونے والا ہے۔ یعقوب دو تین سال تک اکبر بادشاہ کے پایۂ تخت میں رہا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے درباریوں سے کہا: کہ "یوسف خان ہماری درگاہ سے سرفراز ہوا، لیکن اس نے فرمان کی پرواہ نہ کی پہلے چھوٹے اور پھر بڑے بیٹے کو بھیجا لیکن خود عشرت کدہ سے قدم باہر نکالنا گوارا نہ کیا کہ قدمبوس ہو جاتا۔" پھر حکیم کو حکم بھیجا کہ لشکر پہونچنے سے پہلے ہی یوسف کو لاہور میں قدم بوس کرائے گا اور کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔ یہ سب کچھ سنکر یعقوب گھبرا گیا اور باپ کو لکھا: کہ "میرے سامنے اس طرح کا حکم شاہی ہوا ہے" یوسف شاہ نے وزیروں سے مشورہ کیا اور کہا کہ "اگر اکبر بادشاہ کا فوج آیا اور کشمیر کا آب و علاف برباد ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ میں خود جاؤں۔" اسی اثنا میں خبر آئی کہ بادشاہ لاہور سے کابل پہونچا ہے اور یعقوب روگردان ہوکر بھاگ آیا تھا۔ وہ حکیم سے پہلے ہی کشمیر پہونچا تھا۔ باپ نے چاہا کہ بیٹے کو ایسی حرکت کرنے پر قید کرے، مگر درباریوں نے سفارش کی۔ اب حکیم بھی پہونچا اور خان پور میں اس کا استقبال کیا گیا تھا، پھر تعظیم کے ساتھ اسے سید علی کی حویلی میں اتارا گیا تھا، تو دو ماہ تک اس کی مہمان

نوازی کی گئی۔ یوسف شاہ نے کہا کہ میں یعقوب کو تمہارے ساتھ ہی دستہ بستہ واپس بھیجدوں گا، مگر حکیم نے کہا کہ بھگوان داس کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کر دیا گیا ہے اور وہ اٹک سے بارہمولہ آیا ہے۔ یوسف شاہ نے حکیم کو رخصت کیا اور علاج ڈھونڈنے لگا، وہ پابوس ہونے کا ارادہ رکھتا تھا تو علماء اور امرائے نے کہا: کہ "ہم مغلوں کو یہاں ہرگز راستہ نہ دیں گے جب تک سب نہ مر جائیں۔" پھر یوسف شاہ شکار کے بہانے نکلا اور بارہمولہ پہونچا۔ اب مغل اور کشمیری باہم متصادم ہو گئے اور ایک خون چکان جنگ ہو گئی۔ جس کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے ؎

چناں خون روان شد ز دشت نبرد :. کہ چوں سیل رفتہ ز جا پائے مرد

چکا چاک شمشیر برندہ فرق

زمین را بدریائے خون کردہ غرق

سنان آتش کین برافروختہ :. پر مرغ را در ہوا سوختہ

اس جنگ میں کشمیری بہادر اس طرح لڑے کہ راجپوت اور مغل حیران رہ گئے تھے۔ حالانکہ شدت کی سردی کے ساتھ قحط بھی پڑا تھا۔ مولانا احمد نے کہا ہے کہ ؎

گر نظر بر ہلال مے کردند :. لب نانے خیال مے کردند

گردن خود دراز مے کردند

دہن از آز باز مے کردند

Marfat.com

اسی میں یوسف کو مغل بادشاہ سے چٹھی ملی تو اس نے جنگ چھوڑ کر حکم کی تعمیل کی۔ مگر وہاں پہونچ کر قید ہوا۔ ادھر یعقوب نے اپنے مدبّر بیر طالب اصفہانی کی معیّت میں جنگ جاری رکھی اور مغلوں کا قافیہ تنگ ہوا تھا۔ انہوں نے مجبورًا یعقوب سے صلح کی۔ اس طرح یعقوب چک کشمیر کا بادشاہ بنا اور اس نے پھر ڈیڑھ سال تک حکومت کی تھی، وہ نہایت مغرور اور متعصب تھا۔ اس کے مختصر عہد میں ایک عظیم ترین واقعہ ہوا کہ قاضی کشمیر علیہ الرحمہ شہید کر دیئے گئے تھے۔

واقع یوں ہوا کہ شریعت مرتبت اور کمالات منزلت قاضی نے ابدال چک کو رزمگاہ سے اٹھا کر دفن کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ گوہر شاہ کو ان کے گھر میں پکڑا گیا تھا۔ اگرچہ قاضی شہید کو اس کی کوئی علمیت نہیں تھی۔ تاہم ان ہی باتوں کو بہانہ بنا کر یعقوب نے ان سے بدلہ لینا چاہا۔ اگرچہ تمام امیروں وزیروں نے اسے ایسا کرنے سے روکا تھا مگر اس نے کسی کی نصیحت نہ سنی، اس کے باوجود کہ اہل تشیعہ کا مذہب تقیہ ہے، اس نے اعلانیہ قاضی موصوف کے ساتھ بے ادبی کی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بغاوت کی آگ گرم ہوگئی اور اس کمینے کو اپنے ہی سرداروں کے ساتھ لڑنا پڑا تھا ان میں شمس چک کوبہ واری، ملک حسین چاڈوری، علی شیر خان ماگرے اور علی ڈار وغیرہ شامل تھے۔ شمس چک نے سوپور اور کامرج کے دیگر علاقوں پر قبضہ جمایا تھا۔ ان لوگوں نے بابا خلیل اور شیخ

Marfat.com

حسن جانبیلی کو قتل کرنا چاہا تھا کیونکہ وہ ہر وقت فتنہ اٹھاتے تھے۔ حسین جاڈوری نے ان کو بچایا تھا اور اپنے آدمی ساتھ دیکر روانہ کر دیا تھا۔ جب ان دونوں نے بادشاہ سے اپنا حسب حال بیان کیا تو وہ غضب سے سرخ ہو گیا تھا اور ایک بڑی فوج لے کر شمس جیک پر حملہ آور ہوا، جانبین میں کافی خون بہا تھا مگر جلد ہی صلح ہوا تھا۔ پھر ان دو شیعہ شیخوں کی ترغیب سے قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ کے ساتھ مذہبی معاملات اٹھائے گئے تھے تو یعقوب اور اس کے حواری علانیہ اعلان شیعیت کی تبلیغ کرنے لگے، انہوں نے ملا عینی کو اس کام کے لئے متصدی قرار دے کر اس سے تبرا کرایا گیا تھا اور اس بدبخت کو تبرا خوانی کرا کر رسوائے ازل و ابد ٹھہرایا تھا۔ ملا عینی اس وقت کے فضلائ اور شعرا میں سے تھا جو اہل تشیعہ کا مذہب رکھتا تھا۔ یہ وہی ملا تھا جس نے اپنی بے حرفہ گوئی سے عارف نامی و گرامی حضرت عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کی نسبت بھی بے ادبی کی تھی۔ جب مولانا علیہ الرحمہ نے کہا تھا کہ ؎

حریفان بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خمخانہا کردند و رفتند

تو اس کے جواب میں ملا نے کہا تھا: ؎

ہنوز آں ابر رحمت دُرفشان است ⁂ مے و میخانہ با مہر و نشان است
دریں دیر مسدس خم تہی نیست ⁂ تہی گفتن لبغیر از ابلہی نیست

Marfat.com

حالانکہ وہ ابلہ بدبخت جس نے اپنے لب و دہن کو تبرا خوانی سے ناپاک کیا تھا، کیا جانتا کہ مولانا علیہ الرحمہ کا مراد تھا، انبیاء کرام کی پُر فیض مجلس، اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم اور صحابۂ عظام کی پاک اور پاکیزہ جماعتیں، جن کے مثل کی ظہور اس زمانے میں ناممکن ہے بلکہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو متقدمین کا ہر طایفہ خواہ از اہلِ عرفان و اولیاء ہو یا اہلِ علم و سخن سے۔ ان کے فیضان میں بھی تفاوت آئی ہے۔ کیونکہ لاحقین سابقین کے برابر نہیں ہو سکتے، مگر ملا عینی نے جب "مَی و میخانہ با مہر و نشان" کہا تھا تو یہ بھی ایک قسم کا تبرا ہے۔ گویا اس کا اعتقاد یہ تھا کہ سابقین بھی لاحقین کی طرح فیض سے محروم تھے نعوذ باللہ تعالیٰ۔

ملا عینی، یعقوب چک کے کہنے پر اذان میں "علیٌ ولی اللہ" داخل کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس قول کے صدق و حق ہونے پر کسی مسلمان کو کلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ جناب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہ ولایت تھے۔ مگر چونکہ اہلِ تشیعہ اس عبارت کو اپنے مذہب کی ترویج کا بہانہ بنا کر دوسرے قسم کے نا مشروعات کے لئے راستہ بنانا چاہتے تھے پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ رفتہ رفتہ دوسری باتوں پر بھی جرأت کرتے ۔ مگر ان کی جرأت کو کلید فتح کی ضرورت تھی اور وہ تھا مفتی اعظم کا فتویٰ۔ اس لئے قاضی شہید پر دباؤ ڈالا گیا تھا۔ مگر آنجناب نے بادشاہ کے غیض و غضب کا پرواہ کئے بغیر فتویٰ دینے سے صاف انکار کیا تھا جس پر

Marfat.com

یعقوب بدبخت نے امرائی ہزار ممانعت کے باوجود قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ کو شہید کر ڈالا تھا۔ اس طرح اسے دینی و دنیوی سعادات سے ہمکنار تو کر دیا تھا اور نیک نامی سے سرشار مگر خود اپنے اور چک حکومت کے لئے قہر الٰہی مول لیا تھا۔ کیونکہ وہی سانحۂ عظیم ان کی حکومت کے جڑ کاٹنے اور چکوں کے خاتمے کا باعث بنا تھا جس سے ایک عالم نے عبرت پکڑا تھا۔

حضرت قاضی علیہ الرحمہ کی لاش مبارکہ کو ہاتھی کے دم سے باندھ کر پورے شہر سرینگر میں پھرایا گیا تھا۔ جب وہ اپنے گھر کے پھاٹک پر پہونچا تو ان کی والدۂ محترمہ نے آکر اپنی معجر یعنے سر چادری اُتار کر لاش مبارک کے گرد نثار کرنے کے طور پر پھیر لی تھی، پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کے بیٹے کو راہِ حق میں سنّتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کی توفیق دی تھی۔ جس دن قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ شہید ہوئے تھے اسی دن کشمیر میں ایسی آندھی چلی تھی جو ابھی تک لوگوں کو یاد ہے۔ اس آندھی کے ساتھ رعد اور برق بھی چلے تھے اس شدت سے کہ لوگ ہیبت سے بے حال ہو گئے تھے۔ زیادہ عبرتناک واقعہ یہ ہوا تھا کہ بادشاہ کا وزیر تین چار آدمیوں کے ساتھ شاہی محل میں تھا تو ان پر آتشین برق گری جس سے وہ سب وہیں جل کر راکھ ہو گئے تھے، دن دھاڑے ایسی تاریکی ہو گئی تھی کہ تارے نظر آنے لگے تھے ہر طرف سے ہل چل مچی

Marfat.com

اور کشمیر میں قیامت جیسے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ سرینگر کے شہر بیں خاص کر ایسی وحشت پھیلی کہ لوگ توبہ واستغفار میں مصروف ہو گئے تھے۔ وہ ایک قیامت خیز واقعہ تھا۔

حضرت قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ، قاضی میر علی علیہ الرحمہ کے اولاد واحفاد سے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ علمی کمالات اور عملی عبادات سے مکمل طور پر آراستہ تھے۔ ان کے خاندان میں قاضی ابراہیم علیہ الرحمہ کے عہد سے ابًا عن جدٍ قضا گری کا منصب عظیم چلا آیا تھا۔ اس مقدس خاندان میں علم وفضل کی برکات اولاد سے احفاد تک موجود چلی آئی تھی، گویا علوم شرعیہ کا ذخیرہ ان کی ذاتی وراثت ہوتی تھی۔

حضرت قاضی علیہ الرحمہ کی دردناک شہادت کے بعد اہل کشمیر یعقوب چک سے سخت متنفر ہو گئے تھے اور ہر طرف سے بیزور بزنا اس پر لعنت وملامت کرتے تھے یہاں کے بزرگ، علماء، رؤسا اور غرباء سب شہر سے نکل گئے۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ علیہ الرحمہ اپنے پیران طریقت کی زیارت کی غرض سے ملتان چلے گئے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ دیگر علماء، فقراء اور مساکین کو لے کر اکبر بادشاہ کے پاس پہونچ گئے، وہاں اسے تسخیر کشمیر کی بشارت بھی سنائی تھی، بلکہ اس کے ساتھ ایک عہد نامہ بھی مرتب کیا گیا تھا۔ پھر اکبر کی جانب سے محمد قاسم خان میر بحر تیس ہزار فوج لیکر کشمیر پر چڑھ آیا تھا۔ ان کے ساتھ اہل کشمیر کے برگزیدہ اشخاص

Marfat.com

بھی مل گئے تھے جن میں یوسف چک کا چھوٹا بیٹا حیدر بھی شامل تھا۔ جب بدکار یعقوب نے سنا تو کافی فوج لے کر ہیرہ پورہ سے مقابلے کو گیا تھا، مگر آج کشمیری اس کے ساتھ نہ تھے لہذا شکست کھائی اور کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ اکبری فوج نے آگے بڑھ کر سرینگر کو قبضے میں لے لیا اور شمس چک کو بادشاہ بنا دیا گیا تھا۔ اس کے بیٹے ظفر خان نے تعصب سے محلۂ جڈی بل میں میں آگ لگا دی اور میر شمس عراقی کی خانقاہ کو بھی جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔ اس خانقاہ کو دولت چک نے بنایا تھا، مگر ظفر نے اسے پھر شہر کا مزبلہ بنا دیا تھا۔ پھر شیعوں کو سخت ستایا۔ مغل یعقوب کے تعاقب میں کشتواڑ پہونچے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ اس نے رات میں ہزاروں مکانوں کو جلا ڈالا تھا۔ مگر اس کے بھائی حیدر قتل ہوا تھا۔ اس طرح یعقوب اور اس کے باپ یوسف شاہ کا دنیا سے نام و نشان مٹ گیا۔ ایک شیعہ شاعر نے کہا ہے ؎

نہ از یوسف نشان دیدم نہ از یعقوب آثارے
عزیزان یوسف ار گم شد چہ شد یعقوب را بارے

شمس چک کی بہادری کے متعلق کہا: ؎

بہ تیغ و بچوب بنگ و بخشت　　ملک شمس چک شعت کس بکشت

اس طرح اپنی بدکرداری کی وجہ سے چکوں کو بہت جلد زوال آیا اور ان کا نام تک باقی نہ رہا۔ وہ اب بمصداق: "کل شئی یرجع الی اصلہ" پھر نوکری کرتے رہے۔

Marfat.com

٢٢

مخدوم العرفاء حضرت شیخ حمزہ کشمیری

حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ[۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اصلی وطن موضع تجر تھا جو علاقۂ زینہ گیر میں ایک خاصا بڑا گاؤں ہے۔ آنجناب بچپن میں ہی تجر سے نکل آئے اور محض صلاح و راستی سے سرینگر

حاشیہ ۱: حضرت شیخ حمزہؒ کا تاریخ ولادت "خامیں دھر" ہے، یعنی سنہ ۹۰۰ھ۔ ان دنوں یہاں شاہمیری خاندان کے بادشاہ محمد شاہ کی حکومت تھی۔ ان کے والد مکرم کا نام نامی عثمان رینہ تھا، اور والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی مریم۔ ولادت کے وقت اُن سے عظیم الشان واقعات اور کرامات مشاہدہ کئے گئے تھے۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ آنجنابؒ مادر زاد ولی تھے۔ وہ خاتم الاولیاء کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ بہاء الدین متوؒ نے ان کی ولادت مفصل لکھی ہے۔ ~

حضرت شیخ چوں تولد شد • نور اطلاق در تقید شد

بسکہ آں نور افتقاش داد • ناں شد از اولیاء مادر زاد

راست بر قد پاکش از خوبی • آمد از حق لباس محبوبی

یعنی آں نور در وجود علاج عام • گشت سلطان شیخ حمزہؒ بنام

بابا عثمانؒ وقت کے آسودہ حال امراء میں سے تھے۔ اسلئے آنجنابؒ کی پرورش بھی بہتر طریقے پر ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم اسی گاؤں کے ایک معلم سے حاصل کی اور پھر شہر آئے تھے یہاں خانقاہ شمس چک میں رہنے لگے۔ ان ایام میں کوہ ماران پر بابا اسماعیلؒ کی زیر سرپرستی ایک درسگاہ چل رہا تھا جس میں بڑے بڑے علماء اور صوفیاء بھی کام کرتے تھے۔ حضرت حمزہؒ نے ان علماء سے تعلیم پڑھی۔ قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ میں تکمیل کی تو پھر عبادات میں سرگرم ہو گئے تھے۔ چونکہ آپؒ ایک مادر زاد ولی تھے، اسلئے خیر خوارگی کے[۲] عالم میں ہی اہل اللہ نے (دیکھئے اگلا صفحہ)

Marfat.com

پہونچ گئے تھے۔ انہیں صغر سنی میں ہی خدا پرستی کا ذوق و شوق بہم پہونچا ما تھا، اس لئے راہ سلوک میں بے حد رغبت دکھائی تھی، بلکہ راہِ حق کی شناسائی کو آنجنابؒ نے چھوٹی عمر میں حاصل کرلی تھی اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ... ان سے عجیب عجیب حالات دیکھے تھے اور متعلقین نے نادر کرامات کا مشاہدہ کیا تھا۔ انہوں نے بچپن میں حضرت خضرؑ سے ملاقاتیں کیں اور ان کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیض کیا تھا، بلکہ ان سے تربیت پاکر ہی روحانیت کے مدارج طے کرنے شروع کئے تھے۔ تصوف کے تمام سلسلوں کے مطابق چلے کاٹے تھے اور سخت ترین مجاہدے کئے۔ یہانتک کہ آنجنابؒ قطبیت اور ابدالیت کے مقامات پر پہونچے تھے۔ ان کے مریدوں کا سلسلہ نہایت وسیع تھا ان کے معتقدوں اور مخلصوں میں بڑے بڑے علمائے کے علاوہ روسائے و امراء بھی تھے۔ ان کے سینکڑوں مرید ارشاد کے درجے تک بھی پہونچ چکے تھے۔ ایک عالم ان کا مرید تھا۔

ان دنوں کشمیر جنت نظیر میں ملی تنافر اور مذہبی انتشار غالب تھا شیعہ سنی تعصب کا درخت تناور ہو چکا تھا جسے دیکھکر آنجنابؒ کا پاک دل مکدر اور ملول ہو چکا تھا، اسلئے عبادت میں معروف رہ کر عجز و انکساری سے دعائیں مانگتے تھے اسی میں انکو سرور کائنات فخر موجوداتﷺ علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات کا چاروں خلیفوںؓ کیساتھ دیدار نصیب ہوا تھا حضورﷺ نے آپکو صبر و استقامت کی تلقین فرمائی اور انکو مرشد سید بخاریؒ بھیجا۔ جو آجر سے کشمیر تشریف لائے اور خانقاہ احمد یتو چھتہ بل میں نزول فرمایا۔ آنجنابؒ نے انکی تربیت چھ ماہ تک فرمائی اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ آنجنابؒ نے مذہبی انتشار کو ختم کرنیکا عزم کیا اور جہاد میں سرگرم ہو گئے تھے، اب دور دور سے لوگ آکر فیضیاب ہوتے گئے اور باطل و بدعت کے خلاف سب کمر بستہ ہو گئے تھے اس دوران آپ سے ہزاروں کرامات صادر ہوئیں جنکی ذکر ان کے خلیفے اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ اہل کشمیر آپکے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور انکو پیار سے محبوب العالم، مخدوم حمزہ، سلطان العارفین وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ آنجنابؒ کی عظیم الشان زیارت گاہ کوہ ماران پر واقع ہے جہاں سال بھر زائروں اور عقیدتمندوں کے ہجوم رہتے ہیں۔ شب خوانیوں میں درود و اذکار کے ساتھ محو ہوتے ہیں۔ آنجنابؒ کا وصال ۲۴ صفر کو ہوا تھا جو ہر سال منایا جاتا ہے۔" ❖

لئے شب و روز انواع عبادات اور اقسام ریاضات میں گذارتے تھے، اوراد اور وظائف میں سرگرم ہوا کرتے تھے۔ آپؒ نے جو علماءِ وقت اور بزرگانِ روزگار سے استماع کیا تھا، وہ سب عمل میں لایا اور اس پر شب و روز خلوت کئے تھے۔ آنجنابؒ اکثر غیب ہی سے تربیت پاتے تھے۔ وہ اس طرح ہوا کرتا، کہ آنجناب قدس سرہٗ کو اکثر و بیشتر خواب میں، ماملہ یا واقعہ میں ہدایت ملتی اور الہام سے راہ راست کی طرف موڑ دیئے جاتے تھے۔ کہا جاتا کہ آنجنابؒ اویسی تھے۔ جب حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمہ اُچہ سے گھر شہر میں آئے تھے تو غیبی اشارہ پاکر فوراً ان کی خدمت میں جا پہونچے تھے۔ حضرت سید علیہ الرحمہ بھی کمال توجہ سے آنجنابؒ کو تربیت فرما رہے تھے، نہایت مہربانی سے سید جلال الدین قدس سرہٗ اپنی عنایات، الطاف، اکرام اور شفقت کو آنجنابؒ کی طرف مبذول فرما رہے تھے، اور آنجناب کو خاص الخاص بنایا تھا۔ آنجنابؒ نے اس بلند پایہ مُرشد و پیر بزرگوار کی خاص تربیت میں چھ ماہ تک آداب، سلوک اور روحانیت کے مدارج کما حقہٗ تقدم کو پہونچائے تھے۔ اس کے بعد آنجناب بشارتوں سے بھی مبشر ہوتے رہے، کسب خداداد اور قوتِ استعداد کے زور سے آنجنابؒ نے "اطوارِ سبعہ" کو بھی طے فرمایا تھا۔ حضرت جلال الدین علیہ الرحمہ نے جب مراجعت فرمائی تھی تو آنجناب علیہ الرحمہ نے ان کی اجازت سے پوری استقامت سے ساتھ قدم مبارک بڑھائے اور استفادہ و استفاضہ کی عمل شروع کی اور ارشاد کے مسند پر سرفرازی پائی تھی۔ ورع و تقویٰ اور ارشاد کی

Marfat.com

طرف قدم بڑھائے۔ عبادت و ریاضت کے زور سے تھوڑے ہی وقت میں عرفان کی بلند ترین مدارج طے فرماتے گئے تھے۔ اس کے بعد حالاتِ عجیبہ اور کمالاتِ نجیبہ کے منبع و مصدر بن گئے تھے۔ ان تمام فضائل کے باوجود آنجناب علیہ الرحمہ عبادت، ریاضت، زہد و تقویٰ، تقیدؔ، تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے راستے پر گامزن ہو کر دوڑ پڑے تھے جناب سلطان مخدوم العرفاء محبوب العالم رضی اللہ عنہٗ، عبادت شاقہ میں سرگرم ہوا کرتے تھے اور اکثر ساری رات "ذکر چار ضرب" ایک ہی نفس کے حبس میں فرمایا کرتے تھے، جس سے پروردگار کے اس برگزیدہ بندے کے مغزِ سر بھی مکمل طور پر گداختہ ہو گئے تھے اس لئے اندرونی حرارت، بیرونی درد اور سوز و گداز سے آنجنابؒ ہرگز آرام و قرار نہ پکڑتے بلکہ شب و روز آہ و زاری اور کربؔ و تعب میں گزارتے تھے۔ وہ ذکر الٰہی اور سخت ترین مجاہدات میں مشغول رہا کرتے اور اس مقام پر فائز ہو چکے تھے جہاں وہ طالبوں کے عقدوں کو آن کی آن میں حل فرما دیتے تھے۔ آنجناب ہر وقت دردمندوں کی چارہ سازی کرتے اور دردمندوں کی دستگیری فرماتے تھے۔ طیّ مکان کرنے میں زمین و آسمان اور دہر و زمان کو تصرّف کرنے اور تسخیر قلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت تھے۔ اسی طرح خوارق عادات، مکاشفہ و کرامات اور کمالِ جذبات میں آنجناب قدس سرہٗ قطب الاولیائ تھے جو اظہر من الشمس ہے۔ اعلم العلمائ، فخر الاولیائ، شیخ الشیوخ حضرت شیخ بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ حضرت سلطان شیخ حمزہ مخدومؒ کے اکمل اصحاب

Marfat.com

اور محبوب و مخصوص احباب میں سے تھے۔ وہ اپنی معرکتہ الآرا تصنیف شرح ورد المریدین میں آپؒ کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں: کہ

"حضرت شیخ مخدوم قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ مرتبہ ابدالیت داشتہ آخر بر جمیع سلاسل عمل مے فرمود ذکر جہر بطریق حضرات سلسلۂ یسویہ علیہم الرحمہ ہم مے کرد۔"

یعنی: حضرت شیخ مخدوم حمزہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ ابدالیت کا مرتبہ رکھتے تھے۔ آخر پر آنجنابؒ تمام سلسلوں کے مطابق عمل فرماتے تھے۔ وہ ذکر بالجہر حضرات یسویہ علیہم الرحمہ کے طریقے پر کرتے تھے۔ گویا ہر طریقۂ تصوف میں کامل تھے۔"

بہر حال اس قدوۂ اہلِ کمال رضی اللہ عنہ کے احوال کی تفصیل اور کمالات کا ذکر ورد المریدین شرح دستور السالکین میں مکمل طور پر موجود ہے، جو اعلم العلماء، زبدۃ الفقراء حضرت بابا داؤد خاکی علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف اور معتبر تالیف ہے۔

اس طرح آنجناب علیہ الرحمہ کے دوسرے برگزیدہ خلیفوں اور مخلصوں کی کتابیں ان کی سیرت پاک سے بھری ہوئی ہیں، جن میں ان حضرات نے آنکھوں دیکھے حالات اور کشف و کرامات بھی لکھے ہیں (یہاں خواجہ صاحبؒ نے شرح ورد المریدین میں سے چند ابیات اور اشعار نقل کئے ہیں تبرک کے طور پر۔ مگر ہم نے ان کو اس لئے نقل نہ کیا کیونکہ اب وہ کتاب مکمل طور پر فارسی بلکہ اردو میں بھی چھپ چکی ہے۔ لہٰذا ان ابیات کو شرح کے ساتھ وہیں سے پڑھا جا سکے، اور یہاں طوالت۔ غرض

سے ان کو لکھنا ضرورت نہ سمجھا گیا۔)

حضرت مخدوم العرفاء محبوب العالم سلطان العارفین شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کا تاریخ وصال کرامت مثال ان ابیات میں مستفاد ہوگا جو آنجناب کے خلیفۂ نامدار حضرت شیخ بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے زادۂ فکر ہیں: ؎

شیخ حمزہؒ مرشد والا گہر • فوت شد در بست چہارم از صفر
رفت واکمل یافت فضل کردگار • عاقبت در نہصد و ہشتاد و چار

(یعنی: آنجنابؒ نے ۲۴ صفر المظفر در ۹۸۴ھ میں وفات پائی تھا۔)

ایضاً: عقل گفت از موت مرشد آہ مے باید کشید۔ ایضاً

پئے تاریخ سال وصل مخدومؒ • مناسب یافتم مخدوم مرحوم

یہاں ہم حضرت بابا شیخ داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق کتاب وردالمریدین سے تبرکاً چند شعر نقل کرتے ہیں: ؎

شکر للہ حال من ہر لحظہ نیکو تر شدہ است
شیخ شیخان شیخ حمزہؒ تا مرا رہبر شدہ است
سیر کردہ عالم ملکوت ہم جبروت را
زو در لاہوت مرغ جان او اسیر شدہ است
ہر سحرگہ بود غسلے لازمش در سالہا
قلب و روح سرا دزین رو مطہر شدہ است
بہر امداد مریدان زود حاضر مے شود
صورت پاکیزہ اش ہر جا کہ مصور شدہ است

Marfat.com

ہم کراماتش زلوزع تشیروقت وطئی حرف
ہمہ ماں مخلصاں را تجربہ اکثر شداست
مخلصاں را صحبت او موجب جمعیت است
تائباں را بیعت او سدّ اسکندر شد است
یک نظر بر حالِ زار خاکی بیچارہ کن
زاں نظر بلٰے کہ خاکِ تیرہ راچوں زر شد است

حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومی رضی کے مریدوں اور مخلصوں کا شمار نہیں، انکے خلیفے بھی بکثرت تھے۔ انکے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ وفور عشق ومحبت سے وہ اپنے اس برگزیدہ مرشد کو خدائی صفات کا مظہر مانتے تھے۔ تجربات بلکہ مشاہدات کی بنا پر وہ لوگ گواہیاں دے گئے ہیں کہ حضرت سلطان العالم مخدوم زماں، پیر کامل طئی مکان کرکے پہاڑوں اور دریاؤں میں مرید کے مدد کو بروقت آن کی آن میں پہونچ جاتے تھے جس میں زمان ومکان کی کوئی قید بھی نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ وہ حضرات خلوت میں بھی احتیاط برتتے کہ کہیں مخدوم العالم رضی دیکھ تو نہیں رہے ہیں۔ کیونکہ بعد میں پیر کامل انکو ایسی خبریں دے بھی دیتے تھے گویا وہ اپنی سرپرستی کے نگران ہوتے تھے، یعنی مریدوں کی پرائیویٹ ایکشن کو دیکھتے تھے۔

شیخ خاکی نے آنجناب رضی کی عجیب وغریب ایسی کرامات اور دیگر باتیں اپنی مشہور کتاب دردالمریدین اور اس کے مبسوط شرح دستور السالکین میں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ جنکو قرآن وحدیث اور تصوف سے توثیق وتصدیق کرتے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ایک ضروری وضاحت!

چونکہ ہماری کتاب میں جگہ جگہ لفظ "مُلّا" آتا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کی ذرا کھل کر وضاحت کریں، تاکہ غلط فہمی رفع ہو جائے جو آج عام ہے۔ ایک زمانے میں "مُلّا" اس شخص کو کہتے تھے جو نہایت معزز اور مفتخر ہوتا تھا، مگر فی زمانہ اس لفظ کو حقارت کیلئے بولا جاتا ہے۔ اب اس لفظ سے حقیر اور ادنیٰ معنے لئے جاتے ہیں، اسلئے ہم اس کے حقیقی مفہوم پر نظر ڈالیں۔

لغت میں مُلّا اس شخص کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ پڑھا ہوا اور عالم ہوتا ہے۔ اصطلاح میں مُلّا اس شخص کو کہتے جو دیندار ہو، دین کا کام کرنے والا ہو، اصلاح پسند اور شریعت کی واقفیت رکھتا ہو۔ مثلاً: دینی علوم کا درس دیتا ہو، تبلیغ دین کرتا اور مسائلِ اسلام سکھاتا ہو۔ لیکن اب اس لفظ کا معنیٰ و مفہوم اتنا بدل گیا ہے کہ گویا اب اپنے حقیقی معنی کا ضد بن گیا ہے۔

علامہ مودودی بھی کہتے ہیں کہ "ہمارے زمانے کی اصطلاح میں تنگ نظری، تاریک خیالی، جہالت، دقیانوسیت، اور بے عقلی کے سب سے زیادہ شدید مرکب کا نام مُلّائیت ہے۔ راسخ العقیدہ اور متبع شریعت کا نام مُلّا ہے، بلکہ اظہار نفرت کیلئے بہت سے الفاظ بولنے کے بجائے ہمارے "کالے فرنگی" اپنے تمام جذبات کو سمیٹ کر صرف ایک لفظ مُلّا میں ابھر دیتے ہیں جو تمام عیوب کا جامع ہے۔" (تنقیحات صفحہ ۱۲)

ایسا کیوں ہوا اور اس کی کیا وجوہ ہیں؟ ان سوالوں کے جواب میں ہم یہاں پر پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا وہ تبصرہ نقل

Marfat.com

کریں جو انہوں نے جاوید نامہ اقبال علیہ الرحمہ کے شرح میں لکھا ہے۔
مشار الیہ ایک شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اقبال علیہ الرحمہ نے "ملّا" کو دین کی رسوائی کا سبب یا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ چونکہ اس لفظ کا مفہوم خود مسلمانوں میں مختلف زمانوں میں مختلف رہا ہے، اس لئے اس کی قدرے وضاحت ضروری ہے تاکہ موجودہ دور کے مسلمانوں کو وہ غلط فہمی لاحق نہ ہو جائے جو بعض "مسٹروں" اور "ڈاکٹروں" کو لاحق ہو گئی ہے

واضح ہو کہ پانچویں صدی ہجری میں یہی لفظ اس قدر وقیع اور معزز تھا کہ اگر اقبال علیہ الرحمہ اس زمانے میں ہوتے تو ساری عمر اس کے حصول کی کوشش میں بسر کر دیتے اور شاید ہی نصیب ہوتا اس زمانے میں ملّا کا لقب اس عالم کو ملتا تھا، جو قرآن، حدیث، فقہ، عقاید، منطق، فلسفہ، کلام، ادب، معانی و بیان اور پھر الٰہیات جملہ علوم میں یکساں طور پر غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ فلسفہ کا دائرہ بذات خود بہت وسیع تھا، یعنے اس میں بہت سے علوم داخل تھے۔ مثلاً: مابعد الطبعیات، طبیعات، کیمیا، علم الحیوان، ریاضی، مساحت، اقلیدس اور ہیئت وغیرہ بلکہ طب جیسا وسیع شعبہ بھی فلسفہ ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ملّا جلال الدین دوانی رح اور ملّا سعد الدین تفتازانی رح کا نام نہایت عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔
ہندوستان میں ملّا محب اللہ بہاری رح صاحب مسلم العلوم ملّا عبدالحکیم

Marfat.com

سیالکوٹی صاحب تصانیف کثیرہ و محشی خیالی، ملا وجیہہ الدین گجراتی اور ملا غلام یحییٰ بہاری، ملا حسن شارح مسلم العلوم اور ملا عبد العلی الملقب بہ بحر العلوم لکھنوی کے اسمائے گرامی بہت مشہور رہیا (یہ حضرات عالی پایہ کے متشرع اور متورع تھے۔)

اٹھارویں صدی عیسوی کے وسط سے ہندوستان میں دشمنان دین وملت یعنی انگریزوں کا اقتدار شروع ہوا۔ چونکہ ملاؤں نے ۱۷۵۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک (پوری ایک صدی) مسلسل ان دشمنان دین کی مخالفت کی اور ۱۸۵۷ء میں ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دے کر دینی حمیت کا عالم آشکارا کر دیا اس لئے انگریزوں نے ان بندگان حق کو بدنام کرنے کے لئے لفظ "ملا" کی تحقیر کا سلسلہ شروع کیا[1] اور ہر اس مسلمان کو جو جہاد پر ایمان

---

[1] حاشیہ

افسوس ہے کہ میں جاوید نامہ کی شرح میں جنگ آزادی کی داستان کسی طرح بھی قلم بند نہیں کر سکتا اس لئے صرف اس بات کے لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ جن پانچسو سے زاید علماء نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا ان میں سے چند ملاؤں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مرشدی وسیدی حاجی امداد اللہ صاحب چشتی مہاجر مکی، وفات ۱۸۹۹ء

۲۔ خاتم الحکماء حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی اسیر انڈمان، وفات ۱۸۶۱ء

۳۔ قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، وفات ۱۹۰۵ء

۴۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، وفات ۱۸۸۰ء

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

رکھتا تھا۔ "جنونی مسلمان" یعنے فناٹک کا لقب دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انگریزوں کی رائے میں سچا مسلمان وہ ہے جو جہاد کا منکر ہو[۲] چونکہ انگریزوں کی مخالفت میں علماءِ دیوبند پیش پیش تھے اس لئے مُلّا کے ساتھ ساتھ "دیوبند" کو بھی بدنام کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ ملاعنۂ فرنگ کی کوششوں سے مُلّا کے معنی تو جاہل، تنگ نظر، متعصب، جنونی اور رجعت پسند مسلمان ہو گئے اور دیوبندی کا مطلب وہ مسلمان ہو گیا جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہو اور نجدیوں یا وہابیوں کے عقاید رکھتا ہو۔ غور طلب بات یہ ہے کہ حجۃ الاسلام قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ؒ جنہوں نے ساری عمر آریوں اور اور عیسائیوں سے تحریری اور تقریری مناظرہ کرنے میں بسر کر دی اور ہر مجلس میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)..... —

۵ ۔ استاذ العلماء حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڈھی۔

۶۔ حضرت مفتی مولوی عنایت اللہ صاحب،

۷۔ ناصر الدین حضرت مولوی مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی۔

اللہ تعالیٰ راقم الحروف اور قارئین کرام کو بھی ان مُلّاؤں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (یہ سب علماء اور صلحاء تھے)

حاشیہ ۲ = اسلئے انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کے مالی نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو! خیال ؛ دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال

رسالتؐ کا اثبات کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت دُنیا میں قائم کرنے کے لئے اپنی پوری قابلیت صرف کردی وہ تو وہابی یعنے بے دین اور کافر ہیں۔ اور جن لوگوں نے اسلام کی حمایت اور قرآنِ حکیم کی حقانیت میں کبھی ایک مضمون بھی نہیں لکھا وہ "اعلیٰ حضرت اور مجدّدِ مآتِ حاضرہ" ہیں۔ ؎

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

علاّمہ اقبال علیہ الرحمہ نے بے شک اپنی تصانیف میں "مُلّا" کا لفظ استعمال کیا ہے، مگر اس سے ان کی مراد وہ علماءِ حق نہیں جنہوں نے ہر زمانہ میں دین کی حمایت اور اسلام کی خدمت کی ہے بلکہ وہ جاہل اور ضمیر فروش طبقہ مراد ہے، جس کے افراد نے دولت، ثروت، عزت اور مناصب کی خاطر اپنے دین اور ایمان کو انگریزوں کے ہاتھ فروخت کردیا۔

آج کل ہو یہ رہا ہے کہ مسلمانوں میں جو طبقہ مغرب پرست ہے اور اسلامی مملکتوں میں قرآنی حکومت کا مخالف ہے۔ وہ ان علماء کو جو اقامتِ دین اور مسلم ملکوں میں اسلامی حکومت کے قیام کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ "ملّا" کہہ کر عوام میں بدنام کر رہا ہے اور اپنے مزعومات باطلہ کی تائید میں اقبال مرحوم کے اشعار نقل کر کے ان کی روح کو صدمہ پہونچا رہا ہے۔

خلاصۂ کلام اینکہ ہمارے زمانہ میں مغرب پرست مسلمان علماءِ حق کو مُلّا کہہ کر موردِ طعن بنا رہے ہیں۔ اور جب کوئی شخص ان سے

Marfat.com

باز پرس کرتا ہے تو علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کو اپنی سپر بنا لیتے ہیں حالانکہ اقبالؒ ساری عمر ان علمائے حق کے مداح رہے تھے بلکہ ان معزز علماء کے ریاضِ علوم سے گلچینی کرتے رہے ہیں۔

قارئین کرام جب ان اشعار کو پڑھیں تو ملا سے وہ طبقہ مراد لیں جو دین سے بے بہرہ ہیں جس کے افراد نے نہ تو دینی علوم کسی مستند درسگاہ میں کسی مستند عالم سے حاصل کئے اور نہ کسی مستند عالم دین کی صحبت اٹھائی اور نہ عربی زبان اور عربی ادب میں مہارت بہم پہونچائی ہے۔ وہ صرف انگریزی درسگاہوں سے ڈگریاں لیکر اور مستشرقین کی عینک سے انگریزی میں اسلام پر کتابیں پڑھکر قرآن مجید کی تفسیر اور دین کی تشریح کا کام شروع کر دیتے ہیں ان لوگوں کو دیکھکر بے اختیار یہ مصرع زبان پر آتا ہے

؎ ہر لیے راز دار دین شده (جاوید نامہ ص ۶۶۴)

ہماری ریاست جنت نظیر کشمیر میں ایسے اولیاء اللہ بھی بکثرت پیدا ہوئے ہیں جو "ملا" کے ممتاز لقب سے ملقب تھے جو علوم ظاہریہ میں ید طولیٰ رکھتے ہوئے ایک عالم کو بہرہ ور اور مستفید کرتے تھے، جو عرفان الٰہی کا کافی استعداد رکھتے اسلئے وہ ولایت کے شہنشاہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ بلکہ شیخ العالم حضرت شیخ نور الدین ولی اور مخدوم العرفا حضرت شیخ حمزہ قدس اللہ سرہما جیسے عظیم مرتاض اور اکابر اولیاء بھی اسی لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ غرض یہاں ایسے اولیاء اللہ کی کمی نہیں جن کے اسمائے گرامی کیساتھ لفظ "ملا" لکھا جاتا تھا۔ یہاں ہم صرف ان بزرگوں کے حالات لکھیں جنکے ذکر سے "تاریخ اعظمی" معمور ہے اور جو ملاؤں کے پر وقار اسمائے موسوم تھے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔۔۔

۲۳

چکوں کے عہد میں دیگر اولیاء اللہ

۱۔ حضرت سیّد محمد کرمانی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک بہت بڑے بزرگ اور صاحبِ جذبۂ قویہ تھے۔ وہ درونِ قلعہ مغرب کی طرف آسودہ ہیں۔ آج اُن کی قبر شریف لوگوں کے گھروں میں آ گئی ہوئی ہے، اور عام لوگ ان کی زیارت سے محروم ہو گئے ہیں۔ تاہم صفۂ مربعی ابھی تک موجود ہے۔ طریقت میں ان کا انتساب راقم الحروف (خواجہ اعظمی رح) کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ (یعنے: ان کا پیرِ طریقت کون تھا؟ اور سلسلۂ تصوف کیا تھا؟۔ لہذا اسی پر اکتفا کیا گیا۔) ؁

۲۔ حضرت شاہ کالو رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کو سیّد کالو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ شیخ العرفاء حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے خانوادہ سے منسوب ہیں۔ وہ صاحبِ حالاتِ عالیہ تھے۔ انہوں نے اپنے وجود مسعود سے کشمیر کو مزیّن اور مشرّف فرمایا تھا۔ ان کا مزار فایض الانوار مسجد عدالت کے اوپر واقع ہے۔ آج اس طرف شارع عام ہے،

Marfat.com

جہاں سے لوگوں کا ہجوم گزرتا رہتا ہے۔ اس جگہ حضرت سیّد محمد مدنی علیہ الرحمہ کا آستانِ شریف بھی چند سو گز کے فاصلے پر واقع ہے اس لئے وہ مزارِ مقدسہ بڑی فیض و فتوح کی جگہ ہے۔ (یہی ذو بزرگ عہدِ سلاطین کے ہیں جو وہاں رہ کر یہاں لکھے گئے) ؎

۳۔ حضرت سیّد احمد کرمانی رہ

آنجناب علیہ الرحمہ کرمان سے آکر ہندوستان میں متوطن ہو گئے تھے۔ جب کشمیر کے والیوں میں سے کوئی شخص بنی اعمام سے منہزم ہو کر ہند کی طرف بھاگ گیا تھا تو وہاں پہونچ کر اس نے ولادت و سیادت کے خادموں کا سراغ پایا تھا، جو مستجاب الدعوات بھی تھے پھر وہ نہایت عاجزی سے اس بزرگ سیّد کے پاس چلا گیا تھا اور خدمت میں آکر قدمبوسی کی سعادت حاصل کی۔ پھر اپنے مطلب و مدعا کو خدمت اقدس میں عرض کیا: حضرت سیّد نے وعدہ کیا تھا کہ احکامِ شریعت کی اجرا ہوگی اور رفض و بدعت رفع ہوگا پھر اس کے مطلب کو اسے حاصل ہونے کی بشارت بھی دی تھی اور وہ سب باتیں پوری ہوگئیں۔ جب اس شخص کا حاجت پورا ہوا تو اس کے التماس پر آنجناب علیہ الرحمہ نے کشمیر کی عزیمت کی اور وہ یہاں چلے آئے تھے، مگر یہاں پہونچ کر مشاہدہ فرمایا کہ مخالفت کے آثار ابھی بھی موجود ہیں۔ پھر کمان میں ایک تیر ڈالا اور اسے ہوا میں پھینکا تھا اسی وقت اس جھوٹے غدار نے اپنا جان کھو دیا تھا

Marfat.com

اور تخت کے بجائے اپنی جگہ تنگ و تاریک قبر میں بنا لی تھی۔ اس کے بعد حضرت سید نے اپنا سکونت اسی ملک میں اختیار کیا تھا۔ امراء میں سے ایک امیر نے نروڑہ میں ان کے اور ان کے خادموں کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی تھی اور والئ ملک نے اس خانقاہ کے لئے تین خروار غلہ بھی ماہوار وظیفہ کے طور پر مقرر کر رکھی تھی جو اس کے لنگر یعنی مطبخ خانے میں چند ہی روز میں ختم ہو جاتا تھا۔ جب آنجنابؒ نے جلادتِ باطنی میں تفاوت محسوس کی تھی تو اپنے اختیار سے برضا و رغبت اس سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اس عہد کے اکثر اکابر اولیاء جیسے حضرت شیخ مخدوم حمزہ قدس سرہٗ بھی حضرت سید کی خدمت میں آکر بہرہ اندوز ہو جاتے تھے اور وہ ان کی صحبت میں رہ کر اکتساب معنوی کیا کرتے تھے۔ جب آنجنابؒ نے رحلت فرمائی تھی تو حضرت شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمہ کے مزار پُر انوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا تربت شریف آج بھی محل فیض و برکت ہے، جہاں لوگ جوق در جوق زیارت کرتے رہتے تھے (یہاں ان کا ختم بھی مروج ہے۔)

۴۔ مولانا قاضی حبیب اللہ رحؒ

آنجناب علیہ الرحمہ بھی سید تھے اور ولایت توران سے آئے تھے مگر ظاہری طور پر وہ خوارزمی تھے۔ وہاں سے نکل کر کشمیر آئے تھے۔ انہوں نے حسین چک کے عہد میں اقضی القضات کا منصب

سنبھالا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ مفید تالیفات بھی کرتے تھے۔ جن میں عقاید نصیریہ ملک نصیر الدین چک، در اصول و فروع اہل سنت و جماعت، رسالۂ جامعہ بزبان فارسی وغیرہ قابل قدر تالیفات تھے۔ اس کے علاوہ در بحث امامت و خلافت ایک بہت بسیط کتاب لکھی تھی جس میں اپنا نسب ملک العلماء ہروی جس کا اصلی نام محمد تھا، تک پہونچایا ہے۔ آنجناب دروازے کے متصل ہی سلطان زین العابدین کے مزار میں، جو کہ مشہور مقبرہ ہے دفن اور آسودہ ہوئے ہیں۔ ٭

۵۔ حضرت ملّا فیروز مفتی ؒ:

آنجناب علیہ الرحمہ سیچ گنائی ولد بابا نونی گنائی علیہ الرحمہ تھے۔ جس کو ملّا ایلچی بھی کہا کرتے تھے۔ اور وہ اسی نام سے معروف و مشہور تھے۔ انہوں نے جوانی میں ہی سفر اختیار کیا تھا اور وہ حرمین شریفین میں پہونچ گئے تھے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد انہوں نے مختلف علوم کی تحصیل کی تھی۔ تکمیل علم کے بعد وہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تفسیر و حدیث میں چالیس دن تک مقابلہ اور مبحث کرتے رہے تھے۔ اکبر بادشاہ کا استاد مخدوم الملوک بھی ان کا شاگرد بن گیا تھا۔ جب وہ واپس کشمیر آئے تھے جو ان کا اصلی وطن تھا تو یہاں مفتی اعظم مقرر کئے گئے تھے۔ وہ شریعت کے احکام بڑی احتیاط اور دیانت داری سے اجرا فرماتے

Marfat.com

تھے ۔ آخر آنجناب شیخنا و مخدومنا حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومی قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ معنوی ارادت رکھتے تھے، ان سے انہوں نے باطنی علم اور معرفت کا درس لیا تھا چنانچہ حضرت علامہ خاکی علیہ الرحمہ ان کی ذکر بھی اس طرح کرتے ہیں:

مولوی فیروز از فیروزئے تلقین او!
زود از انتاج نور ذکر فرخ فر شدہ است

آنجناب حسین شاہ چک کے عہد میں رفضہ کے ہاتھوں شہادت پانے میں فائز ہو چکے تھے ۔ اور پھر کوہ ماران کے دامن میں، دولاب صحن کے نزدیک ملا شاہ کی مسجد سنگین میں مدفون ہو گئے تھے اس وقت وہ ستر سال کے تھے ۔ آنجناب جب اس ظلم سے شہید ہو گئے تھے تو خود اپنا تاریخ وفات بھی کہا تھا ۔ پھر جب حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ نے ان کی تاریخ اس طرح کہی تھی جو ثبت ہوا ہے کہ:

از پئے تاریخ آں دردین وحید
گفتہ شد از بہر دین ملا شہید

آنجناب علیہ الرحمہ کے فرزندوں میں عبدالوہاب علیہ الرحمہ ایک دانشمند اور صاحب تصانیف بزرگ تھے ۔ انہوں نے معما، فنون اور علوم غریبہ میں تصانیف کئے تھے ۔ ان کے علاوہ برحاشیہ توتی، شرح مواقف اور شرح شمسیہ پر حاشیے لکھے تھے ۔ جو اس وقت کی معتبر ترین کتابوں میں شمار کی جاتی تھیں علیہما الرحمہ ۔

Marfat.com

۶۔ حضرت ملّا الماس گنائی رحؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کا نام نامی ملّا یوسف تھا۔ مگر ایک بادشاہ نے انہیں الماس کہہ کر پکارا تھا تو اسی نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ملّا فیروز علیہ الرحمہ کا شاگرد تھا۔ انہوں نے بھی حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مکرر ملاقاتیں کی ہیں اور ان سے بعض علمی مشکلات کو بھی حل کیا تھا۔ چونکہ وہ بھی مفتی تھے اس لئے ملّا فیروز علیہ الرحمہ کے ساتھ ہی یکجا ہو کر جام شہادت نوش کیا تھا۔ چنانچہ دونوں بزرگوار کے قصہ شہادت کو حسین شاہ کے احوال میں "قضیۂ یوسف" کے عنوان سے پہلے ہی لکھا گیا ہے۔ لہٰذا دہرایا نہیں جائے گا۔ ؎

۷۔ حضرت ملّا جوہر گنائی رحؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ شہر کے نجباؤں سے تھے۔ انہوں نے اپنی اکثر عمر تحصیل علم میں گزاری تھی۔ وہ سلطان قطب الدین کے مدرسے میں شاگرد تھے جو صراف کدل کی مسجد شریف کے متصل واقع تھا اور وہ مسجد شریف نالہ مار کے مشرقی کنارے پر بنا ہوئی تھی آخر عمر میں وہ حرمین شریفین میں بھی گئے تھے اور وہاں حج اسلام بھی ادا کیا تھا۔ پھر مکہ معظمہ کے فحول اور اکابر علمائے حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ انہوں نے مولانا علی قاری علیہ الرحمہ کو

Marfat.com

بھی پایا تھا۔ بلکہ حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی پہونچے تھے اور ان سے معنعن کی اجازت کی سند ساتھ لائی تھی۔ جب وہ کشمیر واپس لوٹ آئے تو گوشۂ انزوا کو اختیار کیا تھا اور عزلت میں بیٹھے رہے پھر زبردست ریاضت کی۔

"تنبیہ :۔ معنعن وہ حدیث ہے جو بلفظ عن فلان عن فلان سے پڑھا جاتا ہے۔" (فقیر اللہ۔۴)

اور عبادت میں مشغول ہو گئے تھے۔ حلال غذا حاصل کرنے کیلئے اون کا دھندا کیا اور بسیار قناعت سے گزارہ کرتے تھے۔ انہوں نے توکل اور انزوا کو کامل درجہ تک پہونچا دیا تھا۔ وہ دینی علوم کے درس بھی دیا کرتے تھے۔ آخر پر ۱۰۲۶ھ کے عام وبا میں دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت کی تھی۔ ان کے بعض اولاد اور امجاد صوری اور معنوی کمالات پر پہونچ گئے تھے۔ ان کا مزار شریف حضرت ملا آخوند حسین خباز علیہ الرحمہ کے مقبرے کے مشرقی سمت میں بکمال بے تکلفی واقع ہوا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ"

۸۔ حضرت کنگی ریشی[۸] حضرت میری ریشی[۹] حضرت شیخ ریشی[۱۰]

آنجناب علیہم الرحمہ، تینوں بزرگ حضرت رُوپی ریشی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے، جن کی ذکرِ خیر بھی ہو چکی ہے۔ ان تینوں بزرگوں نے اتنی عبادت و ریاضت کی تھی کہ اس کا مثل کہیں نظر نہیں آتا وہ اپنے وقت میں بے نظیر تھے۔ اپنے مرشد کی

Marfat.com

وفات کے بعد ان تینوں نے جادۂ شریعت اور سجادۂ طریقت پر استقامت کیا تھا، یہاں تک کہ وہ تینوں حضرات ریشی خوب زندہ رہے اور خوب گزرے تھے۔ (یعنے: بہتر زندگی کے ساتھ بہتر موت بھی پائی تھی۔)

۱۱- حضرات سادات پارسائیہ رحمہم اللہ اجمعین

ان چند سادات کرام علیہم الرحمہ نے ولایت سے آکر کشمیر کو شرف بخشا تھا۔ اکثروں کا خیال ہے کہ وہ سات بھائی تھے، جو اہلِ سیادت میں سے تھے۔ لیکن بعض اربابِ سخن ان کی سیادت کے قایل نہیں۔ تاہم ان کے کمال ورع و تقویٰ کے سب متفق الرائے ہیں۔ وہ تمام بزرگان کوہ ماران کے دامن میں نیچے کی طرف آسودہ ہیں جو محبوب العالم شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کے آستانے کے جوار میں واقع ہے۔ وہ سب حضرات یکجا محوِ آرام ہیں۔

(تنبیہہ: زیرِ نظر کتاب میں ان کے اسمائے گرامی درج نہیں۔ بلکہ جگہ کو خالی چھوڑ کر حاشیہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:۔

"در ہر دو نسخۂ منقول عنہٗ غیر از بیاض نبود۔" وہ دونوں نسخے تمہید میں منقول ہوئے ہیں۔)

۱۲- حضرت سید اسماعیل شامی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ ساداتِ عظیم الشان میں سے تھے۔ وہ

Marfat.com

سلسلۂ علیہ میں حضرات قادریہ کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور میر سید محمد قادری علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ انہوں نے روم، شام اور ہندوستان کی سیاحت کی تھی، جب وہ کشمیر پہونچے تھے۔ تو شیخ العلماء بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے ساتھ آشنا ہو گئے تھے وہ دونوں حضرات ایک دوسرے کیساتھ گھل مل گئے تھے۔ جس سے ایک دوسرے سے محظوظ اور مستفید ہوتے رہے تھے۔ پھر ایک دوسرے کو اپنے سلسلے کی اجازت بھی دی تھی۔ جناب سید علیہ الرحمہ ایک متورع اور متقی بزرگ تھے۔ وہ طالبوں کے عقدوں کو بھی اپنے ہمت کے ناخنوں سے کھول دیتے تھے۔ تجرید اور تفرید میں عجیب قدم رکھتے تھے۔ اپنی تن و بدن کو ہستی کی راہ میں جانے نہیں دیتے اور طالبوں کو بھی اس خیال سے روکے رکھتے تھے۔ وہ بہت ہی بے تکلف تھے، اور خود کو ہمیشہ فقر و فاقہ سے آراستہ رکھتے تھے۔ انہوں نے سنہ ۹۹۴ھ میں اپنے قدوم مبارکہ سے کشمیر کو مزین فرمایا تھا اور بابا خاکی علیہ الرحمہ سے ایک طالب کی درخواست کی تھی۔ تو انہوں نے قدوۃ العرفا حضرت میر نازک علیہ الرحمہ کو ان کے سپرد کیا تھا۔ جو ایک مخلص بزرگ تھے، چنانچہ ان کی ذکر بھی آئندہ صفحات میں بتفصیل آئے گی۔

حضرت سیّد عالی سندؒ نے چند وقت کشمیر میں گزارا اور پھر واپس چلے گئے تھے۔ آخر وہیں انتقال کیا اور وہیں آسودہ بھی ہوئے تھے۔ ؂

Marfat.com

۱۳۔ حضرت سیّد میر کیؒ:۔

آنجناب علیہ الرّحمہ ہر چند اویسی تھے، مگر ظاہری طور پر اپنا دست ارادت سید نعمت اللہ حصاری علیہ الرّحمہ کے دامن تربیت میں دے رکھا تھا، جو باکمال سادات میں سے تھے۔ پھر ان ہی کی صحبت میں رہ کر مستفید ہو گئے تھے۔ حضرت میر سید شمس الدّین علیہ الرّحمہ اندرابی کے فرزند برومند تھے۔ جو ابن میر سید ابراہیم، ابن میر سید احمد اور ابن میر سید محمد تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آنجنابؒ کو حضرت خضر علیہ السلام بچپن میں ہی خواب میں آئے تھے اور وہ آنجناب علیہ الرّحمہ کی وعظ و نصیحت سے ہی ہوش میں آئے تھے پھر تو راہِ حق کے طالب بن گئے تھے، اس کے بعد انہوں نے امراءِ کشمیر کی ملازمت کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ساداتِ اندرابیہ کی خانقاہ میں گوشہ گیر ہو گئے تھے، وہ عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے اور رفتہ رفتہ مستجاب الدعوات و مرجع خلائق بن گئے تھے۔ انہوں نے غائبانہ مراسلت کے ذریعے حضرت سید نعمت اللہ قدس سرہٗ کے ساتھ معنوی رشتہ جوڑ رکھا تھا۔ وہ چالیس سال تک صایم الدہر اور تارک حیوان تھے، پھر سید الاوّلین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے حضرت میر سید عبداللہ ابن میر سید حسین قمی علیہ الرّحمہ کی دختر نیک اختر کے ساتھ نکاح کیا تھا جن سے ان کو تین بیٹے اور چھ بیٹیاں تولّد ہوئے تھیں۔ ان کی والدۂ ماجدہ میر سید فضل اللہ ابن سید السادات

Marfat.com

میر حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہما کی صبیہ محترمہ تھیں۔ وہ حضرت میر بابا اویسی علیہ الرحمہ کی بھتیجی تھیں۔ جو موضع اونتی پورہ میں مدفون ہیں خیر آنجناب اپنے تمام اولاد و امجاد کے ساتھ محلہ نوہٹہ میں مدفون ہیں۔ جن میں سے چند کی ذکر خیر اسی کتاب میں بھی اپنی اپنی مناسب جگہ پر کی جائے گی۔ حضرت میر علیہ الرحمہ کی صبیہ زاہدہ بابا شیخ داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے گھر میں تھیں۔

حضرت ہردی ریشی بابا رحمۃ اللہ علیہ

مشہور ہے کہ آنجناب علیہ الرحمہ آہنگری کرنے والے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: کہ شیخ العرفاء المرتاضین جناب حضرت شیخ نور الدین ولی کشمیری علیہ رحمۃ اللہ و برکاتہ نے ایک سو سال قبل اس صاحب کمال کے ظہور کی خبر دے رکھی تھی۔ آنجناب نے بچپن میں ہی خدا پرستی کا ذوق اور عبادات کا شوق بہم پہونچایا تھا، اور انہوں نے ریشیوں کے ہی طریقے پر طاعات میں اشتغال فرمایا تھا، وہ اویسی تھے اور ظاہراً کسی بھی مرشد سے انتساب نہیں کیا تھا۔ انہوں نے عبادات و ریاضت شاقہ میں منفرد مقام حاصل کیا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ آخری دم تک روزہ دار اور شب بیدار رہتے تھے۔ گویا وہ اپنی پوری زندگی میں صایم الدہر اور قایم اللیل تھے۔ اسی طرح وہ

Marfat.com

نہایت چھوٹی عمر میں ہی مظہر کرامات واقع ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آنجناب علیہ الرحمہ مہمان نوازی میں بھی ضرب المثل تھے اور وہ مہمان کی دل و جان سے خدمت کرتے تھے۔

ایک دن ان کے گھر میں مہمان آیا تھا تو والدۂ محترمہ نے کہا کہ مچھلی آ پہونچی تھی مگر اسے غلیواج لے گیا تھا۔ (غلیواز ایک گوشت ربا پرندہ ہے۔ بعضوں کے پاس وہ چھ ماہ نر اور چھ ماہ مادہ ہوتا ہے۔ فارسی میں اسے زغن بھی کہتے ہیں۔) یہ سن کر حضرت ہردی ریشی بابا علیہ الرحمہ نے کہا، کہ "اگر مچھلی ہمارے لئے بھیجی گئی تھی تو غلیواج کو کیوں راستہ دیا گیا تھا؟ ہاں اگر وہ اسی کا حق تھا تو اس ماہی کو ہمارے پاس کیوں بھیجدیا گیا تھا؟" خدا کی قدرت دیکھئے کہ اسی وقت غلیواج ایک مچھلی کو پکڑ لایا تھا، اور سالم کی سالم آنجناب کے سامنے رکھدی تھی۔ اسی طرح بہت سی عجیب عجیب باتیں ان کی کرامات سے ظہور پذیر ہوئی تھیں، جس سے ان کی شہرت ہر طرف سے بڑھ گئی تھی۔ حضرت ریشی مذکور علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ "میری کشائش زیادہ تر ذکر پاس انفاس نفس سے ہی ہوا کرتی ہے کیونکہ میں سانسوں کی قدر کرتا ہوں" الحق کہ وہ اس طریقت میں راسخ قدم رکھتے۔ آنجناب آخر پر محبوبنا و مخدومنا محبوب العالم شیخ حمزہ مخدومی کشمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی پہونچے تھے، اور آنجناب سے بہرہ اندوز ہوکر کمال کو پہونچے تھے۔ کیونکہ انہوں نے مخدوم العالم سلطان العارفین

Marfat.com

رضی اللہ عنہ سے فوایدِ کلیہ حاصل کئے تھے ۔ یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے آنجناب رضؓ کے حکم سے ایک عمر کے بعد افطار کیا اور گوشت بھی کھایا تھا ۔ اور پھر مزید ترقی کی طرف گامزن ہو گئے تھے بلکہ آنجنابؒ نے حضرت محبوب العالم رحؒ کے واسطے سے سہروردی طریقہ میں بھی داخلہ لیا تھا ۔ اس طرح وہ اسی سلسلے سے منسلک ہو گئے تھے اور پیران سہروردیہ کا شجرہ حاصل کیا تھا ۔

الغرض حضرت ہردی بابا علیہ الرحمہ عجائب روزگار اور مہبطِ فیوض پروردگار تھے ۔ اس یگانہ و فرید ریشی بزرگ سے اسرارِ معرفت اور انوار توحید بسیار در بسیار ظاہر ہوتے رہے تھے ۔ انہوں نے حضرات انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحانیتوں سے بھی کافی فیض و فوایدِ حاصل کیے تھے ۔ حضرت اورع العلماء ، زبدۃ العرفاء حضرت شیخ بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ نے آنجناب کے کمالات ، حکایات ، کرامات ، کشف اور واردات کو اپنی تصانیف نثر و نظم دونوں میں بیان کر دیئے ہیں ۔ غرض وہ نہایت بلند مرتبت اور عالی ہمت بزرگ تھے ۔ آخر جب آنجناب علیہ الرحمہ نے رحلت فرمائی تھی تو قصبہ اسلام آباد میں مدفون ہو کر آسودہ ہوئے تھے ان کی عمر بابرکت اور وفات کی تاریخ کو حضرت خاکیؒ نے طرح طرح سے لکھا ہے ۔ ازاں جملہ یہ ابیات : کہ

شیخ دین بود اندریں کشمیر اللہ عہد خوش
بہر فوتش شیخ دیں بود آمدہ تاریخ سال

Marfat.com

اوّلین روزے مہِ ذی قعدہ ایں سال بود
ذکر گویان نیم شب رفتہ بوصلِ ذوالجلال
بود با ہفتاد سالش ہفت سال و چند ماہ
سالہائے عمرِ او را گر شماری با ہلال

آں مرد فرد شیخ روزگار یعنی ریشی مذکور علیہ الرحمہ کا مزارِ تمام انوار آج بھی مرجع خلایق اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آج بھی اس محلِ فیض و فتوح سے معتقد اپنے حاجات حاصل کرتے ہیں۔ اور مخلص راہ ورمنزل پاتے ہیں۔

نوٹ:۔ کشمیر میں آنجناب علیہ الرحمہ کو ریشی مالو یعنے ریشی بابا کے نام سے پکارتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب ان کا عرس منایا جاتا تو پورے ضلع میں لوگ گوشت نہیں پکا سکتے اور یہ تین دن تک متواتر رہتا ہے۔

Marfat.com

۲۴

دیگر اکابر ریشیان وغیرہ بزرگان

۱۔ حضرت شیخ نوروز ریشیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ اپنے وقت میں شاہی ملازمت کرتے تھے۔ وہ غیض و غضب، تند مزاجی اور غلیظ طبیعت کی وجہ سے وہ ظلم و جبر میں مشہور تھے۔ سلطان سخت اور شدید مہمات پر تو اسی کو بھیجا کرتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ شیر و شکار کرتے ہوئے اس جنگل میں پہونچے تھے جس میں شیخ ننگ ریشی علیہ الرحمہ (جن کا ذکر ہو چکی ہے۔) گوشہ نشین ہو کر رہا کرتے تھے۔ نوروز نے وہاں عجیب تماشہ دیکھا تو ساتھیوں کو ایک جگہ چھوڑ کر آگے قدم بڑھایا پھر ایک جگہ ٹھہر کر مجہولانہ طریقے سے ریشی مذکور کو دیکھتے رہے۔ خدا کا منشاء کہ اس وقت معمول کے خلاف ایک طاقتور ریچھ نے کمزور گیدڑ کو اس کے حصے پر دست درازی کی تھی اور پھر پکڑ کر اس بیچارے کو جھنجھوڑ کر گرا بھی دیا تھا۔ شیخ نے جھونپڑی سے باہر آکر ریچھ سے کہا: کہ" اے کم بخت! شاید تم پر ظالم نوروز کا اثر اور سایہ پڑا ہے، اسی وجہ سے گیدڑ پر ظلم کرتے ہو۔" نوروز نے جب حضرت ریشی علیہ الرحمہ سے یہ بات سنی تو وہ چکرا

Marfat.com

گیا۔ اُس پر اس بات کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ اسی وقت کپڑے پھاڑ دیئے اور شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر آنجناب علیہ الرحمہ نے جذبۂ الٰہی پایا اور ترکِ جاہ وحشم کیا تھا۔ حضرت شیخ ننگ ریشی علیہ الرحمہ نے ساری رات اس سے ترک کے کاموں میں امتحان لیا، اور آخر شب میں باطنی تربیت فرمائی تھی پھر چند روز تک اس کے احوال کا جائزہ لیتا رہا یہاں تک کہ اس میں پختگی آئی تھی۔ اس کے بعد اُسے اپنا قائم مقام مقرر کر دیا اور پھر وہ وفات پا گئے تھے۔ شیخ نوروز علیہ الرحمہ ایک مدت تک جانشینی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جب حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کے ظہور کی خبر اس کے کانوں تک پہونچی تو ریشیت سے ہاتھ کھینچ کر آں جنابؒ کی خدمت میں دوڑے گئے تھے اور آنجنابؓ کی خدمت وارادت کا بارِ اثنیہ اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔ پھر تھوڑے ہی وقت میں اقران پر فوقیت پائی تھی۔ اس کے بعد اصحاب حالاتِ عجیبہ اور مقالاتِ عجیب میں سے ہو گئے تھے۔ حق یہ ہے کہ: ؎

آنانکہ خاک را از نظر کیمیا کنند   (آیا بود کہ گوشئہ چشمے بما کنند)

("آنجنابؒ کے رحلت اور مدفن کے بارے میں کچھ نہ لکھا گیا ہے۔")

۲۔ مولانا خواجہ شمس الدین پالؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ اعلم العلماءِ دہر ومرجع فضلائے شہر تھے

جو مرزا حیدر علیہ الرحمہ کے زمانے میں حق گوئی کی وجہ سے پورے ملک کے عالموں میں امتیاز رکھتے تھے۔ وہ مرزا کے عالموں کے ساتھ بھی بحثیں کرتے تھے اور ہمیشہ غالب ہی رہتے تھے۔ آنجناب اپنے شاگرد رشید خواجہ داؤد طوسی علیہ الرحمہ کی دلالت پر حضرت مخدوم العالم شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلے گئے تھے، یہاں پہلی ہی ملاقات میں سلطان العارفین قدس سرہٗ کے لباس فاخرہ اور فرش گرامی کی وجہ سے اس کے دل میں جو خدشہ، خطرہ وشبہ پیدا ہو چکا تھا وہی کارگر ثابت ہوا تھا۔ کیونکہ دوسری ملاقات میں انہوں نے توبہ کی تھی جس پر پھر استقامت بھی فرمائی تھی۔ وہ حقیقت کی راہ سے واقف ہو چکے تھے، اس لئے عبادات میں سرگرم ہو گئے تھے حضرت مرزا حیدر علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد انہوں نے تاب نہ لایا تھا اور حرمین شریفین کی راہ لی تھی، پھر وہیں ارضِ مقدس میں رحلت کی تھی اور وہیں پر حرم شریف میں مدفون ہو کر آسودہ ہو گئے تھے۔ ؎

۳۔ حضرت مخدوم شیخ احمد قاریؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ محرم راز سبحانی حضرت شیخ عباس ملتانی علیہ الرحمہ کے خلفِ وحید تھے۔ جو پیرانِ طریقت سہروردیہ علیہم الرحمہ میں سے ایک اوالعزم بزرگ تھے۔ آنجنابؒ اپنی نسبت اور اپنے آباءِ کرام کی نسبت شیخ الاجل شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی

Marfat.com

قدس سرہ تک پہونچاتے تھے۔ حضرت مخدوم احمد علیہ الرحمہ نے
کافی سیر و سیاحت کی تھی، وہ حرمین شریفین میں بھی جا چکے تھے،
وہاں سے حج بیت اللہ ادا کرنے کے بعد ان ولایات سے واپس لوٹے
تو لاہور میں حضرت شیخ محمد علیہ الرحمہ سے علم قرأت بھی حاصل کی
تھی۔ کیونکہ وہ اکثر علوم میں پہلے ہی واقف کار تھے۔ آنجناب
پیرانِ طریقت قادریہ علیہم الرحمہ کے بزرگوں میں گنے جاتے ہیں۔
جب اپنی عزیمت کی عنان کو لاہور کی طرف پھیر لی تھی تو ماکول
وملبوس میں نہایت بے تکلف کی زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ لوگوں
کے ساتھ نہایت کم اختلاط رکھتے تھے، تاہم وقتاً فوقتاً پر قرأت
کا فیض طالبوں تک پہونچاتے رہتے تھے۔ حضرت شیخ بابا داؤد
خاکی علیہ الرحمہ جب ملتان کے عتبات کی زیارت کے بعد واپس
لاہور پہونچے تھے تو حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی ملاقات سے بھی مسرور
ہوگئے تھے اور پھر وہی ان کو کشمیر کی طرف محرک بن گئے تھے، پھر
آنجناب علیہ الرحمہ یہاں اس وقت پہونچے تھے جب غازی خان
ان بعض مخالفوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے جو ہندوستان
سے آکر ان کے حال کے متعارض ہوگئے تھے۔ اس نے حضرت مخدومؒ سے
مدد کی بھیک مانگی تھی تو انہوں نے دعا کی، ان کی دعا کا تیر نشانے
پر ٹھیک پڑا اور غازی خان مظفر و منصور واپس لوٹ آیا تھا۔
پھر نذر و نیاز پیش کئے تھے جسے آنجنابؒ نے قبول نہیں فرمایا تھا
بلکہ فرمایا میں تمہارے شہر میں صرف دانہ پانی پر ہی اکتفا کروں گا، اور

Marfat.com

ایسے تکالیف کی عذر میں پھر شہر ضرور آؤں گا۔ غرض حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے حالات میں عجائب و غرائب اور برکات و کرامات بہت زیادہ ہیں وہ پروردگار کے آثار کے مظہر تھے۔ آخر جب رحلت فرمائی تھی تو قطب الدین پورہ کے محلے میں دفن کئے گئے تھے آج وہ جگہ "مقام مخدوم مان" (مخدوم منڈل) کے نام سے مشہور ہے اور بالفعل مسجد سنگین بیگم جو کہ "نو مسجد" کے نام سے جانی جاتی ہے، وہ بھی اسی مقبرے کے متصل ہی واقع ہے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کے فرزندان بھی صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔ جن میں چند بزرگوں کی ذکر بھی اپنی اپنی جگہ پر کی جائے گی۔ ؎

۴۔ حضرت شیخ بابا ولی رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ترکستان سے آئے تھے، اور حضرت مخدوم عالم شیخ حسین خوارزمی قدس سرہٗ کے خاص مریدوں میں منسلک ہو گئے تھے۔ تکمیل طریقت اور فتوحات کی خلافت حضرت شیخ محمد شریف حسین علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی، تو کمالاتِ عالیہ کے مظہر بن گئے تھے۔ پھر شیخ خلیل اللہ بدخشانی رحمہ اللہ کے ساتھ مکرر اور متواتر طور پر غزوات اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ اور ۹۹۹ھ میں پھر کشمیر بھی پہونچے تھے اور اس ملک کو زینت بخشی تھی۔ انہوں نے یہاں آکر خانقاہِ معلی میں سکونت کر لی تھی، اور وہ خاص و عام کے لئے مرجع بن گئے تھے۔ وہ کمال کا استغراق رکھتے

Marfat.com

تھے حتیٰ کہ اوقاتِ نماز بلکہ اس کے ارکان میں بھی دوسرے کی
تحریک سے ہی خبردار ہو جاتے تھے۔ مرزا یادگار کے ہنگامے میں
انہوں نے توجہ کر کے اس نزاع کو رفع فرمایا تھا۔ اکبر بادشاہ
اور اہلِ کشمیر کے مابین نفاق کی وجہ سے جو نزاع اٹھ کھڑا ہوا
تھا اور پھر عظیم فساد و فتنہ پر منتج ہوا تھا اسی قضیہ میں
دین اور دولت کے دشمنوں نے شیخ علیہ الرحمہ کو شربتِ مسموم پلائی
تھی اور ان کو شہید کر ڈالا تھا۔ یہ واقعہ ۱۵ صفر ۱۰۰۱ھ
میں رونما ہوا تھا۔ ان کا تاریخ وفات "شیخ کامل" ہے۔ آنجناب
کے ارشاد کے زمانے میں اکثر اکابر ان کی خدمت میں آکر استفادہ کرتے
تھے۔ جن میں سراج الملت مؤید الدین المرضی، شیخنا و امامنا حضرت خواجہ
محمد الباقی قدس سرہم نے بھی شیخ ممدوح سے دو سال تک کسبِ فیض
کیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس زمانے میں اپنے قدوم مبارک سے کشمیر کو معزز
و مشرف فرمایا تھا لیکن آنجناب کا غلبہ استغراق صاحبِ راہ افتادہ طالبوں
کو بھی ہو گیا تھا۔ بہر حال وہ مزار فائض الانوار خانقاہ علیہ امیریہ کے صحن میں
آسودہ ہو گئے تھے۔ وہ وقت کے اکمل اولیا میں سے تھے۔ ایک بادشاہ نے
ان کو امتحان کیا اور زندہ کو مردہ قرار دیکر تابوت میں رکھدیا تھا پھر شیخ
کو جنازہ کی تکلیف دی تھی۔ حضرت شیخ نے تاکید کیا تھا مگر جنازے کی اجازت
مانگی تھی اور پھر چار تکبیریں پڑھی تھیں تو اس زندہ کو تابوت سے مردہ نکالا گیا تھا
یہ دیکھکر اسکے وارثوں نے شور مچا کر افسوس کیا اور رو رو کر آسمان سر پر اٹھا یا مگر
تقدیر کا تیر ہدف پر پڑ چکا تھا جو لوٹا نہیں جا سکتا۔ یہ قصہ آج بھی مشہور ہے۔

۲۵
حضرت شیخ بابا داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب ؒ کشمیر کے نجبار میں سے تھے۔ انہوں نے ظاہری علوم میں کمال کا درجہ حاصل کیا تھا۔ پھر جاذبۂ الٰہی سے حضرت مخدوم العالم سلطان شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ سے فائیز ہو گئے تھے۔ آنجناب ؒ نے اپنے مرشد سے اتنا عقیدہ پختہ کیا تھا کہ فدویت کے حد تک حضرت مخدوم ؓ کی خدمت انجام دی تھی۔ پھر اس پیر کامل کی خدمت و صحبت میں رہ کر رابطۂ فنا فی الشیخ کا رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ آنجناب ؒ نے اپنے امیرانہ عادات اور بلند رسم و رواج کو یکسر ترک کیا تھا، پھر ننگ و ناموس کی نمود کو اور دنیوی نمائیش و زیبائیش کو رفع کرنے میں کمال کا درجہ پایا تھا۔ وہ تصانیفِ عالیہ کے بھی مصنّف ہوئے ہیں۔ وردالمریدین اور اس کا شرح دستور السالکین، عقیدۂ جلالیہ اور رسالۂ عسلیہ وغیرہ جیسی روحانی اور تصوفی علوم کی شاہکار کتابیں لکھ ڈالی تھیں۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے سید السادات سید میرک قدس سرہٗ جو ایک مسلّم النبوت سید تھے کی صبیہ عفیفہ کے ساتھ نسبتِ ازدواج بھی حاصل کی تھی اور ان عفیفہ سے ان کی اولاد بھی ہوئے تھے۔ آنجناب ؒ اپنے پیر کامل کے محرم راز بھی تھے۔ حضرت مخدوم ؓ کو بھی ان سے کافی محبت تھی۔

حضرت خاکیؒ علیہ الرحمہ نے دوسرے مشایخ کرام کے ساتھ

Marfat.com

بھی صحبت کی تھی جن میں سید السادات میر سید احمد کرمانی ، مولانا شیخ احمد مخدوم قاری اور میر سید اسماعیل شامی علیہم الرحمہ مشہور تر ہیں۔ ان برگزیدہ بزرگوں سے ارشاد کی اجازت اور خرقہ قادریہ کو بھی حاصل کر لیا تھا۔ خرقۂ سہروردیہ اور مسند تو انہوں نے اپنے پیر کامل شیخ پاک اور مرشد اعظم سیدنا سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ مخدوم رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی پا لیا تھا۔

الغرض حضرت خاکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت میں علم و عمل دونوں اعتبار سے لاثانی اور بے نظیر تھے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تو بہت ہی زیادہ فرماتے تھے ، جس کے لئے وہ اکثر و بیشتر حرکت میں رہا کرتے تھے۔ بلکہ اس غرض سے متواتر طور پر وہ ملتان بھی جایا کرتے تھے جہاں اپنے پیر طریقت کی زیارت سے فیضیاب بھی ہو جاتے تھے۔ وہاں وہ گذشتگان کی زیارت کے بعد باطنی فیض کا کسب کر کے اور پھر اس سمت کے احیاء سے باقی طریقہ اور خرقہ حاصل کر آتے تھے۔ واپس کشمیر آ کر اس پر سختی سے عمل کرتے تھے علم و عبادت اور متواتر عمل اب انکا خاص مشغلہ بن گیا تھا۔

آخر جب حضرت قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ اہل تشعیہ کے ہاتھوں سے شہید ہو گئے تو حضرت علامہ خاکی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر ہندوستان کا رخ کیا تھا اور چکوں کے حق میں بد دعا دی تھی۔ اس کے بعد لوگوں کو چکوں کے قلع قمع ہونے کی ، اور ان کے حکومت کے خاتمے کی بشارت بھی سنائی تھی۔ جب آنجناب اکبر بادشاہ کے فوج کے

Marfat.com

ساتھ واپس کشمیر آرہے تھے تو راستے میں بیمار ہو گئے اور پھر کشمیر پہنچ کر اسی سال رحلت فرمائی تھی۔ "بر درِ خیر مقدم" ان کا تاریخ وفات لکھا ہے۔ ان کا مقبرہ پہلے اسلام آباد میں مقرر ہو چکا تھا مگر ثانی الحال ان کے مخلصوں نے آنجناب علیہ الرحمہ کو واپس سرینگر لایا تھا اور پھر اپنے مرشد پاک کے حظیرہ میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ ان کا مقبرہ شریفہ فیوض و برکات کا منبع اور مصدر ہے۔ راقم الحروف کو اِن اوراق کے تحریر کے وقت حضرت خاکی علیہ الرحمہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا چند ورق کا ایک مسودہ ہاتھ لگا جو مناسب جان کر اس کتاب میں ہو بہو یعنے ان ہی الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔ (میں بھی اس کا لفظی ترجمہ لکھتا ہوں۔) ایں ذکریست مشتمل بر آنکہ۔

"یہ ذکر ہے مشتمل اس پر کہ ۹۹۳ھ سلطان محمد یوسف اسعدہُ اللہ تعالیٰ کے مبارک دور میں قریہ زارہ پورہ کشمیر حفظہا اللہ تعالیٰ عن الآفات و اللہ میر میں صبح کے نور انور وقت پر ایک صالح مومن برائے استعداد نماز طہارت کرنے کی غرض سے ایک نہر کے کنارے پر گئے تھے، وہاں ایک پُر نور بزرگ کو نہایت معتبر لباس میں پایا تھا جو ایک پاؤں پتھر پر رکھکر اور دوسرے پانی میں ڈال کر کھڑا تھے، پھر دوسرا پاؤں بھی پانی میں اُتارا تھا، اور پھر چند قدم آگے بڑھے یہاں تک کہ اُس ناظر کی نظر سے غائب ہو گئے تھے۔ اس ناظر نے سوچا کہ شاید یہ عزیز گاؤں میں کسی کے مہمان تھے

Marfat.com

جو مسجد میں نماز پڑھنے گئے ہوں گے۔ تو میں بھی مسجد میں جا کر ان کے ساتھ جماعت نماز ادا کروں۔ یہ سوچ کر جب وہ صالح مؤمن مسجد میں گیا تو وہاں اس عزیز کو نہیں پایا لہذا تنہا نماز پڑھکر فوراً اس نہر کے پاس جا پہونچا اور اس جگہ پر برابر کھڑا ہو گیا جہاں پر اس عزیز کو دیکھا تھا غور سے دیکھا تو پتھر پر اس عزیز کے قدم مبارک کے نشانات نقش ہو چکے تھے اور پھر وہ پتھر معطّر ہو گیا تھا۔ پھر اس صالح مؤمن نے اہل قریہ کو خبر کی، اور سب لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے، تمام لوگوں نے وہی خوشبو سونگھی اور اس قدم گاہ سے سنگ سخت پر نشانِ پا دیکھ لئے۔ وہ اثر ابھی تک برابر نمایاں تھا۔ پھر صاحب واقع بزرگوں نے جن کے صدق واقعات اکثر مجرّب ہوا کرتے تھے، استخارہ کیا اور وہ اس یقین پر تھا کہ صاحب اب قدم کون تھے؟ تو دونوں بزرگوں نے بشارت پائی کہ آں عزیز حضرت رسالتپناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے جو قوتِ اعجاز کے ساتھ روحِ پاک اور بدن مقدس سمیت اس ملک میں سیر و تفریح کے طریقے سے آئے تھے۔ پتھر کا مؤثر اور معطّر ہونا ان کے اعجاز سے تھا۔ علماءِ حدیث نے بھی اس روایت کو پایا ہے کہ جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصّلوٰۃ واکمل التحیّات وفاتِ صوری کے بعد بدن مقدس اور روحِ اطہر کے ساتھ قوت

Marfat.com

تصرف سے سیر کرتے ہیں جسد پاک اور روح مقدسہ کے ساتھ جہاں چاہیں زمین و آسمان کے اقطار میں سیر و سیاحت کرتے ہیں۔"
(واللہ اعلم ۱۲)

یہاں تک حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی عبارت ہے، جو اپنی اصل متن بلکہ ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ اب راقم اس سطور محمد اعظم کہتا ہے: کہ عجیب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اس وقت یہاں محض ملکی امور کے اصلاح کے لئے تھی جو چکوں کے غلبہ اور تسلط سے برباد ہو گئی تھی پھر اسی سال چک خاندان اس طرح مٹ گیا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ وللہ الحمد۔ (اب ایک بزرگ) :

۱۔ حضرت شیخ بابا والیؒ :-

آنجناب علیہ الرحمہ ترکستان سے آئے تھے۔ وہ مخدوم اعلم شیخ حسین خوارزمی قدس سرہٗ کے خاص مریدوں کی سلک میں منسلک تھے۔ انہوں نے تکمیل و خلافت جناب شیخ محمد شریف علیہ الرحمہ سے حاصل کی تھی، پھر کمالاتِ عالیہ کے مظہر ہو گئے تھے۔ آنجنابؒ نے شیخ خلیل اللہ بدخشانی علیہ الرحمہ کے ساتھ علی الدوام غزوات میں حصہ لیا تھا۔ آنجنابؒ نے کشمیر کو ۹۹۹ھ میں اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تھا اور خانقاہِ معلیٰ میں سکونت کیا تھا اسی جگہ پر رہ کر عوام و خواص کے مرجع بن گئے تھے۔ وہ کمال کا استغراق رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اوقاتِ

Marfat.com

نماز بلکہ ارکان میں بھی کسی کی تحریک سے ہوش میں آتے تھے آخر مرزا یادگار کے ہنگامے میں، جو اہلِ کشمیر کو اکبری افواج کے مابین ہوا تھا اور عظیم فتنہ بن گیا تھا۔ جناب شیخؒ نے خود اس میں توجہ فرمائی اور جھگڑے کو ختم کیا تھا۔ مگر اس قضیہ میں ملک و ملت کے دشمنوں نے ان کو شربت مسموم پلایا اور وہ شہید ہو گئے تھے۔ یہ ۱۵ر صفر تھا۔ "شیخ کامل" ان کا تاریخ وفات ہے۔ ارشاد کے زمانے میں اکثر اکابر اُن کی خدمت میں آکر استفادہ کرتے تھے جن میں جناب سراج الملتہ مؤید الدین الرضی شیخنا و امامنا خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ العزیز، جنہوں نے اسی زمانہ میں کشمیر کو اپنے قدم سے مزین فرمایا تھا، نے دو سال تک آنجنابؒ کی خدمت میں رہ کر کسب فیض صحبت کر لیا تھا۔ تاہم جناب شیخؒ کا استغراق اور اس کا غلبہ ان کے طالبوں کو اپنا افادہ راہ بھی بن گیا تھا۔ آخر کار آنجنابؒ خانقاہ علیہ امیریہ کے مزار پُر انوار میں آسودہ ہو گئے تھے وہ وقت کے کامل ترین اولیأ میں سے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ کسی بادشاہ نے ان کی بزرگی کا امتحان لینا چاہا تو ایک زندہ شخص کو تابوت میں بھر دیا کہ یہ مردہ ہے پھر شیخؒ سے اسکی جنازہ پڑھانے کی استدعا کی۔ شیخ نے قبول کیا اور جنازہ کی نماز پڑھنے سے قبل حسب حکم کئی بار مکرر اور بتاکید اجازت مانگی اور انکو اجازت دی بھی گئی۔ شیخؒ نے مجبوراً جنازہ پڑھا اور پھر زندہ کو تابوت میں مردہ پایا گیا۔ یہ واقعہ خواص و عوام میں برابر مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً

Marfat.com

۲۶

عہد جہانگیر کے باقی بزرگانِ دین

۱۔ حضرت خواجہ طاہر رفیق رح:۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ سہروردی تھے۔ وہ اشائی قبیلہ کے سوداگروں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، اور تجارت کے پردے میں خدا پرستی، زہد و تقویٰ اور عبادات میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ ان کی شہرت کا سبب یہ ہوا تھا۔ کہ ایک دفعہ اتفاقاً ان کے والد بزرگوار خواجہ ابراہیم علیہ الرحمہ تجارت کرنے کی غرض سے لاہور گئے تھے۔ اور وہاں کثیر السرور، مطلع نور الٰہی جناب عبد الشکور قدس سرہٗ کی خدمت میں گئے تھے۔ جو قطب الاولیاء حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا علیہ الرحمہ کے اولاد میں سے تھے۔ جب ان کو حضرت شیخ رح سے خاص عنایت ہوئی تھی تو اپنے اس خاص فرزند کے لئے دعا کرائی تھی جو کشمیر میں بیمار تھے۔ جناب شیخ علیہ الرحمہ نے شفا کی دعا کی تھی اور پھر خواجہ کے لئے بے خواستہ طاہر رفیق علیہ الرحمہ کو اپنے لئے قبول فرمایا تھا اور پھر اسے موردِ الطاف و عنایت بھی فرمایا۔ اس کے بعد ایک خط مشتمل بر احکام طریقت اور آدابِ خلوت نیز بیعت کی کی اجازت کے لئے لکھ کر خواجہ رح کے حوالے کر دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اس کی مہم میں حاضر ہو گا۔ قبل من قبل بلا علت کے وہ اس

Marfat.com

اخبار کے استماع کے بعد ہی نیار ہو گیا تھا۔ خواجہ بزرگوار نے بزازی کے دوکان کو چھوڑ نہیں دیا تھا بلکہ قوت حلال کے کمانے کے لئے اس کو بدستور چلاتے رہے تھے۔ جب وہ بازار جاتے تو حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے سے یہ حدیث شریف کہ: شرّ البقاء اسواقہا " کو یاد کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آخر دوکان کو بھی موقوف کر دیا اور زراعت کا پیشہ اختیار کیا تھا، جس کا ماحصّل فقیروں اور مسکینوں میں بانٹ دیتے تھے خود ریاضات شاقہ میں کمالات پاکر مقامات عالیہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ وہ بھی عجائب روزگار میں سے تھے کیونکہ وہ اخلاق واوضاع ملکیہ بھی رکھتے تھے۔ آنجناب نے آخر جب رحلت فرمائی تو فرزندوں اور خلیفوں کی ایک برجستہ جماعت بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ جن میں سے چند کی ذکر خیر آگے اپنی جگہ پر آئے گی۔ وفات کے بعد فتح کدل میں مدفون ہوئے تھے اب بھی مرجع ہے، خاص وعام تھے۔ ٭

۲۔ حضرت مولانا داؤد طوسیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ اپنے وقت کے نجباء میں سے تھے، اور اغنیاء میں سے ایک ممتاز قبیلے کے چشم وچراغ تھے۔ انہوں نے علوم صوریہ میں حضرت شمس الدین پال علیہ الرحمہ سے تلمیذ کیا تھا، پھر ان ہی کی خدمت میں رہ کر ظاہر علم حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد ازلی سعادت کی طرف، توفیق

Marfat.com

السلاق بھی پایا تھا۔ پھر حضرت شیخ حمزہ مخدومی قدس سرہ کے خاص خادموں اور خلیفوں کو پایا تھا، جن سے سلوک کے منازل طے کئے تھے جب وہ اس راستے پر گامزن ہوئے تھے تو آنجناب علیہ الرحمہ کے مقبولوں میں شمار ہونے لگے تھے۔ اس کے بعد وہ ایک بڑی جماعت کے ہدایت کے باعث بنے اور ان کے توفیق کے واسطہ بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے استاد مولانا پال کو بھی راہِ حق دکھایا تھا۔ اس کی رہنمائی کی اور ان کو درگاہِ سلطانیہ تک لے آیا تھا۔ غرض وہ ایک مدت تک صوری اور معنوی افادہ میں مشغول ہو گئے تھے، اور راہِ سلوک میں نہایت تیزی سے سرگرم عمل ہوتے رہتے تھے۔ رحلت و مدفن ؟ (اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔)

۳۔ حضرت میر سید مسافر

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت میر سید احمد کرمانی قدس سرہ کے فرزند ارجمند تھے وہ صاحبِ کمالات برجستہ اور صاحبِ حالاتِ آراستہ تھے۔ شرع و تقوی اور ورع و رجاء میں آنجناب قدم بقدم اپنے والد مکرم کے طریقے پر چلتے تھے۔ بظاہر وہ اپنے والد ماجد کے مزارِ پرانوار میں ہی مدفون ہو گئے تھے۔ اور ان کی قبر شریف ان کے والد مکرم و محترم کی تربت کے سامنے واقع ہے۔

۴۔ حضرت سید جمال الدین

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت

Marfat.com

میر سید احمد کرمانی قدس سرہٗ کے خاص خلیفوں میں سے تھے۔ اور تصرف میں عجیب قدرت رکھتے تھے۔ وہ مروج سلسلہ تھے۔ جب آنجناب علیہ الرحمہ نے رحلت کی تو خطیرہ علیہ میں دفن کئے گئے تھے۔ وہ آج بھی زیارت گاہ ہے۔

۵۔ حضرت سید محمد عین پوش ؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ نے چکوں کے عہد آخر میں اپنے قدوم پاک سے بلدۂ کشمیر کو مشرف فرمایا تھا۔ چونکہ انہوں نے غیروں کو دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں اور وہ بے گانوں کی طرف ہرگز نظر نہ اُٹھاتے تھے اس لئے "عین پوش" کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ وہ صاحبِ کرامات عالیہ اور حالاتِ سامیہ تھے۔ انہوں نے ترکِ دُنیا اور انزوا میں زندگی بسر فرمائی تھی۔ ان کا مقبرہ شریف سرینگر کے محلہ خول میں نہایت مشہور و معروف ہے۔ زیارت گاہ اینزار و متبرک ہے۔

۶۔ بابا مسعود سہروردی ؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ، سید محمد کرمانی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے، اور شہر کے امیر ترین لوگوں میں سے تھے۔ پھر جاذبۂ الٰہی سے سلوک کی راہِ نامتناہی کا ذوق ان کے دل میں جڑ پکڑ گیا تھا۔ اسی نیّت سے پیر کے تلاش میں نکلے تھے اور شمس عراقی کو دیکھنے گئے تھے۔ کیونکہ

Marfat.com

عراقی ابھی تک درویشوں کے لباس میں مستور تھا اور وہ خود کو حضرت بابا اسماعیل علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے ہونے کا اظہار کرتا تھا، اس نے مذہب تشیعہ بھی ابھی تک چھپا رکھا تھا۔ جب سہروردی علیہ الرحمہ راستہ چل رہے تھے تو ان کو ایک شخص کے ساتھ ملاقات ہو گئی تھی جس نے ان کو اصلی حقیقت سے آگاہ کیا تھا اور جلدی بل جانے سے روک دیا تھا۔ پھر حضرت میر سید احمد کرمانی علیہ الرحمہ کی طرف رہنمائی کی تھی، جنہوں نے محلہ بلبل لنگر میں نزول فرمایا تھا۔ لیکن حضرت سہروردیؒ نے فرمایا کہ "پہلے میں استخارہ کروں پھر ان کی ملازمت میں جا سکوں۔" انہوں نے استخارہ کیا تھا تو رات خواب میں دیکھا کہ آنحضرت سرور دین و دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ایک کشتی میں جا رہے تھے اور سہروردی مشائخ کرامؒ اس کشتی کی رسیاں اپنی گردنوں میں ڈال کر کشتی کو کھینچ رہے تھے، وہ بھی دوڑ کر گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ایک رسی اپنی گردن میں ڈال دی اور کشتی کو کھینچنے لگا تھا۔ "صبح کو اٹھے اور سید سے مرشد کے پاس جا کر اس واقعہ کو کھولا تو انہوں نے فرمایا تھا: کہ الحمد للہ! حبل المتین ارشادا تیری گردن میں ڈالی گئی ہے۔ پھر اسی دن سے آنجناب علیہ الرحمہ نے مال و متاع سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور راہ باطن میں کو ذکر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے ان کی ورزش کا تقید اس درجے پر پہونچی تھی کہ تھوڑی ہی

Marfat.com

مدت میں ایک عالم کے غبطہ بن گئے تھے۔ چونکہ ان دنوں مذہب رفض وتشیعہ نے شیوع پایا تھا۔ اس لئے آنجناب علیہ الرحمہ نے اس کے خلاف تبلیغ شروع کی تھی، اور اکثروں نے حضرت بابا علیہ الرحمہ کی نصیحت و دلالت سے توبہ کیا تھا۔ اور اس مذہب کو چھوڑ کر سرے سے مسلمان ہو گئے تھے۔ مختصر یہ کہ آنجناب جل و جان سے حضرت سید علیہ الرحمہ کی خدمت بجالاتے تھے، لیکن ارشاد کی اجازت تو حضرت سید میر مسافر علیہ الرحمہ مخدوم زادہ سے پائی تھی۔ پھر اخلف الخلفاء حضرت سید جلال الدین قدس سرہٗ کی صحبت میں دوڑے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں مثلاً سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ مخدومی قدس اللہ سرہٗ حضرت شیخ احمد قاری علیہ الرحمہ وغیرہما بہت سے اہل اللہ کو دیکھا تھا۔ حضرت محبوب العالم سلطان شیخ حمزہ قدس اللہ سرہٗ اکثر ان کی ذکر کرتے تھے اور ان کے علو استعداد کی خبر بھی دیا کرتے تھے سنت کی بجاآوری کے لئے حضرت بابا مسعودؒ نے نکاح بھی کیا تھا، جن سے ان کی کئی صالح فرزند بھی تولد ہوئے تھے۔ وہ سب اہل باطن میں سے تھے۔ اس کے علاوہ خلفاء برجستہ بھی رکھتے تھے جن کی ذکر آگے آئے گی۔ ✽

۷۔ حضرت خواجہ ابراہیم کول ملارنیؒ:-

آنجناب علیہ الرحمہ بڑے بلکہ بے نظیر دانشمندوں میں سے تھے۔ حضرت

Marfat.com

ملّا باقر زادہ للّو علیہ الرحمہ ان ہی کے شاگرد خاص تھے۔ وہ حضرت قدوۃ الواصلین، سلطان العارفین مخدوم حضرت شیخ حمزہ قدس اللہ سرہٗ کے مریدوں کی سلک میں آنے کی انتظام کر گئے تھے۔ آنجناب نے پھر ہر چیز سے منہ موڑا تھا۔ اس کے بعد وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں سرگرم عمل ہو گئے تھے، اور تیزی سے مدارج طے کرتے رہے تھے۔ شب و روز عبادات میں مشغول رہتے تھے (اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا گیا ہے۔) ❊

حضرت شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ حضرت شیخ حسن گنائی ہاشمی علیہ الرحمہ کے خلف رشید تھے جو اکابر کشمیر میں شمار ہوتے تھے وہ سنہ نو سو سات ۹۰۷ یا آٹھ ہجری میں تولد ہوئے تھے۔ ان کو بچپن میں ہی فطانت اور تیز فہمی کے ساتھ بزرگی کے آثار بھی حاصل تھے۔ انہوں نے قرآن مجید اس وقت حفظ کیا تھا جب وہ صرف سات سالہ عمر کے تھے، اور مولانا جامی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید مولانا آفی علیہ الرحمہ سے علمی استفادہ کیا تھا۔ پھر ان ہی سے "جامی ثانی" کا خطاب بھی پایا تھا۔ اس کے بعد وہ مولانا التحریر حضرت آخوند ملّا نصیر علیہ الرحمہ کی جناب میں گئے تھے اور وہاں کسب علوم ظاہر یہ فرمایا تھا۔ ملّا صاحب علیہ الرحمہ علماء زمان

Marfat.com

اور عرفاء وقت میں سے ایک تھے۔ ان کی ذکر بھی ہو چکی ہے عمر فیؒ کو سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بار بار جلوہ گر ہو گئے اس لئے جاذبہ آلٰہی سے خدا پرستی کا ذوق بہم پہونچایا تھا جوانؒ کے روح مبارکہ میں جذب اور پیوستہ ہو گیا تھا۔ آنجناب خانقاہ معلی میں متحیر تھے کہ بشارت کے ساتھ یہ بھی حکم پایا تھا کہ حضرت مخدوم عالم شیخ حسین خوارزمی قدس اللہ سرہٗ کے پاس چلا جائے اور ان کو پالے، اس لئے وہ عازم ولایت ہو گئے تھے۔ اگرچہ والدین اور استاد نے مبالغہ کے ساتھ منع کیا تھا، مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ وہ لوگ بھی اپنے اپنے واقعوں میں حضرت علی ثانی امیر کبیر میر سید علی ھمدانی قدس اللہ سرہٗ سے مامور ہو چلے تھے، پھر کچھ زیادہ اصرار کے ساتھ منع نہ کر سکتے تھے۔ بہر حال چار ساتھیوں کے ساتھ آنجنابؒ نے پانہال کے راستے سے کوچ فرمایا تھا۔ سفر کے دوران ان کے ہمراہیوں نے ان سے بہت سارے عجائب و غرائب مشاہدہ کئے تھے۔ جب آنجناب علیہ الرحمہ سمرقند پہونچے جو حضرت مخدوم مذکور علیہ الرحمہ کا وطن تھا تو آنجنابؒ دروازے کے باہر ہی بیٹھے رہے تھے اور اندر جانے کی ہمت ہی نہ کر سکے، پھر حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے ان کو خود ہی اندر طلب فرمایا تھا اور وہاں کافی نوازش کی تھی۔ ان کے سات خلیفے جو سات دروازوں پر متعین تھے، نے آنجنابؒ کو حکم سے مطلع کیا تھا تو خدمت با برکت میں حاضر ہو گئے تھے۔ حضرت مخدومؒ نے

Marfat.com

فرمایا تھا کہ " اس نوجوان کا کام ہی الگ ہے، اور میں خود ان کی تربیت کروں گا۔" پھر باطنی تعلیم دینے کے بعد فرمایا تھا، کہ جنگل سے لکڑی لائی جائے۔ اسی اثنا میں شدت کا سرما ہوتے ہوئے بھی چلّہ کا روداد واقعہ ہوا تھا۔ لہذا آپ چلّہ کشوں کو وضو کرانے اور پاکی دلانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ آنجناب نے تو مخدوم علیہ الرّحمہ کی خدمت میں رہ کر خلوت اور مجاہدہ کی داد دیتے رہے تھے، پھر والدین کی فرقت پر مراعاتِ نظر کی ظہور فرمائی تھی، اس لئے رخصت لے کر وہاں سے کشمیر واپس لوٹ آئے تھے۔ وطن میں آکر آنجناب علیہ الرّحمہ پر ارشاد اور تصرّف کے دروازے کھل گئے تھے، تو یہاں سالکین فوج در فوج اور طالبین جوق در جوق استفادہ کرنے کے لئے اُن کے پاس آتے رہتے تھے اس طرح ایک عالم ان سے مستفید اور مستفیض ہو گیا تھا۔ ان کو پھر مرشد کے غلبۂ شوق نے بیتاب کیا تھا اور سودائے ادراک بھی مضبوط تر ہوتا گیا، اس لئے پھر احرام حریم کی ملازمت کے عازم سفر ہو گئے تھے۔ آنجناب علیہ الرّحمہ نے دورانِ سفر ہی سُنا تھا کہ حضرت مخدوم علیہ الرّحمہ حرمین شریفین میں ہیں تو بہت خوش ہوئے اور غنیمت جان لیا کہ ایک کے بجائے دونوں کعبوں کی زیارت نصیب ہو گی۔ چنانچہ خراسان کے راستے سے ہی جویاں و پویاں چلتے گئے تھے۔ آنجناب نے اسی سفر میں دنیا کے دیگر بہت سے ابرار کی صحبت سے بے پناہ فیض حاصل کیا تھا اور مزید فتوحات حاصل کرتے گئے تھے۔ ازاں جملہ

Marfat.com

مشاہیر صوفیا میں سے مصافحہ شیخ ابو سعید محمد حبشی اور شیخ سلطان علی اوبہی علیہما الرحمہ بھی تھے جو دو واسطوں سے ابو سعید تک پہونچتے تھے۔ ان ہی حضرات کی وساطت سے آنجناب علیہ الرحمہ ایران بھی گئے تھے اور وہاں مشہد مقدسہ رضویہ کی زیارت بھی کی تھی۔ یہاں سب و علت اور سنیوں کے قتل کا رفع اور ازالہ فرمایا تھا۔ جو ایرانی رافضیوں کا معمول بلکہ واجب بن گیا تھا یہاں آنجناب علیہ الرحمہ نے شاہ ایران شاہ طہمورس صفوی کے ساتھ بھی ملاقات کی تھی، پھر ملاقات کے دوران اسے وعظ و پند و نصائح دی تھیں جن سے بادشاہ پر اثر ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام قبیحات و فضیحات دور ہو گئے تھے جس سے مسلمان اذیت اٹھاتے تھے کیونکہ بادشاہ آنجنابؒ سے کرامات دیکھکر متاثر ہو گیا۔

اس سفر میں آنجناب علیہ الرحمہ سے دوسرے کرامات کا ظہور بھی ہوا تھا۔ آخر جب آنجنابؒ حرمین شریفین میں پہونچ گئے تو وہاں زبدۃ المحدثین شیخ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ کے ساتھ طویل ملاقات کی تھی اور ان سے احادیث کی سند بروایت مختلفہ حرمین شریفین میں ہی پائی تھیں۔ اس کے بعد بغداد شریف جا پہونچے تھے۔ یہاں امام الامت حضرت ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کا جبہ مبارکہ بھی پا لیا تھا، پھر شیخ المشایخ حضرت شیخ سلیم چشتی علیہ الرحمہ کی صحبت میں فیضیاب ہو گئے تھے اور ان سے ان کے طریقے کی اجازت دوسرے عطیات کے ساتھ حاصل کئے تھے، جن کی تفصیل "ثمرۃ الاشجار"

Marfat.com

ہیں دی گئی ہے۔ اس طرح اس سفر میں خدا کی ہزاروں رحمتیں اور مکرمتیں پاکر آنجناب واپس وطن لوٹ آئے تھے۔ مگر اس زمانے میں یہاں تو والیانِ حکومت کی شورشوں سے ملکِ کشمیر کو برباد ہوتے دیکھا تھا۔ بلکہ اس کشمیر جنت نظیر کو حوادثات کا مرجع بنا دیا گیا تھا۔ لہٰذا حضرت ایشان علیہ الرحمہ بھی اس کی طرف اب متوجہ ہو گئے تھے اور ظاہری و باطنی چارہ جوئی شروع کی تھی۔ انہوں نے ملک کو اکبری سرداروں کے سپرد کیا تھا اور یعقوب چک جو ذاتی نشکاولتوں کی وجہ سے ناشروع امور کا حامل تھا، اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا تھا۔ جس کے بعد اس سرزمین خلد بریں میں پھر سے امن و امان قائم ہو گیا تھا، اصلاح شہر سے اطمینان پایا تو پھر حضرت ایشان صرفی علیہ الرحمہ نے حرمین شریفین کا رختِ سفر باندھا تھا اور چل پڑے۔ مگر ایک مختصر وقت ٹھہر کر معاودت فرمائی تھی۔ اب اس سفر میں حرمین شریفین سے کتب تفسیر، حدیث، فقہ بھی اپنے ساتھ لائے تھے جن سے عام طور پر کشمیر میں عامۃ المسلمین اور خاص طور پر طالب علموں کو مستفید فرمایا تھا۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ کو بروز پنج شنبہ عشا کی نماز کے بعد وفات پائی تھی۔ وہ شیخ امم تھے اور ان کی تاریخ وفات میں شیخ اہلِ مجد، شیخ اوحد دین، شیخ الباطن، شیخ بکمال اور شیخ جمیل وغیرہ بھی لکھے گئے ہیں۔ آنجناب کی تصانیف تمام علوم میں بکثرت ہیں، جن میں تفسیر قرآن بھی

Marfat.com

ایک ہے جو غایت تبحر، بسیط اور دقیق ہے۔ لیکن وہ ادھورا ہی رہا تھا، اور مکمل ہی نہ ہو سکا تھا۔

تفسیر قرآن کے علاوہ آنجناب نے مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کی خمسہ کے مقابلے میں پانچ کتابیں لکھی تھیں:۔ جو یہ ہیں:

(۱) مسلک الاخیار، (۲) وامق عذرا، (۳) لیلیٰ مجنون، (۴) مغازی النبوت اور (۵) مقامات مرشد۔ آنجناب علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں: (۱) مناسک حج، (۲) شرح صحیح بخاری، (۳) حاشیہ توضیح وتلویح، (۴) تفسیر قرآن (آخری دو پارے)، (۵) روایح، (۶) شرح رباعیات، (۷) رسالہ اذکار خلفاء وغیرہ ان کی ذاتی تصنیفات میں مشہور تھیں۔ ان کے علاوہ ایک دیوان بھی ہے جس میں اشعار آبدار ہیں۔

حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ جن کو حضرت ایشان بھی کہتے ہیں، کے خلفاء بہت زیادہ تھے۔ جن میں اکثر مشائخیت کے درجے پر بھی سرفراز ہو چکے تھے۔ اور وہ بھی اسی کتاب میں اپنی اپنی جگہ مذکور ہونگے۔ (آنجناب کی زیارت شریف یعنے تربت پاک زینہ کدل کے مغربی کنارے پر واقع ہے وہ "زیارت ایشان" کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲ ذی قعدہ یہاں ہر سال منایا جاتا ہے) حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ فطرتاً اسقدر ذہین تھے کہ پیدائش کے ساتھ ہی گویا علوم کے دریا لیے تھے اس فطری صلاحیت اور خداداد قابلیت کے بنا پر ان کا لقب "جامع الکمالات" پڑا تھا۔ آنجناب اسلامی دنیا مشہور ہیں۔ ٭

۲۷

اس عہد کے چند مجاذیب اور قلندر

۱۔ حضرت غیبی شاہؒ :-

آنجناب علیہ الرحمہ اس زمانے کے مجاذیب میں سے ایک بلند پایہ مجذوب تھے۔ چونکہ کشف کو نیہ تو بہت زیادہ رکھتے تھے، گویا وہ ایک آئینہ تھے جس پر ذرہ بھر زنگ نہیں لگی تھی۔ انہوں نے حضرت مخدوم العالم شیخ حمزہ علیہ الرحمہ کے زمانے میں ظہور کیا تھا اور حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ جیسے بزرگ اولیا بھی ان کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ اور وہاں ان سے اسرارِ حقیقت کی تحقیق کرتے تھے۔ اس مجذوب بزرگ نے ۹۸۱ھ میں وفات پائی تھی۔ انہوں نے وفات سے پہلے ہی اپنے سفرِ آخرت کی خبر دی تھی جو بعد میں حرف بحرف صحیح ثابت ہو گئی تھی رحلت کے بعد وہ اسلام آباد کے قصبے میں حضرت شیخ بابا ہردی ریشی علیہ الرحمہ کے خاص مقبرے میں آسودہ ہو گئے تھے، علیہما الرحمۃ اللہ۔

۲۔ حضرت زیتی شاہؒ :-

آنجناب علیہ الرحمہ چکوں کے قبیلے سے تھے اور وہ خاص مسعود چک کے بھائی تھے جو علی خان چک بادشاہ کے وقت

Marfat.com

میں سرکاری نوکری کرتے تھے۔ ریکی پورہ کے نواح میں، جو سوپور سے ایک منزل پر ہے۔ وہ ایک دن ایک گاؤں میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اسی حالت میں ایک دن آسمان سے ایک برق گری تھی جس نے اس کے گھر کو اڑا دیا تھا، اور اس کی ہستی کے گھر کو معہ خانہ و جائداد سب کچھ برباد کر دیا تھا اس صدمہ سے وہ ایک مدت تک بیہوش پڑے رہے تھے۔ فی الجملہ جب ہوش میں آئے تو برہنہ بدن ہو کر دوڑ پڑے اور عریاں صورت میں چلتے پھرتے تھے، اور مغیبات کا اظہار کرتے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت مخدوم العالم جناب سلطان شیخ حمزہ قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں بھی آیا کرتے تھے، اور وہاں فوائد صحبت کا کسب کرتے تھے۔ علی شاہ چک کے زمانے میں جو قحط پڑا تھا اور جس کے متعلق پچھلے صفحات میں لکھا جا چکا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بظاہر علی شاہ چک کے موت کا سبب بھی بھی وہی مجذوب ہوا تھا، کیونکہ وہ چک بادشاہ اسی کے جذبے سے مر گیا تھا۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

بہر حال حضرت ریتی شاہ کامراج کے منتوں میں اب بھی نہایت مشہور ہیں۔ ان کی قبر بھی وہیں ہے۔ اور وہ زبان زد عام و خاص بھی ہیں۔

۳۳۔ حضرت میاں مانگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا اصلی

نام عبدالرحمٰن تھا۔ درحقیقت وہ ایک عالم روزگار دانشمند دوران اور عجوبۂ زمان تھے، مگر وہ بالآخر ایک مجذوب بن گئے تھے، اور وہ جذبہ میں آکر بلند آواز میں معارف اور اسرار کہا کرتے تھے۔ وہ صاف صاف کشف بھی رکھتے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ اوایل سلوک میں زراعت کا کام کرتے تھے۔ مگر جب نماز میں مشغول ہو جاتے تو بیل کی جوڑی خود ہی ہل چلاتے تھے اور وہ حیوان ہرگز غلطی نہیں کرتے تھے۔ ایسے عجوبوں کی بنا پر وہ کافی مشہور ہو گئے تھے۔ آخر وہ بھی جناب مخدوم العرفاء حضرت سلطان شیخ حمزہ قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں نہایت ادب و احترام، نیاز مندی اور انکساری کے ساتھ برہنہ پا ہو کر جایا کرتے تھے۔ پھر اس مرتبے کے بزرگ بن گئے تھے کہ لوگوں نے ان کے اشارے سے بار بار شراب کو شیر میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا آنجنابؒ سرگذشتہ اور سرمستہ تھے۔ جب رحلت فرمائی تھی تو سرینگر کے محلۂ رعناواری میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کی قبر بھی تو زمانۂ دراز تک مرجع خلایق بنی رہی جہاں زایروں کا ہجوم رہتا تھا۔ ؎

۴۔ حضرت بادی شاہؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کا اصلی نام بدیع الدین تھا مگر عام طور پر بادی شاہ کے نام سے ہی پکارے جاتے تھے۔ وہ بھی ایک مشہور الجذبہ

Marfat.com

مجذوب اور قلندر رہتے۔ وہ از خود رفتہ مجذوبوں کے صف میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کی زبان تو شمشیر بڑاں کا حکم رکھتی تھی۔ جذبہ کا غلبہ رکھتے ہوئے بھی وہ توحید اور معرفت کا لفظ منقح طریقے پر صاف صاف ظاہر کرتے تھے۔ آنجناب توبکثرت مغیبات ظاہر فرماتے تھے وہ جذبات کے دیار میں گویا سلطان وقت تھے۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تھی تو قلعہ کے باہر ملہ کھاہ میں آسودہ ہو گئے تھے۔ وفات کے بعد بھی ان کی قبر سے جلال ہی ٹپک رہا تھا جو برملا ظاہر ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ جو شخص بھی ان کی قبر کے سامنے جھوٹی قسم کھاتا تھا وہ وہیں پر اور اسی وقت سزا پاتا تھا۔ لہذا نزاعین وہیں جا کر قسمیں کھاتے اور اپنا فیصلہ پاتے تھے۔

۵۔ حضرت زندہ شاہؒ:۔

آنجنابؒ بھی ایک مجذوب الحال بزرگ تھے جس میں ایک عجیب قسم کی شوریدگی پائی جاتی تھی۔ اسکے باوجود وہ ہوشمندی کے کام کرتے تھے۔ اگر کوئی انسے اپنے حال کا استفسار کرتا تھا تو وہ جانوروں کی طرف منسوب کر کے جوابدیا کرتے تھے۔ یعنے وہ جواب میں یوں فرماتے تھے کہ "کوے نے اسطرح کہا ہے چیل تو یہ کچھ کہتی ہے، بلبل کچھ اس قسم کی باتیں کرتی ہے بلّی نے یہ خبر دی ہے اور چڑیا ایسا بتاتی ہے وغیرہ۔" مگر جو کچھ وہ کہا کرتے بعینہ وہی رونما ہوا کرتا تھا۔ وہ بھی سرینگر کے محلہ رعناواری میں ہی "سورہ ٹینگ" کے اوپر آسودہ ہیں۔

Marfat.com

۲۸

چکوں کے عہد کے چند مشہور شعراء

۱۔حضرت شاہ فتح اللہ ؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایرانی النسل تھے۔ وہ علامۂ زمان اور فاضل دوران تھے کہا جاتا ہے کہ وہ سیادت بھی رکھتے تھے، وہ ولایت سے دکن میں آئے تھے جہاں انہوں نے پورا عزت اور احترام پایا تھا۔ جب وہ اکبر بادشاہ کے دربار میں گیا تھا تو بادشاہ نے اُسے بڑی مہربانیوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے وہاں شاہی دربار میں اعلیٰ مراتب پائے تھے انہوں نے قربِ شاہی، صحبت داری اور شرف ومنزلت میں کافی عروج حاصل کیا تھا۔ وہ ۹۹۷ھ میں جبکہ اردوئے بادشاہ کشمیر میں تھا تبِ دق کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ خود بھی طبّ کے فن میں حذاقت کا درجہ رکھتا تھا، اس لئے ھریسہ کھا کر اپنا علاج کیا تھا۔ ہر چند کہ حکیم علی شاہ جوان کا شاگرد تھا اور وہ بھی علوم حکمت وطِبّ میں ماہر اور طبابت سے کلی طور پر واقف تھا نے سختی سے منع کیا کہ ھریسہ نہ لیا جائے مگر وہ ممتنع نہ ہو سکے تھے اور چونکہ اجل دامن گیر اس کا متقاضی ہو چکا تھا اس لئے اُسے اصلی مقر تک کشاں کشاں لے گیا تھا اور پھر وہ اس پہاڑی کے اوپر دفن کئے گئے تھے، جسے "تختِ سلیمان"

Marfat.com

کہتے ہیں۔ وہ فقر و انزوا کے نشے سے بھی خالی نہیں تھے۔ اہلِ تشعیہ نے ان کی قبر کو مرجع اور مطاف بنا رکھا ہے، جہاں وہ لوگ بہجوم درہجوم جایا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت میر ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ:۔

یہی وہ میر فتح اللہ ہے جو قصاید غرا میں عرفی شیرازی کے ممدوح تھے۔ ازاں جملہ وہ قصیدہ مشہور ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

میر ابوالفتح آنکہ لوح دانشش
برسرِ افہام واذہاں مے زنم

اس فتح اللہ کے بغیر ایک اور شاہ فتح اللہ مرزا علی خان ولد محرم بیگ خان تھا جو ہمایون بادشاہ کے امرا میں سے تھا۔ وہ بھی طبع کا زیرک تھا اس لئے شعر کا سلیقہ بھی رکھتے تھے ۹۹۶ھ میں ایک رات جب یعقوب خان ولد یوسف خان چک نے قاسم خان میر بحر پر شب خون مارا تھا تو وہ جنگ مغلوبہ میں قتل ہوا تھا۔ وہ صاحبِ دیوان بھی تھا۔ اس کا ایک شعر یہ ہے

شام چو از چہرہ فگندے نقاب
تاب نیاورد نشست آفتاب

(اس کا مدفن وغیرہ نامعلوم!)

Marfat.com

۳- طالب اصفہانی رح۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی چک حکومت میں کشمیر آیا تھا اور اسی دورِ حکومت میں شہرت پائی تھی۔ اس نے یہاں حکومت کے ساتھ شناسائی پیدا کی تھی اور دربار میں چلا گیا تھا۔ چونکہ وہ علوم و فنون سے بھی آراستہ تھا اور دیگر کمالات سے پیراستہ، اس لئے مقبولیت پائی تھی اور سلاطین کے قرب میں اقران سے بڑھ گیا تھا۔ اس نے امراء کے جھگڑوں اور اربابِ داعیہ کے فتنوں میں مصالحت کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ ان واقعات میں قلمِ عبرت رقم نے گذشتہ اوراق میں بہت کچھ لکھا ہے۔ دولتِ اکبریہ کے تسلّط کے ایام تک تو وہ نکتہ سنجی کے چمن پیرا تھے۔ جب اس نے رحلت کی تھی تو محلہ بابا پورہ میں بابا خلیل کے مزار میں دفن کئے گئے تھے۔ وہ شاعری کے فنون کا ماہر تھا اور اس کا لطفِ طبع حسنِ معنی میں ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا گزرانِ وقت بھی معلوم نہیں، مگر اس کے کلام و شعر کا نمونہ حسب ذیل ہے۔ ؎

از مہ کوئے تو دل با دیدۂ تر مے رود
شعلہ در دل نالہ بر لب خاک بر سر مے رود

حرفِ شرحِ دردِ دل گر اشنائے میکنم ، خون ز جیب دیدہ تا دامان محشر مے رود

شعلہ در پیروانہ افتد بلبل آید در خروش
گر بگویم آنچہ مارا بے تو بر سر میرود

Marfat.com

ایضاً:

درحلقۂ ما زمزمۂ شور نباشد
غمزدہ گاں را دل بے سرور نباشد
روئے تو بیرون مےکنم از دیدۂ نظرا ۔ گر ذوق تماشائے تو منظور نباشد
ویرانۂ دل چوں سرِ تعبیر نباشد
بگزار کہ ایں غمکدۂ معمور نباشد

۴۔ مولانا میر علیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی از اصحاب کمال اور شعراء باقیل و قال، بلکہ وہ از سخنورانِ بے مثال میں سے تھے جو کشمیر جنت نظیر میں پہونچ کر حسین شاہ کے دربار میں باعزت وتمکین داخل ہو گئے تھے۔ وہ "نستعلیق نویسی" میں بے نظیر تھے، بلکہ وہ اس فن میں یگانۂ روزگار تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اس کے برابر اور کوئی نہیں لکھ سکتا تھا۔ وہ فکر شعری بھی جستہ جستہ کرتے تھے جو کہ کلام کا انتخاب ہوتا تھا۔ یہ ذو بیت اس کے طبعزاد ہیں، جو ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں:

گل بدستم چہ نہی؟ در کفِ من خار خوش است
ایں گلِ تازہ براں گوشۂ دستار خوش است

ایضاً:

سبو سبو دہ و خم خم لوند مرا
قدح چہ آب زند آتشِ بلند مرا

انہوں نے ایک مختصر مسجد سنگین و موزوں جسے "مسجد نو" کہتے تھے

Marfat.com

نوشہرہ کے اطراف میں بوٹہ کدل کے قریب تعمیر کی تھی۔ وہ مسجد برابر اسی جگہ پر واقع تھی۔ جہاں آج " باغِ علی مردان خان" موجود ہے۔ ظاہری طور پیران کا مسکن بلکہ مدفن بھی اسی جگہ پر ہو چکا تھا یہ "میر علی" اس پیرانے میر علی مرحوم کے بغیر ایک اور صاحب تھے جو خطِ نستعلیق کے واضع الاصل تھے اور مرزا الغ بیگ کے عہد میں اس نے توران زمین میں ظہور کیا تھا۔ چنانچہ ان کی ایک رباعی تھی (مگر وہ رباعی کتاب میں نہیں)۔

۵۔ ملا نامی اوّلؒ :-

وہ بھی حسین خان چک کے مصاحب شاعروں میں سے تھے اور وہ ایک فقیر صفت گمنام آدمی تھے جو صرف اپنے کام کے ساتھ کام رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ ایک شکستہ خاطر بڑا آدمی تھا، تاہم لالہ کی طرح ہمیشہ پیالہ کے ساتھ ہوا کرتا تھا، یعنے جام کے ساتھ متواتر بزم آرائی کیا کرتا تھا۔ وہ اہل سوز و شغف میں سے تھے۔ ان کے کلام کا نمونہ یوں ہے :-

عروسے است بے شادی آئین او
کہ نتوان روان داد کابین او
بخاموش چہرہ زبانے دہد
بفر توت روزِ جوانی دہد

ایضاً:-

ہرگز دلم بغیر تو مایل نمے شود ٭ در دیدہ نقش روئے تو زایل نمے شود

از دوریت چہ باک؟ کہ از بعد ظاہری
اصلا میانِ ما و لتو حایل نمے شود
دستم بریدہ باد! چہ کار آیدم بگود
درگرون بتان چو حمایل نمے شود

۶۔ مُلّا نامی ثانیؒ:۔

وہ بھی اسی حسین شاہ چکؒ کے عہد کا شاعر تھا جو بادشاہ کی صحبت میں بھی بڑی دیدہ دلیری اور گستاخی سے لکھا کرتا تھا اسی لئے اس کی قسمت میں ہمیشہ محرومی لکھی ہوئی ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے عید کے دن خلعت کے بجائے ایک گھوڑا مانگا تھا جس اس طرح استدعا کی تھی۔ کہ:ــ

خلعتِ شاہی مرا اسپے رسد یا زین رسد

بادشاہ بھی موزوں طبیعت کا مالک تھا اس نے واپس اسی شعر کو پورا کیا۔ یعنے دوسرا مصرعہ یوں لکھ کر بھیجا کہ:ــ

ایں چنیں کم فہم را نہ آں رسد نہ ایں رسد

۷۔ مولانا مہریؒ:۔

وہ عہد علی شاہ چک کے شاعروں میں سے تھے۔ اور شاعری کے فن میں ایک خوش فکر استاد مانے جاتے تھے۔ اس نے علم بھی کافی پڑھی تھی اور شاعری بھی خوب کرتے تھے۔ اس کا ایک بیت یہاں

Marfat.com

یہاں چن لیا گیا ہے جو حضرت امیر علیہ السّلام کی منقبت میں سے ہے:

مرتضیٰؑ بادشاہ مسند عالی نسبی است!
آفتابے است کہ برج شرفش دوش نبی است

۸۔ مولانا محمد امین مستغنی رحؒ :۔

ان کا زاد و بوم کشمیر ہی تھا۔ ذہن سلیم کی وفوریت اور طبع موزوں کی جدت کی وجہ سے یوسف شاہ چک کے عہد میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہو چکا تھا۔ باوصف تجلّی وہ فضل و کمال کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہوئے بھی فکر شعر کے ساتھ اشتغال رکھتے تھے۔ وہ فصیح شعر کہتے تھے: مثلاً، ے

بوزش عرق منت آتشے نبود
تجلّی کہ کرم را کنیم داغ کجا است؟
جہاں زگم شدۂ من اگرچہ بہ خبر است
سر دلی کہ بگیرم از و سراغ کجا است؟
سیاہی شب ما نیز از پرتو مہر
رخے کہ در رہ ملک نہد چراغ کجا است؟

ایضاً

دریں چمن ہمہ بیگانہ اند ہم دلے
ز بلبلم سخنے آشنا بگوش مے آمد
بر نیمہ گرد تو کردم در رہ کعفر

باکز ایمان خود شرم مے آمد

رباعی:۔

من خورندہ نیم باالطبع عاشق ناساز
یا گریہ کہ بر روئے مردم چوں غمّاز
یا ناتکہ سر بگوش بے گانہ نہم!
من درد دلم خلوتے محرم راز

ایضاً:۔

در شینہ بچشم دل نہاں از مردم
دیدم نہ بہشت بلکہ کشمیر دیدم
خاکے کہ زعبیر و مشک آگندہ خمر
آب زصفائی جود خود یافتا کم

بہر حال جب انہوں نے وفات پائی تھی تو محلۂ آردت میں حضرت سید جلال الدینؒ کے آستانہ کے باہر دفن کئے گئے تھے۔

Marfat.com

(د) مغلوں کا دور!

۲۹- مغلیہ عہد کے مختصر حالات اور واقعات

۱ = کشمیر جنت نظیر کو تسخیر کرنے کے بعد اکبر بادشاہ ستاراں سال تک زندہ رہا تھا اور اس کے عہد میں کئی ناظم یہاں آئے تھے جن میں قاسم خان میر بحر، مرزا یوسف خان، محمد قلی خان اور مرزا علی اکبر خان مشہور ہیں۔ اکبر ہی عہد میں یہاں ایک عظیم قحط پڑا تھا جس سے بکثرت لوگ مر گئے تھے، اسی کی حکومت میں چکوں نے چھینی ہوئی حکومت پھر پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور چھوٹے چھوٹے حملے بھی کئے تھے بلکہ یعقوب چک نے جان توڑ کوشش کی تھی مگر فضول، اسی عہد میں فتنۂ مرزا یادگار بھی تاریخ میں ثبت ہو چکا ہے۔ وہ شخص مرزا یوسف کے بنی اعمام میں سے تھا اور سو پور میں بغاوت کا جھنڈا لہرا دیا تھا لیکن اسکا سر کاٹ کر بادشاہ کو کشمیر میں ہی پیش کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں اکبری ناظموں کے ساتھ راجا ٹوڈرمل بھی کشمیر آیا تھا جو یہاں پہلا سٹلمنٹ آفیسر تھا اور اسی نے سب سے پہلے یہاں بندوبست اراضی کیا تھا۔ اس نے مالیہ وغیرہ کے قواعد وضوابط تشکیل دیئے تھے۔ اسی عہد میں کوہ ماران پر ایک قلعہ اور پھر اس کے گرداگرد پتھروں کی فصیل بھی بنائی گئی تھی جو آج تک موجود ہے۔ اکبر بادشاہ ۱۰۱۴ھ میں مر گیا تھا۔

Marfat.com

۲ - شہزادہ سلیم جہانگیر کے لقب سے تختِ ہند پر بیٹھا تھا۔ اس نے باپ کے عہد میں ہی کشمیر کی سیر و سیاحت کی تھی اور بادشاہ ہو کر بار بار آیا کرتا تھا، یہاں عدل و انصاف سے لوگوں کے دل جیت لیتا تھا۔ اس نے یہاں باغات لگوائے اور تعمیر کروائے تھے۔ اس کے عہد میں جو ناظم آئے تھے، ان میں نواب قلیچ خان نے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ ترویج اسلام اور رعیت پروری کی مثالیں بھی قائم کی تھیں اس کے بعد نواب خان آیا تھا اور پھر صفدر خان۔ انہوں نے بھی عدل و انصاف سے لوگوں کو خوش کیا تھا۔ نواب احمد بیگ خان نے رفاہ عامہ کے لئے کافی کام کئے تھے، تاہم اس کی نظامت میں اس سرزمین پر قہر الٰہی نازل ہو چکی تھی۔ پہلے شدید قحط پڑا اور پھر طاعون پھوٹ پڑی تھی۔ اس وبائی بیماری میں یہاں اتنے لوگ مر گئے تھے کہ تجہیز و تکفین بھی محال ہو گیا تھا۔ حسن شالی شہر کا ایک دولتمند امیر تھا اس کے گھر کے تمام افراد اور دیگر متعلقین لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ اس کے پاس مال و متاع کے علاوہ کافی مویشی بھی تھے جو مالک نہ ہونے کی وجہ سے جنگلوں میں باغی ہو کر پھرتے جا رہے تھے۔ وہ بیماری برابر چالیس دن تک جاری رہی اور دلاور خان ناظم ہو کر آیا تھا۔ لوگ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے بلکہ اہل تشیعہ اب بھی تعصب سے باز نہ آئے تھے اور وہ بدستور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو سب و شتم دیا کرتے تھے، ان کے حق میں بے ادبی کے الفاظ بولا

Marfat.com

کرتے تھے۔ رات کے وقت لوگوں کے دروازوں پر چپکے سے کچھ ایسی دلخراش باتیں لکھ دیا کرتے جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو سخت ناپسند اور ناگوار تھیں۔ اس لئے قہر الٰہی کا بادِ سموم پھر سے جھونکے لگا تھا اور ایک شدید آگ کا ظہور ہوا تھا جس سے تقریباً گیارہ ہزار گھر جل کر راکھ ہو گئے تھے، ان میں جامع مسجد بھی تھی۔ چونکہ ان دنوں بادشاہ خود کشمیر میں تھا اس لئے اس کی حفاظت کا بھرپور انتظام بھی کیا گیا تھا۔ مگر تقدیر نے اپنا کام کر ہی لیا تھا۔ حیدر ملک اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں، کہ:

"اہلِ سنت نے خانقاہ چاڈورہ بل کے جل جانے کی تہمت میں مجھے اور میرے خاندان کو پکڑا کہ تم لوگوں نے جامع مسجد کو بدلے میں جلا دیا ہے۔ شکایت بادشاہ تک پہنچائی گئی تو انہوں نے مسجد شریف کے تعمیر نو کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈال دیا۔"

اس کے بعد ملک محمد ناجی نے زبردست کوشش کی تھی کہ مسجد کو اپنی اصل تعمیر کے مطابق ہی مکمل کر دیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا تھا۔ جامع مسجد مکمل ہوئی تو شاعروں نے اس کی تعریف اور توصیف مع تاریخ کے یوں کیا تھا ؎

تحسین مسجد جامع ز شاہ اسکندر ثانی
عمارت یافت و نگہ سوختہ از تقدیر سبحانی
دگر بارہ حسن شاد آنکہ بود از نسل پاک او

Marfat.com

بشد بانی ایں مسجد ہم از توفیق ربانی
ولیکن از دو جانب بے ستون آراستہ بے نقش
ز ابراہیم احمد باگرے شد راست بادانی
ز ہجرت نہصد و نہ بود تا دورِ محمد شاہ
کہ ایں جنت سرا شد زینت دینِ مسلمانی
بتاریخ ، ہزار و بست نہ از ہجرتِ سید
بروز عید روزہ سوختہ در نوبتِ ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عہدِ جہانگیری
نہاد از نو بنایش باز روز عید قربانی
چو تاریخ بنایش جست گفتا ہاتف غیبی
نہاد از نو اساسش بارگاہ عیدِ قربانی

دلاور خان کے بعد ارادت خان آیا اور دو سال تک حکومت کی تھی۔ اس نے "نادہ پورہ سومتی بٹن یار" کے مغرب میں ایک جگہ "قریش مرگ" کے پاس ایک عمارت بنوائی تھی جس کے مشرق میں ایک باغ بھی لگوایا تھا اس میں برج، زینے اور پایۂ سنگین بنا ڈالے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں عمارتیں اکثر لکڑی کی بنائی جاتی تھیں، اس لئے وہ عمارت ایک عجوبہ خیال کی جاتی تھی کیونکہ عمارت کے پنجرے بھی کچھ اس قسم کے تھے جو کہیں اور نظر نہ آتے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی لئے اس کاریگر نجار کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے تاکہ وہ کسی اور جگہ ایسی عمارت نہ بنا سکے مگر اسے صلہ بھی کافی دیا گیا تھا۔ اب تو نواب اعتقاد خان ناظم

Marfat.com

بن کر آیا تھا اور پونچھ کو فتح کیا، وہاں ایک جامع مسجد بھی بنائی تھی وہ بھی حیدر ملک کے اہتمام سے ہی بنی تھی۔ اس ناظم کے عہد حکومت میں چکوں کا مکمل صفایا کیا گیا تھا، جہاں بھی ان کی بستی کا پتہ چلتا تھا وہاں سے پکڑ کر لائے گئے اور فوج قتل کر دیئے گئے تھے اس نے چکوں کو شالی کے دانوں کی طرح چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے ملک گیری کا ہوس چھوڑ کر گمنام زندگی بسر کی اور وہ بہادری کے داعیہ سے یکسر دست بردار ہو گئے تھے پھر وہ اپنی اصلیت پر آئے اور خدمتگاری کا پیشہ اپنایا تھا۔ حمالی، مزدوری اور زراعت کے کاموں میں جُٹ گئے تھے۔ غرض اعتقاد خان کے کام یہاں ضرب المثل بن گئے تھے۔ اس ناظم نے "لچھر کول" کی مرمت کرائی تھی اور جامع مسجد کلاں کے محلات تک پانی کا انتظام کرایا تھا۔ جڈی بل ویران پڑا تھا اسے پھر آباد کیا شمس عراقی کی سوختہ خانقاہ کو پھر سے بنوایا تھا۔

جہانگیر سات دفعہ کشمیر آئے تھے اور آخر یہیں راجوری میں انتقال کیا تھا۔ یہ ۱۰۳۷ھ تھا۔

۴ = شہزادہ خرم شاہ جہاں کے لقب سے تخت پر بیٹھا تھا۔ ظفر خان کشمیر کا ناظم بنا اور ستارہ سال کے بعد جامع مسجد کو پھر سے تعمیر کر ڈالا تھا۔ اسی سال بادشاہ بھی کشمیر آیا تھا۔ ظفر خان ایک عیاش مگر خوش خلق ناظم تھا اس نے موضع بریہ وارہ میں "باغ ظفر آباد" اور تبتیوں کے پل کے نزدیک ہی "باغ گلشن" بھی بنا دیا تھا۔ ان باغوں میں قسم قسم کے پھل

Marfat.com

اور پھول ولایت سے لاکر نہال کئے تھے جن میں گلِ زنبق، گلاب، گلاس وغیرہ مشہور ہیں، اس سے پہلے یہ پھول یہاں نہیں تھے۔ اس نے اکثر بدعاتِ سلطانی اور مظالم اعتقاد خانی کو بھی دُور کیا تھا۔ ان فرمانوں کو جامع مسجد کی پتھر پر کندہ کرایا تھا۔ اس کے عہد میں شیعہ سُنی جھگڑا بھی ہوا تھا جس کا آگ مائیسمہ میں بھڑک اٹھا اور پورے شہر میں پھیل گیا تھا۔

مائیسمہ کے مادان میں ایک توت زار تھا اور کافی لوگ توت کھا رہے تھے جن میں شیعہ اور سُنی دونوں شامل تھے، کسی بات پر نزاع ہوا اور شیعوں نے بے خوف ہوکر گالی گلوچ دینا شروع کیا سُنیوں نے قاضی ابوالقاسم کے پاس جاکر دعویٰ درج کیا تھا، اور سابیوں کی اعلام شرعی پالیا تھا۔ مگر ناظم نے اس کی طرف خاص توجہ نہیں دی تھی اس لئے لوگ شورش میں آگئے تھے اور قاضی کو بھی مداہنہ کی تہمت لگائی تھی۔ پھر لوگ خواجہ خاوند نقشبندی علیہ الرحمہ کے پاس گئے تھے انہوں نے حاکم شرعی اور ناظم مملکت دونوں کے پاس پیغام بھیجے تھے، مگر ناظم نے ان کی طرف اپنی افتادگی ظاہر کی۔ لیکن جب سابیوں کو کوئی تنبیہہ نہ کی گئی تھی تو خواجہؒ ہفت چنار میں آکر بیٹھ گئے تھے۔ ناظم نے ان کو منت سماجت سے واپس شہر لایا تھا اور سابیوں کو سخت سزا دی تھی۔ تاہم ظفر خان نے خواجہ علیہ الرحمہ کی شکایت حضور بالکھ بھیجی تھی اور ان کو طلبی کا حکم ہوا تھا، وہ اکیلے گئے اور ہفت چنار میں منزل کیا تھا

Marfat.com

جہاں شہر کے روسائ کی ایک جماعت بھی ان کے ساتھ ملی اور
ہمراہ چلی تھی، زیارت کے بعد شاہجہان کے حکم سے پھر وہیں بس
گئے تھے اور لاہور میں متوطن ہو گئے تھے۔ مگر خواجہ معین الدین علیہ
الرحمہ کو طریقت کی ترویج اور خانقاہ کو سنبھالنے کے لئے واپس کشمیر
بھیجا تھا، وہ خود مستقل طور پر لاہور میں رہے آخر وہیں آسودہ بھی ہوئے تھے
یاد رہے کہ حضرت خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ اکابر سادات
میں سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار میر سید شریف علیہ الرحمہ پانچ واسطوں
سے خواجہ علاء الدین عطار علیہ الرحمہ سے جا ملتے تھے۔ خواجہ صاحب
کو جب جوانی میں ہی خدا طلبی کا داعیہ ہوا تو غیبی اشارہ سے حضرت
خواجہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ دہبیدی سے بیعت ہوئے تھے، جو حضرت
مخدوم اعظم خواجہ احمد کاشانی علیہ الرحمہ سے باطنی سلوک میں محو
ہوئے تھے۔ اصل میں روحانیت کے جذبات خواجہ بزرگ مشکل کشا
سے لئے تھے، پھر تھوڑے ہی وقت میں عجائب حالات اور غرائب کمالات
پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ اکثر اقران پر بھی فائق تھے۔ رفتہ رفتہ
طئی مکان اور عروج پر پہونچے تھے۔ پھر بخارا سے سفر اختیار کیا تھا
اور گجرات سے ہوتے ہوئے کشمیر آکر سکونت اختیار کی تھی پھر وہ اسی
محلہ میں بس گئے جہاں ان کے اولاد بس رہے ہیں۔ یہاں چند
وقت تک وہ ارشاد بخشی کر کے پھر ہندوستان لوٹ گئے تھے اور
وہاں لوگوں کو فیضیاب کرتے رہے تھے، پھر کشمیر تشریف لائے تھے
یہاں ان کا مکان اور خانقاہ حسین شاہ کا گھر تھا، کیونکہ وہ بھی

Marfat.com

اُن کے خادموں میں شامل تھا۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی مسجد شریف بھی بنائی تھی۔ جب یہاں طریقت کا رواج پڑ گیا اور اہل ارادت کی کثرت ہوئی تھی تو ایک وسیع تر خانقاہ کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس معاملے میں جناب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مبشر بھی ہو گئے تھے۔ خانقاہ میر اویسی علیہ الرحمہ اشم میں نہایت وسیع اور مزین و آراستہ تھی۔ اسے یکسر اٹھا کر لایا تھا اور اس موضع پر نصب کیا تھا تاکہ ویرانی سے آبادی میں آئے۔ وہاں بھی ایک چھوٹی سی مسجد شریف بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ اس باب میں غنیوں نے فتوے بھی لیا تھا۔

سلطان مراد بخش کی نظامت کے بعد علی مردان خان ناظم ہو کر آیا۔ اگرچہ وہ نیک اور خیر خواہ تھا مگر تقدیر کی زیردستی سے اس کا عہد شدتوں میں گزرا تھا۔ غلہ ناپید اور قحط عام لوگ بھوکے مر رہے تھے۔ بادشاہ نے رعیت پروری سے خود توجہ کی اور گجرات، سیالکوٹ، لاہور وغیرہ جگہوں سے غلہ بھیجا تھا۔ اس کام کے لئے محصل اور سزاول مقرر کئے گئے تھے، بلکہ بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ شاہزادیاں اور بیگمات وغیرہ اپنا خیرات کشمیری فاقہ زدوں کو بھیجا کریں گی۔ علی مردان کے بعد حسن بیگ ناظم ہوا تھا اور نوشہرہ میں باغ لگوایا تھا، پھر واپس چلا گیا تھا۔ اب پھر علی مردان ناظم بن کر آیا تھا اور اس دفعہ سات سال تک حکومت کی تھی۔ خزانے خالی کئے اور عمارتیں بنوائی تھیں۔ نوشہرہ

Marfat.com

میں ایک عالیشان حویلی تعمیر کروائی تھی، نہریں کھدوائیں اور فوارے لگوائے تھے۔ پرگنہ پھاک کے موضع تیل بل میں ایک باغ بنوایا تھا جس کے چاروں طرف پختہ اینٹوں کا دیوار بنوایا تھا پھر پہاڑ کے پیچھے سے ایک بڑی سی نہر کھدوا لائی اور باغ میں بڑے بڑے حوض بنوائے تھے۔ کشمیر میں اس کے برابر اور کوئی باغ نہیں تھا اس میں پھلدار درختوں کے علاوہ چنار اور سفیدے بھی لگوائے تھے، جس کے ماحصل کو مشہد مقدسہ رضویہ کو وقف کر دیا تھا۔ وہ باغ نہر اور تیل بل کے درمیان میں تھا اس کے دونوں طرف سبزہ، اشجار، اثمار، بید مشک اور مخمل کی طرح سبزے کی چادریں بچھی ہوئی تھیں، بہار میں اس کا پانی کناروں تک آتا تھا جو نہایت ٹھنڈا اور فرحت بخش ہوتا تھا۔ بعض اوقات بیمار بھی اس سے شفا پاتے تھے اور مریض صحت۔ اس نے پیر پنجال کے وسط میں ایک سرائے بھی تعمیر کی تھی۔ بارہمولہ میں دو جگہوں کا نام علی آباد رکھا گیا تھا۔ انہوں نے پہاڑوں کے نیچے سے راستوں کی مرمت بھی کرائی تھی کیونکہ وہاں جگہ جگہ بدمعاشوں کا ڈر رہتا تھا۔ ناظم خود جاڑے کے چھ ماہ لاہور میں گزارتا جو اسی کی عملداری میں تھا، اس نے شان سے شاہانہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا غلام خدم، نوکر چاکر زریں پوش طلائی و نقرہ کے عصا ہاتھوں میں لئے کھڑا ہوا کرتے تھے۔ اس کے لشکر خان کو یہاں بھیجا گیا تھا۔ اس نے عدل و انصاف کیا تھا اور غلہ اتنا وافر ہوا کہ دیہات میں ایک مرغی کے

Marfat.com

عوض ایک خروار غلہ ملتا۔ اس نے پرگنہ پھاک میں شمال کی طرف "کولہ بل" پر ایک عالیشان باغ بنوایا تھا جس میں نہریں، آبشار اور فوارے جاری کئے تھے، وہی باغ سنگیر کے لوگوں کے لئے سیرگاہ تھی۔ اس کے عہد میں موسم سرما کے دوران دریا جہلم یخبستہ ہو گیا تھا کہ گھوڑے منوں بوجھ اٹھا کر اس پر سے گزرتے تھے جو آج تک کشمیر میں یادگار زمانہ رہا ہے۔

۴ = شاہجہان کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب تخت پر بیٹھا اور اعتماد خان کشمیر کا ناظم ہو کر آیا تھا۔ وہ خود بھی عالم تھا اور فریقین کو بلا کر مقدموں کا فیصلہ کرتا تھا۔ اس کے بعد ابراہیم خان آیا جو علی مردان خان کا بیٹا تھا اسی نے "آردت قضیہ" کا فیصلہ کیا تھا جو شیعہ اور سنیوں کے مابین ایک مسجد کے بارے میں نزاع تھا اور وہ مسجد سنیوں کے حق میں گئی تھی۔ اسی سال بادشاہ خود بھی کشمیر آیا تھا۔ علی آباد کے نزدیک ایک پہاڑ کے سامنے ہاتھی باغی ہو گیا تھا اور بہتوں کو لکدمال کیا تھا۔ اس واقعہ میں بیگمات مخدرات میں سے ایک جماعت تلف ہو گئی تھی، اس لئے بادشاہ کا دل مکدر ہو گیا اور تین ماہ یہاں رہ کر واپس چلا گیا تھا۔ اس کے بعد اسلام خان صوبہ دار مقرر ہوا تھا۔ وہ عالموں، صالحوں اور فاضلوں کے ساتھ وقت گزارتا تھا۔ اسلام خان نے یہاں اسلام کی زبردست ترویج کی تھی اور عیدگاہ میں ایک مسجد شریف بھی بنائی تھی جو پہلی مسجد سے وسیع تر تھی اور چوب و حطب سے پختہ کر دی

Marfat.com

گئی تھی، اسے علیؑ مسجد کہتے ہیں۔ کیونکہ زین العابدین کے پوتے علی شاہ نے اسے پہلے بنایا تھا اور ابھی تک اسی نام سے مشہور ہے مگر آج اسے "عالی مسجد" کہتے ہیں۔ اس مسجد کا صحن توت کے درختوں سے پُر تھا۔ اسلام خان نے پرانے قد آور درخت کٹوا دیئے تھے اور زمین کو مسطح کرایا تھا، پھر اسے چنار باغ بنوا دیا تھا۔ وہ ستون جو جو آج عید گاہ میں کھڑا ہے اسی کا بنایا ہوا ہے۔ اسلام خان شاعر بھی تھا اور والا تخلص کرتا تھا۔ اس کا اصلی نام میر ضیاء الدّین تھا میرے حافظے میں اس کے دو شعر ہیں اور وہ یہ ہیں:

بے تو شامم تا بروز ما شب خون میکند
مردم چشمم ز گریہ غوطہ در خون میکند
وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب از غمش
لشکرِ من آہ از دل خیمہ بیرون میزند

اس کے بعد سیف خان آیا اور وہ بڑا ضابطہ، مہیب اور مشاق ناظم تھا۔ وہ نماز پنجگانہ، وظائف وغیرہ اذکار و اوراد سے بھی خالی نہیں تھا۔ جب وہ ہیرہ پورہ سے آگے بڑھا تو زمینداروں نے اس کا پُر جوش استقبال کیا تھا اور وہ بڑے طمطراق سے شہر میں داخل ہوا تھا اس نے تمام فرسودہ قوانین کو منسوخ کر دیا تھا اور پھر داد و دہش سے ملک کو معمور کر دیا۔ اس کے جملہ واقعوں میں یہ واقع مشہور ہے کہ تبت کلاں کا تسخیر کیا، دلدل محل کے زمیندار مسلمان ہو گئے تھے اور شاہی سکہ جاری کیا۔ اس نے تبت میں مسجد شریف بھی بنوائی تھی

Marfat.com

دوسرا واقعہ یوں ہے۔ کہ شیخ عبدالرشید حسینی علیہ الرحمہ نے حسین ملک ولد حیدر ملک چاڈورہ پر رفض کا دعویٰ کیا تھا جس کی تفصیل یوں ہے کہ، شیخ مذکور جرار شریف جا رہے تھے اور ملک چاڈورہ اپنے دروازہ پر تھا اور کچھ کہہ رہا تھا جس پر دونوں میں باتیں ہوئیں، اور دست وگریبان تک نوبت آپہونچی تھی۔ ملک مذکور کی زبان سے اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کے الفاظ سن کر شیخ طیش میں آیا اور حاکم کے پاس جاکر استغاثہ کیا۔ چونکہ صوبیدار ملک کا رعایت کرتا تھا اس لئے حد شرعی کے اجراء میں توقف ہوا تھا۔ پس شیخ نے حضور میں ساری روداد لکھ بھیجی تھی۔ بعض درباری بھی شیعہ تھے اس لئے حمایت کی کوشش کی مگر ان کا کچھ پیش نہ ہوا تھا پھر بڑی گفت وشنید کے بعد شاہ عدالت شعار نے ملک مذکور کو قاضی عسکری کے فتوے سے قتل کرادیا تھا۔ جس پر بعض اہل تشیعہ نے جرأت کر کے اشعار لکھے۔ مثلاً: ؎

شد از ظلم و بیداد قوم یزید
حسینؓ ابن حیدر دوبارہ شہید

سیف خان نے ڈل کے مغربی کنارے پر "باغ سیف آباد" لگوایا تھا۔ دراصل وہ ان کے باپ کا تعمیر کردہ تھا اور اس نے اسے مزید آراستہ کیا تھا۔ اس کے بعد مبارز خان ناظم ہوا تھا وہ ایک صالح آدمی تھا اور صوبیدار کے باوجود جوتا پہنتا تھا تو جامع

Marfat.com

مسجد میں حاضر آتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھی گستاخ اور بے ادب تھے انہوں نے بے باکی بلکہ ناپاکی کا اظہار کیا تھا۔ وہ اکابر اور اصاغر کی اہانت کرتے تھے، انہوں نے ناحق خون بھی کئے تھے، اس لئے ناظم نے خود کو معزول کرا دیا تھا۔ اس کے وقت میں کاشغر کے والی عبداللہ خان بھی بھاگ آیا تھا اور یہاں اس کی احترام کی گئی تھی، پھر وہ بادشاہ کے حضور چلا گیا تھا۔ سیف خان کے وقت کشمیر میں ایک عظیم زلزلہ آیا تھا جس سے صبح و شام عمارتیں گہوارہ کی طرح ناچ رہی تھیں تاہم کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔ سیف خان نے زینہ نار میں ایک آراستہ باغ نزول کیا اور قاضی عبدالرحیم کو منصبدار بنایا تھا۔ قاضی ابوالقاسم بن محمد رضا خان مذکور کے ساتھ کدورت رکھتا تھا کیونکہ اسے مبارز خان کے ساتھ حمایت رکھنے کی پاداش میں شہر سے نکال دیا گیا تھا، پھر منصبدار مزروعات اور دیگر امور آبادی میں کوشاں رہا تھا۔

سیف خان کی نظامت میں عارفِ امجد، محبوب الصمد، مرشدنا و وسیلتنا الی اللہ تعالیٰ یعنے شیخ عبدالاحد السرہندی الفاروقی قدس سرہ نے قدوم میمنت لزوم کشمیر میں ارزانی فرمایا تھا۔ ان کا برادر کلاں شیخ سعدالدین محمد علیہ الرحمۃ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ آیا جن کے ساتھ میاں محمد قطب؟ بھی تھے، وہ ان کی عقیدت میں اپنے آتش خانہ کو ساتھ رکھتے اور خود اُن کی خدمت کرتے تھے اور ان کی روزمرہ ضروریات پورے کرتے تھے۔

Marfat.com

شیخ احمد علیہ الرحمہ سے یہاں ایک بڑی جماعت فیضیاب ہو گئی تھی، خاص کر میرے مرشد محمد مراد علیہ الرحمہ جو ترک دُنیا کر کے دو سال میں صاحبِ کمال ہو گئے تھے۔ مرشد کی خدمت میں رہ کر علاقہ معنویہ میں قرب پایا تھا ان کی وساطت سے فضلاء کی ایک جماعت مثلاً: مولانا عبدالرشید زرگر اور مولانا حیدر بجہ علامہ اور ان جیسے دیگر بڑے بڑے علامہ بھی اس بقعۂ نور میں داخل ہو گئے تھے اس کے بعد افتخار خان ناظم بنا اور مرزا محمد سلیم کی حویلی میں اترا تھا وہ ملا محمد پارسا علیہ الرحمہ کے نزدیک ہی مسجد شریف کے قریب تر تھی، وہ مقبرہ متبرکہ مشہور بھی ہے۔ ظاہری طور پر اس کی بناء اس وقت ہوئی جب افتخار کے زمانے میں وہ خوفناک آگ رونما ہوئی تھی جس نے پورے شہر کے ساتھ جامع مسجد کو بھی جلا ڈالا تھا، آگ کی ابتداء کاوہ ڈارہ سے ہوئی تھی پھر ایک عالم کو بھسم کر دیا تھا۔ جامع مسجد تیسری بار سوختہ ہوئی تھی تو بادشاہ کے احکام سے پھر تعمیر کی گئی تھی۔ افتخار خان سبکدوش ہوا تو قوام الدین نے چارج سنبھالی تھی، وہ بھی مرزا سلیم کی حویلی میں ہی اترا تھا۔ وہ مسائل کا واقف اور ضابطہ دان تھا۔ مجرموں کی تنبیہہ کے لئے "تختہ و کلاہ" اسی کی ایجاد تھی۔ اس نے عیدگاہ کی طرف ایک باغ بھی بنوایا تھا جس میں ایک عمارت تعمیر کی تھی۔ اسی کی نظامت میں خواجہ محمد شریف دہ بیدی علیہ الرحمہ اور خواجہ محمد صابر علیہ الرحمہ جو خواجہ محمد اعظم مخدوم دہ بیدی علیہ الرحمہ کی اولاد

Marfat.com

میں سے تھے نے کشمیر میں نزول فرمایا تھا۔ یہ خواجہ محمد اشرف، خواجہ عبدالغفار کے بھائی تھے ان کی نسبت حضرت مخدوم اعظم المعروف بہ سید احمد کاشانی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھی۔ یہ سب حضرات خواجگان اکابرین ولایت سے تھے۔ قوام الدین کے بعد ابراہیم خان دوبارہ آیا تھا۔ اس دفعہ کشمیر میں عجیب حالات اور غریب حادثات ہوئے تھے۔ جو زبانوں پر مذکور اور کتابوں میں مسطور ہیں۔

ایک حادثہ سیلاب کا تھا جس نے لوگوں کے مکان بہا لئے تھے کہتے ہیں کہ مکان پانی میں کشتیوں کی طرح ڈھول رہے تھے۔ بسا اوقات اہل خانہ بھی ان میں برابر موجود ہوتے تھے۔

دوسرا حادثہ زلزلہ کا تھا جو نہایت تند و تیز تھا، ان جھٹکوں سے لوگ مدت تک لرزاں تھے، وہ جھٹکے ایک ماہ سے زیادہ عرصے تک رہے تھے۔ زمین گہوارے کی طرح ہل رہی تھی۔

تیسرا حادثہ قلماق کا تھا وہ تبت کلان میں آیا تھا۔ ابراہیم خان نے بیٹے کی قیادت میں راجے کی مدد کے لئے فوج بھیجی تھی۔ جس نے قلماق کو ہزیمت دی تھی تو انہوں نے تبت کو فتح کیا تھا۔ اسی اثنا میں مذہبی فتنہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ حسن آباد کے شیعوں میں عبدالشکور نامی ایک شخص نے بیٹوں کی معیت سے صادق نام کے ایک سنی کی زد و کوب کی تھی تو خصومت نزاع بن گئی تھی۔ اس جھگڑے میں اہل تشیعہ سبّ و شتم کے بھی مرتکب ہوئے تھے اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم

Marfat.com

کو بُرا بھلا کہا تھا۔ صادق مذکور نے اعلام شرعی کیا تھا، مگر ابراہیم خان نے ملزموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا تو قاضی محمد یوسف غیرت میں آئے اور شہر کے لوگوں نے آسمان سر پہ اٹھایا تھا، جس سے فساد کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ جب ابراہیم خان نے مدعا علیہم کو گھر میں پناہ دی تو ہجوم امڈ آیا اور حسن آباد کو آگ لگا دی گئی تھی۔ اس حرکت سے فدائی خان حسن آباد کے لوگوں کا طرفدار بن گیا تھا اور شہریوں کے ساتھ "خوانین کابل" مل گئے تھے، ان کے ساتھ فوج بھی تھی اور ان کے نام تھے مرید خان، الف خان اور مرزا مقیم وغیرہ۔ یہ سب کے سب سُنّی تھے اور بعض منصبداروں کے ساتھ مل کر حملہ آور ہوئے تھے جن میں سرکردہ اشخاص خواجہ محمد شریف دہ بیدی[۲۳] کے ساتھی خواجہ محمد صابر[۲۴] سلیم مرزا اور حلیم بیگ کاشغری[۲۵] تھے۔ طرفین میں سے ایک جماعت مقتول اور بہت سے مجروح بھی ہو گئے تھے۔ عوام نے غلبہ کیا اور قاضی کے ہاتھ سے سررشتہ چھوٹ گیا تھا۔ ابراہیم خان نے خود کو عاجز پایا تو عبدالشکور وغیرہ کو چبوترے سے نکال کر سب کو قتل کرا دیا تھا، ان میں عبدالشکور کے علاوہ اس کے دو بیٹے اور ایک داماد بھی تھا۔ اس کے بعد قاضی نے صوبیدار کے گھر آنا جانا ترک کیا تھا۔ وہ اعتذار کے باوجود گھر سے نہیں نکلا تھا۔ مفتی اعظم ملا محمد طاہر نے مداخلت کی تو اس کے گھر کو بھی مسمار کر دیا گیا تھا۔ شہر میں بہت سے لوگ عوام کے دست برد ہو گئے تھے، شیعوں کے مقتدا بابا قاسم کو لوگوں

Marfat.com

نے راستے میں پکڑ لیا اور اہانت وخواری سے قتل کر دیا تھا۔ فدائی خان جو ناظم کا بیٹا تھا عوام کو تنبیہہ کرنے کے لئے سوار ہوا اور مرزا سلیم کے گھر کے پاس جنگ چھڑ گئی تھی، جس میں مرزا مذکور کچھ اور ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوا تھا۔ اسی اثنا میں مشیخیت پناہ حضرت لقا بابا[۲] جو عرفان دستگاہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری علیہ الرحمہ کے اولادوں میں سے تھے، اجتماع کے ساتھ ابراہیم خان کے مکان کو آگ لگادی تھی ناظم نے اپنے فوج کو بھیجا اور بقا بابا، وقائع نگار، قاضی بخشی وغیرہ کے علاوہ شہر کے دوسرے روسیاء جن میں خواجہ لاآلہ کانی، خواجہ حاجی بانڈے اور خواجہ قاسم لنگر بھی شامل تھے، سب کو گرفتار کروایا۔ اہلِ شہر کو خوف ہوا اور دونوں طرف مرعوب ہو گئے تھے۔ جب اس کی اطلاع بلاکم وکاست حضرت عالم گیر کو دی گئی تھی تو انہوں نے حفظ اللہ خان کو بھیجا اور ابراہیم خان معزول ہوا، پھر تمام محصورین دربار میں بلائے گئے تھے اور وہاں رہا کر دیئے گئے تو وہ واپس وطن لوٹ آئے۔ مگر قاضی اپنی مرضی سے حضور میں بیٹھے رہے اور ایک ہفتہ کے بعد رحلت کی تھی۔ یہ ۱۰۹۴ھ کا واقعہ تھا۔

حفظ اللہ خان نے گلشن حویلی ظفر خان میں سکونت کیا تھا اور پھر گذشتہ فساد کا اصلاح کیا تھا، اس کو حضور کا حکم ملا تھا کہ جموں کے راجے کو تنبیہہ کرے۔ تو ابوالفتح خان کو ایک سال کے لئے نیابتاً رکھا اور حفیظ اللہ خان کے تغیر پر مظفر خان آیا جو ظالم اور عیاش تھا، اس لئے واپس بلایا گیا تھا اب اسی کا بھائی ابوالنصر خان ناظم ہوا۔ مگر وہ

Marfat.com

بھی بھائی سے کم نہ تھا۔ اس کے عہد میں قدوۃ الاولیا شاہ محمد علی رضا سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ کشمیر میں آئے تھے اس کے عہد میں ایک رستم مانتو بدعوائے سب وشتم سویہ بگ کے باباؤں کی شہادت پر قاضی عبدالکریم کے حکم سے قتل ہوا تھا، اور یہ واقعہ ہے۔

اسی عہد میں در سنہ ۱۱۰۳ھ کشمیر میں ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ ماہ رمضان المبارک میں میر حسین نام کا ایک سردار کشمیر میں داخل ہوا تھا اس نے کوہِ سلیمان کے نزدیک سکونت کیا تھا۔ لوگ بتدریج اس کے پاس آنے لگے تھے اس نے ماہِ مبارک میں ہی ایک جشن منایا تھا۔ جس میں چراغان کیا گیا اور شہر کے لوگ تماشہ دیکھنے گئے، وہاں کشتیوں میں پہونچے تو لوگوں کا اژدہام اور کشتیوں کا غلبہ ہوا۔ اس لئے لوگوں نے بے باکیاں کیں تو ظہر کے بعد ہی باد و باران شروع ہوا اور رعد و برق کا غلبہ اس قدر ہوا تھا کہ رات کی طرح دن میں ہی تاریکی ہو گئی تھی۔ پورے شہر میں دیر تک رات غالب رہی، یہاں تک کہ یقین ہوا تو لوگوں نے افطار کیا اور کھانے کے بعد نماز کے لئے نکلے معاً باد و باران رفع ہوا اور آفتاب عالم تاب چمک رہا تھا۔ اب لوگ خجل ہو گئے تھے، اور سخت ندامت اٹھائی۔ اس واقعہ کو میر حسین کے فعل شنیعہ پر محمول کیا اور شور برپا ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کی خبر شاہ عالم تک بھی پہونچی تو عالمگیر نے اس میں غور فرمایا، پھر اس کے نکالدینے کا حکم دیا تھا۔ اس طرح نائب ناظم نے میر حسین مذکور کو ملک بدر کر کے جلاوطن کر دیا تھا۔

Marfat.com

اب فاضل خان آیا تو اس نے کافی احسان اور فیض بخشی کی تھی وہ عالموں کی عزت کرتا اور اکثر خود ان کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ گزشتہ حاکموں کے ظلم و بیداد کو ختم کر دیا تھا ـــ ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ عید کے روز لوگ مصلےٰ پر جا رہے تھے کہ شہسوار بیگ جو حضور کے توپ خانے کا داروغہ تھا، طاہر زدہ بیدی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اس بنائے پر کہ ان میں پہلے ہی رنجش تھی۔ محمد طاہر نے شہسوار بیگ کو عید مصافحہ کے بہانے سے سواری پر ہی مار ڈالا تھا۔ مومن بیگ، شہسوار کا رضائی بھائی تھا، نے بڑھ کر خواجہ کو بھی قتل کر ڈالا۔ خیر فاضل خان سب کو انعام و اکرام دیکر خوش رکھتا تھا، اس نے مسجدیں اور سرائیں بنائیں، نہریں کھدوائیں اور باغات لگوائے تھے۔ ہفت چنار میں سر بندی کرائی تھی اور ایک سرائے بھی بنوائی تھی۔ حسن آباد کی خانقاہ جوگی لنگر، نو مسجد سنگین کے متصل مدرسہ اور حمام بھی اسی کے بنائے ہوئے تھے۔ ان کے بغیر بھی دوسرے مواضع پر باقیات صالحات ہیں وہ جمعتہ المبارک کے روز بھی اکثر جامع مسجد اور بزرگوں کے مقابر پر جایا کرتے تھے ـــ غرض اس خان کے عہد میں کشمیر خوشحال ہوا تھا خاص کر مواہب عظیمہ الٰہی کے برکات نزول فیض نامتناہی نے یہاں نزول فرمایا تھا جس سے دنیا بھر میں خطہ کشمیر خاص تر بلکہ ممتاز ہو گیا تھا۔ یعنے ورود سعادت مورود موئے مبارک مقدسہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ سعادت و شرافت خواجہ نور الدین معروف بہ ایشبری علیہ الرحمہ نے اسے بڑی منت سے حاصل کیا تھا

Marfat.com

اور بچہ محنت تامہ سے یہاں لایا تھا۔ جب خواجۂ مذکور کا واقعہ حضور میں گیا کہ یہ تبرک عالی مقدار اپنی نعش میں چھپا کر کشمیر لایا تھا تو راقم الحروف اس وقت سات یا آٹھ سالہ تھا۔ اس وقت یہاں کیسی شادی تھی، میں کہہ نہیں سکتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اس آثار نور کے دخول کے وقت کسقدر جان نثاری سے مسلمانوں نے ہجوم کیا تھا اور ذکر و درود میں مشغول ہو گئے تھے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مرد عورت سب کمال اخلاص اور وفور محبت سے جوش میں آ گئے تھے۔ گویا ہر کوچہ و بازار میں انسانوں کا سیلاب آ رہا تھا جس کو عبور کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ غلبہ کثیر الانوار بھی تھا اور سب لوگ شورش میں آ رہے تھے۔ علماء، فضلاء، مشایخ اور فقراء کافی ذوق و شوق سے سعی و اہتمام کرتے تھے کہ محمل مبارک کو جو ایک صندوقچہ میں تھا، اپنے سر اور کندھے پر بٹھائیں، مگر ہزار سختی اور جد و جہد کے بعد ہی کوئی وہاں تک پہونچنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ قلندر بیگ جو اس وقت آزاد شعراء میں سے تھا، نے یہ تاریخ بتایا تھا:

محتاجان را بوقت حاجت طلبی\
موئے مدد است یا رسول عربی\
تاریخ نزول یکے از ہاتف گفت\
کشمیر مدینہ بشد از موئے نبی

اصحاب حال اور ارباب کمال "واطبتہ" برکات و فیوض ایں آثار

نائیز الانوار کے قائل بلکہ متفق ہیں کہ راقم الحروف نے فضائل و شرافت مرتبت و سیادت و کمالاتِ منزلت خواجہ نور الدین محمد آفتاب نقشبندی علیہ الرحمہ جو خواجگان عالی شان کے بقایات میں سے تھے کی زبان سے سنا ہے کہ حضرت ولایت و ارشاد پناہ، صاحبِ حالاتِ صوری و معنوی خواجہ احمد یسوی علیہ الرحمہ اس آثارِ شریف کی زیارت کے بعد ایک مدت تک مراقبہ میں تھے اور پھر فرمایا کہ جناب مقدس معلائے نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہوئے تھے۔ اور اس استفسار کے جواب میں جو کہ آثار شریف کے متعلق تھا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بزبانِ وحی نشان پر لاکر فرمایا کہ " یہ موئے گیسوئے مبارک کا ہے جو دائیں طرف کا ہے۔" اس قسم کی حکایتیں بہت سی ہیں۔ ان سب کا یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث بن سکتا ہے لہذا نقل نہیں ہوں گی۔

غرض فاضل خان کے استعفٰی کے بعد پھر ابراہیم خان آئے تھے مشہور ہے کہ یہ جا رہا تھا اور وہ آرہا تھا۔ راستے میں ملے اور تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ کر باتیں کیں۔ وقائع نگار خواجہ علی اکبر ان کیساتھ تھا۔ جب ان ناظموں کو اکٹھا پایا تو برجستہ کہا: کہ ؎

عیدِ رمضان آمد و ماہ رمضان رفت
صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

اس دفعہ ابراہیم خان نے رعیت پروری کی تھی۔ شیعیوں میں کوئی تخصیص یا تفاوت نہیں کی تھی۔ اس کے عہد میں دو تین باتیں

Marfat.com

سبھی قابلِ ذکر ہوئیں۔ مثلاً پرگنہ کامراج میں ایک شخص ظاہر ہوا تھا جو عالم گیر کے بھائی شجاع کی صورت میں تھا۔ دوسرا کاشغر کے والی عبداللہ خان کے بھائی ارسلان خان کا یہاں آنا تھا۔

تیسرا یہ کہ راجور کے ہنگامے کو رفعہ کرنے کے بعد راجہ زادے کو کشمیر طلب کیا گیا تھا اور اُسے مسلمان کر دیا گیا۔ پھر اس کا نام لطف اللہ رکھا گیا تھا جس سے اسلام اورون تک پہونچا تھا

چوتھا یہ کہ سید عبدالفتاح گوجر جو عبدالرزاق کا باپ تھا، کو پکڑا گیا تھا جو بغاوت کر رہا تھا۔ اس کے عہد میں اور بھی دادرسیاں ہوئی تھیں جن کی ذکر باعث طوالت ہو گی اور کتاب کے حجم بڑھنے کا کافی اندیشہ رہے گا۔

ابراہیم خان کے بعد نوازش خان آیا تھا، یہ آخری زمستان تھا۔ وہ ابھی شہر میں داخل نہیں ہونے پایا تھا کہ حضرت عالم گیر علیہ الرحمہ کے وفات کی خبر آئی۔ یہ ۲۸ ذی قعدہ تھا، دن جمعہ تھا اور تاریخ وفات اس مصرعہ سے ماخوذ ہے۔

آہ! شد آفتاب زیر زمین

وفات کے وقت اس عالی گہر، دادگستر شہنشاہ ہند کی عمر اکانوے سال اور تیرہ دن تھی۔ انہوں نے پچاس سال اور دو ماہ حکومت کی تھی۔ ان کے بعد بتدریج خاندانِ مغلیہ کا زوال شروع ہوا۔

۵ = محمد معظم عالم گیر کے بعد تخت پر بیٹھے، وہ خود بھی حافظ قرآن تھے۔ حدیث، فقہ اور دوسرے علوم کے ایک بڑے عالم تھے کشمیر

Marfat.com

میں ان کا پہلا ناظم جعفر خاں تھا، جو نہایت ظالم تھا۔ اس نے پکلی کی ایک عورت کو حدِ شرع لگانے کے بجائے جان سے مار ڈالا تھا۔ لوگ بھی اس کے افسروں سے بہت تنگ آچکے تھے، کیونکہ وہ ظلم اور تشدّد کرتے تھے۔ اس لئے ہجوم کر کے جعفر خان کے بعض پیش کاروں کو لوٹ لیا اور اکثروں کے گھر جلا ڈالے تھے۔ خان مذکور اکثر شراب میں مست رہتا تھا اس لئے دوسرے ہی سال میں مرگیا۔ اس کے بعد عارف خاں نائب ناظم ہوا تھا اور پھر ابراہیم خاں چوتھی دفعہ کشمیر آیا تھا مگر وہ بھی جلد ہی مرگیا تھا۔ اس کے عہد میں یہاں سیلاب آیا اور لوگوں کے مکان بہالے گیا تھا۔ موسم گرما تھا کہ "محلۂ صرافان" میں آگ لگ گئی تھی جس نے سرینگر کے بیس محلوں کو خاکستر بنا دیا تھا اور چالیس ہزار مکان جل گئے تھے۔ آب و آتش کے ان حادثوں سے کشمیر جنّت نظیر تباہ و برباد ہوگیا تھا۔ ابراہیم خان کے بعد عنایت اللہ خان ناظم مقرر ہوا تھا۔ اس کے عہد میں کئی واقعات ہوئے تھے جن میں خلیل بیگ کا قتل مشہور ہے: وہ ایک شیعہ تھا جو سبّ و شتم کرتا تھا۔ عوام النّاس نے شورش کی اور قاضی محمد اکرم نے اس کو قتل کا فتویٰ دیا تھا۔ لوگوں نے "سودرشن داس" کے مکان کو بھی آگھیرا جو جعفر خان کا پیش کار رہ چکا تھا، مگر وہ عیال سمیت خواجہ نور الدین محمد آفتاب علیہ الرّحمہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کشمیر کا ناظم سیّد نعمت اللہ آیا تھا، اور اسی عہد میں بادشاہ نے رحلت کی تھی۔

Marfat.com

۶ = اب ہندوستان کا بادشاہ جہاندار شاہ بن گیا تھا اور کشمیر کا ناظم عنایت اللہ خان مقرر ہوا تھا۔ اس نے یہاں آکر اچھی طرح سے نظم و نسق سنبھالا تھا۔ اسی کے عہد میں ہدایت اللہ خان اور سعد اللہ خان نے نیابتاً حکومت کی تھی۔ جہاندار خان نے مختصر وقت حکومت کی تھی اور اس کے بعد ہندوستان کے تخت پر فرخ سیر بیٹھا تھا۔ مگر چند ماہ بعد ہی سادات نے ان کو گرفتار کیا اور جیل بھیجدیا تھا، پھر آنکھوں میں سلائی پھیر کر اسے مروا ڈالا تھا۔ اس کے بعد سلطان رفیع الدرجات ہندوستان کا بادشاہ بنا تھا اور پانچ چھ ماہ تک ہی حکومت کرسکا تھا۔ اس سارے مدت میں علی محمد خان اعظم خان، احترام خان، آقا خان اور میر احمد خان وغیرہ کشمیر کی نظامت پر مقرر ہوگئے تھے، اور کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہ ہوا تھا۔ ان تمام مختصر عہود کے بعد آخر ہندوستان کا والی مملک محمد شاہ ہوا تھا اور طویل مدت تک حکومت کی۔ اسی کے عہد میں ہماری یہ تاریخ لکھی گئی ہے۔

۷ = محمد شاہ بادشاہ : اس کے عہد میں ہندوستان سے یہاں بہت سارے ناظم آئے ہیں۔ واقعات، حادثات اور فسادات بھی بکثرت ہوئے ہیں جن میں ہم چند واقعات کی ذکر ذیل میں کریں۔

محتوی خان نے ہندوؤں کی فتنہ پردازیوں کو بہانہ بنا کر ان پر چند سخت پابندیاں عاید کی تھیں۔ مثلاً: دستار باندھ کر گھوڑے پر چڑھنا، قشقہ لگانا اور پاؤں میں چمڑے کی جوتی پہنا وغیرہ سب ممنوع قرار دیا تھا۔ چنانچہ ان احکام کو منظوم بھی کیا

Marfat.com

گیا تھا۔ ایک شاعر ان ممنوعات کی ذکر یوں کرتا ہے ؎

حریفِ میگساران صدق آہنگ ٭ چنین زد شیشہ ایں قصہ بر سنگ

کہ از کفار آنجا محتوی خان
بتقصیرے شد از دل دشمنِ جان
منادی کرد یکسو ایں کہ دستار ٭ فرود آرند از سرہائے کفار
دگر بر اسپ ننشینند ایں ہا
نشانِ قشقہ شویند از جبین ہا
زپاہم کفشِ چرمین دور سازند ٭ بگشتہ بادل رنجور سازند
مقرر شد کلاہ از بہر کفار
فتاد از بام طشت غنان ز دستار

اس کے بعد ایک اور فتنہ اٹھا تھا جس میں عوام کا غلبہ ہوا اور محتوی خان بھی ایک جماعت کے ساتھ قتل ہوا تھا۔ اہل تشیع پر تہمت لگائی گئی تھی کہ وہ بھی ہندوؤں کے ساتھ فتنے میں شامل تھے، اس لئے لوگوں نے جڈی بل پر یلغار کیا جس میں مردوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالا۔ شیعوں کے ننگ و ناموس اور مال و متاع سب کو غارت کر دیا گیا تھا۔ ان کے مرشد و پیر میر شمس عراقی کی خانقاہ کو مسمار کر دیا تھا، اور ایسا طوفان مچایا کہ ابتداء سے آج تک اہل تشیع پر کبھی ایسی مصیبت نہ آئی تھی۔ اس سیلاب قہرِ رجال میں کچھ نامور مسلمان اور ہندو بھی بہہ گئے تھے اور اکثر مصائب کا شکار بن گئے تھے۔ بہت سے جان سے مارے گئے اور کچھ خانمان سمیت برباد

Marfat.com

کر دیئے گئے تھے۔ اور ہر طرف سے ہولناک منظر تھا۔

اس فتنہ اور مصیبت کا قضیہ بھی شاعروں نے اپنے اشعار میں بیان کیا تھا۔ ایک شاعر کہتا ہے: ؎

پس از یک چند خان صدق تخمیر ✤ دل خود جمع کرد از اہل تدبیر

برائے دیدن بخشی روان شد

اجل در پردہ با او ہمعنان شد

پس از یک لحظ خلقے شور انگیز ✤ شدند آتش صفت ہر سو جلو ریز

دگر بر حضرتِ قاضی دویدند

چو آتش یکنفس انجا رسیدند

بجرمِ بے گناہی خانہ اش را ✤ کشیدند آتش و کردند یغما

نمودندش مکان بے اعتدالی

ز رویہ بازی و قوم شنالی

محتوی خان کا بیٹا روپوش ہو گیا تھا۔ مگر نئے ناظم نے اُسے ڈھونڈ نکالا اور باپ کی جگہ پر بٹھا دیا تھا۔ پھر ڈیڑھ سال کے بعد ہندوؤں کو اجازت مل گئی تھی کہ وہ اپنے رسوم کو بدستور رواج دیں۔ اس عہد کے منجملہ اور واقعات کے ایک عظیم قحط بھی مشہور ہے، غلہ اتنا گراں ہوا تھا کہ آٹھ روپے من بھی شالی کی خروار نہیں ملتی تھی، چاول تو چاندی بن گئی تھی۔ اس قحط کی ہولناکیوں کو بھی ایک طویل نظم میں بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ چند اشعار یہ ہیں: ؎

Marfat.com

زبس در اضطرار اہلِ کشمیر ٭ نخورد ہم غم خود ہیچکس سیر
زسوز جوع از بس آتش افروخت
بیادِ دانہ پختن اشتہا سوخت
تنور آسا شکمہا گشت بریان ٭ بسوز آرزوئے یک لبِ نان
اگر جائے ظہورے کرد مہمان
نمکدانش بود از شور وافغان
ہمہ پامال از خنگِ جفا شد ٭ زقحطِ آب و دانہ کربلا شد
جو و گندم اگر ریشِ کسے ہست
چو شانہ ہر نخے دارند از دست
ہزاران بیت شاعرے سراید ٭ ز بیت المال یک پشمش نیاید
تسلی مے دہد ما در پئے خواب
بطفلِ خویشتن از شیرِ مہتاب
بحسرت گفت فقرائے نخاتون ٭ نماندہ در شکم جز حیچۂ خون

اس عہد میں ایک اور سنگین واقعہ یوں ہوا کہ چند حاسدوں اور بدفطرت لوگوں کی شورش اور سازش سے مولانا عنایت اللہ صدر مفتی اور مولانا اشرف مفتی اعظم کو جامع مسجد میں لاکر شہید کیا گیا تھا۔ اسی اثنا میں چند اور متہم ذخیرہ اندوزوں کے گھر بھی جلا ڈالے گئے تھے۔ وہ دونوں عالم و فاضل مفتیان غرایب روزگار تھے۔ مولانا عنایت اللہ نے اسّی سال درس دینے میں گزارے تھے، اور مولوی محمد اشرف ایک عظیم عالم، متقی، فقیہہ اور سارے ہندوستان میں مسلم

تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں ایک نئی شورش کا آغاز ہوا تھا۔ راقم الحروف (خواجہ اعظم) نے ان کی تاریخ یوں لکھی:

صد حیف کہ از افعال شیاطین سفیہہ ؎ گشتند زبس مرتکب فعل کریہہ

دل ما سر بید اد بسال تاریخ

ے گفت زہی شہادت اہر دو فقیہہ

اسی عہد میں درسال ۱۱۴۶ھ خانقاہ معلٰی کی چوتھی بار تجدید تعمیر ہوئی تھی۔ ۱۱۴۸ھ میں ایک شدید سیلاب بھی آ گیا تھا اور پھر سخت قحط پڑا تھا۔ اسی سال ذی قعدہ میں ایک عظیم زلزلہ آیا جس سے قیامت کبریٰ برپا ہو گئی۔ ۱۱۴۹ھ میں ایک ملک گیر فتنہ اٹھا اور ہزاروں مکان جلا دیئے گئے۔ اس کے بعد نادر شاہی لڑائیوں میں پورا ہندوستان گھر گیا تھا اور ہر طرف بربادی ہو گئی۔ ۱۱۵۷ھ میں سیلاب، قحط اور فسادات ایک ساتھ واقعہ ہوئے جس سے قریباً ایک تہائی آبادی گھٹ گئی تھی۔ اور شہر برباد ہو گیا تھا۔

ایک دن ایسا فساد ہوا کہ زینہ کدل کے دونوں اطراف کو آگ لگا کر بھٹی بنا دیا گیا تھا، اسی سانحۂ عظیم میں حضرات میر بہاؤ الدین، حاجی عتیق اللہ اور ہاشم دہ بیدی علیہم الرّحمہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ۱۱۶۱ھ میں ایک اور عجیب واقعہ رونما ہوا تھا وہ یہ کہ دوپہر کے بعد شام تک فضائے آسمانی ایسا سیاہ اور تاریک ہوا کہ گرج، چمک اور باد و باران کے علاوہ گھپ اندھیرا ہوا جس نے دن کو برابر رات بنا دیا۔ اس سے پہلے ایسا ابرِ سیاہ کبھی دیکھا نہیں گیا تھا۔ اس حالت

Marfat.com

کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ غیر موسم میں بے موقعہ بارش شدید ہوئی جو آٹھ دن تک دن رات برستی رہی۔ پھر وہ طغیانی آئی کہ اس کا عشر عشیر بھی کسی نے نہ دیکھا اور نہ سُنا تھا۔ یہاں ہمیشہ سیلاب آتے رہے ہیں مگر ایسا سیلاب کوئی نہیں جانتا تھا، مکان گر کر تباہ ہوئے، شہر کے سارے پُل مسمار ہو گئے اور پانی میں درخت اکھڑ گئے۔ تاہم خداوند تعالیٰ کے فضل سے قحط نہیں پڑا، بلکہ خوشحالی اور فارغ البالی بر حال اور برقرار رہی۔

Marfat.com

۲۰

اکبری عہد کے بزرگانِ دین

۱۔ اہلہ ریشی بابا رح :۔

آنجناب علیہ الرحمہ وقت کے بڑے مرتاضوں میں سے تھے۔ وہ زبدۃ المرتاضین جناب ھردی ریشی بابا علیہ الرحمہ جیسے بزرگوں کی سلکِ تربیت میں رہ چکے تھے۔ وہ نفسانی لذات اور جسمانی راحات سے منہ موڑے ہوئے تھے، وہ خواہشات کے خلاف نفس کشی پر کمربستہ ہوگئے تھے اور سخت عبادات و ریاضات کیا کرتے تھے۔ آخر جب رحلت فرمائی تو قصبہ بیجبہاڑہ میں سید السادات حضرت سید محمد قریشی علیہ الرحمہ کے حظیرہ کے متصل ہی دفن کئے گئے تھے۔ ان کا مقبرہ بھی مرجع خلایق ہے۔ ؛

۲۔ شیخ عبدالکریم رح :۔

آنجناب علیہ الرحمہ کشمیر کے اربابِ حرفہ کے طبقے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور توفیقِ الٰہی و سعادت نامتناہی سے حضرت شیخ فتح اللہ علیہ الرحمہ کے مرید بن گئے تھے پھر جذبہ کو بہم پہنچایا تھا، مگر گزر رہے تھے پوشیدہ طور پر ہی۔ وہ اربابِ مکاشفہ میں سے تھے۔ عیال کے لئے سترِ حال اور قوتِ حلال حاصل کرنے کے واسطے ہریسہ پزی

Marfat.com

کرتے، ایک دیگچہ بیچتے اور ایک فقیروں میں تقسیم کرتے تھے۔ آخر اس شدتِ قحط میں جس میں کسی کی دُعا سے افاقہ یا شفا نہیں ہو جاتا۔ اکابرِ اولیاء میں سے ایک صاحب نے خواب میں سرورِ عالمیانؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ حضورؐ فرما رہے تھے: "کہ تم لوگ شیخ عبدالکریم سے دُعا اور توجہ کی استدعا کرو تو قحط دُور ہو جائے گا۔" اس لئے لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا اور عجز زاری کرکے دُعا کرائی تھی جس سے قحط دُور تو ہوا مگر اس واقعہ نے ان کو بھی مشہور کر دیا تھا۔ پھر جب انہوں نے رحلت فرمائی تھی تو محلۂ علاء الدین پورہ فتح کدل کے اوپر والے حصّے میں دفن ہو گئے تھے۔

۳:۔ حضرت میر محمدؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمۃ حضرت شیخ یعقوب صرفی قدس اللہ سرہٗ کے اخلف الخلفاء خلیفہ تھے۔ حضرت صرفی علیہ الرحمۃ نے دوسرا سفر کیا تھا تو اپنے تمام اصحاب کو ان کے سپرد کیا تھا، اور ان کو ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ ان کے طالبوں کی تربیت کرے۔ اس لئے تمام احباب ان ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حضرت الیشان قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد بھی وہی ان کے قائم مقام ہو گئے تھے۔ آنجنابؒ پورے سال میں ایک کرتہ کے سوا کوئی اور کپڑا نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ابتدائی سلوک میں بکمال ہمت مجاہدہ کا کمر کس لیا تھا، اور وہ ریاضت شاقہ

Marfat.com

کرنے پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ آخر پر اکلی کے والی کے استدعا پر کشمیر سے چلے گئے تھے اور پھر وہیں سکونت اختیار کیا تھا۔ وہاں ان کے لئے سلطان نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کرائی تھی جب تک زندہ تھے ارشاد بجا لاتے تھے۔ آنجنابؒ نے آخر ۴ محرم الحرام ۱۰۱۵ھ کو انتقال کیا تھا اور وہیں دفن ہو گئے تھے۔ آج وہاں ان کی زیارت گاہ ہے۔

۴۔ شیخ محمد یوسف ہاشمیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی تاجروں کے طبقے سے تھے جس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت سے ہدایت پائی اور حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کے پاس پہونچ گئے تھے، آنجنابؒ سے تربیت پا کر منازل سلوک سے آشنا ہو گئے تھے۔ اس کے بعد حرمین شریفین میں چلے گئے اور نہایت لمبا سفر کیا تھا تو بہت سارے مشائخ کو دیکھا جن کی خدمت اور صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے تھے وہاں سے بہرہ ور ہو کر پھر کشمیر آئے اور قصبہ بارہمولہ میں توطن کیا تھا۔ آخر وہیں ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی تھی۔ پھر اسی مشہور قصبے میں آسودہ ہو گئے تھے ان کا تاریخ وصال امجد ہے۔

۵۔ خواجہ بہاؤ الدین محمد خوارزمیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ خوارزمی الاصل تھے انہوں نے حج کی غرض

Marfat.com

سے سفر کیا تھا اور اصرار کے بعد شوبات میں داخل ہو گئے تھے۔ چونکہ وہ فنونِ ادراک کی غرض سے گئے تھے، اس لئے اکبر بادشاہ کے ندماء کی سلک تنظیم میں داخل ہو گئے تھے۔ آنجناب ۹۲۲ھ میں یہاں آئے تھے اور محلہ بلدیحیر میں داخل ہو گئے تھے۔ انہوں نے جاذبۂ الٰہی سے اکبری منصب کو چھوڑ دیا تھا اور عبادات میں سرگرم ہو گئے تھے اس کے بعد مزید استفادہ کرنے کے لئے میر سید اسماعیل شامی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور ان کے طالبوں میں شامل ہو گئے تھے، مگر بعض اہلِ خانہ کی وجہ سے جن کو کہ یہیں چھوڑا تھا، گاؤں میں واپس چلے آئے تھے۔ انہوں نے ۱۰۰۲ھ میں رحلت کی تھی۔

۶۔ شیخ ردی بابا ریشی رح

آنجناب علیہ الرحمہ بچپن میں ہی خالقِ بے نیاز، کارفرما و کارساز کی بندگی کی طرف نہایت ذوق و شوق اور عجز و نیاز سے مایل ہو گئے تھے۔ جب ان کو جذبۂ الٰہی ہوا تھا تو حضرت مخدوم شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچے تھے۔ انہوں نے جو کچھ جلوت میں دیکھا تھا اس سے زیادہ اور بہتر آنجنابؒ کے پاس موجود پایا تھا تو ان کے مرید بن گئے تھے۔ پھر تھوڑے ہی وقت میں کافی ترقی کی، وہ بے حد عبادت کرتے تھے اور اسی طرح صدو بیس (۱۲۰) سال عمر پائی تھی۔ ایک سو نو (۱۰۹) سال صائم الدھر تھے اور رحلت کے روز بھی افطار نہیں کیا تھا بلکہ وہ روزہ داری کی حالت میں ہی اپنے مولا سے جا ملے تھے۔

Marfat.com

انہوں نے اپنے پیچھے خرقۂ پشمینہ کے سوا اور کوئی چیز نہ چھوڑا تھا، وہ عالی ہمت محلہ حبہ کدل میں دفن ہوئے تھے ۔ وہ جگہ آج بھی محل فیض و برکت ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ۔ بابا نصیب علیہ الرحمۃ بھی ان کی خدمت میں آتے اور فواید پاتے تھے ۔

۷۔ حضرت شیخ حسنؒ

آنجناب علیہ الرحمۃ چندہ پورہ کے رہنے والے تھے جو پرگنہ کھاور پارہ میں ایک گاؤں ہے ۔ وہ بھی حضرت شیخ مخدوم حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کے خاص مریدوں میں سے تھے ۔ انہوں نے فنا فی الشیخ کا رتبہ پایا تھا حضرت شیخ مخدومؒ کو بھی ان کے حال پر کافی نظر عنایت مرکوز تھی اور وہ بھی کمالِ اعتقاد سے ہر سانس اور ہر کام حضرت مخدوم قدس سرہ کے ساتھ بسم اللہ شریف زبان پر لاتے تھے ۔ اٹھتے بیٹھتے بسم اللہ کا ورد جاری رکھتے تھے، جس کی برکت سے کافی فواید حاصل کئے تھے ۔ اور وہ اکابر اولیاء میں شامل ہو گئے ۔ (مدفن معلوم نہیں) ۔

۸۔ شیخ بہرام تنگیؒ

آنجناب علیہ الرحمۃ دنیا کے پختہ کاروں میں سے تھے اور حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ سے سلوک کی توفیق پائی تھی ۔ اس کے بعد ہر چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کا طالب ہو گیا تھا اور دنیا سے قطعی طو۔

Marfat.com

پر بر ودت پکڑ لی تھی۔ پھر پیر کامل کے حکم سے قریہ "کوٹنکوتہ اوتر" جو منتہائے کامراج میں واقع ہے، میں جاکر ایک چشمہ کے کنارے سکونت کی تھی وہاں خلوت کئے اور چلے کاٹے تھے۔ زمی شاہؒ مجذوب کا بھائی مسعود چک۔ جو حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے مخلص تھے، ان کی بے حد خدمت کرتا تھا۔ آنجنابؒ نے سخت عبادت اور مجاہدے کئے۔ نفس کشی اور دیگر عبادات میں عجیب کام کئے تھے۔ جب تک زندہ تھے طیٔ مکان میں سرگرم رہتے تھے۔ آخر یہ وہیں وفات پائی تھی، اور اسی چشمے کے کنارے دفن کئے گئے تھے وہ بھی مقامی زیارتگاہ ہے

۹۔ حضرت شیخ حیدر لاریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ لوگوں کی زبان پر "میر حیدر" علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ہیں۔ لیکن بابا داؤد مشکواتی علیہ الرحمہ جو خود بھی اسی طبقہ سے تھے اور آنجنابؒ کے قریب العہد بھی تھے۔ اپنی کتاب "اسرار الابرار" میں ان کی سیادت کا کوئی اظہار نہیں کرتے ہیں۔ بہر حال وہ جناب مخدوم الدوناء رضی اللہ عنہ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے کافی ریاضت اور بے حد عبادت کی تھی، پھر کراماتِ باہرہ بھی کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات جنّ اور دیو بھی ان سے استمداد کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیروں کے احوال میں نسخے بھی لکھے تھے، جن کو بعض لوگوں نے ان کے کمال اعتقاد اور اغراق پر محمول کیا ہے۔ غرض وہ ایک نہایت ہی مشہور ولی تھے۔ آخر جب انہوں نے رحلت کی تھی تو علاقہ لار

Marfat.com

کے گاؤں "تولہ مولہ" میں مدفون ہو گئے تھے۔ وہ زیارت گاہ ہے۔

۱۰۔ شیخ بایزید شمناکی رح :۔

آنجناب علیہ الرحمہ پرگنہ انجہ کے رہنے والے تھے۔ اور وہ بھی حضرت مخدوم العرفاء قدس سرہ کے مرید بن گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کافی سیاحت کی تھی اور حرمین شریفین میں بھی پہونچ گئے تھے۔ اس سیاحتِ طویلہ کے بعد وہ مکمل طور پر زاویہ نشین ہو گئے تھے۔ اس زاویہ میں کوئی روزن یا کھڑکی نہیں تھی۔ ایک دن حضرت مخدوم رح نے اس کلبہ میں اپنے قدم مبارک رکھے تھے اور اس کی خیر و عافیت پوچھی تھی آنجناب رح نہایت ہی خوش اور شاکر ہوئے تھے۔ حضرت سلطان العارفین رضی اللہ عنہ واپس آئے تھے۔ اس کے بعد ایک مخلص نے اس زاویہ میں ایک دریچہ بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ اور وہی ارادہ لے کر حضرت شیخ کے پاس آیا۔ مگر شیخ بایزید رح نے نہیں مانا اور فرمایا کہ "حضرت مخدوم کی نظر میں دریچہ کے بغیر ہی یہ کلبہ آیا ہے۔ انہوں نے مزید کوئی حکم نہ دیا بلکہ اسی دستور پر مسلّم رکھا ہے۔ لہذا ان کا پسند آمدہ اور ان کا منظور کردہ مجھے بھی پسند ہے میں ان کی بات کے خلاف کرنے کا مرتکب نہیں ہو سکتا ہوں۔"

سبحان اللہ! یہ بھی پیروں اور مرشدوں کی اطاعت کا حال یا ان کی نظر کی رعایت یا ان کے خاطر کی پاسداری! ۔ ان مرشدوں نے بھی اپنے مریدوں سے کس درجہ کی جان بازی دیکھ لی تھی۔ اور وہ:

Marfat.com

مرید بھی کس قسم جان بازی کر کے دکھاتے تھے؟ (وہی پیرانِ کامل اور مریدانِ صادق تھے۔) ؂

۱۱۔ حضرت مخدوم حاجی موسیٰ ؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت حاجی احمد قاریؔ علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے جو غرائب روزگار میں سے تھے۔ وہ عجیب حالات رکھتے اور قیود و رسوم کی بندشوں سے آزاد تھے، بلکہ اس کی ہستی کی بنیاد بھی برباد تھی۔ وہ کبھی جنگل کی طرف نکلتے تو کبھی خانقاہ میں آکر سکونت کرتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور بھی چلے گئے تھے وہاں جب ایک مست میل کو اس مقبول الست کو لوگوں نے واجہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اسے ہاتھ کے ضرب اور دھکے سے دور کرتے تھے تو لوگ ان پر امڈ آئے اور وہ مشہور ہو گئے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے پھر مراجعت کی اور کشمیر آئے تو کافی لوگوں کو مستفید فرمایا تھا۔ آخر اپنے والد بزرگوار کے مقبرے میں دفن ہوئے تھے۔ ؂

۱۲۔ حضرت مولانا شاہ دولت ؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ محض جاذبہ الٰہی سے خدا طلبی کی راہ میں آئے تھے، پھر حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے تھے اور ارادہ حاصل کیا۔ لیکن وہ بابا ہردی ریشی علیہ الرحمہ کے ساتھ اکثر و بیشتر صحبت کیا کرتے تھے پھر ان کو اپنا پیر و مرشد مانتے تھے۔ وہ

Marfat.com

اکثر مغلوب الحال ہوا کرتے اور نعرہ مار کر مدت تک بے ہوش پڑے رہتے تھے۔ وہ آئندہ حالات و واقعات کی خبریں بھی دیا کرتے تھے آنجناب اکثر عورتوں خاص کر دلہنوں اور دوشیزاؤں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے جسے دیکھ کر ہردی بابا علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ " روئی اور آگ ایک ہی جگہ پر رکھی نہیں جاسکتی ہے۔" اس فقرہ کو سن کر انہوں نے روئی میں ایک انگارہ لپیٹ کر ان کے پاس بھیجا تھا، بابا علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ پنبہ کا ایک ریشہ بھی نہ جل گیا تھا گویا آگ اور روئی اپنی اپنی حالت پر برابر قائم تھے۔ (ان کا مدفن معلوم نہیں)۔

۱۳۔ شیخ حاجی اوترؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے قدیم فرزندوں میں سے تھے۔ جو ہمہ تن ہو کر زہد و تقویٰ سے مزین تھے انہوں نے بھی حرمین شریفین میں جانے کا توفیق پایا تھا وہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو جاگنے میں گزارتے تھے۔ گویا صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ وہ حج کا سفر پا پیادہ کرتے اور سفر کے دوران کبھی افطار بھی نہیں کرتے تھے۔ یہاں سے جاتے ہوئے اور وہاں سے آتے ہوئے کبھی روزہ نہیں کھولتے تھے۔ آخر جب مراجعت فرمائی تو قریہ اہو میں اقامت کی تھی۔ وہ قریہ پرگنہ کرہن میں واقع ہے جب انہوں نے رحلت کی تھی تو اسی گاؤں میں دفن ہو کر آسودہ بھی ہو گئے تھے۔

Marfat.com

۱۴۔ شیخ کنگی ریشی رحؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ نے عین جوانی اور اسباب کامرانی میں ہی زہد راستی اور ذوقِ خدا پرستی بہم پہونچایا تھا۔ انہوں نے ریشیوں کے طریقے کو اختیار کیا تھا، وداوسیی تھے اور آخر میں حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی ارادت بھی حاصل کرلی تھی۔ ان کے پاس ایک گائے تھی جو خادموں کے نمک کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بیچ ڈالی تھی۔ مگر وہ گائے نہیں نکلی بلکہ شیخ کے صومعہ کے پاس ہی کھڑی دیکھتے رہی تھی، اور وہ بیزبانی میں استدعا کرتی تھی کہ وہ جدائی نہیں چاہتی ہے۔ تو شیخ نے خادموں کو گائے بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ اس بناء پر آنجنابؒ نے عمر بھر اور آخری سانس تک نمک کھانا ہی چھوڑ دیا تھا اور گوشت کو بھی قطعی طور پر ترک کیا تھا۔ ایک دفعہ ایک بھنی ہوئی مچھلی ہدیہ کے طور پر ان کے پاس لائی گئی تھی اور نہایت منت وزاری کرکے ان کو وہ مچھلی کھانے پر مجبور کردیا گیا تھا۔ مگر چونکہ انہوں نے کبھی زندگی میں گوشت نہیں کھایا تھا۔ اس لئے لوگوں کے اصرار پر فرمایا تھا: کہ " اچھا! اس مچھلی کو نمک کا اثر دُور کرنے کے لئے پہلے اسے پانی سے دھو ڈالو۔" کیونکہ آنجنابؒ نے نمک کو چکھنا اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا، مگر جونہی وہ مچھلی پانی میں ڈالی گئی وہ زندہ ہوئی اور کود کر تیرتی ہوئی بھاگی تھی۔ ان کی کرامات اور اس قسم کی حکایات اور بھی بکثرت مذکور ہیں۔ آخر پر جب آنجنابؒ

Marfat.com

نے رحلت فرمائی تھی تو پرگنہ بانگل کے ایک گاؤں "وانی گام" میں آسودہ ہوگئے تھے۔ یہ ۱۰۰ھ کا واقعہ ہے، وہ آستانہ آج بھی زیارت گاہ ہے۔ ٭

٭

اس عہد کے صوفیانہ بزرگان
اور
علماء و فضلاء

ا۔ مظہر فیض ذوالجلال آخوند ملا جمال رح۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک زبردست محرر وقت اور علامہ روزگار تھے اس کے علاوہ وہ ایک عارف علوم اسرار بھی تھے، ظاہری دینی علوم کے علاوہ باطنی علوم کے معارف اسرار بھی تھے۔ دینی علوم میں تو وہ ایک مرتبہ خاص رکھتے تھے۔ علوم مختلفہ کے ساتھ ساتھ کمال کا شغل رکھنے کے باوجود ان کا خاطر مبارک اکثر راہ معنوی میں طئ منازل کرنے میں بھی مصروف رہتا تھا۔ انھوں نے ارادت معنوی عارف ربانی حضرت بابا فتح اللہ قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی جن کی ذکر خیر بھی ہو چکی ہے اور جو شالکوٹ میں مسند نشین تھے۔ پھر حضرت ملا علیہ الرحمہ نے اپنا روز و شب ساری عمر شریف اور مبارک

Marfat.com

زندگی علوم ظاہری اور اسرار باطنی کے درس و تدریس میں صرف فرمائی تھی۔ وہ شیخ المشایخ نورالدین علیہ الرحمہ کے ساتھ نہایت کم اخلاص کرتے تھے تو ایک رات سیدِ عالم حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہو گئے تھے۔ اس میں ایک بزرگ کو بھی دیکھا تھا جو حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پہلو میں آپ کے قریب تر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :کہ " اے جمال! یہ شیخ نورالدین ہے جو کام انہوں نے کیا ہے اس کی گرد کو بھی کوئی پہونچ نہیں سکتا۔" مختصر یہ کہ بے شمار اکابرِ وقت مشایخ کو آنجناب نے مستفید کیا تھا جن میں بابا نصیب الدین اور شیخ اسماعیل علیہما الرحمہ بھی شامل تھے، ان کو جسمانی لذات کی بھی کوئی رغبت نہیں تھی اور گوشت نہایت کم کھاتے تھے، وہ لباس بھی بے تکلف پہنتے اور فرش کی بھی کبھی فکر نہ کرتے تھے بلکہ بوریا پر ہی بیٹھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بابا فتح اللہ علیہ الرحمہ کی ایک صبیہ زاہدہ مولانا کی زوجیت میں تھی۔ آنجناب نے رحلت فرمائی تو کشمیر میں ہی آسودہ بھی ہو گئے تھے۔

۲۔ مطلع الانوار لاینزال آخوند ملا کمال ؒ

آنجناب علیہ الرحمہ مولانا جمال الدین مذکور علیہ الرحمہ کے بھائی

Marfat.com

تھے۔ وہ دقائق کے حلاّل اور حقائق کے کشّاف تھے۔ ان کی علمی نسبت کافی غالب تھی۔ چنانچہ ان کے برادرِ عالیقدر کو بھی تقویٰ کے لحاظ سے راجح تھے، اس علمی اور عملی مجموعے کے باوجود وہ زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ حضرت بابا فتح اللہ علیہ الرحمہ کے ساتھ وہ علاقہ دامادی رکھتے تھے اور اسی علاقہ کی وجہ سے ارادتِ معنوی کے ساتھ ساتھ سلوک باطنیہ کو بھی سمیٹ لیا تھا۔ مگر وہ سب آنجناب علیہ الرحمہ کی صحبت سے ہی ممکن ہو چکا تھا، اس کے بعد حضرت خواجہ عبدالشہید نقشبندی احراری قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں پہونچے تھے جو مقرب پروردگار خواجہ عبداللہ احرار قدس سرہٗ کے احفاد امجاد میں سے تھے۔ اور وہیں کمالاتِ روحانیہ سے بہرہ ور ہو گئے تھے، پھر شالکوٹ اور لاہور میں جا کر علوم کا افادہ کیا تھا، اس کے بعد الکتہ عالم کی خدمت میں رہ کر فیضیاب ہوئے تھے اور صاحبِ کمال بن گیا تھا اس کے بعد آنجناب علیہ الرحمہ مدرسے میں علم فن اور حکایات کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کا درس دینا مشہور ہو گیا تھا۔ اسی طرح ان کی کرامات لوگوں میں مشہور و مذکور تھیں۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہٗ بھی اوائل حال میں آنجنابؒ کی خدمت میں آکر علومِ صوریہ کی کسب کرتے تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے عالم مثلِ مولانا عبدالحکیم شالکوٹی قدس سرہٗ بھی آنجنابؒ کی خدمت میں رہ کر مستفید ہوتے رہتے تھے۔ جب ان کو اجل موعود آپہونچا تھا تو لاہور میں رحلت فرمائی تھی اور پھر وہیں آسودہ بھی ہو گئے تھے یہ ۱۰۲۷ھ

تھا۔ تاریخ وصال :۔ ملحق حق قطب و تاج اولیاء ملا کمال ۔ ھ

۳۔ شیخ اسماعیل چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب علیہ الرحمہ سرینگر کے سوداگرزادوں میں سے تھے اور وہ تحصیلِ علوم میں مشغول ہو گئے تھے جس کے لئے انہوں نے دور دراز کے سفر بھی اختیار کئے تھے۔ وہ مولانا جمال الدین قدس سرہٗ کی خدمت کثیر البرکت میں آکر علوم فریدہ کا استفادہ کرتے تھے۔ حضرت مولانا جمال الدین مذکور (جن کی ذکر ہو چکی ہے) کے احوال کی صفائی کمال ورع و تقویٰ کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے، آخر الامر وہ شیخ خدا آگاہ حضرت نور الدین قدس سرہٗ کی خدمت میں آپہونچے تھے جو حضرات چشت علیہم الرحمہ کے اکابرین میں سے تھے۔ پھر اپنے ارادت کا چہرہ ان کے دہلیز پر رکھا اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر سلوک کے منازل اور کمال کے مراتب طے کئے تھے، وہ میر عبد اللہ بلخی علیہ الرحمہ سے بھی مجاز ہو کر سعادت و ارشاد کی عنان کشمیر کی طرف لے آئے تھے یہاں پہونچ کر کنج عزلت کو اختیار کیا تھا۔ وہ بہت استغراق رکھتے تھے اور سر پاک کو اوپر کی طرف کبھی نہیں اٹھاتے تھے، نہ کسی کی طرف التفات ہی کرتے انہوں نے ایک ہی مدرسہ میں بارہ سال تک مداومت کے ساتھ درس دینے میں اشتغال کیا تھا۔ مدرسے کے اوپر انگور کی ایک تاک تھی جو سالکوں پر اپنا سایہ ڈالتی رہتی تھی۔ ایک دن اس تاک سے

Marfat.com

پانی کا قطرہ گرا تھا جو اس ایزد پاک کے برگزیدہ کی کتاب کے صفحے پر پڑا تھا تو وہ متحیر رہ گیا تھا۔ حاضرین نے ان کو اس تاک اور سایہ سے مطلع کیا ورنہ وہ ابھی تک اس تاک سے بے خبر تھے کیونکہ انہوں نے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا، جب آخر وفات کی تو ملہ کھاہ کے وسیع مقبرے میں قاضی موسیٰ شہیدؒ سے ذرا اوپر دفن کئے گئے تھے۔ گویا وہ مولانا جمال الدینؒ کے مقبرے کے ہی قریب ہی سر راہ اوپر کی طرف آسودہ ہیں جس کا کوئی احاطہ بھی نہیں ہے وہ مقبرہ مدت تک مرجع خلائق رہا ہے۔

۴۔ مولانا میر محمد افضلؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی اشرافِ روزگار میں سے تھے اور انہوں نے وفورِ علم سے علماء بجور کے صف میں اپنی جگہ پالی تھی۔ وہ حضرت بابا داؤد علیہ الرحمہ کی طرح تھے، ان سے بھی لوگ تلمذ کرتے تھے۔ خدا کی عنایت سے انہوں نے سلوک کی راہ بھی طے کر لی تھی، اور پھر حضرت محبوب العالم شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کے مریدوں کو بھی پالیا تھا۔ اس کے بعد سلوکِ ناپیدا کنار میدان میں کود پڑے تھے اور تھوڑے ہی دنوں میں اقران سے بڑھ گئے تھے، وہ تمام ہمعصروں میں فائق ہو گئے تھے یہاں تک کہ خاصانِ خدا کے شمار میں آ گئے تھے۔ آخر الامر آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشارے سے حرمین میں چلے گئے تھے اور وہاں پر عنایاتِ بے نہایات حاصل کئے تھے، پھر بڑی خوش قسمتی

Marfat.com

سے اُسی سرزمینِ خلد بریں میں رحلت کر گئے تھے۔ پھر عزت و احترام کے ساتھ وہیں زمینِ حجاز میں دفن ہو گئے تھے۔

۵۔ خواجہ حسن قاری رحؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ بلدِ تمیری تھے اور علوم مختلفہ سے بہرور تھے۔ آخر عبدالملک قاری علیہ الرحمہ کے ایک خلیفہ سے علم قرأت کا کسب کیا تھا جس کی خود بھی بعد میں متواتر طور پر درس دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جاذبۂ الٰہی سے مخدوم العالم شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں چلے گئے تھے اور وہاں بیعت ہوئے۔ پھر اسرارِ الٰہی اور علوم باطنی سے شرف اندوز ہو گئے تھے۔ آنجنابؒ نے کافی مجاہدے کئے تھے۔ ترکِ اشغال دنیوی کر کے ہمہ تن ہو کر یادِ حق میں مشغول ہو گئے تھے۔ وہ اکثر روحانی عالم میں حضرت سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیضیاب بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے پورے طور پر مرجعیت کو بہم پہونچایا تھا اور علاقۂ زینہ گیر کے موضع شیوہ میں گوشہ گیر ہو گئے تھے۔ جب رحلت فرمائی تھی تو اسی گاؤں میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا مقبرۂ متبرکہ آج بھی ایک خاص زیارتگاہ ہے، جو عام اور خاص کے لئے ایک حلاوت بخش آستانہ ہے۔

۶۔ خواجہ اسحاق قاری رحؒ۔

آنجناب علیہ الرحمہ خواجہ حسن قاری مذکور علیہ الرحمہ کے برادر

Marfat.com

تھے، وہ بھی علم قرأت کے ساتھ حفظ وافر رکھتے تھے۔ دونوں بھائی ہمیشہ اربابِ باطن کے ساتھ ان کی صحبت میں رہنا پسند کرتے تھے شیخ احمد نامی ایک۔ بزرگ" جو صاحب جذبہ بھی تھے اور فتوح باطن سے مزیّن تھے' کے ساتھ بھی انہوں نے ملاقات کی تھی۔ ان سے عجیب و غریب حالات کو مشاہدہ کیا تھا، پھر ان سے فوائد باطنیہ بھی حاصل کئے تھے۔ بعد میں مخدوم العالم حضرت شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں آکر رہنے کا بار پایا تھا۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ ایک اور قلندر سے آشنا تھے جس کے امر سے وہ ایک ایسے شغل کے مرتکب ہو گئے تھے جس پر شرعاً الزام بھی عاید ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جب مخدوم العرفاء قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے تو اُن کے کشف سے اُس امر قبیح سے مجتنب ہو گئے تھے تو سچے دل سے توبہ کی تھی۔ اس کے بعد اس راہ کے صادقوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ایک دن اپنے مرشدِ پاک قدس سرہٗ کے حکم سے چند کوڑے بھی کھائے تھے مگر ان کی حالت ذرہ بھر تغیر پذیر نہ ہو سکی تھی اور بشارت سے قبول توبہ کا افتخار حاصل کر لیا تھا۔ انہوں نے بائیس" سال تک شیوہ گاؤں میں جا کر انزوا کیا تھا اور آخر ذوق وشوق کے غلبہ سے خود کو حرمین شریفین میں پہونچا دیا تھا، وہاں مناسک حج ادا کرنے کے بعد اس نیک بخت نے برابر ایک سال تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جوارِ رحمت میں اوقاتِ انفاس بسر کئے تھے، پھر اسی سرزمین جنت البریں میں جان شیریں جان آفریں کو سپرد کیا تھا۔ وہ مزار بقیع میں آسودہ ہیں۔ ؎

۷ ۔ مولانا قاضی محمد صالح رح :۔

آنجناب علیہ الرحمہ مولانا قاضی موسیٰ علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے۔ وہ ایک عالم، عامل اور فقیہہ تھے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی ان کی شان الگ تھی، ان کے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد جب چکوں کی بنیاد ہل گئی تھی، بلکہ ان کی مملکت بیخ و بُن سے اکھڑ گئی تھی اور ریاست کشمیر نے شاہان چغتایہ کے ساتھ تعلق پیدا کردیا تھا تو اس وجہ سے کہ یہاں کی قضاگری ان کی حق وراثت تھی اور وہ اس کے اہل بھی تھے۔ لہٰذا ان کو اس عہدۂ جلیلہ پر مقرر کیا گیا تھا جو انہوں نے طوعاً و کرہاً قبول بھی فرمایا تھا پھر اجرائے احکام میں شرعاً و عرفاً نیک نامی حاصل کی تھی۔ وہ علوم صوری کے علاوہ تو مراعات تقویٰ بھی بتایا کرتے تھے۔ اور سیدہ عارفہ کاملہ بی بی بیگمان بٹ کے شرف کو بھی خوارج سے پایا تھا پھر ولایت مرتبت، سیادت منزلت جناب سید میر خان علیہ الرحمہ کو بھی پایا تھا۔ (اس سے زیادہ مذکور نہیں۔) ؛

Marfat.com

۳۱

عہد جہانگیری کے بزرگانِ دینؒ

۱۔ قدوۂ اہلِ شہود خواجہ مسعود پانپوریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمۃ تاجروں کے طبقے سے تھے اور امیر گھرانے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے اس وقت طلب الٰہی کا توفیق پایا تھا جب ان کا کاروبار جوبن پر تھا۔ مگر ان کو اس کے ساتھ دل نہیں لگتا تھا۔۔۔ ایک دن گھر سے دُور جا کر ایک ویرانے میں ٹھہرے، جہاں پر کسی کو خبر کئے بغیر ہی دو ماہ یعنی ڈیرھ چلہ کاٹا تھا۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے سے بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کی ارادت میں چلے گئے تھے۔ جب ان کی خدمت میں پہونچ کر سرگزشت سُن لی تو پھر خلوت پر مامور ہو گئے تھے۔ حضرت خاکی علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر ہی زبدۃ العرفاء حضرت ہردی بابا علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت سے بھی فائز ہو گئے تھے۔ ان کی خدمت میں رہ کر بھی پھر حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی ملازمت کے متعلق مؤکد ہو گئے تھے۔ انہوں نے سلوک کے کسب و کمالات کے پانے میں بڑی جدوجہد کی تھی۔ اور پھر بقیہ عمر اپنے وطن پانپور میں گزاری تھی۔ وہ زعفران کے حاصل سے اپنا غذا اخذ کرتے تھے، زعفران کی کاشت خود اپنے ہاتھوں سے کرتے اور اس میں کافی احتیاط برتتے تھے۔ وہ اپنے وقت

Marfat.com

کے تمام اصحاب کثالیش میں ممتاز تھے۔ اپنی کمائی کو فقیروں اور محتاجوں میں بانٹتے تھے، اپنے نفس اور اپنے اہل بیت کے لئے اس میں سے کوئی چیز استعمال نہ کرتے تھے۔ کشف و کرامات کے لحاظ سے وہ تو اشراف بزرگان میں سے تھے۔ انہوں نے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی تھی اور برہانپور میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کے مقبرے سے فیض و برکت بلکہ آثار جذبیہ اور کرامات ابھی تک برابر جاری ہیں۔ ان کے اولاد اور خلفاء بھی برجستہ تھے۔ جن کی ذکر اسی کتاب میں آگے اپنی جگہ پر آتی ہے۔ رحمتہ اللہ علیہم۔

۲۔ شیخ محمد لبیبؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ مولانا شنگرف گنائی علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے۔ جن کی ذکر ہو چکی ہے، وہ خدا دانی کے جوہر اور الطاف ربانی کے مورد تھے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد سے صوری اور معنوی دونوں قسم کی تربیت پائی تھی۔ ہمانانکہ وہ حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ سے بھی استرشاد اور ارادات سے فیضیاب ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب وفات پائی تھی تو اپنے والد ماجد کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ وہ شیخ محمد امین علیہ الرحمہ کے ساتویں جد بزرگوار تھے۔ وہ راقم الحروف (یعنی خواجہ اعظم مورخ و مصنف علیہ الرحمہ) کے جدِ مادری ہیں۔

۳۔ حضرت میر نازک قادریؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ شہر کے

Marfat.com

امیر زادوں میں سے تھے۔ گویا وہ نجبائے شہر اور مقتداءِ عصر میں سے تھے۔ وہ جناب محبوب العالم حضرت شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کی پاک خدمت میں پہنچے تھے، مگر ارادت حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ سے ہی کی تھی۔ اس کے بعد ان کی تربیت سید عالی مرتبت میر اسماعیل شامی علیہ الرحمہ کے سپرد ہو چکی تھی اور انہوں نے طریقۂ عالیہ قادریہ کو خوب نبھایا تھا۔ سید مذکور کے حکم سے سرنگر میں اس سلسلے کی سند آرائی بھی وہی ہوئے تھے۔ انہوں نے اس سلسلے کی لوازم ظاہر فرمائے اور اسے جاری رکھا تھا، وہ علم و عمل دونوں میں کافی بہرہ رکھتے تھے۔ امور سکریہ کے گرد ہرگز نہ جاتے تھے۔ مشہور ہے کہ ایک بزرگ سماع کے ساتھ بھی مشغول رہتے بلکہ وہ اس فن کے مشہور فنکار بھی تھے۔ وہی آنجناب کو دیکھنے آئے مگر انہوں نے اجازت نہیں دی کہ وہ اندر آئے اور نہ خود باہر نکلے کہ ان سے ملتے۔ اس بزرگ شقعہ لکھا کہ ہم اشتیاق سے آئے ہیں تو اسی شقعہ کے پشت پر لکھ بھیجا کہ ہم جل کر خاکستر ہو گئے ہیں۔

الغرض آنجناب عبادات اور اجتنابات میں فرد تھے۔ وہ لو فضولیات سے بچنے میں اقران سے ممتاز تھے۔ جمعہ اور جماعت کے بغیر حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ان کو کسی مرید نے ضیافت پر مدعو کیا تھا، مگر اس مرید کے مال کا شریک اس کا بھائی وہاں موجود نہیں تھا اور نہ اس سے پوچھا تھا۔ اس لئے دعوت قبول نہیں فرمائی۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ سے ایک میوہ حلال جان کر لایا تھا تو اس نے

Marfat.com

فرمایا: کہ "معلوم نہیں تُو نے اس پھل کا خراج یعنی عشر ادا کیا ہے یا نہیں ـ" جو ان کے حالات اور کمالات لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے ـ کیونکہ ان کی کرامات اور برکات حد سے زیادہ ہیں ـ سلسلہ عالیہ قادریہ اسی کے خانوادہ سے اس شہر میں ترویج پا گیا ہے اور وہی طریقہ آج تک جاری ہے ـ ان کے احباب سجادہ نشین بن گئے تھے ان کی ذکر بھی اپنی جگہ آئے گی ـ سنہ ۱۰۲۲ھ میں ایک عجیب الخلقت اور غریب الہیت جانادار جامع مسجد کی ایک ستون کے بعد دوسرے ستون پر چلے اور اس طرح چاروں ستونوں کا طواف کیا تھا، اور پھر چلا گیا ـ یہ عام لوگوں نے بھی دیکھا تھا ـ اسی کے عنقریب حضرت میر نازک علیہ الرحمہ نے قضا کیا تھا ـ اس قسم کے جانادار کو پھر دو دفعہ مسجد شریف کے مختلف جگہوں پر طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا تھا اور ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی عظیم واقعہ رونما ہوتا تھا ـ ایک دفعہ مہلک طاعون پھوٹ پڑی تھی اور دوسری دفعہ شدید قحط ہوا تھا ـ حضرت میر نازک علیہ الرحمہ کا تاریخ وفات تھا: "لقیاً لقیاً" مکرر پایا گیا ہے ـ "رفع اللہ درجاتہ ورزقنا اللہ من برکاتہ" یعنی: خدا ان کے درجے کو بلند کرے اور ان کے برکات ہم کو بھی نصیب کرے ـ ❁

۴ ـ شیخ بابا عبد اللہؒ ـ

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت بابا مسعود نروری علیہ الرحمہ کے فرزند

Marfat.com

ارجمند تھے۔ اور وہ اپنے وقت کے ایک بزرگ تھے یگانہ اور یکتا۔ علم، عمل، زہد اور تقویٰ میں ان کی پاک زندگی گزر رہی تھی۔ آنجناب مرجع خلائق ہو گئے تھے۔ اور وہ اولاد باکمال بھی رکھتے تھے کشف قلوب اور کشف قبور میں اتنے کامل اور باکمال تھے کہ گویا یہ کام ان کے ہاتھ میں دی گئی تھی۔ ان کی بیوی نہایت تند طبیعت اور ستیزہ رو تھی جس کے ہاتھ اور زبان سے آنجناب علیہ الرحمہ کافی اور متواتر اذیتیں اٹھاتے تھے اور جسے دیکھ کر لوگ بھی خاص کر معتقدین نہایت اضطراب میں ہی رہتے تھے اور انہوں نے اصرار کیا تھا کہ اسے چھوڑ دیں اور طلاق دے کر جدا کریں ہر چند وہ اصرار کرتے۔ لیکن آنجنابؒ تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کرتے تھے کہ میں اس بلا اور مصیبت کو چھوڑ کر کیوں دوسرے کے سر پر پھینک دوں (یعنے: اگر میں اسے طلاق دوں اور اسے دوسرا کوئی نکاح میں لائے تو وہ بے چارہ عذاب میں پھنس جائے گا۔) :

۵۔ شیخ باباحاجیؒ :-

آنجناب علیہ الرحمہ بھی باباتروریؒ کے ایک نخل برومند تھے جو صاحب استعداد بھی تھے اور وہ ارشاد کے مرتبے تک بھی پہونچ چلے تھے کشف و کرامات اور ریاضت و استقامت میں عظیم مرتبہ رکھتے تھے وہ ایک منفرد شان کے بزرگ تھے۔ بلکہ آنجنابؒ عبادات شاقہ کے پہاڑ تھے۔ (اس سے زیادہ نہیں لکھا گیا ہے۔) :

Marfat.com

۶۔ شیخ بابا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت بابا مسعود نردری علیہ الرحمہ کے فرزند دلبند تھے جو ایک بلند احوال اور احسن المقال بزرگ تھے۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ شب و روز اپنی عمر شریف گزارا کرتے تھے (ان دونوں بھائیوں کا وفات اور مرقد معلوم نہیں)

۷۔ مولانا شاہ گدا رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ کا مولد موضع کرنکشون تھا جو سوپور کے توابع دیہات میں ایک گاؤں ہے وہ ایک خاص تقریب پر سرینگر آئے تھے اور پھر یہیں سکونت کی تھی۔ ان کا گزر ایک دن شیخ احمد قاری علیہ الرحمہ مخدوم کی خانقاہ فیض پناہ میں ہوا اور حضرت مخدوم حاجی علیہ الرحمہ (جنکی ذکر ہو چکی ہے) افادۂ صوری و معنوی میں مشغول تھے اور آنجناب ؒ کی طرف بھی نظر عنایت کی اور وہ متاثر ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان ہی کی صحبت اور خدمت میں رہنے کا التزام کیا۔ یہاں دینی علوم کے لوازم کی تکمیل کی بلکہ اشتغال باطنی اور تلقین بھی پالیا تھا، جس سے ان کو ایک لذت سی محسوس ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہر چیز سے منہ موڑا اور اپنے کام میں لگ گئے، تھوڑے ہی عرصے میں غیبی فتوحات حاصل کئے یہاں تک کہ اپنے اقران پر فایق ہو گئے پھر وہ کائنات میں مرجع اور کرامات میں مشہور ہو گئے۔ جب لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا تھا تو خواجہ داؤد ولی مجذوب

Marfat.com

علیہ الرحمہ انکے پاس آئے اور ملامت کی ۔ پھر کہا : " تو آخر میری طرح جنون میں کیوں نہیں پڑتے تاکہ یہ کثرت ازدہام قبول نہیں کرنی پڑتی ؟ " انہوں نے جواب دیا کہ " ابھی تم نے کیا دیکھا ؟ کل بازار اس سے گرم تر ہوگا ۔ "

جمعۃ المبارک کا دن تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا تو اس سے فرمایا کہ " وہ خانقاہ کے اطراف میں ایک جگہ مہیا کرے ، جو دوسرے جمعہ کو کام آئے ۔ " پھر دوسرے جمعۃ المبارک کو ایوان کے نیچے خادموں کے ساتھ بیٹھ گئے اور بہت سے معارف ولطائف بیان فرماتے تھے ۔ آخر شب میں دریا کی طرف آئے اور تجدید وضو کیا پھر جب اپنے حجرے میں پہونچے تو خانقاہ کو چن لیا اور عالم کو اس سے خبردار کیا تھا ۔ چاشت کے وقت تک لوگ باہر نگران اور حیران تھے ، پھر اسی روز نصف النہار کے وقت وفات پایا تھا ۔ یہ ۱۰۲۲ھ تھا اور ان کا تاریخ وفات ہے : " گدائے شاہِ اقلیم ولایت " اور وہیں پر آسودہ ہو گئے ۔

۸ - خواجہ حبیب اللہ نوشہری ؒ ۔

آنجناب علیہ الرحمہ شہر کے تاجروں کے طبقے کے ساتھ متعلق تھے ۔ جب ان کے دل میں طلبِ حق کا داعیہ پیدا ہوا تو حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کی جناب میں پہونچے اور ارادت کا توفیق پایا ، انہوں نے دل کو ہر چیز سے متنفر کر دیا اور امرِ حق کے ساتھ قیام

Marfat.com

فرمایا جس سے فتوحات کے مورد بن گئے تھے۔حضرت الشان علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے اشارے سے جناب میر محمد خلیفہ علیہ الرحمہ جن کی ذکر ہو چکی ہے کی خدمت میں تربیت کے لئے پہونچ گئے حضرت الشانؒ کی مراجعت کے بعد پھر آنجنابؒ سے ہی مستفید ہوتے رہے تھے۔ آخر آنجنابؒ سے خلافت اور مسند پائی۔ غلبۂ شوق، استغراق، تقید، وجد حال اور شدّت سماع کے باوجود انہوں نے ایک جماعت کو ارشاد تک پہونچایا تھا۔ وہ اپنے غلبۂ شوق کو اشعار میں ادا کرتے تھے، ان کے اس قسم کے درد انگیز اشعار، عشقیہ غزلیں اور نعتیں وغیرہ عوام میں کافی مقبول ہیں، وہ خود پڑھتے تو روتے اور دوسروں کو بھی متاثر کرتے تھے۔کبھی کبھی مغلوبیت اور استغراق کی وجہ سے اطفائے احتراق اچھلتے اور آلات سماع کے تنغمات سے مشغول رہا کرتے تھے۔ ان کے عشقیہ اشعار کا دیوان سوز و گداز اور ناز و نیاز سے بھرا ہوا ہے۔جس میں سے چند بیت یہ ہیں:

اے کہ بہشت بے تو عذابم عذاب
آتش دوزخ ہمہ با تو گلابم گلاب
گر مئے شوقت چہ کرد؟ بزمئے ذوقت چہ کرد؟
سینہ کبابم کباب، دیدہ پرآبم پرآب
بے تو نہ سرو و نہ گل بے تو نہ جام و نہ مل
بے تو کدام است ماہ؟ بے تو کدام آفتاب

Marfat.com

محبیؒ بے چارہ بین اشک افشاں بر زمین
کردہ زراعت جنین اوست طعام وشراب

آنجناب علیہ الرحمہ نے مرشد بزرگوار کے احوال نظم ونثر دونوں میں کتاب کی صورت میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے ۱۰۲۲ھ میں شدید قسم کے غلبۂ طاعون سے وفات پائی تھی۔ اور ان کا آستانۂ متبرکہ محلۂ "نوشہرہ" میں پورے ملک کا مرجع ومطاف ہے۔ ❊

۹۔ حضرت میر یوسف قادریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت میر نازک علیہ الرحمہ کے صاحبِ قدر وشرف خلف تھے جو ظاہری وباطنی کمال سے آراستہ وپیراستہ تھے۔ والد بزرگوار کے واقعہ کے بعد وہ ارشاد کی مسند خلافت پر بیٹھ گئے تھے اور ابھی چار پانچ سال زندہ رہے۔ پھر وہ بھی وباء مذکور میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ ۱۰۲۷ھ تھا اور اپنے والد ماجد کے حظیرہ میں دفن ہو کر آسودہ ہو گئے تھے

۱۰۔ شیخ محمد شریفؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ شوکہ بابا علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے غیبی واردات سے غلبہ پایا تو اہلِ بینش نے ان کے جذبہ کو جنون پر محمول کیا اور ان کو خواجہ مسعود علیہ الرحمہ کے پاس لے گئے۔ خواجہ صاحبؒ نے ان کو اپنے حجرے میں بٹھا دیا تو انہوں نے

Marfat.com

اس جگہ پر خوب آرام کیا اور مزے کی نیند سو گئے۔ پھر رفتہ رفتہ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ سے ہی تربیت پائی جس سے ان کا جذبہ قوی تر ہو گیا تھا۔ وہ راہ بے پروائی پر پڑ گئے۔ تاہم اس ضمن میں بہت سے کام کرنے کو تھے، ان کا حرف بلند تھا اور کشف و کرامات سے حالات کو بکثرت کہا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب علیہ الرحمہ اکثر اصحاب کو ان کے حوالے کرتے تھے۔ مرشد کے واقعہ کے بعد سات سال تک زندہ تھے اور پھر ۱۰۷ھ میں رحلت فرمائی تھی۔ پھر اپنے مرشد بزرگوار کے حظیرہ میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۱۔ مخدوم شیخ عباسؒ:۔

۱۲۔ مخدوم شیخ عبداللہؒ:۔

۱۳۔ مخدوم شیخ عبدالواحدؒ:۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہم، حضرت مخدوم احمد قاری قدس سرہ کے فرزندان عالی شان تھے۔ وہ تینوں بھائی علم و عمل میں اپنے بڑے بھائی حاجی موسیٰ علیہ الرحمہ کے قریب تر تھے۔ اصحاب کشف اور حالات عجیبہ رکھنے والوں میں سے تھے۔ تینوں بزرگ اپنے اپنے وقت انتقال کرنے کے بعد اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے حظیرہ میں میں آسودہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com

۱۴۔ شیخ حاجی داؤد بلخیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ انہوں نے مناسک حج ادا کرکے موضع آنچار میں آکر ایک غار میں خلوت اختیار کیا تھا، اور اسی غار میں پروردگار کی عبادت میں محو ہوگئے۔ وہ اصحاب ذوق وحال میں سے تھے۔ ان کی بھی ایک جمعیت تھی، اس کے بعد وہ متاہل بھی ہوگئے تھے۔ اس سنّت کی برکت سے لوگوں کی مزاحمت سے بچ بھی گئے تھے۔ حضرت میر نازک علیہ الرحمہ ان کی حالت سے واقف ہوتے اس لئے وہی ان کا ظاہری نفقہ مہیا کرتے تھے۔

۱۵۔ حضرت سید نعمت اللہ حصاریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ نے چکوں کے آخری عہد میں ہندوستان سے کشمیر تشریف لایا تھا اور یہاں محلہ جھجربل میں سکونت اختیار کیا تھا، اس کے بعد اکثر اوقات عبادت میں گزارتے تھے۔ اوراد، اذکار، حالات کرامات اور وظائف وحفظ قلبی نسبت پروردگار رکھتے تھے۔ ہمہ تن مشغول عبادات ہوگئے تھے وجد اور سماع بھی احیاناً وقوع میں لاتے تھے۔ اغنیا اور حکام کی صحبت میں ہرگز نہ جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز چند دولت مندوں کی ضیافت میں شریک ہوگئے تھے تو اپنے قلبی حالات میں تفاوت فاحش مشاہدہ کئے تو متردد اور متحیر ہوکر رہ گئے تھے، پھر اصلاح حال کی فکر میں پڑ گئے۔ اس وقت

Marfat.com

حضرت میر نازک قادری علیہ الرحمہ کی شہرت پھیل چکی تھی۔ ان کے کمالات کا طنطنہ ہر طرف سے سنائی دیتا تھا تو وہ از راہ کمال صدق وانصاف حضرت میر علیہ الرحمہ کی زیارت کو گئے وہاں حضرت میرؒ نے اپنے راتبۂ طعام کا حصہ جو ان کو کسب عورات کی وجہ سے تھا، حضرت سیدؒ کو دیا جس سے ایک ہی لقمہ کھا کر انہوں نے اپنی اصل حالت قلب میں واپس آتی دیکھی تھی، تو حضرت میر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "سید! اپنے حفظ حال سے خود خبردار رہنا چاہیئے اور موانع سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ ورنہ میرا یہ لقمہ ہر روز کسی کو میسر اور نصیب نہیں ہو سکتا۔"

حضرت سید نعمت اللہ علیہ الرحمہ کا آخری آرام گاہ حجر بل میں ہے۔ جو بزار و متبرک ہے خدمت خاصہ بابا حاجی کا تجو قادری علیہ الرحمہ ان کے خاص خلیفوں میں سے تھے۔

۱۶۔ شیخ محمد سعیدؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے فرزند سعادتمند تھے۔ جو صوری اور معنوی کمالات سے بھی آراستہ تھے۔ وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پیراستہ اور فیض و برکت سے مالامال تھے۔ چونکہ وہ جناب بابا ہردی ریشی علیہ الرحمہ کے منظور نظر تھے اس لئے رحلت کے وقت بڑی کوشش سے ان کے حظیرہ میں ہی دفن کئے گئے تھے، ان کے اولاد و احفاد بھی اکثر اصحاب علم اور

Marfat.com

اہلِ ورع میں سے تھے ۔

۱۷۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت الیشان شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کے متبنیٰ برادر اور ان کے لئے تربیت کردہ مخلص بزرگ تھے وہ اپنے سات برادران بزرگوار میں سے حضرت الیشان علیہ الرحمہ کے قریب تر تھے۔ بلکہ وہ آنجناب علیہ الرحمہ کے عزیز ترین تھے۔ کیونکہ عہد طفولیت سے ہی ان کی تربیت اور سایۂ عاطفت میں رہ چکے تھے (وفات اور مدفن وغیرہ غیر منقول۔)

۱۸۔ حضرت شیخ ابراھیم رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کے اپنے بھائی تھے۔ جو علمی استعداد اور ہمت خداداد کی وجہ سے مشہور تھے۔ بزرگوں سے سُنا گیا ہے کہ ان کی صبیہ، رضیہ، زکیہ کا نام بی بی عائشہ علیہا الرحمہ تھا وہ حضرت شیخ حیدر علیہ الرحمہ کے عقد نکاح میں تھی جو راقم الحروف کے اجداد مادری میں ہیں۔ بی بی مسطورہ صالحات عابدات میں سے تھیں، جو مشہور روزگار پارسا عورت تھی۔ ان کا مقبرہ بھی اقصائے دلپوہ سر کے پرگنہ میں مشہور ہے۔ وہ مرجع ارباب عبور ہے۔ ان کا وجہ معیشت متروکہ اسی گاؤں میں سے مرحومہ کے ورثا میں تقسیم کیا گیا تھا۔ (حضرت شیخ ابراہیمؒ کے متعلق خواجہ صاحب نے اور کچھ نہیں لکھا ہے۔) ؁

Marfat.com

۱۹۔ حضرت خواجہ یعقوب ڈار ؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، ڈار قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے جو کشمیر میں ایک مشہور قبیلہ ہے۔ عالی کدل میں "ڈاروں کا جو قبیلہ ہے، وہ بھی ایک ڈار کے اولاد ہیں۔ جو سلاطینِ کشمیر کے وقت اعیانِ روزگار میں سے تھے اور وہ لوگ دنیاوی جاہ و حشم رکھتے تھے' دریائے جہلم کے کنارے جو خانقاہ ہے وہ اسی کے نام سے منسوب تھی، اور ہے۔ خواجہ یعقوب ڈار علیہ الرحمہ عنفوانِ شباب میں کمال کامرانی میں تھے۔ اسی میں ان کو خدا پرستی کا شوق دریائے قلب میں موجزن ہوا تھا اور شاہ قاسم حقانی علیہ الرحمہ کے مرید بن گئے۔ انہوں نے ایک جذبہ پیدا کیا، ان ہی دنوں میں حضرت حقانی ؒ حج کے سفر پر گئے تھے، تو خواجہ صاحب سے غائبانہ ہی ایک عجیب امر صادر ہوا کہ ایک بے ادب ان کے جذبہ سے ہلاک ہوگیا تھا جسے حضرت حقانی ؒ نے نور باطنی سے بندر صورت میں دیکھ لیا تھا اور غیرت تہدید میں کارفرما ہو گئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ یعقوب علیہ الرحمہ جوانی میں ہی اتفاق سے وفات پاکر دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ ایک سخت واقعہ تھا، جس سے ان کے طالبوں میں عظیم غلغلہ پڑا تھا۔ انکا مقبرہ ساز گروں کے محلہ میں تعمیر ہوا ہے۔:

۲۰۔ حضرت میر حمزہ کبریؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، سید حاجی مراد کے اولادِ امجاد میں سے تھے جب ان کے سعادت منزل دل میں طلبِ الٰہی کی رو دوڑنے لگی تو وہ حضرت

ایشان علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں پہونچے جہاں واقعی طور پر غفلت کا قفل توڑا اور ان کی خدمت میں ملازم ہو گئے۔ جب حضرت صرفی علیہ الرحمہ حرمین شریفین کے سفر پر گئے تو وہ بدستور دوسروں کی خدمت میں رہ کر بہرہ یاب ہو گئے۔ خاص کر میر محمد خلیفہ علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آنجناب کے حکم سے تمام اہلِ کمال کے ارشاد پر مشغول عبادت اور مشغول ریاضت ہو گئے تھے، وہ علوم صوریہ سے بھی برابر حصہ موفور رکھتے تھے اور ایک جماعت بھی ان کے فیض انفاس سے فائز ہو گئی تھی جن کی شمار حضرت صرفی علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں آتی ہے۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو اپنے وطن مالوف اور مسکن خود کریری میں اپنے جدِ بزرگوار کے جوار میں مدفون ہو گئے۔ یہ ۱۰۲۰ھ تھا۔ آنجناب خاص کر شیخ بابا والی علیہ الرحمہ سے بھی بہرہ اندوز ہو گئے تھے۔

۲۱۔ خواجہ محمد یوسف مانتجو ثانی ؒ :-

آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت الیشان شیخ صرفی علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں کی سلک سلوک میں وابستہ تھے۔ لیکن اصل تربیت ان کے خلفاء سے پائی تھی اور وہ مجاہدات میں مشہور ہو گئے، جب رحلت فرمائی تو بچوار کے مقام پر جو کہ کوہ سلیمان کے کمر میں بیرون شہر واقع ہے، مدفون ہو گئے تھے۔ اس طرف کے بایان میں سید محمد قبلہ علیہ الرحمہ کا آستانہ بھی واقع ہے، جس کی قبر شریف سے

Marfat.com

جذبہ کے آثار میں ہویدا ہو رہے ہیں۔ اور اسی جگہ پر حضرت شیخ قاری علیہ الرحمہ بھی مدفون ہیں جو بسیار متقی تھے۔

۲۲- شیخ موسیٰ بلدیمری ؒ

آنجناب علیہ الرحمہ کبروی تھے۔ علوم ضروریہ کے تحصیل کے بعد ان کو خداطلبی کا ذوق وشوق دامنگیر ہوا تھا اور سفروں پر جاتے رہے تھے۔ وہ حرمین شریفین میں پہونچ گئے اور مناسک حج بھی ادا کئے تھے، آخر الامر واپس کشمیر لوٹے اور شیخ بابا والی قدس سرہ العالی کے ساتھ متوصل ہو گئے تھے۔ طریقت کے فوائد حاصل کئے، پھر اسی اثنا میں حضرت شیخ نے رحلت فرمائی، خواب میں حضرت ایشان علیہ الرحمہ کے اشارہ سے حضرت شیخ خلیل اللہ علیہ الرحمہ جو شیخ حسین خوارزمی علیہ الرحمہ کے اکابر خلفائیں میں سے تھے کا ارادہ ملازمت کیا تھا جب بلخ میں پہونچے تو آنجناب ؒ کی رحلت کے متعلق بھی سنا جو ان ہی دنوں میں وقوع پذیر ہو گئی تھی، وہ تو حیران و پریشان اور ملول ہو کر واپس لوٹے۔ اب ملک سلام کے الہام سے حضرت شیخ پاینده ساکتری جو طریقۂ علیہ کبرویہ کے مسند نشین تھے، کی خدمت میں چلے گئے وہاں چند دن تک بار سخت وخطاب پایا۔ مگر جب استقامت کیا اور اظہار طلب فرمایا تو شیخ ؒ ان کے حال کی طرف متوجہ ہوا تھا، پھر ان کی خدمت میں تین سال گزارے اور طریقت کے فوائد اٹھائے تھے ارشاد کی اجازت پاکر ہی کشمیر لوٹ آئے اور بلدیمر میں مقیم ہو گئے تھے، وہاں

Marfat.com

ایک خانقاہ بنائی اور طریقت کے اجرا میں مشغول ہو گئے تھے انہوں نے عمر بھی کافی پائی تھی، اور وہ شب و روز خدا کی عبادت میں گزاری تھی۔ اصحاب کی تربیت میں مشغول رہتے اور طریقت کی کافی ترویج کی تھی۔ ارباب ارادت اکثر آخر شب میں ان کی زیارت کو آتے اور وہاں اجتماعیں کرتے تھے، بلکہ ان کے ساتھ خانقاہ میں تہجد کی نماز بھی باجماعت پڑھتے تھے۔ ان دنوں یہ امر شیخ کا ایجاد کردہ ایک خاص عمل تھی۔ کہتے ہیں کہ تہجد کے لئے سو سے بھی زیادہ بزرگ جمع ہو جاتے اور اکٹھے ہو کر تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔ آخر ۱۰۳۶ھ میں رحلت کی اور خانقاہ کے صحن میں شیخ بابا والی علیہ الرحمہ کے روضہ میں صفہ سے اوپر کی طرف مدفون ہو گئے جو مشائخ کرام علیہ الرحمہ اجمعین کا حظیرہ ہے۔

۲۳- شیخ موسیٰ زہگیر ؒ:-

آنجناب علیہ الرحمہ، خواجہ طاہر رفیق سہروردی قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ بزرگوں میں سے تھے۔ جن کی ذکر بھی ہو چکی ہے وہ یتیم تھے مگر اس راہ کے ذوقِ عظیم رکھتے تھے۔ پہلے حضرت لنگی ریشی علیہ الرحمہ کے پاس پہونچے اور پھر حضرت شیخ صرفی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے تھے۔ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ رفیق علیہ الرحمہ کی صحبت میں وارد ہو گئے تھے اور وہیں استقامت کیا۔ مجاہدہ کے زور سے صاحبِ کشائش بھی ہو گئے تھے، پھر وہ اجازت بلکہ خلافت کے

Marfat.com

مرتبے تک پہونچ گئے تھے، پیروں کی نسبت پر مستقیم رہے۔ میر علی، مولانا حسن لنگ اور شیخ محمد شریف علیہم الرحمہ سب حضرت شیخؒ کے خلفاء میں سے تھے، جو تقویٰ اور ریاضت سے آراستہ تھے اور استقامت سے پیراستہ، ان سب کی جدا جدا ذکر کرنا زیادہ طویل بنے گا۔

۲۴۔ حضرت شاہ قاسم حقانیؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، میر شمس الدین شامی قدس سرہٗ کے احفاد میں سے تھے، جو حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وارد کشمیر ہو چکے تھے اور پھر یہیں بس گئے تھے۔ شاہ ممدوح کو ملّا قاسم بھی کہتے ہیں اور حاجی کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جب حضرت ایشان علیہ الرحمہ کے اشارے سے عین افکار و ارادہ میں جذبہ کا احتساب پایا اور میر محمد خلیفہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے تھے تو شاہ کے لقب سے مخاطب ہو گئے تھے۔ انہوں نے مجاہدات میں اپنے اقران سے فوقیت پائی تھی۔ حضرت ایشان علیہ الرحمہ کی مراجعت کے بعد ان کو آنجنابؒ سے انظار و عنایات بہت ملے تھے۔ ایک دفعہ ذکر کرتے ہوئے حرارت سے ان کے کپڑے بھی جل گئے تھے۔ ایک رات غسل کے بعد، جو ہر نماز کے بعد فرماتے، ان کے بدنِ مبارک سے سرما کی شدت سے خون جاری ہوا تھا انہوں نے ایک منکر کی طرف قہر کی نگاہ سے دیکھا تو وہ وہیں پر مر گیا تھا۔ ان واقعات کے ایک مدت بعد حضرت ایشانؒ نے حج کا سفر کیا، اور بہت سے فتوحات حاصل کئے تھے۔ ازاں جملہ حضرات سلسلہ علیہ

Marfat.com

قادریہ اوران کا کرتۂ مبارک یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا کرتہ شیخ فیض اللہ قادری علیہ الرحمہ سے پایا تھا۔ اجازت سلسلۂ علیہ نقشبندیہ قدوۃ اولیا خواجہ دیوانہ صورتی علیہ الرحمہ سے پائی تھی جو خواجہ اسلام جویباری علیہ الرحمہ کے کامل خلفا میں سے تھے پھر طریقۂ چشتیہ کی اجازت شیخ سلیم فتحپوری علیہ الرحمہ وغیرہ سے بلکہ اور تبرکات وعنایات دیگر کے ساتھ واپس کشمیر پہونچے تھے۔ ارشاد کا جوش آسمان تک پہونچا یا تھا اور ایک عالم کو تربیت وافادہ سے اور عوایق سے چھٹکارہ دلایا۔ انہوں نے ۱۰۳۲ھ میں رحلت کی تھی چالیسویں روز جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا تھا۔ ان کی قبر مبارک سے ایک نے لگ کر سر سبز ہوگئی تھی، آہنگر کی کورہ سے ایک نے چھوٹی تھی اور فی الفور سبز ہوگئی جو ابھی تک برابر سبز ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے کرامات اور خوارق عادات ان سے مشہور ہیں۔ ٭

۲۵۔ شیخ مہدی علی سوپوری :۔

آنجناب علیہ الرحمہ اس وقت کے برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے جو علوم سے بھی ایک وافر حصّہ رکھتے۔ انہوں نے دہلی کا سفر کیا اور وہاں کے اکثر مشائخ کو دیکھا تھا۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہٗ کی خدمت میں گئے تھے اور بہرہ اندوز فواید ہوگئے۔ جب واپس کشمیر لوٹے تو سوپور میں طوطن کیا حضرت

Marfat.com

مجدّد علیہ الرّحمہ کے مکتوبات کے جلد دوّم میں بنام مشارٌ الیہ بتقریب "جواب تعزیہ نامہ" مرقوم ہے۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تو وہ سوپور میں مدفون ہو گئے تھے جہاں ان کا مقبرہ ہے۔ ٭

۲۶۔ حضرت شیخ بابا اسحٰق آبیؒ:۔

آنجناب علیہ الرّحمہ، حضرت شیخ مسعود نروری علیہ الرّحمہ کے مریدوں بلکہ خلیفوں میں کافی امتیاز رکھتے تھے۔ وہ استقامت، مداومت شدّتِ ریاضت اور ادائے سُنّت میں عقلاءٔ و علماء میں بھی ضرب المثل تھے۔ سیہ ریشی بابا علیہ الرّحمہ، جنکی ذکر آگے اپنی جگہ پر اسی کتاب میں آئے گی، ان کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ (اس کے علاوہ آنجنابؒ کی رحلت و مدفن کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔) ٭

۲۷۔ ملّا حاجی گنائیؒ:۔

آنجناب علیہ الرّحمہ سلطان قطب الدّین کے مدرسے میں مدرّس تھے جو محلۂ لنگرتہ میں واقع تھا۔ وہ حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرّحمہ کے شاگرد رشید تھے؛ ادھر وہ حضرت ملّا جیتؒ کے استاد بھی تھے وہ نجبائے وقت میں سے تھے اور تحصیل کر کے میر عدل کے عہدے پر فائز ہو چکے تھے۔ (اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا پایا ہے۔) ٭

۲۸۔ ملّا حاجی بانڈےؒ:۔ آنجناب علیہ الرّحمہ مفتی تھے۔ وہ

Marfat.com

حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کے شاگرد بھی تھے، وہ بھی وقت کے نجبا میں سے تھے۔ انہوں نے تحصیل علوم کر کے اپنی اکثر عمر افادہ اور استفادہ میں گزاری تھی۔ کنگن کے بانڈے بظاہر ان کے اولاد میں سے تھے۔

۲۹۔ شیخ بابا حسینؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت شیخ عبدالکریم علیہ الرحمہ کے فرزند اور ان ہی کے مرید بھی تھے، بلکہ طالب بھی۔ جن کی ذکر ہو چکی ہے۔ علوم صوریہ میں وہ بہرۂ تام رکھتے تھے۔ جب مقرب بن گئے اور فقر میں آگئے تو ہر چیز سے قطعی ہاتھ اٹھالیا تھا۔ ایک دن اپنے مسکن میں تھے تو ایک جگہ کو اپنا مقبرہ قرار دے رکھا تھا، لوگ حروف و حکایات میں پڑ گئے تو فرمایا تھا: کہ "لوگو! میرے وفات کے دن لوگوں کو حرکت کرنے کا امکان بھی نہ ہوگا۔" چنانچہ پھر جمعہ کو رحلت فرمائی تھی، جبکہ شدت کی بارش ہو رہی تھی اور راستے مسدود ہو گئے تھے لوگ نہایت مشکل سے نکل سکے۔ پھر وہیں پر دفن کر دیئے گئے تھے۔ ان کا قول تھا: کہ "اگر میں ایک دن بھی اپنے زاویہ سے باہر آگیا تو چالیس روز تک بے چین، بے آرام اور بے قرار رہونگا۔"

۳۰۔ محرم راز آخون ملا حسین خبازؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، اولاً مخدوم الآفاق مولانا خواجہ اسحٰق قاری قدس سرہٗ، جنکی ذکر ہو چکی ہے کی خدمت اور ارادت میں

Marfat.com

آئے تھے، پھر ان ہی سے علوم صوری و معنوی کی تحصیل فرمائی تھی۔ اس کے بعد ان کے مرشد گرامی نے مسافرت اختیار کی اور حج کو چلے گئے۔ پھر جناب خواجہ عبدالشہید جو مقرب درگاہ پروردگار خواجہ عبداللہ احرار علیہ الرحمہ کے احفاد میں سے تھے اور اس وقت ہندوستان میں تشریف رکھے ہوئے تھے۔ وہ اکبرہ میں آسودہ ہیں، کی خدمت میں خود کو پہونچایا اور حظ کامل و فیض شامل حاصل کیا۔ اس طرح حضرات خواجگانِ عالی شان کی نسبت کو ہاتھ میں لاکر پکڑ لی، بلکہ افتخار خواجگان عالیشان مرشدنا و امامنا حضرت خواجہ عبدالباقی قدس سرہٗ سے بھی برکت و سعادت پائی تھی، جو اس وقت دہلی میں تھے۔ الغرض کشمیر واپس آنے پر انہوں نے یکایک تبلیغ دین شروع کی تھی اور پوری قوت سے شرعِ مبین کی ترویج کی اور امورِ بدعت کو جان و دل سے دفع کرنے میں لگ گئے۔ امورِ شریعت کو لاگو کرنے کے لئے ہمت کا کمر کس لیا۔ اسی اثناء میں خواجہ حبیب اللہ نوشہری علیہ الرحمہ کے ساتھ مناظرہ و مجادلہ بھی کر لیا، کیونکہ خواجہ ایام غلبہ سکر و حال میں تھے اس لئے سماعِ صحبتِ قوالان میں مشغول رہا کرتے تھے، بہت ہی ردّ و کد ہوا یہاں تک کہ طرفین کا مقدمہ حاکم وقت کے حکم سے یعنے قاضی پاس لیا گیا۔ جہاں ہر پیشی میں قوت شرعیہ کی دلائل کی بناء پر مولانا ہی غالب رہتے تھے، مولانا ایک صاحب تصنیف عالم بھی تھے اور انہوں نے بہت سے تصنیفات بھی کئے تھے جن میں "هدایة الاعمٰی" وغیرہ مشہور ہیں۔ مولانا

Marfat.com

نے اس رسالے میں گذشتہ حضرات، جن میں شیخ فریدالدین عطارؒ اور
مولانا جلال الدین رومیؒ وغیرہ علیہما الرحمہ اور ان جیسے دیگر حضراتؒ
کے سوال و جواب درج ہیں، کے حق میں لکھ ڈالا تھا۔ ارباب فضل و
فلاح میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ خواجہ محمد امین صوفی علیہ
الرحمہ کہتے تھے کہ " نماز جمعۃ المبارک کے بعد شیخ الفقراء بابا نصیب
الدین غازیؒ، مولانا حیدر علامہ اور ان کا بیٹا خواجہ محمد افضل
علیہم الرحمہ مولانا کو دیکھنے گئے تھے۔ ملک جلال الدین ٹھکور مذکور
کی خانقاہ میں آئے تھے، میں چھوٹا تھا اور بابا نصیب الدینؒ
کی کفش برداری کرتا تھا۔ میں خانقاہ کے قریب ہی کھڑا تھا،
دروازے پر۔ تو آخوند ملا حسینؒ، ملا حیدر علامہؒ کے جانب
پہونچا اور ان سے پوچھا: کہ " اس حدیث کو کس صحابہؓ نے روایت کی
ہے؟ " خواجہ محمد افضلؒ نے جواب دیا، کیونکہ انہوں نے دوسروں
پر سبقت لی، کہ اس کے راوی سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، مگر آخوند علیہ الرحمہ نے اس کی طرف توجہ کئے
بغیر ہی بدستور مولانا حیدر علیہ الرحمہ علامہ کی طرف اپنا رخ مرکوز کر رکھا
اور جواب کا بدستور منتظر رہا۔ تاہم علامہ مذکور نے بھی اس کی تصدیق
کی اور کہا: کہ " امیر المؤمنین خلیفہ ثالث ہی اس حدیث کے راوی
ہیں۔ " آخوندؒ نے کہا: کہ " اگر پہلے آپ کہتے تو میں مانتا مگر جب
بیٹے نے اپنا تقریر شروع کیا تو مجھے تردد ہوا۔ لہٰذا اب یہ ضروری
بن گیا کہ امیر المؤمنین خلیفہ ثالث ہی سے پوچھ لیا جائے گا۔"

Marfat.com

اس کے بعد خواجہ محمد امین رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ "اس حالت میں ایک بردہ پوش بزرگ شخص دروازے سے خانقاہ میں اندر آیا اور انہوں نے صدر جلوس میں تشریف رکھا۔ آخوند ملا حسین، بابا لطیف اور مولانا حیدر علیہم الرحمہ سب کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ آنجناب رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک تک پہونچائے پھر آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کرتے گئے۔ جب وہ بزرگ اٹھ کر چلے گئے تو میں نے بھی اپنے ہاتھ خانقاہ کے نیچے سے ان کے قدم مبارک تک پہونچائے۔" وہ بزرگ امیر المؤمنین خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب -۱۱۲)۔

راقم الحروف (خواجہ اعظم) نے یہ حکایت ایک بزرگ صالح عالم سے سنی ہے جو ایک ہی واسطہ سے خواجہ محمد امین صوفی علیہ الرحمہ تک پہونچتے ہیں۔ غرض مذکورہ آخوند نے مشہور سنہ میں رحلت فرمائی تھی اور پھر محلہ گوجوارہ میں آسودہ ہو گئے تھے ان کا مقبرہ آج بھی ایک بلند پایہ زیارت گاہ ہے۔ *

Marfat.com

اس عہد کے چند مجاذیب علماء صوفیہ اور مشائخ حضرات

۱۔ خواجہ داؤد مجذوبؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ نے انتہائے طلب حق میں ایک شورش بہم پہونچائی تھی اور وہ غیبت و بیخودی کی دہلیز پر پہونچ جاتے تھے دراصل وہ عقلائیں سے تھے۔ مگر جب علتِ وبائے شیوع کیا تھا اور لوگ بکثرت مر رہے تھے تو وہ غیرت میں آئے اور خواجہ حبیب اللہ نوشہری رحمتہ اللہ علیہ اور میر یوسف قادری ولد میر بارک و شوکہ بابا علیہم الرحمہ کو بازی سے پیغام دیا تھا : کہ " لوگ جوق در جوق لقمۂ اجل ہو رہے ہیں، تو ہم عالم کو بچانے کے لئے کیوں خود نہ جائیں اور لوگوں کا فدیہ نہیں ؟ "

یہ کہہ کر انہوں نے اسی قریب میں وفات پائی تھی اور شہر سے وبائے دور ہو گئی تھی۔ وہ بڈگیر میں آسودہ ہیں۔ ٭

۲۔ فیروز شاہ مجذوبؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک عجیب شورش اور استغنار کھتے تھے وہ ایک ممتاز بزرگ صاحب کشفِ قویّہ تھے۔ اشراقت خواطر زیادہ

Marfat.com

کرتے۔ ایک دفعہ بادشاہ جہانگیر نے ان کو اپنی کشتی میں بٹھالیا تھا اور اس کے دامن میں بہت سی اشرفیاں رکھوا دیئے تھے انہوں نے سب اشرفیوں کو دریا میں پھینک دیا تھا اور پھر نور جہاں کو کوسا اور گالیاں دیں جو اس کے تکلیف کی باعث تھی۔ وہ باتوں باتوں میں ہی اہلِ حاجات اور غرض مندوں کو مدعا کی خبریں دیتے تھے، سالکوں کے زمرے میں خاص صاف اشارے دیا کرتے تھے جن کو کہ در پردہ نصیحت اور موعظت دینا مطلوب ہوتا تھا۔ انہوں نے جب وفات پائی تھی تو قصبہ بیجبہاڑہ میں دفن ہو کر آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا مقبرہ مرجع ہے۔ ؎

۳۔ شاہ یعقوب مجذوبؒ:۔

ظاہری طور پر آنجناب علیہ الرحمہ نے حضرات کبرویہ علیہم الرحمہ سے تعلیم حاصل کی تھی اور مجذوب بن گئے تھے۔ وہ ہفتہ، بعض اوقات دس گیارہ دن تک بیہوش پڑے رہتے تھے، جس وجہ وہ کچھ نہ کھاتے پیتے تھے۔ اہل حاجات کے مطالب کو صاف لفظوں میں بیان فرما دیتے اور غیب کی خبریں دیتے تھے۔ بابا مجنون سہروردی علیہ الرحمہ نے علمی اشغال کو ترک کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ ایک دن اسے راستے میں شاہ یعقوب علیہ الرحمہ ملا، اس نے بابا علیہ الرحمہ سے کہا: کہ "کتاب اور درس کو چھوڑ کر بیٹھے کیا کر رہے ہو؟" اس طرح انہوں نے غیبی تنبیہہ پائی تو پھر درس و تدریس میں مشغول

Marfat.com

ہو گئے تھے تین تعویذوں کی حکایت آج بہت مشہور ہے جس میں تین عورتوں کو اولاد دیئے تھے۔ ان کے تعویذوں سے تین معمّر عورتوں کو تین بیٹے مل گئے تھے جو صاحب اقبال دنیوی و اُخروی بن گئے تھے، یعنے امیر یا فقیر اہل اللہ۔ ایک تعویذ خواجہ محمد افضل جرجی علیہ الرحمہ کی بیوی کو دیا تھا، دوسرا امیر محمد علی قادری علیہ الرحمہ کی صبیہ کو جس سے شیخ ابوالفتح علیہ الرحمہ تولد ہوئے تھے اور تیسرا اعیان میں سے کسی کی عورت کو دیا تھا۔ خیر جب آنجنابؒ نے رحلت فرمائی تھی تو حضرات مشائخ کے حظیرہ میں دفن ہو گئے تھے جو جگہ خانقاہِ معلّی کے صفہ کے اُوپر کی طرف واقع ہے، جہاں حضرت والی علیہ الرحمہ کا مدفن اور مقبرۂ عالیہ ہے۔ (اس بقعۂ نور میں ایک اور تارے کی چمک داخل ہو گئی تھی۔)

۴۔ خواجہ صادق سَودؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ شہر کے اکابر میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی اکثر عمر تعلیم پر صرف کی تھی، یہاں تک کہ وہ اہلِ علم کے مقتداؤں میں سے ہو گئے تھے، پھر فقیروں کی خدمت میں پہونچے اور مسافر بن گئے۔ انہوں نے مجدّد الف ثانی سلطان شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کی صحبت میں حاصل کی تھی وہ طبع میں بھی موزون رکھتے تھے اور کبھی کبھی شعر بھی بحال موزون کرتے تھے۔ وہ اصحاب کشا الیش میں سے تھے۔ حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب ان کے نام بھی تھا جب

Marfat.com

انہوں نے رحلت فرمائی تو وہ "وامت پورہ" میں آسودہ ہو گئے تھے ؛

۵۔ مُلّا محمد رضا ؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ حکیم دانا کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ مولانا کمال الدین سیالکوٹی علیہ الرحمہ کے فرزند تھے، جن کی ذکر ہو چکی ہے علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے۔ وہ تحقیق و تدقیق کے فن میں مولویت کے درجے تک پہونچ چکے تھے۔ جب بادشاہ جہانگیر نے ان کی شہرت سُنی تو ان کو اپنی مجلس میں باریاب کیا تھا جب علمائے سنّیہ و شیعہ میں ایک معارضہ ہوا اور بحث کی جاتی تھی تو وہی اہل سنّت و جماعت کے سرآمد علمائے کے صدر تھے۔ انہوں نے ملاجیت علیہ الرحمہ کی اعانت سے علمائے شیعہ کو نادم کیا اور ان کو شرمندہ ہونا پڑا تھا۔ جب رحلت کی تو جمالٹہ میں اپنے گھر میں آسودہ ہوئے ؛

۶۔ مُلّا حبیب گنائی ؒ :۔

آنجناب علیہ الرحمہ کشمیر کے گنائی قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے انہوں نے علم حاصل کرنے کے بعد سلطانی فوج میں روزگار پایا تھا۔ وہاں ایک امیر آدمی کے ساتھ آشنا ہو گئے جس کی وساطت سے رفتہ رفتہ جہانگیر کے دربار تک پہونچ گئے وہاں بھی دقائق علوم کے امتحانوں میں شیعوں اور سنّیوں کے مابین بحثوں کی صورت میں مجلسیں رونما ہوا کرتی تھیں، جن میں وہ کامیاب رہتے تھے۔ وہ اقران

Marfat.com

پر فائق ہو گئے تھے۔ خط و انشاء میں بھی کمالات جزئیہ اور کلید فن رکھتے تھے، اس فن میں وہ کافی مشہور رہیں۔ راقم الحروف نے کتاب "مرصاد العبادہ" جو تصوف میں ہے۔ ان کے ہی خط میں پائی اور وہ خط عجیب نمکین و شیریں ہے۔ نستعلیق پختہ رکھتے تھے جس میں اول سے آخر تک ایک ہی قلم سے دس ہزار بیت لکھے ہوئے ہیں۔ (ان کے متعلق اور کوئی واقفیت نہیں دی گئی ہے۔)

۷۔ قاضی ابو القاسم:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ملا جمالی کے لقب سے مشہور تھے وہ ملا جمال الدین سیالکوٹی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کی ذکر بھی ہو چکی ہے۔ وہ فنون علم سے آراستہ اور متانت تمیز سے پیراستہ تھے۔ انہوں نے اکثر علوم اپنے والد بزرگوار اور عم عالی مقدار سے حاصل کئے تھے، دوسرے فضلائے سے بھی استفادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا ہے: کہ "ایک دن میں لکڑی لانے کے لئے ایک قریہ میں چلا گیا اور میرے آدمیوں نے ایک بڑے درخت کو کاٹ کر گرایا تھا۔ ایک جن میرے والد صاحب کی خدمت میں دوڑے آئے اور فریاد کی تو والد بزرگوار نے ایسے درخت کاٹنے سے منع فرمایا تھا۔ یہ قاضی ابو القاسم نسبت مصاہرہ سے قاضی شہید علیہ الرحمہ کے خلف قاضی صالح کے ساتھ متعلق ہو کر مشرف ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے کشمیر میں قضاگری کا عہدہ پا لیا تھا۔ جس میں بڑی دیانت، احتیاط اور انصرام سے کام لیا تھا۔ رحلت کے بعد وہ

Marfat.com

اپنے والد بزرگوار کے مقبرے میں آسودہ ہیں۔ ٭

۸۔ مُلّا حبیب میر عدل رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ محلہ لنگرتہ میں سکونت کرتے تھے اور مُلا حاجی گنائی علیہ الرحمہ سے دینی علوم کا استفادہ کیا تھا، جو مُلا قاضی محمد یوسف علیہ الرحمہ کے جدّ پدری تھے۔ اس طرح علوم عربیہ اور فنونِ لطیفہ سے وافر حصّہ رکھتے تھے پھر ہندوستان کا سفر کیا اور کافی علم پڑھا جب وہ واپس وطن آئے تو قاضی صالح ولد قاضی موسیٰ شہید علیہا الرحمہ کی خدمت میں رہ کر مقدموں کا فیصلہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ درسِ تفسیر بھی دیا کرتے تھے۔ جب سفر سے واپس آئے تو بہت سے تفاسیر اپنے ساتھ لائے تھے۔ مُلا ابوالفتح کلو، مُلا طاہر کوجائی، مُلا یوسف خاموش، شیخ میر چوتاجی اور ملا حیدر داریتو وغیرہ علیہم الرحمہ ان کے شاگرد تھے۔ مُلا محمد طاہر صدر ان کے نواسہ تھے۔ ٭

۹۔ مُلا علی پستک رح:۔

آنجناب علیہ الرحمہ ایک معقول دان دانشمند تھے جو قد کے لحاظ سے میانہ تھے، اس لئے جہانگیر بادشاہ تو ان کو "پستک" کہتے تھے اسی لئے وہ بعد میں اسی لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ وہ صاحبِ حسنِ طبع بھی تھے۔ ان کا تاریخ وفات ہے۔

"وائے! پست وبلند ہمت کو"؟ (وہ کہاں پر مدفون)

ہیں؟ اس کے متعلق معلوم نہیں۔) ٭

۱۰۔ خواجہ علی پنوؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ رعناواری کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مُلا شمس پالؒ اور جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی علیہما الرحمہ کی خدمت میں جاکر اخذ علوم کیا تھا، اس کے بعد وہ قدوۃ الواصلین حضرت مخدوم شیخ حمزہ قدس سرہٗ کے مرید بن گئے تھے۔ مرتبۂ فضیلت رکھتے ہوئے بھی وہ معارف و دقائق تصوّف سے بہرہ ور تھے، ان کمالات میں پورا دسترس رکھتے تھے۔ وہ اصحابِ صفا اور اہلِ تقوٰی میں سے تھے انہوں نے اواسطِ عمر میں سفر پر جانے کا ارادہ کیا تو حرمین شریفین کی زیارت کی برکت سے فیضیاب بھی ہوگئے تھے وہاں حضرت شیخ ابن حجر مکّی رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث کی سند اور اجازت حاصل کی تھی اور پھر واپس وطن لوٹے، یہاں اپنا وقت صرف و نحو کے علوم کے افادہ میں صرف کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ قرآن میں غبطہ ہوگئے تھے انہوں نے اپنی صالح عمر تقوٰی و صلاح میں گزاری تھی۔ جب رحلت فرمائی تو اپنے ہی مسکن کے جوار (رعناواری) میں آسودہ ہوگئے تھے

۱۱۔ حضرت شیخ حیدرؒ:۔

آنجناب علیہ الرحمہ، مولانا شنگرف گنائی علیہ الرحمہ کے احفاد میں سے تھے جن کی ذکر ہو چکا ہے، وہ علمی فنون سے آراستہ اور تقوی کے فنون

Marfat.com

سے پیراستہ تھے۔ پھر وہ شیخ ابو العطا، علیہ الرحمہ کے مقبرے میں، جو بابا عثمان اوجب گنائی علیہ الرحمہ کے منسوبوں میں سے تھے اور جس نے نسبت صوری کی ادعا شیخ مذکور کی خدمت میں پایا پھر حضرت شیخ حیدر علیہ الرحمہ کا ورثہ پایا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ بی بی جو شیخ ابراہیم علیہ الرحمہ کی صبیہ ذکیہ تھیں جن کی ذکر بھی ہو چکی ہے ان کے عقد میں تھیں۔ اور شیخ محمد امین علیہ الرحمہ، جو راقم الحروف کا جدِ مادری تھا اور شیخ محمد شریف، جو کہ مشہور تھے ان کے فرزند کے خلیفہ تھے۔ اس قریہ کا محصول اور تصرف جو حضرت بی بی کا مسکن معیشت تھا، ان کے تصرف میں رہتا تھا۔ یہ ان کی صدق دعویٰ پر دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ کس پایہ کا بزرگ آدمی تھا۔ (والعلم عند اللہ تعالیٰ)

اس عہد کے متعدد ریشی حضرات کے اسماء گرامی

۱۔ ننذ ریشی، مرید بابا ہردی ریشی علیہما الرحمہ قدیم تھے،

۲۔ نلیچہ ریشی علیہ الرحمہ،

۳۔ پم ریشی علیہ الرحمہ،

۴۔ بابا مردی آگاہ علیہ الرحمہ،

۵۔ آدت ریشیؒ مرید لچم ریشیؒ، جن کی ذکر ہو چکی ہے،

۶۔ پیستی ریشیؒ مرید مرتاض بابا حنیف الدینؒ،

۷۔ ریکی ریشیؒ مرید بابا شکر الدینؒ وہ قدیم ریشیوں

Marfat.com

میں سے ایک بزرگ تھے،

۸۔ صید ریشی علیہ الرحمہ،

۹۔ بہرام ریشیؒ مرید نوری ریشی علیہ الرحمہ،

ان ریشی حضرات رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ کشمیر میں اس عہد کے بہت سارے ریشی اور نیک مردان ہماری واقفیت میں آئے، ان میں ہر ایک کی ذکر کرنا اور حال وقال لکھنا باعث طوالت ہوگا اور کتاب کا حجم بڑھنے کا اندیشہ ہے، لہذا اُن اسمائے گرامی نظر انداز کر دیئے گئے ہیں ___ ہاں! وہ مشائخ جو اس زمانہ میں موجود تھے جن میں اکثر محبوب العلم مخدوم زمان حضرت شیخ حمزہ کشمیری رضی اللہ عنہ کے خاندان یا ان کے خلیفوں خاصکر حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے ساتھ منسوب ہیں، مشہور تھے۔ وہ یہ ہیں: (خواجہ اعظمیؒ)

۱۔ **یعقوب میرؒ**: رفضہ کے غلبہ کے وقت مذہبی تعصب کی وجہ سے اِنھیں بائیں ہاتھ اور دائیں ٹانگ کاٹ دی گئی تھی۔ جس کے بعد انہوں نے کتابت اور عبادت میں ایک عمر گزاری۔

۲۔ **خواجہ زین الدینؒ**، جو مرقوم بھی ہوا ہے۔ وہ زین الدینؒ رعناداری کے بغیر دوسرے صاحب تھے۔

Marfat.com

۳۔ خواجہ بیزیدؒ، حضرت بابا علیہ الرحمہ کی مرضی ہونے کی وجہ سے ان کو اس کے پاؤں دیکھنے کی امر فرمایا تھا۔ اسی حال میں حج کرنے چلے گئے، اور وہاں سرزمین حجاز میں ہی رحلت فرمائی اور پھر وہیں مدفون ہوگئے۔ ؂

۴۔ خواجہ داؤد گنائیؒ:۔ آپؒ ایک متورع اور متشرع بزرگ تھے اور بونہ موکے مخلص باباؤں میں سے تھے۔ ؂

۵۔ مولوی شیخ دولتؒ:۔ آپ علیہ الرحمہ ایک تحویلدار اور مؤذن مسجد شریف تھے۔ ؂

۶۔ باباحاجی بہرامؒ:۔ آپ علیہ الرحمہ ایک مدرس اور خوشنویس تھے۔ جو ہزار ٹنکہ میں قرآن کریم کا نسخہ بیچتے تھے، اور اس رقم کو صدقہ کرتے تھے۔ ؂

۷۔ خواجہ زاہد لاریؒ:۔ آپ علیہ الرحمہ ایک تارک الدنیا بزرگ تھے۔ ؂

۸۔ بابا یوسف ہزدلی رحمۃ اللہ علیہ،

۹۔ مولانا محمد کامراجی رحمۃ اللہ علیہ،

۱۰۔ باباحسن زاہدؒ پوری:۔ آپ علیہ الرحمہ اکثر چلے کاٹتے تھے۔ ؂

۱۱۔ خواجہ اسماعیل ناریلیؒ:۔ آپ علیہ الرحمہ ایک بزرگ تھے قاضی بھی اور اہلِ کمال سے بھی۔ ؂

۱۲۔ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ۔ ؂

Marfat.com

۱۳۔ بابا یوسف اودنی رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۱۴۔ شیخ اوتر عمادی رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۱۵۔ شیخ حداد رومی رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۱۶۔ زینہ بابا سیاہ پوش رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤ اور

۱۷۔ خواجہ ارزانی چیرہ ہاری رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ دونوں بزرگ صاحب ذوق وشوق صاحبان تھے۔ ✤

۱۸۔ شیخ حسین کھوتہامی رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۱۹۔ شوکہ ریشی ؒ:۔ آپ شوکہ بابا علیہ الرحمہ پہنوری کے سوا دوسرے صاحب تھے۔ جن شوکہ بابا ؒ کی ذکر کی گئی ہے۔ ✤

۲۰۔ شیخ محمد ماگرے رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۱۔ شیخ محمد جو ؒ:۔ آپ علیہ الرحمہ صاحب تجرید وتفرید بزرگ تھے۔ ✤

۲۲۔ خواجہ اللہ داد کاست رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۳۔ صابر حاجی ابراھیم رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۴۔ خواجہ احمد سلوک رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۵۔ شیخ ابراھیم بیجہاری جانباز رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۶۔ شیخ حسن مجذوب رحمتہ اللہ علیہ۔ ✤

۲۷۔ ریشہ بابا ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ ایک اور بزرگ ریشی تھے جو دراسو کے مقام پر آسودہ ہیں۔ وہ ایک بہت ہی فیض وبرکت والے ریشی تھے۔ ✤

Marfat.com

اس عہد کے چند شعرائے کرام

۱۔ مُلّا مظہری ؒ:۔ آپ علیہ الرحمۃ کشمیری النسل تھے اور سخن گستری کے شیوہ میں استاد تھے۔ وہ شعر و شاعری کے اداب میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز اور مشہور تھے۔ چونکہ وہ جوانی میں رعونت کا لباس پہنتے تھے اور برنائے کے سپاہیوں کو ہوا و ہوس کے لشکر سے مدد چاہتے تھے۔ مگر اس میدان میں پائے ثبات کو توڑ کر ایران کی طرف متحرک ہو گئے تھے۔ عراق و خراسان کی سیاحت کر کے محتشم کاشی اور اس وقت کے دوسرے شعرا کے ساتھ صحبت بھی رکھتے اس کے بعد مانند باد چلتے ہوئے بہت سے منازل اور قیام دیکھ آئے تھے اس نے بادل کی طرح پھر کر بہت سے مراحل کو طے کیا تھا۔ آخر اس کے دل میں حبِّ وطن غالب ہوا اور واپس کشمیر لوٹ آئے۔ چند ہی وقت کے بعد بادشاہ کی نوکری میں چلے گئے تھے۔ جب مغلیہ بادشاہوں نے کشمیر کی سلطنت کو ہڑپ کیا اور یہ سرزمین اولیائے قاہرہ کے تصرّف میں آگئی تو وہ میر بحری کے عہدے پر سرفراز ہو گیا تھا۔ جو اس وقت ایک عظیم ترین منصب تھا، ان کا دیوان چھ ہزار بیت پر مشتمل ہے۔ اور ان کا کلام کا نمونہ یہ ہے: ؎

لطفے نہ کردہ دہر ز دلوانہ پُر شدہ است ٭ حرفے نہ گفتہ شہر از افسانہ پر شدہ است

Marfat.com

یک قطرہ از قرابہ ساقی فرو چکید
چندیں ہزار ساغر و پیمانہ پر شدہ است
در خون خویش دست زد از غصہ مظہری
کز شاخ سنبل تو کف شانہ پر شدہ است

---

۵ گلعذاران کہ لب از شکر شان نتوان لبست
ہیچ طرفے ز بہار و بر شان نتوان بست
جام جمشید و دل مظہری آسان مشکن!
کہ دگر بارہ بیکدیگر شان نتوان بست

۲۔ ملا میر حسن ؒ :۔ آپ علیہ الرحمہ بھی علوم مروجہ سے بھرا ہوا تھا، اور مولانا میر علی علیہ الرحمہ کے خط سے نستعلیق کا کسب بھی بھی کیا تھا۔ پھر تھوڑے وقت میں اس فن کے باکمال استاد بن گئے تھے جس کو لاثانی اور بے نظیر تسلیم کیا گیا تھا۔ ان کا خط یعنے خوشنویسی ایران اور توران میں فخر سے لیا جاتا تھا۔ سلاطین اسے کتابہ سے لکھوائے لکھواتے تھے۔ ملا محمد مراد علیہ الرحمہ زرین قلم جو مشاہیر خوش نویسان سے تھے، ان ہی کے شاگرد تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک واسطے سے انکے شاگرد تھے یعنے شاگرد کا شاگرد (واللہ اعلم ۱۲)

۳۔ اوجی کشمیری ؒ :۔ آپ علیہ الرحمہ فصاحت و بلاغت کے مہر منور

Marfat.com

تھے اور ہنر پروری کے مہر تابان آصف خان کی دورِ حکومت میں اس کے طالع کا جعفر پستی سے بلندی کی طرف اُٹھ گیا تھا۔ پھر اس خانِ نکتہ دان کے تغیر کے بعد جو بھی حاکم اس ملک میں حکومت کرنے آتا تھا۔ وہ اس کے خوانِ عطا اور نوالِ اطعمہ سے بہرہ مند ہو جاتا تھا تھا۔ اور اس خمخانۂ سبوکش نے معانی کا ساقی نامہ نہایت رنگین کہا تھا، اور چمکتے ہوئے موتی یعنی دُرِمضامین تابان غور وفکر کے الماس سے سُفتہ کیا تھا۔ کہا جاتا کہ مولانا محمد صوفی علیہ الرحمہ نے جب اوحی علیہ الرحمہ کے ساقی نامہ سے یہ بیت سُنا جو اس کا مطلع ہے۔ یعنی ؎

مرادامنِ خویش زنجیر شد
مرا دست در آستین پیر شد

تو اس متصف مصنف نے وفور انصاف سے ان دو مصرعوں کے استماع سے بہت حظ اُٹھایا اور فرمایا: کہ "اگر میں یہ بیت پہلے سُنتا تو میں ساقی نامہ کو نظم کرنے کا ارادہ ہی نہ کرتا، یعنے میں ساقی نامہ ہرگز نہ لکھتا۔ اوحی کے زندگی کا ستارہ ۱۰۳۲ھ میں اوج بلندی سے گر کر حضیض ممات میں گر گیا تھا۔ یعنے ان کی وفات ۱۰۳۲ھ میں ہوا تھا۔ وہ ایک صاحب دیوان اور پُرگو شاعر تھے۔ اس کا ایک بیت نہایت خوبصورت ہے۔ ؎

اوحی از بیگانہ بے تقریب میر نجیم ما
دیدہ و دانستہ مارا آشنا تاراج کرد

Marfat.com

اوجی" کا ساقی نامہ نہایت بلیغ اور معنے خیز ہے ، اس کے اشعار چبھتے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ اشعار ؎

لب از ہم بجنبد نالہ ننہادہ ام
بماتم مگر تو امان زادہ ام
مرا شیشہ بر دوش و باران سنگ
نہ یارائے رفتن نہ پائے درنگ
مرا دامن خویش زنجیر شد
مرا دست در آستین پیر شد
اگر فی المثل حسن صد نو بہار
بروید ز روئے زمین سبزہ زار
نجنبد ز پہلویش ار سال ماہ
بگہوارۂ چشم، طفل نگاہ
چنان در غمش دیدہ خونبار شد
کہ شب جائے خوابم جگر زار شد
بیا ساقی آں راوق تاک را
ضیا بخش خورشید ادراک را
بدہ تا بدانم کہ آں نوش لب
چرا مے گریزد ز من بے سبب
نسیم سحر خاطر انگیز شد
ز سیمائے گل آتشم تیز شد

Marfat.com

بیک نغمہ پرداز ئے ارغنون
دِلم از رہِ گوش آید برون
نمے بینم او جَی در آفاق جائے
سفر بایدم کرد زین تنگنائے

(دیکھو اس ساقی نامہ میں ایک بیت ایسی مجبوری، لاچاری اور بے بسی کو ظاہر کرتا، کہ اس سے بڑھ کر لاچاری کو الفاظ میں کہنا ناممکن ہے۔ وہ دوسرا شعر ہے۔)

او جَی چراغ عمر بافسانہ سوختیم!
کارے نہ کردہ ایم و دمید گرفتہ صبح

یعنے: "اے اوجی! ہم نے عمر کا چراغ فضول باتوں میں روشن کیا، کوئی کام نہ کیا اور صبح ہو گئی۔" یعنے رات فضول باتوں میں ختم ہو گئی اور جب صبح ہوئی تو کچھ حاصل نہ تھا۔ نہ عبادت نہ بامعنیٰ شب خیزی، جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔

Marfat.com

۳۲- شاہ جہانی دور کے اولیاء اللہ اور بزرگانِ دینؒ

۱- حضرت ابوالفقیر بابا نصیب الدینؒ

: آنجناب علیہ الرحمہ اس ملک کے مشاہیر مشائخیوں میں سے تھے، وہ بچپن سے ہی اصنافِ عبادت و ریاضت اور بزرگوں کی صحبت کی طرف مائل تھے۔ انہوں نے اپنے اقران میں سبقت لی تھی۔ وہ حضرت بابا داؤد خاکی رحمتہ اللہ کے برجستہ خلیفہ تھے۔ انہوں نے ان کے بغیر اور بھی بہت سے فقراء کو دیکھا تھا، اپنی ساری عمر ترکِ لذات میں گزاری تھی۔ حتیٰ کہ فواکہ ربیعی اور خریفی اور ٹھنڈے پانی سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ وہ عالم باعمل اور مرجع اہلِ علم تھے۔ مساکین جوق در جوق ان کی خدمت میں آتے رہتے تھے کیونکہ آنجنابؒ اپنے وقت میں غریبوں اور ناداروں کے ملجاء و مآب تھے۔ وہ ایک ہی جگہ پر سکونت بھی نہ کرتے تھے بلکہ ہر طرف گھومتے رہتے تھے۔ ہر چیز کو ترک کرنے کے باوجود نقد و جنس سے خستہ حال فقراء کی پرورش کرتے تھے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ بھی صحبت کرتے تھے اور ہمیشہ تجرید میں رہا کرتے تھے۔ ساری عمر روزہ داری اور ترکِ حیوان میں گزاری۔

Marfat.com

ان کے مرید اکثر ان کا طی مکان، تصرف اکوان اور غائبانہ اعانت دیکھتے تھے۔ ان کے مریدوں میں سے ایک مرید کو کسی سفر میں تہمت پر گرفتار کر لیا گیا تھا اور قید کر دیا گیا، وہاں کے لوگ اسے قتل کر دینا چاہتے تھے جس کے لئے وہ مستعد بھی ہو گئے تھے۔ وہ مرید اپنی بے گناہی سے دل ہی دل میں شیخ کی طرف رجوع کرتے اور متوجہ ہوا، پھر التجا کی۔ شیخ علیہ الرحمہ نصف شب کو طی مکان کر کے حاضر ہوتے اور مرید کو وہاں سے نکال لایا۔ پاسبان سوئے ہوئے تھے اور کوئی بھی آگاہ نہ ہوا۔ تبت جانے کے لئے بھی ایسا ہی ایک اور واقعہ ان کو باعث بنا تھا، کیونکہ وہاں کے راجہ نے ان کے ایک مرید کو قید کر لیا تھا اس نے خواب میں آنجناب سے تنبیہ پائی اور قیدی کو رہا کر دیا۔ اس نے شیخ کے قدم کو دیکھا اور آواز کو سنا تھا۔ فی الجملہ آنجناب اکثر دیہات و قریات اور پرگنات میں جاتے تھے اور ارشاد کے تقاریب بہ قصداً لوگوں کو ہدایات دینے کی غرض سے پھرا کرتے تھے۔ ہر جگہ مسجدیں بنا دیتے، اور احکام جاری فرماتے تھے۔ آخر بہ شہر آئے اور تمام مشائخ کو دیکھا ان سے فرمایا تھا کہ "شاید اب پھر آنا اور تم کو دیکھنا نصیب نہ ہو گا..." اس کے بعد شہر سے نکل کر قصبہ بجبہاڑہ میں چلے گئے جہاں رحلت فرمائی۔ خلیفوں اور اہل شہر نے چاہا کہ آنجناب کو حضرت مخدوم شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ کے جوار میں دفن کریں مگر بجبہاڑہ کے لوگوں نے غلبہ کیا اور ان کو اسی قصبہ میں دفنایا تھا۔ یہ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۴۰ھ

Marfat.com

کا واقع تھا۔ وھو خیر الصالحین"۔
مولانا مُلّا حیدر علامہ چرخی علیہ الرحمہ، جو اُن کے شاگرد تھے نے فرمایا تھا اور محمد مومن جھیل و شیخ مومن نے کہا تھا: کہ
"معنے اضافی دلالت براں دارد والامتبا در ترکیب مرصعی است۔" راقم الحروف نے کہا: کہ' دیکھو اتفاق کہ اس صفحے کی تحریر در احوال شیخ بھی ۱۲ محرم الحرام کو ہی اتفاق ہوا

۲۔ شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ، حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے بھائی اور حضرت شیخ اسحٰق علیہ الرحمہ کے مرید تھے، جو حضرت بابا مسعود نروری علیہ الرحمہ کے برجستہ خلیفہ تھے وہ عبادت و ریاضت میں اپنے اقران سے ممتاز تھے۔ بلکہ استقامت میں بے انباز تھے۔ اور حق تعالٰی کی عبادت سے ہرگز نہ تھکتے تھے، وہ معبودِ برحق کی یاد سے ہرگز منہ نہ موڑتے تھے۔ بلکہ ہر وقت اور ہر آن یادِ خدا میں مشغول رہتے تھے۔ برادر عالی قدر کے وصال کے بعد وہ صرف چند وقت ہی وجود کا قلادہ گردن میں رکھتے ہوئے تھے اور پھر نکال پھینکا۔ انہوں نے ارشاد کی علم کو کافی وقت تک فضائے عرصۂ دم میں لہرا رکھا تھا، جب رحمتِ حق کے ساتھ پیوستہ ہو گئے تو بیجبہاڑہ میں اپنے برادر عالی گہر کے مقبرے میں ہی مضجع اور آرام گاہ پالیا تھا۔

۳۔ سید ریشی بابا؟:۔ آنجناب علیہ الرحمہ بھی شیخ اسحٰق

Marfat.com

مذکور کے خلیفہ برجستہ تھے۔ جب فقر کے ناپید کنار میدان میں قدم رکھا تو خود کو فن زراعت کے ساتھ مشغول رکھا۔ تاکہ رزق حلال حاصل کرکے فراغت سے طاعات میں مشغول ہو جائے، وہ اصحاب شوق و ذوق میں سے تھے۔ جان گداز راتوں، سیاہ و دراز شبوں اور صبح و شام دلسوز نعروں سے فضا کی خاموشی کو چاک کرتے رہتے وہ دلسوز نعرے ان کے سینے کے گوشوں سے بجز زاری اور آہ و نیازمندی سے نکلتے تھے۔ وہ اکثر اوقات گریہ و زاری کرتے رہتے تھے۔ آخر ۱۰۴۷ھ میں رحلت فرمائی تھی۔ اور پھر موضع دارا جو اطراف شالیمار میں پرگنہ پھاک کا ایک گاؤں ہے، میں آسودہ ہوئے تھے۔

۴۔ خواجہ زین الدین ڈار رحمۃ اللہ علیہ: ۔ آنجناب علیہ الرحمہ ایک سوداگر زادہ تھے۔ اس کے باطن میں طلب حق کا شعلہ پڑا تو خواجہ حبیب اللہ نوشہری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تھے جہاں ولایت عرفان کے مراتب اور کرامات و ایقان کے مناصب پر فائز ہو گئے تھے مرشد کی خدمت میں جان سپاری اور خاکساری کر کے اخلاص و اعتقاد کا پورا حق ادا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دن عیدگاہ کی راہ سے جا رہے تھے جہاں سے ان کا پیر حق آگاہ بھی جایا کرتے تھے۔ راستے میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ دوچار ہو گئے اور ان کو صحبت کی طرف بھی اشارہ کیا مگر انہوں نے نہیں مانا، بلکہ ملازمت پیر کے

Marfat.com

عذر میں تاخیر کیا۔ تاہم سلوک کے اثنا میں ان کو جوش وخروش کے ساتھ سکر پڑا اور اُسے ایک قوی جذبہ نے پکڑ لیا، وجد حال ایسا ہوا کہ نغمہ، ترانہ اور سماع عاشقانہ جیسے حالات انکی طبیعت شریف پر غالب آگئے۔ پھر مولانا حسین خباز علیہ الرحمہ جنکی ذکر ہو چکا ہے، بابا کو بھی اس باب میں معارضات تھے۔ بہر حال خواجہ علیہ الرحمہ نے در کمالِ جوانی جبکہ ان کی عمر چالیس سال سے اُوپر نہیں ہو چکی تھی، ۱۰۴۲ھ میں رحلت فرمائی اور پھر اپنے مسکن محلہ کاثل میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا مقبرہ مشہور اور فیض بخش سے معمور ہے۔ اُن کا تاریخ وصال "عارف خاص" کہا گیا ہے۔ (جس کا مادہ تعداد ہم نے اوپر لکھا ہے۔)

۵۔ مُلّا حُسین گنائیؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ مسجد جامع کلان میں سکونت رکھتے تھے اور ملک جلال الدین ٹھکور علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں درس دیا کرتے تھے۔ خواجہ حیدر علامہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں جاکر ان سے بعض علوم کا استفادہ کیا تھا۔ (اس سے زیادہ نہیں)

۶۔ حضرت خواجہ حیدر تلتوؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ ایک علامہ تھے اور ان کے والد بزرگوار کا نام خواجہ فیروز علیہ الرحمہ تھا، جو خواجہ عبد الشہید علیہ الرحمہ کے ارادت مندوں میں سے تھا یعنی خواجہ عبد الشہید احرار نقشبندی قدس سرہٗ۔ انہوں نے ایک تقریب پر ظاہر

Marfat.com

کیا تھا: کہ "میں چار بیٹیاں رکھتا ہوں، جبکہ مجھے کوئی بیٹا نہیں۔ تنگدلی اور تنگ دست عیال بار ہوں۔" خواجہ علیہ الرحمہ نے دعا کی اور پھر ایک عالی گہر بیٹے کی بشارت دی۔ جب وطن کی طرف مراجعت کی تو مدت مقررہ ادا ہونے کے بعد ہی حضرت خواجہ حیدر تولد ہو گئے جو سات سال کی چھوٹی عمر میں عبادت کیساتھ مشغول ہو گئے تھے پھر ادائے سنت میں لگ گئے۔ اس کے بعد آخری وقت تک سنت اور فضیلت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا تھا، اوائل میں حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر علوم کی تکمیل کی۔ اور ثانیاً: بخدمت بابرکت خواجہ جوہر علیہ الرحمہ دوڑے۔ ثالثاً، قدوۃ المتاخرین شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ کی صحبت میں جا کر سراسر افادیت سے بہرہ اندوز ہو گئے تھے پھر مراتب علیہ علم وعمل کو پہونچے اور اقران پر فائق ہو گئے۔ تجوید قرأت میں وہ سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا التزام کرتے تھے۔ وہ بیح بحر علم وعرفان، برہان وامان اور ایقان ہوا کرتے تھے۔ اکثر اعمال میں ورع کے ساتھ کارفرما ہوتے تھے۔ حکام کے تکلف وسماجت کے باوجود انہوں نے قضاگری کا منصب ہرگز قبول نہیں کیا، بلکہ جبر کے خوف سے پھر فرار اختیار کیا تھا۔ اپنے فرزندوں کے لئے بھی اس امر کے مجوز نہ ہو سکے۔ جب قضاگری دوسرے کو سونپی گئی تو واپس شہر آئے۔ انہوں نے ۱۰۵۷ھ میں رحلت کی تاریخ "خیر الوری" ہے۔

Marfat.com

آنجناب علیہ الرحمہ اپنے اسلاف کے مقبرے میں آسودہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے مقبرے کے تعمیر کا تکلف ہرگز اختیار نہ کیا تھا اور روضہ بھی نہ بنوایا تھا۔ انہوں نے صاحب کمال اولاد چھوڑے ہیں ان اہل کمال اولاد سے بعض کی ذکر اسی کتاب میں اپنی مناسب جگہ پر کیجائے گی انشاءاللہ۔

۷۔ **خواجہ عبداللہ غازی**:۔ آنجناب علیہ الرحمہ انواع علوم میں مختلف طریقوں سے مستفید تھے اور تحریر میں یگانہ۔ وہ علمِ طب میں بھی ماہر تھے جس کا وہ درس بھی دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے علم طب میں کافی تالیفات بھی کی تھیں۔ تھیوری کے علاوہ اس زمانے میں کشمیر میں پریکٹیکل یعنے عملی علم و آلات انہوں نے ہی پہلے رائج کئے تھے۔ دانشمند خان جو شاہجہاں کے امیروں میں سے تھا، نے بھی اس علم کو کشمیر میں رواج دیا تھا۔ پھر سرینگر سے آگے اس علم کو دُور دُور تک پھیلا دیا تھا۔

۸۔ **مُلاّ حیدر رینوری**:۔ آنجناب علیہ الرحمہ بھی ایک علامہ روزگار اور وقت کے بے نظیر محرر تھے۔ ہندوستان کے اکثر علماء، فضلاء، امراء، فقراء اور حکماء وغیرہ بھی ان سے مختلف علوم میں استفادہ کرتے تھے۔ ان کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا۔

(ان دونوں حضرات کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔)

Marfat.com

۹۔ مُلّا فاضل رح :۔ آنجناب علیہ الرّحمہ ایک دانشمند محرّر اور مدقّق تھے۔ انہوں نے جدالوں میں بحثوں اور مباحثوں میں کافی شہرت پائی تھی۔ وہ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ علیہ الرّحمہ کے اکثر حواشی اور مقالوں پر ردّ لکھتے تھے جو ایک عظیم عالم تھا۔

۱۰۔ مُلّا عبدالرزاق بانڈے رح :۔ آنجناب علیہ الرّحمہ مُلّا فاضل علیہ الرّحمہ کے خواہرزادہ تھے اور معقولات میں بھی بے نظیر تھے، شرحوں پر تجدید لکھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے: کہ "میرے ان تالیفات کو دانشمندان بھی قرأت نہیں کرسکتے ہیں۔ تو وہ کیا سمجھیں؟ اور ان کی فہم میں کیا آئے گی؟" تحصیل علوم کے بعد انہیں سفر کا اتفاق ہوا اور شاہجہان بادشاہ نے ان کو کابل کے مدرسے میں درس دینے پر مامور کیا تھا۔ وہ راتوں میں محاکمات پر ردّ لکھتے تھے، اس کو دماغ کا خلل بہم پہونچا اور اپنے حلقے پر بھی کذ لک لگایا تھا۔ شاگردوں نے ان کے زخم کو بند کردیا، اور وہ کابل کے تدریس سے مستعفی ہوکر واپس کشمیر آئے اور وفات پائی تھی۔ وہ ایک بڑے عالم اور عامل تھے گوجوارہ میں سکونت کرتے۔ (اور وہیں دفن بھی ہوگئے تھے)

۱۱۔ مُلّا ابوالحسن رح :۔ آنجناب علیہ الرّحمہ "شاہ بابا" کے نام سے مشہور تھے۔ علوم میں مستعد اور جیّد تھے۔ آخوند مُلّا یوسف گنائی علیہ الرّحمہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خطہ کے علمائے کی متعین ناظموں

کی مجلسوں میں جو ترتیب دی جاتی وہ خطبے دیا کرتے تھے اور تفسیر قاضی بیضاوی؟، ملا حسام الدین محشی؟ وغیرہ جیسے عالموں کی عبارات قرآن بیدرنگ پڑھا کرتے تھے۔ اور ملا عبدالحکیم کے اکثر مذکورات کو رد کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی اپنے وقت کے علماء کی طرف التفات نہیں کیا تھا، یعنے ان کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ یہ (مزید تفصیل ناپید ہے)۔

۱۲- حضرت حاجہ بابائے قادری؟:۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا تجو قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، جو کشمیر میں ایک مشہور و معروف طبقہ تھا اور وہ تاجر لوگ تھے۔ جب ان کو داعیۂ طلب دامن گیر ہوا تھا اور ان کا اندرون گرم ہو کر شعلہ زن ہوا تھا تو حضرت سید حق آگاہ شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ کی خدمت و ارادت کو پسند کیا، جہاں ارشاد کا رتبہ پایا تھا۔ ورع و تقویٰ اور سنّت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ادا کرنے میں سعی اور جہد بلیغ کیا۔ ایک دن جبکہ انکی والدہ محترمہ نے وفات پایا تو ان کو دفن کرنے کے بعد فوراً حرمین شریفین کا راستہ لیا۔ اس وقت ان کی عمر صرف چھ سال تھی، اور حرمین شریفین میں اقامت کرنے کی ہمت کی جب محبوب ذوالجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مقدسہ و متبرکہ میں چند سال تک جاروب کشی کی تو اسی اثناء میں واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے واپس کشمیر لوٹنے پر مامور ہو گئے

Marfat.com

پھر کشمیر میں ہی سنّت کی ادائیگی کے امر ہوا یعنے ان کو نکاح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اور ایک مولود مسعود سے مبشّر ہو گئے جن کا عثمان نام ہو گا اور جو ایک برگزیدہ اہلِ حق بھی ہو گا۔ اس بشارت کو پاکر فورًا واپس آئے اور ادائے امرِ سنّت فرمایا، جس سے بابا عثمان علیہ الرحمہ تولّد ہو گئے تھے۔ پھر آنجناب علیہ الرحمہ نے ۱۰۶۶ھ میں رحلت فرمائی جو شب برأت کا دن تھا۔ "ستونِ دین" ان کا تاریخ وفات ہے، پھر محلۂ "بلبل لنکر" میں ایک سید بزرگوار عالی مقدار کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ❊

۱۳- **شیخ بابا علیؒ**:- آنجناب علیہ الرحمہ مسعود بانپوری قدس سرہٗ کے برجستہ خلفا میں سے تھے۔ وہ تقویٰ، عبادت و ریاضت میں لاثانی تھے۔ وقار، تمکین اور اسرارِ حقیقت کے اظہار کرنے میں ضرب المثل تھے۔ بلکہ وہ مظہرِ دقائق اور مطلع حقائق تھے، مُلّا شاہ علیہ الرحمہ ان کے دیدار کے لیے گئے تھے اور وہ خانقاہ میں بوریا پر بیٹھے ہوئے تھے سبحہ اس کے ہاتھ میں تھی۔ آخوندؒ ایک مدت تک بیٹھے رہے۔ چونکہ آخوند علیہ الرحمہ ابھی تک کشمیری زبان بھی جانتے نہیں تھے اور بابا علی علیہ الرحمہ بھی فارسی کم بول سکتے لہذا کوئی ذکر کیے بغیر ہی آخوندؒ اُٹھ کر چلے گئے۔ اور دروازہ کی طرف مُنہ کر کے بلند آواز میں کہا: "ایں جا غیر از بوریا چیزے نیست" (یعنے: یہاں کوئی قابلِ قدر شخص نہیں ہے۔)۔ بابا علی علیہ الرحم

Marfat.com

نے حاضرین سے استفسار کیا کہ : "اس مغل نے کیا کہا اور چلا گیا؟"
انہوں نے جواب دیا کہ : "یہاں بوریا کے سوا کچھ نہیں" کہہ کر
چلا گیا۔ بابا نے دونوں ہاتھ تاسف کے مقام پر مارے یعنی ہاتھ
ملتے ہوئے کہا کہ "اگر وہ ذرہ بھر معرفت رکھتا ہوا ہوتا اور حال
سے آشنا ہوتا تو حق کو دیکھتا اور بوریا کو نہیں۔" کہا جاتا ہے
کہ آخوند جا کر واپس لوٹے اور عذر خواہی کی۔ غرض انہوں نے
۱۰۵۹ھ میں وفات پائی اور پھر اپنے مرشد پاک علیہ الرحمہ کے
حظیرہ میں آسودہ ہو گئے تھے جو اس وقت کی زیارت گاہ تھا

۱۴۔ شیخ نبکر ریشیؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ بھی خواجہ مسعود
پانپوری علیہ الرحمہ کے باکمال خلفاء میں سے تھے۔ وہ دن کو روزہ
رکھتے اور رات کو جاگتے رہتے تھے۔ انہوں نے ایک عمر غاروں میں
رہ کر گزاری تھی۔ وہ زعفران زار سے کسب کر کے قوتِ حلال خود حاصل
کرتے تھے، ماکول اور ملبوس میں کافی احتیاط برتتے تھے۔ خواجہ
عبدالرحیم مانتجو قادری علیہ الرحمہ (جن کی ذکر آگے آئے گی) سے منقول
ہے : "کہ اس راہ کے اوایل سلوک میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ایک
رنجش کی وجہ سے میں نے پانپور کی راہ لی اور خود کو نبکر ریشیؒ تک
پہونچایا۔ وہ غار میں تھے، انہوں نے حال پوچھا، اور میں نے اسی
غار میں رہنے کی آرزو ظاہر کی ؛ تو فرمایا : کہ" خوش باش ! میں چند
روز کے لئے زعفران کی مزدوری کرنے کے لئے جاؤں اور تو اس غار

Marfat.com

میں بیٹھے رہ۔ میرے اس غذا پر قناعت کر جو چاول کا خشک کاک ہے
یہ کہکر وہ چلے گئے اور مجھے غار میں کام کے ساتھ چھوڑا۔ میں نے
چند روز تک ان کے فرمان پر برابر عمل کیا اور انوار و اسرار
ملک و ملکوت وغیرہ نوری مخلوق مجھ پر ظاہر ہونے لگے، ساتویں
روز شہر سے شیر برنج آپہونچا، جو پوچھتے ڈھونڈتے میرے
پاس آپہونچا۔ میں بے اختیار ہوکر اس غار سے اٹھ آیا اور قصد کیا
کہ اس شیر برنج کو نبکر ریشی ؟ کے پاس لے چلوں۔ جب اس جگہ
کے قریب پہونچا جہاں وہ بیٹھے تھے تو اس سے پہلے کہ میری نظر
ان پر پڑی وہ اپنے ساتھ کہہ رہے تھے: کہ یہ بقال زادہ آیا
ہے کہ مجھے بازی دے گا۔ میں نے امتحان کرکے اسے اس غار میں
بٹھایا تھا مگر وہ اجازت کے بغیر ہی محبت خانے کی طرف چلے
آرہے ہیں۔ مجھے اس کے میٹھے کھانے کے ساتھ کیا حاجت؟ وہ
چلا جائے اور اپنے بیٹے کے ساتھ ہی شغل رکھے۔ کیونکہ اس
کے ہاتھ سے یہ کام نہیں آیا۔" میں خجل ہوکر واپس چلا گیا کہ
اپنے غار میں بیٹھوں۔ جب غار کے دروازہ پر پہونچا تو ایک
مہیب شیر کو دیکھا اور ہیبت سے جب غار سے گھر کی طرف بھاگا تو
شیر غائب ہوا مگر جب پھر اس غار کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو
شیر کو استادہ اور آمادہ پایا۔ میں مایوس اور ملول ہوکر واپس
مڑا اور گھر کی راہ لی۔"

اس قسم کی بہت سی حکایتیں نبکر ریشی علیہ الرحمہ سے مشہور

Marfat.com

ہیں۔ وہ اغنیا اور اہلِ دُنیا سے مجتنب رہتے تھے بلکہ اپنے ہم مُرشد سے بھی یعنے حضرت شیخ نجم الدین المعروف بہ بخی ریشی مالو علیہ الرحمہ کیونکہ وہ سعد اللہ خان وزیر کے طالب بن گئے تھے، معارضہ فرماتے تھے۔ جب رحلت فرمائی اپنی ہی مقام عبادت میں جو اطراف پانپور میں ہے آسودہ ہو گئے تھے۔ ؎

۱۵۔ شیخ اہلہ ریشی رح :۔ آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت خواجہ مسعود قدس سرہٗ کے خلیفوں میں سے تھے، جو عبادت و ریاضت اور کشف و کرامات میں ایک آیت تھے، وہ صحبتِ غائبانہ بھی کیا کرتے تھے جن میں رودادِ عالم کی خبریں بھی دیا کرتے تھے، جو خیر و شر اور دیگر حالات و واقعات کے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ جو ہونے والے ہوتے، ؎ (دفات اور مرقد مفقود)

۱۶۔ شیخ شکر ریشی رح :۔ آنجناب علیہ الرحمہ بابا لطیف علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ صاحبِ مقامات عالیہ اور صاحبِ ریاضات شاقہ تھے۔ اس راستے کے عجائب و غرائب ان پر مکشوف ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے ریشیوں کے طریقے پر ہی اعمال شاقہ میں ہمت کا کمر باندھ لیا تھا اور غار نشین ہو گئے تھے۔ وہ دیوں اور ددوں کے ساتھ انس پکڑ کر مانوس ہو گئے تھے۔ شدائد اور مشکلات میں اور حضرات سے مدد آتے دیکھا جو خوابوں اور

Marfat.com

واقعوں میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت بابا علیہ الرحمہ کی رحلت کے متعلق پہلے ہی سے خبروں اور ان کے مقام عالیشان کو بھی متعین کر رکھا تھا۔ اس واقعہ کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ پھر جب وفات پائی تو غیبی اشارہ کے مطابق ' جو اس بارے میں پیشتر ہی پایا تھا' اسی روضۂ عالیہ میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۷۔ بابا شمس الدین نایک ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ بھی بابا نصیب قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ انہوں نے بچپن میں ہی حضرت بابا علیہ الرحمہ کی نظر عنایت سے راستہ پایا تھا اور کائنات سے روگردان ہو گئے تھے۔ وہ صاحب حالات و صاحب خدمات تھے۔ پھر وہ امر معروف کے لئے پرگنوں میں چلے گئے، وہاں کے لوگوں نے تغافل برتا اور ان کے نصیحتوں پر کان نہ دھرے تھے تو وہ جلال میں آئے اور اس پرگنے کے چشمے کا پانی ہی سوکھ گیا مگر جب انہوں نے عاجزی و الحاح سے منت سماجت کی تو دعا فرمائی اور ان کے اس چشمے سے پھر پانی جاری ہوا تھا۔ اس طرح وہ نائب ہو گئے تھے (اسی پر اکتفا کیا ہوا ہے)

۱۸۔ شیخ شمس الدین ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ' حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے برادر مادری تھے، جو کمال جوانی میں تارک دنیا بن گئے تھے اور ریاضت و عبادت کو انتہا تک پہنچایا تھا

Marfat.com

پھر حضرت بابا علیہ الرحمہ کی خلافت میں تبت چلے گئے تھے، جہاں مرجعیت بہم پہونچائی تھی۔ اور وہ پھر توحید شہودی کے مائل و قائل تھے۔ ؞ (وفات اور مقام مدفن معلوم نہیں)

۱۹- شیخ داؤد کوہنی ؒ:- آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ انہوں نے ساری عمر تجرید و تفرید میں گزاری تھی اور پھر امر معروف سے بت شکنی کو حد اتم تک پہونچایا تھا کفرہ کے درمیان "کشتوار پائین" کے ایک قریہ میں، جو کشتوار اور کشمیر کے درمیان میں واقع ہے، منزل کیا تھا۔ اور یہاں سے کفر و بت پرستی کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا تھا۔ پھر وہیں آسودہ ہو گئے تھے۔ ؞

۲۰- شیخ یوسف ؒ:- آنجناب علیہ الرحمہ بھی بابا نصیب الدین علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے، وہ بھی ایک عالم تھے اور تصنیفات بھی کئے ہیں، جو قابل قدر کتابیں تھیں۔ اس کے علاوہ وہ قسم قسم کی کرامات اور خوارق عادات بھی ظاہر فرماتے تھے ؞

۲۱- شیخ حاجی حسن ؒ:- آنجناب علیہ الرحمہ بھی حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے اور وہی حضرت بابا علیہ الرحمہ کے نماز میں پیش امام بھی تھے۔ وہ قرأت میں عجیب دسترس

Marfat.com

رکھتے تھے۔ انہوں نے تجرید میں زندگی کی اور سخت عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے جہاد نفس اور حج اسلام بھی کماحقہ عمل میں لایا تھا۔ وہ صاحبِ ایثار بھی تھے اور دل وجان سے فقراء و مساکین کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ❊ (وفات اور مدفن ناپید ہے)

۲۲۔ شیخ بابا صالحؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ موضع کوا کوہ کے رہنے والے تھے جو اجہر کے پرگنے میں ایک گاؤں ہے۔ وہ بھی حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے اور قریہ مذکورہ میں ہی غار نشین ہو گئے تھے جہاں وہ ان تھک عبادت کرتے تھے اسی جگہ بیٹھ کر وہ قرآن مجید کی کتابت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے اوائل سلوک میں ترک حیوان کیا تھا، البتہ انڈا کھاتے تھے۔ شیخ ابوالفقراء علیہ الرحمہ نے تعریفیں کرتے ہوئے تعریض کے طور پر ان کے متعلق کہا تھا: کہ "بعض یاران مرغ را با بال و پنجہ مے خورند۔" تو یہ سنکر انہوں نے بیضہ کھانا چھوڑ دیا تھا۔

ایک دفعہ سلطان داراشکوہ شکار کر رہا تھا کہ ان کے مسکن پر آ پہونچا، ان کو دیکھ کر زیارت کے لئے گیا۔ لیکن بابا علیہ الرحمہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہ کیا تو سلطان نے اپنے ساتھیوں سے ترکی زبان میں کہا تھا کہ " ایں مرد کیف کردہ است۔ "

باباؒ نے فراست سے معلوم کیا یعنے معنی فہم کیا تو فرمایا تھا:

" حیف بر کسے کہ کیف کردہ باشد و صد حیف بر آنکہ بے

Marfat.com

کیف باشد۔" یہ سُنکر سلطان محظوظ ہوا اور زرِ سرخ و سفید کا ایک طبق پیش کر دیا۔ مگر انہوں نے اس تکلّف کو قبول نہ فرمایا پھر بڑی منت و سماجت سے صرف تیئیس اشرفی اٹھائیں اور باقی کو واپس کیا تھا، بلکہ ایک حمائل شریف بھی بخط خود خوان طبق میں رکھ دیا تھا۔ اور فرمایا کہ میرے اس لکھے ہوئے قرآن پاک کا ہدیہ یہی ہے جو میں نے لیا۔ بادشاہ کے باقی اشرفیوں کو ردّ فرمایا تھا۔ (مدفون اور دیگر کوائف لکھے نہیں ہیں)

۲۳۔ شیخ صالحؒ و ۲۴۔ شیخ درویشؒ:۔ آنجنابان علیہم الرحمہ حضرت خواجہ مسعود پانپوری علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور ورع و تقویٰ میں لاثانی تھے۔ یہ چند حضرات تھے جنہوں نے حضرت بابا علیہ الرحمہ کے قریب العہد میں ہی رحلت فرمائی تھی یہی دوسری جماعت یعنی وہ حضرت جو بعید العہد تھے اپنی جگہ مذکور ہو گئے

۲۵۔ شیخ بابا طاہرؒ:۔ آنجناب حضرت مسعود پانپوری قدس سرہٗ کے نبیروں میں سے تھے۔ وہ ایک بڑے صاحب ریاضت و عبادت ہونے کے علاوہ سخاوت میں مطلع درایت و ولایت تھے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے اولادوں میں سے ان کے مثل کم ہی کوئی تھا، یعنی ان کی شان کا کوئی دوسرا اولاد پیدا نہیں ہوا تھا انہوں نے جب رحلت فرمائی تھی تو اپنے جدِّ بزرگوار کے حظیرہ

Marfat.com

میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۲۶۔ مولانا یوسف ترکی رح:۔ آنجناب علیہ الرحمہ مقرب بارگاہ معبود خواجہ خاوند محمود قدس سرہٗ نقشبندی کے خاص مریدوں میں سے تھے وہ نہایت مرتاض اور صاحب درد وایثار تھے نفس کشی اور بدنِ عنصری کو شکست دینے میں ان کا کوئی ہمتا یا ہمسر نہ تھا۔ اسی لئے وہ خود کو ہمیشہ ملامت کرتے تھے جس سے وہ ایک حظ اٹھاتے تھے۔ اکثر اپنے خاص ضرورتوں سے فقیروں کے حاجات پورا کرتے تھے۔ اکثر راتوں میں غایب ہو جایا کرتے تھے اور کوہِ ماران کی طرف چپکے سے نکلتے، اس پر کسی کو مطلع نہ کرتے اور ساری رات وہیں سینہ سوزانی اور دیدہ گریانی میں گزارتے تھے۔ ان کا مقبرہ دیدہ مر کے محلے میں جو یبار کے کنارے پر واقع ہے۔

۲۷۔ بابا مجنون نروری رح:۔ آنجناب علیہ الرحمہ قاضی ابوالقاسم جو مولانا جمال الدین علیہم الرحمہ کے خلیفہ تھے، کے شاگرد رشید تھے۔ وہ علوم ظاہریہ و باطنیہ کے جامع تھے۔ انھوں نے مولانا جمال الدین علیہ الرحمہ (جو اُن کے پیر کے پیر تھے۔) سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اور پھر مُلا عبداللہ غازی علیہ الرحمہ کے علم طب کا اخذ کیا تھا جسے انہوں نے شہر بھر میں پھیلا دیا تھا۔ حافظ محمد

Marfat.com

شریف اور کافی حکیم خواجہ عبدالرحیم نے یونانیوں کے طریقے پر ان کی خدمت میں رہ کر اشیاء کی واقفیت حاصل کی تھی اور کسب علم طب بھی کیا تھا مختصر یہ کہ حضرت بابا مجنون علیہ الرحمہ سلوک کی راہِ طریقت پر چل پڑے تھے۔ انہوں نے اس طریقے کو حضرت شیخ عبداللہ علیہ الرحمہ جو حضرت شیخ مسعود سہروردی علیہ الرحمہ کے خلف تھے کی خدمت میں رہ کر انصرام کے ساتھ انجام دی تھی اور صاحبِ حالات عالیہ بن گئے تھے۔ آنجناب بے ریا اور بے تکلف تھے۔ انہوں نے بہت سارے مشایخ کو بھی دیکھ لیا تھا اور ان سب کی بے حد خدمت بھی کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے خود کو حوائج مسلمین کے لئے وقف کر رکھا تھا محتاجوں کی حاجت برآری کے لئے ہر جگہ جاتے تھے، اور پھر وہاں کلمۃ الحق کی اجرا کرنے میں لومۃ لائم کی ہرگز پروا نہ کرتے اور کسی طرح کی پس وپیش یا ڈر وخوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ ان تمام ہی اوصاف کے باوجود وہ سوز وگداز اور عجز ونیاز سے بہرہ وافر رکھتے تھے۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی تھی تو سنورہ میں اپنے اسلاف کے مزار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا وفات حضرت حاجی بابائے قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہ کر ہوا تھا جو ان کا قریب العہد بزرگ تھا۔ صرف ڈو ماہ کا پس وپیش تھا۔ اس لئے دونوں صاحبوں کا مادۂ تاریخ "ستون دین" ہے۔ جو اتفاق ہوا۔

Marfat.com

۲۸۔ مُلا علی الماس ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ، مُلا الماس مفتی ؒ کے برادرزادہ تھے۔ جو مُلا نانت جوہر علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔ مُلا جوہر علیہ الرحمہ شیخ ابوالفقراء بابا نصیب علیہ الرحمہ کے مرید تھے انہوں نے جب وفات پائی تھی تو موضع اوگمنہ (بانگل) میں آسودہ ہو کر محو خواب ہوئے تھے۔ ٭ (ان کا مقبرہ ابھی تک وہاں زیارتگاہ ہے)

۲۹۔ مُلا حاجی طوسی ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ ایک بے نظیر دانش مند تھے۔ انہوں نے علوم عربیہ، تنجیم، اصطرلاب اور دیگر علوم میں یدبیضا حاصل کیا تھا۔ بعض علوم میں مُلا نانت جوہر ؒ کے شاگرد تھے اور حضرت ایشان خواجہ خاوند محمود "قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ جب انہوں نے وفات پائی تھی" وانی واری" کے مزار میں مولانا جمال الدینا کے مقبرے کے پاس ہی مدفون ہو گئے تھے۔ ٭

۳۰۔ مُلا یوسف کاوسو ؒ:۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے کشمیر میں ہی تحصیل علوم کیا تھا اور فن انشاء میں ماہر ہو گئے تھے۔ پھر شاہجہان بادشاہ کے ایک مقرب کے ساتھ کشمیر سے ہندوستان روانہ ہو گئے تھے، وہ بھی اردلی میں جا رہے تھے۔ اتفاقاً بادشاہ مذکور کو کوہستان پیر پنجال میں والئے روم کا خط مِلا تھا تو حکم ہوا کہ "خط کا جواب فوراً دیا جائے اور اسی وقت روانہ کیا جائے۔" سرکاری منشی

Marfat.com

حاضر نہ تھا تو مُلّا صاحب کے مربّی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ ایک مُلائے کشمیر ہے تو حکم ہوا کہ خط کا جواب اسی سے لکھوا دیا جائے، مگر بہت جلد۔ تو مُلّا مذکور خط لکھنے لگا انہوں نے اعجاز کمال سے خط کا جواب لکھا اور اسے ابہام طرازی سے مزّین کیا تھا۔ پھر بادشاہ کی نظر سے گزارا گیا اور وہ منظور ہوا تھا۔ پھر مُلّا کو اسی وقت سرکاری منشیوں میں شامل کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے ہندوستان کے فضلائے کے ساتھ مکرّر طور پر بحث و مباحثہ کئے تھے یہاں تک کہ وہ روشناس ہوئے اور شہرت پائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صدر الصدور ہو کر واپس کشمیر لوٹے تھے، یہاں آ کر اہل علم کو جمع کرایا تھا اور افادۂ علوم کے درس میں مشغول ہو گئے تھے۔
جب علی مردان خان کی نظامت میں کشمیر کو قحط نے آ گھیرا تھا تو ناظم کے دیوان مہادیو نامی شخص کی تہمتِ احتکار مشہور ہو گئی تھی عوام الناس نے اضطرار میں اس کے گھر کو آگ لگا دی تھی اور مال و جائیداد کو غارت کر ڈالا تھا۔ اس کی اطلاع بادشاہ کو بھی ملی تھی تو انہوں نے تمام حکام و امرائے کو حضور میں طلب کیا تھا۔ ان میں مُلّا یوسف علیہ الرّحمہ بھی تھے۔ بادشاہ نے اس فتنے کے متعلق اس سے استفسار کیا تھا۔ علم نحو کا دانشور ہونے کے وجہ سے انہوں نے نحوی طریقے پر فتنے کے تمہید کا آغاز کیا تھا، اور کہا: کہ،

"گناہ نہ بر عوام و نہ بر دیوانِ ناظم ہم لازم شود۔"

یہ سُنکر بادشاہ غصّے میں ہوا جو آخوند علیہ الرّحمہ کو ناگوار گزرا تو

Marfat.com

وہیں اسہال کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پھر دہلی میں وفات پا گیا تھا۔ جس کا تفصیل گذشتہ اوراق میں بھی لکھا گیا ہے۔ (اور پھر شاید وہیں کسی جگہ دفن ہو گئے تھے۔) ؞

۳۱۔ خواجہ عبداللہ بانڈےؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ کشمیر کے اکابر امرائیں سے تھے۔ ان کے والد خواجہ طالب جب بادشاہ کے حضور میں گئے تھے تو قانون گوئی کے عہدے پر سرفراز ہو چکے تھے۔ ان کا فرزند ارجمند ایک متورع اور حق آگاہ بزرگ تھے۔ وہ پہلے حضرت بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور پھر محبوب الودود خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ سے نقشبندی کے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرتاض اور صاحبِ ذوق و صاحبِ حال ہو گئے تھے۔ آخر جب آنجنابؒ نے رحلت پائی تھی تو وہ اپنے ہی محلے میں بادشاہی مدرسے کے قریب آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کا مقبرہ بھی فیض و برکت والا تھا۔ ؞

۳۲۔ ملا حسن کوجورؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ انواع علوم میں مشارٌ الیہ تھے۔ تفسیر بیضاوی پر ان کے لکھے ہوئے حواشی، فوائد و نکات عالیہ وغیرہ کی طرف افادہ کرتے ہیں۔ (ان کا مزید حال معلوم نہیں۔) ؞

۳۳۔ ملا باقر صباغؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ تحصیل علوم کرنے

Marfat.com

کے لئے ایرانی دیار میں چلے گئے تھے اور وہاں کے فضلائے سے بہرہ اندوز ہو گئے تھے۔ پھر ایران میں ہی میر باقر کے شاگرد بنے تھے اور پھر وقت کے بے نظیر عالم بن کر لوٹے تھے۔ وہ محلہ کلاشپورہ میں سکونت کرتے تھے۔ (اس سے زیادہ نہیں لکھا گیا ہے)۔

۳۴۔ ملا باقر نارہ للو:- آنجناب علیہ الرحمہ معقولات میں ملا باقر صباغ علیہ الرحمہ کے ہی شاگرد تھے۔ پھر انہوں نے ہندوستان جاکر ملا عبدالحکیم علیہ الرحمہ اور دوسرے علماءِ پنجاب کے ساتھ معارضے کئے تھے اور ان سب کو مغلوب کر دیا تھا اور ملزم ٹھہرایا تھا، یعنے ان کو غلطی پر ثابت کیا تھا۔ (اس سے زیادہ نہیں لکھا گیا ہے)

۳۵۔ ملا یوسف چک:- آنجناب علیہ الرحمہ ایک مفتی اور ایک بے نظیر دانشمند تھے۔ وہ اکثر حضرت الیشان خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہ کر بہرہ اندوز ہو جاتے تھے۔ وہ بھی لت دقایق فقہ و تفسیر وغیرہ کا افادہ کرتے تھے۔ کہتے ہیں، کہ وہ ایک عجیب واقعہ بھی رکھتے تھے کیونکہ مباحث و معارض میں ان کو کوئی مغلوب نہیں کر پاتا تھا۔ اس طرح ملا فاضل محرر اور ملا عبدالرزاق مدرس کابل بھی ان کی کمال علامگی کے معترف تھے کیونکہ وہ دونوں علماء حضرات ان کے ساتھ جدال علمی نہیں کر سکتے تھے ان کا بیٹا عبدالغنی علیہ الرحمہ بھی ایک بے نظیر فقیہ و دانشمند تھے

Marfat.com

صکوک و سجلات میں ان کا ہم پلہ کوئی عالم نہ تھا۔

۳۶۔ قاضی عبداللہ ملارٹی رح ۔ آنجناب علیہ الرحمہ کا لقب زنگیر تھا۔ شاہجہان بادشاہ کی سلطنت میں پہلے قاضی تھے ابوالقاسم ولد حکیم دانا' جو مولانا کمال الدین علیہ الرحمہ کے پوتے تھے، اور ابھی جوان تھے۔ دیوانِ عدالت کے روز ملا محمد تتگ صدر الصدور کے توسل سے بادشاہ کے حضور ان سے استفتا کیا تھا، کہ کسی شخص نے قسم کھائی ہے کہ وہ کھانا نہیں کھائے۔ وہ اتفاق سے گھر آیا تو وہ بھوکا تھا اس نے طاقچے میں کھانا دیکھا تو کہا کہ اگر یہ خوردنی ہے تو مجھے دیں۔ چونکہ گھر والوں کو پتہ ہے کہ وہ کھانا نہیں کھاتا لہذا نہیں دیتے۔ اور اس نے قسم کھائی کہ جو کچھ بھی اس خوان میں ہے' اگر وہ نہ کھائے تو کذا و کذا جب خوان اٹھایا گیا تو اس میں روٹی تھی۔ اب وہ متردد بلکہ خائف ہوا کہ کیا کرے؟ تاکہ حانث* نہ ہو۔ اس سوال کا جواب قاضی سے نہ بن پڑا تو بادشاہ کی نظر ملا عبداللہ رح پر پڑی جو مفتی تھا اور اس کی مونچھیں بھی تھیں اور اسی سے پوچھا: کہ "یہ بوڑھا کون ہے"؟ درباریوں نے کہا: کہ یہ مفتی ہے۔ بادشاہ نے کہا، کہ آگے آؤ! اور جواب دو۔ تو اس نے عرض کیا: کہ "فتوے کے آداب میں یہ بھی ہے کہ کتاب دیکھ کر ہی مسئلے کا جواب دیا جائے۔" بادشاہ خوش ہوا، تحسین کیا اور کہا: کہ "ملا دیندار ہے۔ اب یہی بزرگ

Marfat.com

قاضی ہو گا۔ چنانچہ اسی وقت اور اسی جگہ پر ان کو قضا گری کا عہدہ عطا کیا گیا تھا۔ پھر ان کو قاضی القضات کہنے لگے تھے (اس سے مزید کچھ نہیں لکھا ہوا ہے)۔

۳۷۔ میر محمد باقرؒ:۔ آنجنابؒ میر حمزہ کریری علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے۔ وہ صاحبِ استعداد عالیہ بھی تھے۔ انہوں نے معانی کا کسب اپنے والد بزرگوار سے ہی کیا تھا۔ بلکہ حضرت میر محمد خلیفہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی وہ بہرہ اندوز ہو چکے تھے وہ حضرت الشان شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کی نظر سے گزرے تھے اور پھر اُن کی خدمت میں بھی چند مدت تک رہ چکے تھے۔ بلکہ لکھی کے سفر میں بھی آنجنابؒ کے ہمراہ تھے اور کافی مقبولیت پیدا کی تھی۔ انہوں نے آخر پر ہر چیز سے منہ موڑا تھا اور احسن اعمال کے اشغال میں چلے گئے تھے۔ جب آنجناب علیہ الرحمہ نے رحلت کی تھی تو اپنے آباء و اجداد کرام کے مقبرے میں آسودہ ہو گئے تھے، جو کہ قریۂ کریری میں واقع ہے (حاجی مرادؒ کے آستانِ عالیہ میں)

تنبیہ:۔ شاہجہانی دور میں یہاں کافی شعراء بھی موجود تھے۔ جن میں کشمیری، ہندوستانی اور ایرانی بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

۳۳

شاہجہانی دور کے چند مشہور شعرائے کرام !

۱۔ مُلّا ذہنی علیہ الرحمہ :۔ وہ برجستہ شعرائے کشمیر میں سے تھے شاعری میں کمال رکھتے ہوئے بھی وہ علومِ دین سے بہرہ ور تھے، اور تقویٰ و پرہیز گاری میں بھی کامل تھے۔ وہ اپنے عہد کے کشمیری شاعروں میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے اور ارباب سخن کے ساتھ ہمیشہ محفلیں و بزم آرائیاں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مناقب نہایت خلوص اور محبت سے لکھے تھے۔ چاروں خلیفوں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے چار مناقب نہایت طوالت سے موزون کئے ہیں، اور ان کے عنوانات عالم کے اشیاء کلیہ کے تعداد کے مطابق اچھے پیرائے میں کہہ ڈالے ہیں۔ جو اکثر چار کے عدد کے برابر ہوتے ہیں۔ ان مناقب کو حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کی نظر سے بھی گزارا تھا اور تحسین کے مورد ہو چکے تھے، بلکہ عنایات نصیبی سے بھی سرفراز ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان مناقب کا عنوان یوں ہے :

ع

بار پیغمبر نشاید برگزیدن جز چہار
تحفۂ آں بشنو از ذہنی کہ باشد یادگار

Marfat.com

از ملایک و ز کتب جز چار نگزیداست حق
کین عدد مستحسن است از روئے معنی در شمار
نہر خلد و رکن کعبہ و اصل طبع و فصل سال
بین چہار است، چہار است، چہار است، چہار

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منقبت شریف کا مطلع اس طرح ہے :-

مقبول شرکم تا شدم مردود دان دین
یعنی منم مدحت گر فاروق امیر المؤمنین
آں برتر از زرک نبی داماد داماد نبی
قدرش چہ داند اجنبی گو از حسد در خون نشین

(فاروق اعظم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ملا ذہنی مذکور قاضی بابا محلہ میں سکونت کرتے تھے۔ جو محلہ کنیزی کے متصل ہے اور شاید وہیں رحلت پائی تھی۔ اور پھر اسی محلہ میں آسودہ بھی ہو چکے تھے۔ (واللہ اعلم) -

۲- حاجی محمد جان قدسی علیہ الرحمہ :- ان کا وطن مشہد مقدس رضوی تھا۔ اور بعض مہمات کے انصرام کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ مگر یہاں پہونچ کر شہرت نے ان کے کمال کو مستور رہنے نہ دیا تھا، اس نے بادشاہ کی صحبت میں بار پایا اور شاہجہانی وقت کے ملک الشعراء بن گئے تھے وہ ایک صاحب قدرت شاعر تھے - انہوں نے قصیدہ گوئی اور غزل گوئی میں اقران سے سبقت

Marfat.com

لی تھی۔ شاہجہان کے ظفرنامہ کو فصاحت و بلاغت سے مکمل کیا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ کا نام شاہنامہ کے بحر میں کوئی گنجائش نہیں رکھتا تو اس حسن تلاش سے اس نام کو بحر میں لاکر ادا کیا تھا۔

ہنگے کہ از غایت احتشام
نگنجد بہ بحر از بزرگیش نام

کشمیر میں داخل ہونے کی دشواریوں کو ایک طویل نظم میں اس طرح بیان کیا ہے:

بود بس قطع راہ کشمیر مشکل ❊ بحق نتواں رسید از راہ باطل
مگر زیں راہِ باریکت خبر نیست
کہ گوئی کوہ را موئے کمر نیست
زبیم ایں رہ باریک و خونخوار ❊ خلد موئے کمر در دیدۂ خار
گروہے دست از جان برفشاندہ است
دریں رہ چوں گرہ بر تار ماندہ است
رہِ فقر از رہِ کشمیر پیداست ❊ کہ گام اول او ترک دنیا است
ازیں رہ چوں تواں آسان گزشتن
کہ کام اول است از جان گزشتن
مسافر کے تواند زیں بلاجست ❊ مگر لغزیدن پا گیرش دست
رہے ہم چوں دم شمشیر باریک
جہاں در چشم راہ پیمائش تاریک

Marfat.com

رہے پیچیدہ تراز موئے زنگی ٭ بہ تندی چوں دم تیغ فرنگی

زلبس در رفتنش تدبیر کردہ

فلک را فکر ایں رہ پیر کردہ

ازیں پیمانہ ہائے زندگی آہ ٭ کہ پُر مے گردد از پیمودن راہ

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک غزل مکتب میں استاد کے سامنے پڑھی تھی۔ یہ شعر جب پڑھا، کہ :-

ساقی بہ صبوحی قدرے پیش تراز صبح

برخیز کہ تا دمِ صبح شدن تاب نداریم

ایک بچے نے سُنا تو کہا اگر مولانا بجائے قدحے نفسے کہا جائے تو نہایت مناسب ہوتا۔ حاجی نے قبول کیا اور بچے کے جودت طبع پر حیران ہوئے تھے۔

مولانا کا ایران میں ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد باقر تھا اور اس نے جوانی میں قضا کیا تھا۔ تو حاجی مذکور نے غصہ میں آکر واپس ایران جانا ترک کیا اور ہندوستان میں رہے آخر پر کشمیر آئے اور طوطن کیا۔ یہیں رحلت کی اور خانقاہ درگجن کے متصل بلندی پر آسودہ ہو گئے تھے۔ وہ چبوترے کے پاس ہے جو پل کے نزدیک ہے، اور تذکرہ شعرائے کے مقبرے میں جنکو ذکر کیجائے

۳۔ طغرا علیہ الرحمہ۔ وہ بھی ایک خوش فکر شاعر تھے، معنے یاب اور منشی طبیعت۔ انہوں نے انشاء پردازی میں اپنا زیادہ وقت

Marfat.com

صرف کیا تھا۔ اس نے کشمیر کی تعریف اور اس میں داخل ہونے پر ایک رسالہ لکھا تھا جس میں راستوں کا حال مذکور تھا۔ ان کے تیز اشعار مضامین کی چاشنی سے خالی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ انہوں نے داد سخنوری دی ہے۔ ایک رباعی یوں ہے۔ ؎

کشمیر بود فصلِ خزان عالم نور
ہر طالب فیض دیدنش ہست ضرور
گوئی کہ دریں باغ چمن ساز قضا
آوردہ نہالِ شعلہ از خرمن طور

طغرا" آخری عمر میں مرزا ابو القاسم کے ساتھ کشمیر آئے تھے اور یہاں گوشہ نشین ہو کر فکرِ حق میں مشغول ہو گئے تھے' وہ عجیب استغنا رکھتے تھے۔ پھر جب رحلت فرمائی تو رعناواری میں " نایدیار " کے قریب ایک دوکان میں کوئی دیوانہ وار سکونت کرتا تھا جسے شالہ یا ماما صالح کہتے تھے جو جراح تھا۔ جب رحلت کی تو درگجن کے مزارِ شعراء میں بلندی پر دفن ہوئے تھے۔

۴۔ محمد قلی سلیم علیہ الرحمہ۔ وہ شاہجہان کے وقت ولایت سے ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے خوش خیالی اور معنی یابی میں داد سخنوری دی ہے۔ پھر نواب اسلام خان وزیر اعظم کی ملازمت میں چلے گئے تھے، اور خوب برجستہ اشعار کہے ہیں۔ انہوں نے مثنوی قضا و قدر بہت محنت اور جان فشانی سے لکھی تھی۔ وہ

Marfat.com

بھی آخر در گجن کے مزار شعراء میں دفن کئے گئے تھے۔ ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے ۔ ؎

دل چو شد گرم زمے جلوہ معشوق کند
ماہی موم باب چو رسد آب شود

ایضاً ۔ بیمارئے چشمش را تعویذ چو بنویسند
از پردہ چشم آرند خوبان ورق آہو

ایضاً ۔ توان از داہنائے سبحہ دانست
کہ دلہا را بدلہا ہست راہے

؎ ۔ چشم تو بیمارئے خود بر سر ناز است
مژگان تو ہم چو شب بیمار دراز است

؎ ۔ کمتر نیم زقیصر و فغفو کہ من !
در ہند سیہ بختی خود شاہ سلیم !

۵ ۔ کلیم موسوم بطالبا رحمۃ اللہ علیہ : ۔ وہ ہمدان میں پیدا ہوئے تھے ۔ جو عراق عجم کے بلاد میں سے ہے ۔ وہ شیدا کے ہمعصر تھے جب محمد جان قدسی علیہ الرحمۃ کو فردوس آشیانی نے مال و زر سے مالا مال کیا تو وہ غیرت سے پیچ و تاب کھانے لگا، اور کہا کہ
" شخصے را بخلق باید عجب کہ او را بزر کشیدند۔"
وہ عندلیب سخندانی اوائل حال میں شیراز چلے گئے اور وہاں علوم رسمیہ سے بہرۂ تام حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد وہ لور دِ

Marfat.com

ہندوستان ہوئے۔ دکن وغیرہ کی سیر کے بعد آخر شاہجہان کی درگاہ میں پہونچے اور شاہی ملازموں کی سلک میں منسلک ہو گئے تھے۔ پھر اُسے "بادشاہ نامہ" لکھنے کے لئے کشمیر بھیجدیا گیا تھا اور وہ آخری وقت یعنے رحلت کے دن تک یہیں ٹھہرے رہے۔ اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے۔

میانِ غم گساران، سوزم از غم !
چو آں کشتی کہ در دریا بسوزد !

ایضاً۔ مفلساں را کس نمے خواہد ز مینا کن قیاس
تا تہی شد دیگرش کس دست در گردن نہ کرد

ایضاً۔ وضعے بہم رسان کہ بسازی بعالمے
تا ہمتے کہ از سرِ عالم توان گزشت
بدنامی حیات دو روزے نبود بیش
گوید ترا کلیم کہ آں ہم چسان گزشت
یک روز طرف بستن شد باییں و آں
روز دگر بکندن دل از جہان گزشت

وہ بھی آخر مقبرہ شعرا میں آسودہ ہو گئے تھے۔ اس نے شاہجہان کا فیل جنگ بھی لکھا تھا اور کشمیر میں اکثر باغات کے کتبے اسی سے ہیں۔ مولانا غنی نے تاریخی غزل لکھی۔

غزل:۔ حیف کز دلوارِ ایں گلشن بپرید !
طالبا آں بلبل باغ نعیم !

Marfat.com

رفت و آخر خامہ را از دست داد
بے عصا طے کرد ایں رہ را کلیمؒ
اشک حسرت چوں نے ریزد قلم
شد سخن از مردنِ طالب یتیم
ہردم از شوق دل اہلِ سخن
چوں زبانِ جامہ مے گردد دو نیم
عمدہ ہا درباد او زیر زمین
خاک بر سر کرد قدسیؒ و سلیمؒ
عاقبت از اشتیاق یکدگر!
گشتہ اند ایں ہر سہ در یکجا مقیم
گفت تاریخ وفات او رغنیؒ
طورِ معنی بود روشن از کلیمؒ

۶۔ میر آلہی رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ سادات ایران اور نوادر دوران میں سے تھے۔ جہانگیرؒ کے وقت میں شاعری کرتے تھے اور اس کے انعام و اکرام سے فیضیاب ہو جاتے تھے۔ جب شاہجہان کشمیر آئے اور ظفر خان کو یہاں کا صوبیدار بنایا تو اس سے ضامن مانگا کہ وہ کشمیریوں کو راضی رکھے۔ میر آلہیؒ اس وقت حاضر تھے اور فی البدلیہ کہا:

خدا ضامن رسولؐ و چار یارش رضؓ

یہ سنکر بادشاہ محظوظ ہوا۔ ظفر خان نے عرض کیا: کہ "اگر اجازت ہو تو میر الٰہی" میرا رفیق اور امین ہوگا۔" وہ منظور ہوا لہذا میر الٰہی ظفر خان کے ساتھ کشمیر میں آیا تھا اور آخوند مُلّا شاہ علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔ ؎

بادشاہی را گزار و دوست آگاہی گزین
چوں بآگاہی رسیدی ہر چہ مے خواہی گزینا

اس شعر کو آب طلاء سے لکھا گیا تھا۔ جب یہ شعر میر الٰہی" کے پاس پہونچا تو اس پر لکھا۔ ؎

من نمے گویم گدائی یا شہنشاہی گزین
خویش را بگزار دیگر ہر چہ مے خواہی گزین

اس شعر نے مُلّا آخوند صاحبؒ کو غبطہ اور غیرت میں لایا تھا خیر جب میر الٰہی" نے وفات پایا تھا تو شیخ بہاؤ الدین گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار میں ان کے مقبرے کے پاس ہی مغرب کی طرف مدفن پایا تھا۔ اس کے بالین پر ایک پتھر ہے جس پر یہ شعر نظم کندہ ہیں: ؎

میر الٰہی ملک مُلکِ نظم بود در اقلیم سخن بے قرینا
سال وفاتش طلبیدم ز عقل گفت بگو بود سخن آفرین

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۰۶۳ھ ان کا سال وفات ہے واللہ اعلم بالصواب ـــ

نمونہ کلام یہ ہے: ؎

Marfat.com

یا آلہی از آلہی توچہ پرسی در حشر
آنچہ او کرد تو دیدی وچہ گفتن دارد

۵۔ چشمت از ہر گردشے با یار عہدے تازہ بست
خط مشکینت کتاب حسن را شیرازہ بست

۷۔ مُلا ندیمی رحمۃ اللہ علیہ :۔ وہ بھی کشمیر کے برجستہ شعراء میں سے تھے۔ ابتداء میں وہ فضائل حاصل کرنے میں مشغول تھے اور لطافت طبع رکھنے کی وجہ سے مولانا ذہنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے تھے تو اپنے اشعار ان کی نظر سے گزارے تھے۔ پھر تھوڑے ہی وقت میں وہ اس فن کے ماہر ہو گئے تھے۔ ان کا اصلی نام مُلا محمد صالح تھا اور باپ کا نام خواجہ علی ہنوانی تھا۔ وہ محلہ نوہٹہ کے رہنے والے تھے اور ندیم تخلص کرتے تھے۔ وہ خوب گو اور بسیار گو شاعر تھے:

۵

از آہ سرد آتش غم فرو نشست
بلاد باد وزید چراغم فرو نشست
گردے ز چار سوئے ازیں جست بر ہوا
برگشت در حریم دماغم فرو نشست
افسردہ گشت بر مژہ لخت جگر مرا
نم در فتیلہ بود چراغم فرو نشست

Marfat.com

پا مال دست بردِ خزانِ غم ندیم
خار و گلے کہ خاست زباغم فرو نشست

۸۔ فصیحی رحمتہ اللہ علیہ :۔ وہ بھی کشمیر کے مشہور شاعروں میں سے تھے، اور شاہجہان کے دَورِ حکومت میں شعر کے چمن کا بلبل اور گلزار سخنوری کا عندلیب خوشنوا تھا۔ انہوں نے مولانا ندیم علیہ الرحمہ کا تلمذ اختیار کیا تھا اور صاحب دیوان تھے۔ ان کے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے : ؎

حسن پیرایۂ دوکان ہوس نتوان کرد
شعلۂ طور چراغِ دل خس نتوان کرد
طوطیان کز لب در یوزہ بحسرت بستند
شکرستان ہمہ در کام مگس نتوان کرد
چون حیا پردہ نشین تو کہ گل خوبی را
دست فرسود نگاہ ہمہ کس نتوان کرد
چہ طلسمے است فصیحی کہ ز میدانِ دفا
پیش نتوان شد در دو بازپس نتوان کرد

۹۔ فہمی رحمتہ اللہ علیہ :۔ وہ ندیمی ؒ کے اقران میں سے تھے جو سب سے بلند پایہ مان لئے جاتے تھے، وہ علم اور شعر میں مشاہیر علماء و شعراء میں سے تھے اور ذہنی ؒ کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، وہ

Marfat.com

فصیحی کا ہم پلہ تھا۔ مشاعروں میں ان کے ساتھ ٹکر لیتے اور اکثر غالب بھی آتے تھے، ان کا نمونہ کلام یہ ہے : ؎

فکر سر زلفِ تو مرا بے سر و پا کرد
اندیشہ پابوس تو ام پشت دو تا کرد
گفتم بوصلِ تو رسم گر بودم عمر
نے وصل میسر شد و نے عمر وفا کرد
درد اکر ترا مہر بنیا موخت معلّم
در مکتب خوبی ہمہ تعلیم جفا کرد
تا رو بره بادیہ عشق نہادیم!
صد گونہ غم از ہر طرف رو بما کرد
فہمی نتواں رست ز اندیشۂ خوباں
زیں گونہ کہ در دل غم ایں طائفہ جا کرد

۱۰۔ فطرتی رحمۃ اللہ علیہ :۔ وہ بھی ندیم اور فصیح کے ہم گنان میں سے تھے۔ ظاہراً اسلاف ذہنی کے شاگرد تھے۔ فطرت ایک بلند دانش شاعر تھے۔ جب مرزا فطرت کشمیر آیا تھا اور اس کے اشعار کو سنا تھا تو کہا تھا: کہ " اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنا تخلص فطرت نہ کرتا یعنی ایران کا شاعر " مرزا فطرت " بھی ان کے اشعار دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔

نمونہ کلام یہ ہے : ؎

Marfat.com

از باغِ گل ہوائے دماغم فرد نشست
پائے ہوس بگنج فراغم فرد نشست
پرتو فگند عشق فروغ خرد نماند
سر برزد آفتاب و چراغم فرد نشست

۱۱۔ روشنی رحمۃ اللہ علیہ :۔ کے علاوہ گلشنی مشتری اور مہری بہت سارے شعراء اس وقت نوا سنج تھے، ان کے سوا دوسرے بہت سے شعراء فصیح و بلیغ کلام کہنے والے منصۂ ظہور پر تھے ۔ اختصار کے طور پر اس قدر کہہ کر اکتفا کیا : ہاں روشنی دو شخص تھے : ایک ہمدان کا ۔ مشتری کو چھوڑ کر مہری تو مشہد کے تھے اور گلشنی شیراز کے نکتہ سنج عنادل میں سے تھے۔ جو ہندوستان کے گلزاروں میں چہکنے کے لئے آئے تھے ۔ (از تذکرہ صبح گلشن ص۴۸)

مشتری محلہ خندہ بھوں کے سادات میں سے تھے اور ملا دہنی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔ اور وہ شعر میں صاحب قدرت کاملہ بھی تھے۔

Marfat.com

۳۴

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دور کے اولیاء اللہؒ!

دورِ اوّل کے بزرگانِ دین - قسطِ اوّل

۱- حضرت میر شاہ باباؒ:-

آنجناب علیہ الرحمہ، میر سید میرک ملارٹی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے، جو ایک بے نظیر دانشمند تھے۔ انہوں نے بعض علوم حضرت باقر نارہ للو علیہ الرحمہ سے اخذ کئے تھے اور پھر دینی علوم کے درس دینے میں مشغول رہا کرتے تھے۔ پھر جوانی میں رحلت فرمائی۔

۲- خواجہ مؤمن جیلؒ:-

آنجناب علیہ الرحمہ کا تخلص غازی تھا۔ وہ خواجہ ابوالقاسم جیل علیہ الرحمہ کے فرزند تھے۔ جو یوسف خان کشمیری کے رفیق تھے، وہ علم موسیقی میں بھی تالیفات رکھتے تھے۔ اس خواجہ مؤمن علیہ الرحمہ نے پہلے مولوی جوہر ناتت علیہ الرحمہ سے علوم کا استفادہ کیا تھا اور پھر مولوی خواجہ حیدر چرخی علیہ الرحمہ سے علمی تکمیل کیا تھا اس کے بعد ترکِ دنیا کرکے طلب مولا میں سفر اختیار کیا جس میں ان

Marfat.com

کو حج بیت اللہ کا توفیق بھی ہوا تھا۔ وہ جناب نبوت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس میں مبشر ہوئے تھے، کہ ان کا مرشد ان کے وطن ہی میں تھا۔ چنانچہ وہاں سے دوڑتے ہوئے واپس کشمیر آئے اور ان کے دل نے یہاں پہونچ کر سید ریشی علیہ الرحمہ کے پاس قرار پکڑا جو علاقہ کامراج میں تھے، ان کے پاس دو ہفتے تک رہے۔ پھر ان سے جواب پایا تھا: کہ "اس کے باوجود کہ تم مبشر ہوئے ہو میں تمہارا مرشد نہیں ہوں۔ بلکہ تمہارا مرشد حضرت ابوالفقراء بابا نصیب علیہ الرحمہ یہیں ہیں۔" اس لئے وہ اٹھ کر حضرت بابا کی خدمت میں آئے اور بلند درجہ پر فائز ہو گئے۔ زندگی بھر ان کی خدمت میں رہے۔ جب آنجناب رحمتِ حق کے ساتھ مل گئے تھے تو حضرت مومن نے پھر سفر اختیار کیا اور بغداد شریف میں ان کا استقبال کیا گیا، وہاں کافی عزت و احترام پائی اور طالبانِ الٰہی کے مرشد و مقتداء ہو گئے تھے۔ ان کا بھائی خواجہ عبدالخالق علیہ الرحمہ حج سے فراغت پاکر بغداد پہونچے اور وہاں پر ان سے ملاقات کی تھی۔ چند صباح اکٹھے ہو کر گزارے۔ جب حاجی عبدالخالق نے واپس وطن جانے کی اجازت مانگی تو آنجناب نے مفارقت کے وقت فرمایا تھا: کہ

"اے حاجی عبدالخالق! تاریخ یادگار کہ حفظ نماید"

وہ طبع عالی بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ ابوالفقراء علیہ الرحمہ کا تاریخ وصال بھی لکھا تھا اور کہا تھا کہ: "شیخ مومن

Marfat.com

از واردات اوست" ان کا کلام ہے: کہ۔

اے باد او تر گر گزری در دیوہ سر
از من خبرے نیز بآں دلبر بر
کشمیری و فارسی اگر گوش نہ کرد
ہندلیش بگو کہ " او تر میر او تر در"

ایضاً
عمریست دریں رشتہ پریشاں گشتیم
گفتم گران شویم و ارزاں گشتیم
در طالع ماکساد بازاری بود
آئینہ فروش شہر کوراں گشتیم"

۳- مُلّا حاجی گنائی رحمۃ اللہ علیہ :- آنجناب علیہ الرحمۃ رضوی کے نام سے مشہور تھے اور اکثر علوم میں مدرس تھے۔ ایک دن اتفاقاً حضورؒ کی خدمت میں جاکر دربارِ عالم گیریہ میں باریاب ہوا جب کہ وہ ابھی شہزادہ تھے۔ عالم گیر نے ان سے تلمذ کیا اور وہ اردوے کی قضاگری کا منصب پاگیا تھا۔ جب بادشاہ اورنگ آباد کے صوبیدار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جب شاہجہان کی لاپروائی سے اور داراشکوہ کی ناشرع حرکات کی وجہ سے اورنگ زیبؒ نے خروج کیا اور اردوے کے علمائے سے اس بارے میں فتویٰ مانگا تو سب نے "قاطبتہً خروج کی تصدیق کی اور اسے جائز قرار دیا تھا۔ الّا نہ مُلّا حاجی مذکور اور وہ صراحتً

Marfat.com

اس کے خلاف ہو کر کہہ اٹھے : کہ " ہر چند کہ فسق و فجور از سلطان بظہور آید کہ خروج کہ موجب فتنہ است خالصتہً کہ بمقابل پدر باشد جائز نیست ۔" الغرض وہ حقانیت اور عدالت کے حلیہ سے آراستہ و پیراستہ تھے، مزید کچھ نہیں لکھا گیا ہے ۔ ؂

۴ ۔ مولانا خواجہ محمد لٹو پیگروؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ مولانا جوہر زمانت علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے، اور اکثر علوم میں مستعد تھے ۔ اور بیشتر صرف و نحو کے بحثوں میں الجھے رہتے تھے یہاں اکثر اہلِ علم ان دونوں علموں کو ان سے سیکھتے اور استفادہ کرتے تھے ۔ ؂ (اس سے زیادہ آنجنابؒ کا اور کچھ حال نہیں لکھا گیا ہے)

۵ ۔ حضرت شیخ داؤدؒ :۔ آنجناب علیہ الرحمہ بٹہ مالو کے نام سے مشہور ہیں ۔ وہ " ودیارن ونے " کے رہنے والے تھے اور ودیارن کے جوار میں ہی بزرگی دکھائی تھی ۔ وہ تنہ سے نمک لایا کرتے تھے جو بیچتے اور کاروبار کرتے تھے ۔ جب ان کو خدا طلبی کی خواہش غالب آگئی تھی تو خواجہ یوسف کا نجو علیہ الرحمہ کی خدمت میں چلے گئے جو ایک پرہیزگار اور تقویٰ شعار بزرگ تھے ان کے در پیر ارادت کا چہرہ رکھا ۔ وہ خواجہ یوسف ملہ کھاہ کے مقبرے میں مدفون ہیں ۔ انہی کی توسط سے دل آگاہ الدریشہ بابا علیہ الرحمہ بجرای کی خدمت میں آئے جو ارشاد دوستگاہ ہردی بابا علیہ الرحمہ کے خلیفہ

Marfat.com

تھے۔اور واقعی طور تربیت کا معنی بھی ان ہی سے اخذ کیا تھا۔

باوجود اس کے کہ وہ ان پڑھ اور امی تھے، علم لدنی پاکر صاحب باطنی ہوچکے تھے اور ان سے حالات معتبرہ کا ظہور ہوتا رہا تھا۔ پھر صاحب احوال اصحاب کو بھی بہم پہونچایا تھا، وہ لوگوں میں خوارق کونیہ کے ظہور کی وجہ سے شہرت تامہ پاگئے تھے۔ اس لئے خواص وعوام کے مرجع بن گئے تھے۔ ان باتوں کے باوجود بحکم "اطلبوا الرزق من خبایا الارض" انہوں نے کسب زراعت کا کام شروع کیا تھا اور خود ختنا دہ فرماتے تھے۔ محرر (خواجہ صاحب) نے اپنے مرشد کی زبان سے اور انہوں نے ولایت مرتبت لورہ بابائے پروانہ علیہ الرحمہ سے جو خلیفہ خاص تھے سنا ہے: کہ "ہمارے پیر کشف وکرامات میں حضرت مخدوم العالم شیخ حمزہ کشمیری قدس سرہٗ سے ہرگز کمتر نہ تھے۔" لیکن ان کے احوال کو کسی نے نہیں لکھا ہے۔ ایک دن لورہ بابائے مذکور علیہ الرحمہ نے کسی سے در پردہ کہا تھا، کہ "ایک درویش کو موضع مذکورہ میں حضرت بابا مالو صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر رات کو غسل کرنے کی حاجت پڑی جاڑے کا تند موسم تھا ایام شدت برودت کی سرد ترین راتیں تھیں "حچہ کول" یخبستہ تھی۔ درویش نے رات کے آخری پہر میں خود پر قہر نازل کیا اور نہر کے کنارے حاضر ہوکر یخ کو توڑ کر پانی میں کود گیا اور ڈبکیاں کھاتا رہا۔ بدن پر مکرر پانی اچھالتا رہا۔ یہاں تک کہ سردی سے گر کر بے ہوش ہوگیا تھا۔ اس واقعہ کی کسی کو خبر بھی نہ تھی

Marfat.com

جب نماز فجر کا وقت ہو گیا تو وہ شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آ گئے، انہوں نے اس کے سر کو حرکت دی اور کہا: کہ "جب ایسے موقعہ پر تیمم جائز ہے تو خود کو ہلاک کرنا نہیں چاہیئے" جب اس نے غور کر دیکھا تو خود کو مسجد شریف میں پایا۔ وہ حیران تھا کہ اُسے کس نے نہر سے نکال لایا تھا؟۔ وہ شیخؒ کی کرامت تھی۔

دوسرا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: کہ "ایک دن ایک شخص نے ان کی خدمت میں بڑی عجز و زاری سے کہا کہ فلانی نے مجھے اپنی صحبت سے بھگا دیا اور اب مجھے سفارش کی اُمید ہے۔" آنجنابؒ نے فرمایا: "بہتر!" جب وہ چلا گیا تو اُن سے صورت حال کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کہ "یہ فلاں ابدال ہے، جسے اس طرف کی زراعت کی نگہبانی پر مقرر کیا گیا ہے، اس سے فرض منصبی نبھانے میں کوتاہی ہو گئی ہے۔ لہٰذا معزول کر دیا گیا تھا اب وہ چاہتا ہے کہ پھر کام پر لگا دیا جائے۔"

ایک صالح رقیق القلب نے نقل کیا ہے کہ "میں چودہ سال یا کچھ زیادہ تھا تو بڈہ مالو صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اچانک ایک صوفی نما بزرگ آیا تو بڈہ مالو صاحب علیہ الرحمہ نے اس سے کہا: ابیہ کاک آیا، یعنے ابلیس آیا ہے۔ پھر اس کی تعظیم کی اور اپنی بجد فروتنی و شکستگی کا اظہار کیا۔ فرمایا: کہ "اے ابلیس! میں تیرے پھندے کے دامن سے کب بچا ہوا ہوں؟ ابھی تک تجھ سے نجات نہیں پائی، جو تم کرو گے میرے پاس اس کا علاج ہی نہیں کیونکہ

Marfat.com

میں گنہگار ہوں۔" زائر نے اشارہ کیا اور گوشۂ چشم ناقل کی طرف پھیرا یعنے کہ دیکھ کیا، کہہ رہے ہیں۔ بڈھ مالو علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ "وہ ایک نامراد آدمی ہے یہ کیا جانتا کہ تیرے پاس بڑے بڑے عالم اور عابد عاجز و مستمند ہیں۔ بڈھ مالو صاحبؒ نے نماز ادا کرنے کی طرف اشارہ کیا اور وہ چلا گیا۔" ناقل نے کہا کہ "میں نے اس کی صورت اس طرح دیکھی گویا اس کے منہ سے آگ برس رہا تھا۔"

ایک دن ایک آدمی نے شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر جنوں اور دیوؤں کی شکایت کی اور طلبِ مدد کی درخواست کی۔ آنجنابؒ نے اس جنّ کو طلب فرمایا، وہ حاضر ہوا تو اسے نرم و گرم نصیحت کی۔ پھر اس بیمار آدمی سے فرمایا: کہ اس شخص نے تجھ پر تصرف کیا تھا اور اب تجھے چھوڑ دیا۔ وہ بسرعت تمام اس کے پیچھے دوڑا کہ اسے پکڑے مگر جب دروازہ پر پہونچا تو کچھ نہ دیکھا۔ یہ دونوں صحبتیں ان کے ایوان کے روضہ میں گزری ہیں، جبکہ لوگ بھی حاضر تھے۔ جناب بڈھ مالو علیہ الرحمہ سے تصرفات کی حکایات خوارق عادات اور دیگر کرامات بیحد و حساب ظہور میں آئی ہیں۔ انہوں نے آخر ۱۰۰۸ھ میں رحلت فرمائی تھی اور اپنے ہی مسکن میں مدفون ہو گئے تھے، ان کا مقبرہ فیض و فتوح کا محل ہے۔ ان کے وفات کے بعد ملا حسن خوشنویس جو ان کا مرید تھا تاریخ کے تفکر میں پڑا۔ ان کو بڈھ مالو جیو علیہ الرحمہ خواب میں آیا اور کہا: کہ "فلانی چرا الصدیعہ مے کنی تاریخ وفات من ع۔غ است یعنی ۱۰۷۰ھ (اس طرح اولیاء اپنے معتقدوں

Marfat.com

کے لئے زندہ ہوتے ہیں۔)

۶۔ غرقِ بحرِ توحید آلہٰ حضرت آخوند مُلّا شاہ رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب کا اصل نام شاہ محمد تھا اور وہ اہلِ بدخشان میں سے تھے۔ وہ بچپن میں ہی علوم کے آثار اپنے باطن میں پاتے تھے۔ تحصیل قرآن کے ایام میں انہوں نے علوم عربیہ اور شعر میں بھی اپنے اقران پر فوقیت پائی تھی۔ ان علوم میں وہ یدِ بیضا رکھتے تھے، جب وہ فقر اور انقطاع کے راستے پر آئے تو اکثر عالم کی سیر کی آخرالامر حضرت میاں شاہ میر لاہوری قادری قدس سرہٗ سے تربیت حاصل کی تھی، وہ مجذوب نما محبوبوں میں سے تھے اور ایک مدت مدید تک قلندر وار پھرا کرتے تھے۔ سطوت توحید میں عجیب سوز و گداز رکھتے تھے۔ ان ہی حالات میں وہ کشمیر بھی پہونچے تھے اور یہاں کوہِ ماران کو اپنا معبد و مسکن قرار دیا تھا، اس کی شخصیت کی شہرت اور بزرگی کی حیثیت ہر طرف پھیل گئی تھی۔ خود دارا شکوہ اور اس کی بیگم عقیدت و ارادت سے ان کے پاس آئے تھے اور مالی و جانی خدمت بھی انجام دی تھی۔ انہوں نے خانقاہ سنگین کی تعمیر، گھر کی بنا، اور اماکنِ معروفہ بھی عمل میں لائے تھے۔ جب آنجناب کوہِ ماران پر سکونت رکھتے تھے تو ان کے برادران جویان و پویان کشمیر آپہونچے اور اچانک ان کی خدمت میں آئے تھے جب انہوں نے نام و نشان، وطن، اور آباؤ اجداد کے متعلق سب حالات بیان کئے تو فرمایا: کہ

Marfat.com

"میں ہی وہ شاہ ہوں جس کو لوگ آج مُلّا شاہ کہتے ہیں۔" اس کے بعد اخوان و خویشان، اخوانِ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ان کے ساتھ مل کر پیوستہ ہو گئے تھے۔ پھر باقی اقرباء بھی آئے اور سب کوہِ ماران کے دامن میں بس گئے تھے۔ حضرت اخوند علیہ الرحمہ نے تجرید کے مسند کو بچھا رکھا تھا اور تاہل کو کبھی ہرگز نہ چاہا۔ وقت کے امراء، فضلاء، علماء بلکہ مشائخ بھی کثرت سے ان کی خدمت میں پہونچ جاتے تھے۔ وہ طبع بھی موزوں رکھتے تھے۔ انہوں نے شاہد وحدت کو کثرت میں ہی پایا تھا اور تقریباً ایک لاکھ اشعار تصنیف کئے تھے جو لطافت، اسرار، حقائق، دقایق اور معارف کے علاوہ دیگر رموز کے بیان میں تھے۔ کمال عرفان کے باوجود انہوں نے لطیفہ گوئی کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا تھا۔ مشہور ہے کہ شاہجہان بادشاہ نے اپنے ملاقات سے پہلے موسوی خان صدر کو امتحان کرانے کے لئے آخوند کے پاس بھیجا تھا، مگر آخوند نے ان کی کوئی تعظیم یا تکریم نہ کی تو خان مذکور نے اس بات کو نہ پہچاننے اور بیخبری پر محمول کیا۔ اس لئے خود ہی کہا، کہ "میں موسوی خان ہوں" یہ سنکر آخوند نے جواب دیا: "محمدؐ یا نیم موسوی و عیسوی را نخے دانیم۔" اس قسم کی حکایات اور لطائف ان سے بہت مشہور ہیں، وہ توحید میں غرق تھے۔ اور موہومہ کی کثرت ان کے باطنی حال میں مزاحم نہیں ہو سکتے۔ ایک دن حوض غلو کے کنارے بہت سے لوگوں کو

Marfat.com

دیکھا تو وجہ پوچھی، کسی نے جواب دیا کہ حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ، جناب مخدوم شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں۔ چونکہ حضرت آخوند علیہ الرحمہ کو بھی شیخ نصیبؒ کے دیکھنے کا شوق مدت سے تھا۔ اس لئے شیخؒ کے طالبوں نے ترغیب دیکران کو حضرت آخوندؒ کے پاس لایا تھا تو آپس میں مکالمہ اور مذاکرہ ہوا۔ آخوندؒ نے باباؒ سے پوچھا: کہ "یہ کثرت توجہ وحدت کی ضد ہے۔" باباؒ نے فرمایا: کہ "وحدت کثرت میں ہے"۔

جب ۱۰۶۹ھ میں اورنگ زیبؒ بادشاہ بنا تو داراشکوہ کے مخالفوں نے کوشش کی کہ آخوندؒ کو حضور میں طلب کیا جائے۔ آنجنابؒ مجبوراً لاہور پہنچے اور وہاں چند سال زندہ رہے۔ وہ مدتِ غربت میں ہی گزاری اور خوف و رجا میں دن کاٹے تھے۔ فرمایا کرتے کہ "الحمد للہ اوّل و آخر من بغربت گزشتم۔"

جب ان کی مفارقت کے ایام نزدیک آئے تو متوجہ ہو کر پالکی میں بیٹھے اور مرشد کے مزار کے جوار میں مالکوں سے ایک زمین خریدی پھر وصیّت کی کہ "میرا مدفن یہاں ہو۔" پھر بیمار ہوئے اور رحلت کی وہ رات میں ہی واقعہ کے طور آخوند مُلّاؒ محترم اور میاں اسماعیلؒ کو آ گئے اور اپنے وفات سے مطلع کیا تھا۔ ان کو اپنے تجہیز و تکفین کی ہدایت کر رکھی۔ اس بات کو محرّر (خواجہ صاحب) نے اپنے مرشد سے سُنا اور انہوں نے بالمشافہ جناب میر محترم سے سُنا تھا۔ انہوں نے اپنے تاریخ کو نزع کے وقت خود کہا تھا: ؎

Marfat.com

داد در توحید مُلا شاہ جاں"

حق تو یہ ہے کہ تاریخ گوئی میں وہ اپنے وقت کے بے نظیر تھے۔ اُن کی ایک مشہور رباعی بھی ہے :

از علم نظر اگر باکسے جزاست ❊ قطع رہ یارش بہ پر شاہ پرست

از ذکر و فکر جہان را اثر است

قربان نظر شوم کہ کار دگر است

مقام فنا میں کہا تھا۔

شاہ جہاں آفریں جائے مرا دیگر برگرفت

گفت تو برخیز شاہ جائے تو شد جائے ما

آنجناب علیہ الرحمہ صاحب دیوان مثنویات تھے۔ ان کا اکثر کلام توحید، معارف اور حالاتِ گزشتہ پر تھا۔ گویا انہوں نے اپنی سوانح حیات ہی موزون و منظوم کر دی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

۷۔ حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔ آنجناب نجی رشی بابا کے نام سے مشہور تھے، وہ خواجہ عارف باللہ مسعود پانپوری علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ تھے۔ دراصل وہ موضع "دِہ" کے تھے، اور کسب کمالاتِ باطنی کے بعد سیر معنوی کو اتمام تک پہونچا کر موضع "کھوشی پورہ" میں قیام کر گئے تھے۔ پھر کوہ شاہ کوٹ کے دامن میں رہ کر ایک مدت گزارا تھا۔ کوہِ شاہ کوٹ کو آج کوہِ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں۔ وہ آخری عمر تک شدید عبادت و

Marfat.com

ریاضت میں مشغول تھے۔ تجرید و تفرید اور صوم دہر و ترک حیوان میں مضبوط قدم جمائے تھے۔ ایک کرتہ کے سوا کبھی کچھ نہ پہنتے تھے اور نہایت کم خور و کم خواب تھے۔ انہوں نے دوسرا سالن کبھی نہ چاہا، نہ دیکھا اور نہ کبھی چکھا ہے۔ عزلت اور انزوا کی طرف مائل تھے۔ لیکن تقدیر الٰہی سے آخری عمر میں سعد اللہ خان ناظم کے ان کے پاس آنے جانے سے مشہور ہو گئے تھے، اس لئے اکثر لوگ ان کے خاطر شریعت کے مصدع اور لطیف وقت کے مفیع ہوا کرتے تھے۔ رخصت کے روز سعد اللہ خان نے نصیحت طلب کی مگر چونکہ وہ فارسی نہیں جانتے اس لئے لوگوں سے کہا کہ سعد اللہ خان سے کہو "بایں ہمہ علم و کمال طالب مولائے حقیقی بے زوال نا شدہ خدمت مخلوق مے گیرند۔" کارہائے نافع عام جو کہ خدمت بابا نے کئے ہیں بسیار ہیں۔ ازاں جملہ سدّ قاضی زادہ جو بابا کی فوت ہونے کی وجہ سے ادھورا رہا ہے، ایک قسم لخشان ہو رہا تھا اس طرح کہ اس پر سے گزرنا انسان کے لئے مشکل تھا اور روزانہ لائی و گل میں اضافہ ہو رہا تھا۔ حضرت بابا علیہ الرحمہ نے کثیر رقم خرچ کر کے اس سب پر پتھر کا فرش ڈال کر چینگ کی جس سے عام مسلمانوں اور دیگر مخلوق کو سہولیت پیدا ہو گئی۔

محرّر نے اپنے مرشد سے سُنا ہے کہ ان کے ساتھ ملاقات کرنے کے دن اتفاقاً اپنے والد اور حقایق آگاہ خواجہ اسحٰق تاجر ایک کُرتہ پہنے ہوئے سر پر چند پیچ عمامہ اور پاؤں میں نعلین

Marfat.com

بہت لاغر دیکھا گیا تھا۔ جب ان کی زندگی کے ایام منقضی ہو گئے تھے تو ۱۰۷۲ھ میں موضع مذکورہ میں ہی وفات پائی اور مدفون ہو گئے تھے۔ وہ عالم الدہر اور صاحب تجرد تھے۔ سواری کے امکانات کے باوجود پیادہ ہی چلا کرتے تھے۔ وہ بے تکلفی بسیار رکھتے تھے مرجعت صوری کے کمال میں بھی جیسا کہ وزراء اور امراء ان کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، وہ دوستوں اور ہمسروں کے تفقد حال کیا کرتے تھے۔ انہوں نے متعلقین اور اہل و عیال کے لئے کچھ بچا کے رکھنے کی کبھی فکر نہ کی تھی۔ ایک دن امتحان کے طور پر ان کی بہن نے ہدایا میں سے ایک اشرفی بچا کے رکھی تھی جسے اپنے سربند میں چھپا دیا تھا، خواہر مذکورہ کو اسی وقت درد شکم نے پکڑ لیا تو اشرفی کو بابا علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ ان حالات کے باوجود وہ امراء، حکام اور اقران کے آنے جانے کی تشویش سے شکایت بھی کرتے تھے، وہ لوگ ان سے تعویذ مانگتے۔ چونکہ وہ ایک امی تھے اس لئے اپنے نام کی ایک مہر کھدوائی تھی جس پر یہ دعا کندہ تھا: "یا خفی الالطاف نجنی مما نخاف" اور اس مہر کو تعویذ کے طور پر استعمال کرتے تھے، کاغذ پر نشان لگا کر لوگوں کو دیتے تھے۔ راقم الحروف نے اس مہر کی زیارت بھی کی ہے۔

۸۔ حضرت میر محمد علی قادری رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت میر نازک قادری علیہ الرحمہ کے فرزند تھے۔ وہ تین عالی قدر بھائیوں میں

Marfat.com

چھوٹے تھے۔ جب حضرت میر محمد یوسف علیہ الرحمہ نے واقعۂ وباء میں درعین جوانی دارِ فانی سے انتقال کیا تھا اور ان کی جگہ پر میر احمد علیہ الرحمہ نے بربنائے فرطِ شغلِ علمی سجادہ نشینی سنبھالی تو جناب میر محمد علی علیہ الرحمہ اسلاف کے مقام پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ علم و عمل دونوں میں ربّ البریات کے آیات میں سے ایک آیہ تھے۔ انہوں نے طریقۂ علیہ قادریہ کی ترویج کی اور اس سلسلے کے ظہور میں شہر میں ان کے انفاس شریف نے کافی مدد کی۔ وہ اخلاق کریمہ رکھتے، حسن صورت اور حسنِ سیرت کے جامع تھے، اور بسا اوقات تصرف بھی کیا کرتے تھے جنوں اور دیووں پر حکم چلاتے تھے۔ ذکر جہر کے اثنائیں ان کے حلقے میں ایک عجیب جوش و خروش نمودار ہو جاتا ان کے عقد میں میر داؤد علیہ الرحمہ کی صبیہ ذکیہ تھیں۔ انہوں نے کبھی فرزند نرینہ نہ چاہا تھا۔ البتہ ان کی صحبت میں ایک کثیر جماعت نے بلند مراتب حاصل کئے تھے اور انہوں نے ہدایت و ارشاد کی مسند کو مزین کر رکھا تھا۔ آخر حضرت میرؒ مہادیو کی تقریب پر شاہ جہاں آباد پہونچ گئے تھے۔ (جسکی ذکر علی مردان جان کے قصے میں ہو چکی ہے۔) اور اثنائے عبور عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم فاروقی علیہ الرحمہ کے پاس سرہند میں پہونچے تھے، ان کے ساتھ طریقہ محبت و صحبت اور عقیدت برتا تھا۔ ان کے اشارہ اور بشارت کے مطابق فوج میں کلہم گیارہ دن رہ کر واپس کشمیر لوٹے اور یہاں ۱۰۷۲ھ میں وفات کی تھی۔ اصحاب ارادت نے ان کے چہارم پر طعام کا انتظام کیا تھا جو اُن کے

Marfat.com

زام پر بانٹا گیا۔ ترتیب ضیافت جامع مسجد میں ہوا لوگوں کی کثرت ازدہام اس قدر تھا کہ ہجوم میں چار آدمی جاں بحق ہو گئے تھے۔ وہ پھر والد بزرگوار کے روبرو مدفون ہو گئے تھے۔ ان کے بلند درجہ اور بزرگ مرتبہ خلفا کی ذکر آگے اپنی جگہ آئے گی۔ ؂

۹۔ ملّا محمد امین کاشی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ علاء الدین پوری تھے، اور اکثر علوم میں بابا مجنون علیہ الرحمہ اور ان کے داماد نیک نہاد کے شاگرد تھے۔ ان کا بیٹا ملّا محمد مقیم کاشی علیہ الرحمہ فنون فضائل سے کامل طور پر بہرہ اندوز تھے۔ وہ دونوں باپ بیٹے بزرگوار تھے رحمہم اللہ۔ ؂ (مدفن معلوم نہیں)

۱۰۔ ملّا عبد النبی دیوانی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ بلدیمری تھے اور قاضی ابوالقاسم علیہ الرحمہ کی خدمت میں علوم کا استفادہ کیا تھا جو مولانا جمال الدین، خواجہ حیدر چرخی، ملا محمد ٹوپیگری اور ملّا باقر زارہ ملو علیہم الرحمہ کے خلف الصدق تھے۔ پھر ان کو راہِ مولا میں سلوک کی توفیق ملی، اور اکثر ملّا آخوند شاہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں جایا کرتے تھے پھر وہاں متواتر ان کی صحبت میں رہ کر وہ حضرت بہرہ اندوز ہو جاتے تھے

۱۱۔ ملّا رجب گنائی علاء الدین پوری رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ ایک بے نظیر دانشور تھے۔ حدیث و فقہ میں وہ حضرت مولوی حیدر علّامہ علیہ الرحمہ

Marfat.com

کے شاگرد تھے۔ ان کا بیٹا حافظ یعقوب علیہ الرحمہ بھی حافظ قرآن ہونے کے علاوہ ایک فاضل اور صالح بزرگ تھے۔ (مزید کچھ نہیں لکھا ہے)

۱۲۔ حضرت خواجہ محمد بزاز رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب کشمیر میں تاجر قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اور وہ بزازی کے کاروبار میں معروف ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں ان کو جاذبہ الٰہی کی طلب موجزن ہوئی اور دوکان کو خیر باد کہا، پھر ولایت مرتبت حضرت شیخ موسیٰ کبروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچ گئے تھے اور دلالت کی۔ پھر ان کی خدمت میں رہ کر طریقت کے کمالات حاصل کئے تھے۔ تاہم اس حالت میں بھی وہ ایک مدت تک تاجرانہ لباس ہی پہنا کرتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ نسبت باطنی نے ان کو مغلوب کیا تھا اور کارخانہ صور کو بالکل برباد کر ڈالا، یہاں تک کہ اپنی ساری ہمت معنوی امور کی طرف مبذول کیا۔ اور اقران پر فوقیت پائی تھی، انہوں نے اپنے مرشد پاک کی خانقاہ کو جو "کانی انتر" کے محلے میں واقع تھی، کافی رواج دی تھی اور اپنے دوستوں کے ساتھ اس میں ضبط اوقات اور تقدیم اربعینات کے لئے اپنے اقدام کو استوار کیا تھا۔ وہ اپنے عہد میں خانقاہ کو معمور رکھنے میں اپنے شیخ بزرگوار سے کچھ کم نہ تھے۔ ریاضت و تقویٰ کے کام کا مدار برابر بلند رکھا۔ جب ان کی رحلت کے ایام پہونچے تو مزار خانقاہ معلی میں اس صفے پر دفن ہو کر آسودہ ہو گئے جہاں حضرات کبرویہ علیہم الرحمہ مدفون ہیں۔ حضرت شیخ باباوالی

Marfat.com

علیہ الرحمہ کے مقبرے کے اوپر ان کی قبر ہے۔

۱۳۔ حضرت خواجہ محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب راقم الحروف (اعظمی) کے جد بزرگوار تھے۔ وہ جناب خواجہ محمد مرقوم علیہ الرحمہ کے ساتھ ارادت رکھتے تھے اور ان کی عقیدت کا نقش اپنے لوحِ سینہ پر کندہ کر رکھا تھا۔ یہ خواجہ علیہ الرحمہ ان پڑھ ہونے کے باوجود ورع و تقویٰ اور صدق و صفا کے لحاظ سے مشاہیر تجار میں سے تھے۔ دیانت، امانت اور راستی کی رو سے وہ کمال و اکمل کے درجے پر پہونچ چکے تھے۔ آنجناب سے عجائب و غرایب بھی منقول ہیں۔ وہ راقم الحروف (اعظمی) کو بھی ایک رات خواب میں آیا اور اپنی باطنی نسبت، ورزش اذکار وغیرہ کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں رہ کر کس طرح انجام دیا کرتے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ ان کے بھی صلاح حال ان کے اولاد کے حق میں برکات کثیرہ کے موجب بنا گئے تھے علیہ الرحمہ۔ (مدفون معلوم نہیں)

۱۴۔ حضرت خواجہ معین الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب حسباً و نسباً نقشبندی تھے۔ وہ مقرب درگاہ الٰہی، ولایت و ارشاد پناہی، حضرت الشان خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے اور اپنے والد ماجد کے ساتھ ہندوستان جا چکے تھے۔ جب حضرت خواجہ کلاں علیہ الرحمہ نے لاہور میں سکونت کیا تھا تو آنجناب کو طریقۂ علیہ

Marfat.com

کے ترویج اور خانقاہ کو معمور رکھنے کیلئے کشمیر میں سجادہ نشین کیا گیا تھا۔ انہوں نے اس ملک کو اپنے قدوم مبارک سے مزین فرمایا تھا انہوں نے یہاں فی الواقعہ تزئین خانقاہ، ترویج سلسلہ اور تعظیم علم و علماء بیحد فرمایا۔ صفائے معنوی رکھنے کے باوجود آنجناب صوری لقا بھی بکمال رکھتے تھے۔ حسن الوجہ اور احسن الاطلاق تھے چنانچہ جب ظل الٰہی حضرت عالمگیرؒ نے ان کی شکل و شمائل دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ ایرانی لوگ مذہبی مخالفت کی بناء پر آنجنابؒ سے محاسن شریف کے متعلق سوال کرتے جو کہ ایک قبضہ رکھنا ہی سنت ہے۔ علامی فقیہہ مولانا عوض وجیہہ نے ان کے جواب میں بحضور بادشاہ فرمایا: کہ "علیٰ الرغم اہل تشیع مع ہذا ریش مبارک غوث الاعظم رضی اللہ عنہ طویل و عریض بود۔"

علماء، فضلاء، حکام اور ارباب عدالت بھی ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ان کی دعوت بھی کرتے تھے۔ فضائل پناہ مُلّا محمد ظاہر شاہ علیہ الرحمہ جو مُلّا حیدر علامہ علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے اور حضرت ابوالفتح کلو علیہ الرحمہ اور مُلّا یوسف مدرس علیہ الرحمہ اور مُلّا ظاہر مفتی علیہ الرحمہ اور مُلّا عبدالنبی علیہ الرحمہ اور مُلّا شیخ احمد مفتی علیہ الرحمہ اور دیگر فضلائے کرام سب ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے، ان ہی نے علماءِ وقت کے اتفاق سے فتاویٰ نقشبندیہ کو تالیف کیا تھا۔ اس کتاب کے علاوہ آنجنابؒ نے دوسری تصانیف بھی کی ہیں۔ خاص کر کتاب احوال اپنے والد

Marfat.com

بزرگوار کے حالات میں لکھی تھی جس میں اپنے نسب کو قطب ارشاد خواجہ علاء الدین عطار علیہ الرحمہ تک پہونچایا تھا کیونکہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ العزیز کی دختر نیک اختر ان کے حبالہ نکاح میں تھی۔ صاحب رشحات اور صاحب سلسلۃ العارفین کے روایات کے مطابق بیان کرتے ؛ کہ وہ ان کے فرزند کے ہاتھ میں تھیں۔ چنانچہ رشحات کی یہ روایت معہ اس روایت کے کہ خواجہ عبدالشہید علیہ الرحمہ تو حضرت عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کے داہ زادہ تھے جنکو اپنے عہد میں مرجع کیا تھا اور رشحات کے متعدد رسالے لاکر تو اس کی تصحیح کی تھی کہ نسب کا بیان یہ ہے۔ خواجہ خاوند محمود ابن حضرت میر سید شریف الدین ابن حضرت خواجہ ضیاء الدین میر محمد نقشبندی ابن خواجہ تاج الدین ابن خواجہ علاء الدین ابن خواجہ حسین خلف خواجہ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اسی طرح اپنے ارشاد کی سند حضرت مولانا محمد قاضی جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے، اس طرح درست کی تھی کہ حضرت خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ خواجہ اسحٰق علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا خواجگی کے خلف الصدق تھے۔ مولانا خواجگی نے مخدوم اعظم خواجگی احمد کاسانی علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ مرید مولانا لطف اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں تربیت پائی تھی، اور وہ مولانا محمد قاضی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے اور مولانا قاضی حضرت قطب العرفا خواجہ عبیداللہ احرار کے خلیفہ تھے قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز

Marfat.com

ان کے والد بزرگوار کے وجود شریف سے ہی طریقۂ نقشبندیہ نے اس صوبہ میں رواج پایا تھا۔ اور یارانِ صاحب معنی بھی جو اس صوبہ اور صوبہ لاہور میں ہیں، خواجہ کلاں علیہ الرحمہ سے تھے۔

ازاں جملہ لاہور میں ایک بزرگ حافظ خادم مشہور تھے جو صاحب ظاہر و باطن تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ جن کے اسماء خانقاہ کے دیوار پر مکتوب تھے۔ ایک جماعت کے احوال کو حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ نے مقامات میں لکھ لیا تھا۔ جب حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ کی عمر مبارک ستر سال سے بڑھ گئی تو بدن عنصری کے آزار نمودار ہو گئے تھے۔ پھر ۱۰۸۵ھ کے محرم میں رحلت فرمائی تھی اور خانقاہ فیض پناہ کے صحن میں آخری منزل قرار دی۔ خواجہ کے تینوں فرزندوں نے ان کے جیتے جی ہی دارِ آخرت کو کوچ کیا تھا۔ کم عمری کی وجہ سے مخدورہ معظمہ بیگم صاحبہ یعنی اہلیہ صفیہ کی پرورش کے لئے حضرت خواجہ خود متکفل ہو گئے اور وہ خانقاہ کی خادمہ بن گئی تھی۔ انہوں نے آبادی میں مردوں کا کام کیا تھا۔ انہوں نے روضہ خانقاہ کے عملہ، خادموں اور دوسرے وابستگان کے لئے طعام وغیرہ کا انتظام خود کر دیا تھا جو اہلِ روزگار میں قیامت تک کیلئے یادگار کے طور پر مذکور ہوا ہے۔ ؎

۱۵۔ حاجی مصطفیٰ رومی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب روم کے لوگوں میں سے تھے اور ایک ہی واسطہ سے حضرت تاج مکی علیہ

Marfat.com

الرحمہ کے مرید تھے۔ جو خلفائے قطب النفس و آفاقی خواجہ عبدالباقی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے۔ وہ اکیلے کشمیر میں سیاحت کے طریقے سے آئے تھے، اور چند مدت تک "پل مرافان" (مراف کدل) کے جوار میں عبادت کے ساتھ مشغول ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے بعد اسی شاہ انفسال سے جو کہ معروف مجذوب تھے اس مقام پر ایک باغ اور خانقاہ تعمیر کی تھی۔ اور پھر آخری عمر تک ایسی جگہ پر سکونت کرتے تھے وہ بڑے مرتاض تھے، اور راتوں میں کبھی کمر نہیں کھولتے تھے۔ وہ اسرار عمدہ کے واقف کار تھے۔ ان کے پیر کا نام خواجہ باقی یمنی علیہ الرحمہ تھا۔ جو شیخ معز آلیہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ یہ بات محرر نے اپنے مرشد سے سنی، اور انہوں نے بلا واسطہ ان ہی سے سنی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ وہ صاحب جذبہ اور تصرفات تھے۔ البتہ طریقت کی تعلیم کم ہی کسی کو کی تھی۔ وہ اپنے وقت کے غنیمت تھے۔ جب ان کو لبیک اجل آ پہونچا تو اسی باغ میں مدفون ہو گئے تھے۔

۱۶۔ مولانا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت خواجہ عبدالکریم "بانڈے" کے فرزند تھے جو بلدہ کمر میں رہتے تھے۔ وہ فضائل عقلیہ و نقلیہ کسب کر کے ارباب استعداد میں شمار ہو گئے تھے۔ ان کو توفیق الٰہی نے حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمہ کی خدمت و صحبت میں پہونچا دیا تھا اور پھر ان ہی کی خدمت میں رہ کر سراسر سعادت پا لی اور سلوک و عرفان میں سے بہرۂ تمام حاصل کیا۔ (اس سے زیادہ نوشتہ نہیں)

Marfat.com

۱۷۔ حضرت خواجہ حبیب اللہ کانی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب نے
جوانی میں ہی خدا طلبی کے ذوق کو بہم پہونچایا تھا۔ پھر حضرت
خواجہ یعقوب ڈار علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے اور ان ہی کے حلقے
میں داخل ہو گئے تھے۔ جب خواجہ یعقوب ڈار کا واقعہ وقوع
پذیر ہوا تھا تو اسی اثناء میں جناب شاہ قاسم حقانی علیہ الرحمہ
سفر حج سے واپس آئے تھے اور خواجہ حبیب کو کمال التفات
سے طلب فرمایا تھا پھر ان کو اپنی ذات مبارکہ سے تربیت کی تھی
اس لئے حسن سیرت اور خوبیٔ صورت نے قبول تام حاصل کی۔ جناب
شاہ قاسم علیہ الرحمہ کی خدمت میں کمال بہم پہونچایا وہ آنجناب کے
کے خاص مقبولوں میں سے ہو گئے تھے اور طریقت میں بہرہ اندوز
ہوئے۔ آنجناب کے واقع کے بعد لوازم طریقت پر کمال استقامت
سے کام لیا اور ارشاد کا رتبہ پایا تھا۔ انہوں نے کافی عمر پائی تھی
اور صاحب تصرف بھی تھے۔ انسانوں کے علاوہ وہ جنوں کو بھی تعلیم
و تربیت فرمایا کرتے تھے۔ کچھ مدت تک لاہور میں جا بسے تھے۔ وہاں
حضرت میاں میر علیہ الرحمہ کے سلسلۂ علیہ قادریہ کی سند حاصل کی تھی
راقم الحروف کی والدہ کی جدہ نے آنجناب کی شرف فراش اور
سعادت ازدواج پائی تھی۔ وہ ان سے حکایات غریبہ اور کمالات
عجیبہ نقل کرتی تھیں جن کو میں نے کتاب ثمراۃ میں نقل کیا ہے اور آنجناب
عصمت مآب بھی آخری عمر تک عبادات و اذکار میں سرگرم تھے۔ خواجہ
حبیب اللہ علیہ الرحمہ کا واقعہ اصل ۱۰۸۲ھ ۲ ذو رجب کو ہوا تھا، وہ

Marfat.com

قطب الدین پورہ کے محلے میں اپنے ہی گھر کے جوار میں ہی آسودہ ہو گئے تھے جو محل فیض و برکت ہے۔

۱۸۔ **حضرت زاہد بابا ناکامو رحمۃ اللہ علیہ:**۔ آنجناب حضرت جعفر شریف بابائے ناکامو علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے جنکی ذکر ہو چکی ہے۔ وہ حضرت شاہ حقانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے اور پھر ان کی ملازمت اختیار کی تھی۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے بھی تربیت پائی تھی۔ حضرت شاہؒ کے حجاج کی طرف سفر کرنے کے وقت آنجنابؒ نے اس شاہبازؒ کی تربیت کی وصیت حضرت خواجہ قاسم علیہ الرحمہ کو دوسروں کے ساتھ کی، وہ استقامت اور استرشاد میں بدستور سرگرم تھے۔ اسی اثناء میں ایک دن آخر شب کو دوستوں کے ساتھ خواجہ قاسمؒ کی خدمت میں پہونچے تاکہ ان کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کرے، ان کے ہاتھ میں چراغ تھی ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ کو بجھا دیا تھا۔ تو زاہد بابا علیہ الرحمہ نے شہادت کی انگلی کو تھوک سے تر کیا اور وہ چراغ کی طرح روشن ہوگئی تھی۔ پھر خواجہؒ کے دروازے پر پہونچ کر سبابہ کی روشنی کو بجھا دیا۔ جب خدمت میں آئے تو خواجہ علیہ الرحمہ نے فرمایا، کہ "جب تم اتنی قدرت رکھتے ہو تو ہوا کو کیوں چھوڑا کہ اس نے چراغ کو گل کر دیا تھا؟ اس طرح تمہارا حال بھی مستور رہتا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس شوخی کی وجہ سے آگ

Marfat.com

میں جل جاؤ گے۔" کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے مدت بعد محلہ میں آگ لگ گئی جس سے زاہد باباؒ کا گھر بھی جل گیا تھا۔ وہاں کے حکم سے ایک صندوق لانے کی غرض سے اوپر کی منزل میں چلے گئے اندر چھت کے جلتے ہوئے چند تختے اُن کے سر پر آ پڑے جنہوں نے ان کی خرمن ہستی کو بھی خاکستر کر دیا تھا۔ پھر وہ قلعہ کے بیرون میں اڈیر کی طرف شاعرداری میں مدفون ہو گئے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لوٹ:۔ (یہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے لمبی مدتِ حکومت کے پہلے حصے کے اولیاء تھے۔ اب اسی حصے کے شعراء مذکور ہیں۔)

Marfat.com

۳۵

اس زمانے کے مشہور شعراء کرام کی ذکر نامہ

ا۔ محمد محسن فانی رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ اکابر کشمیر میں سے تھے اور جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفی علیہ الرحمہ کے بنی اخوان میں سے تھے۔ ان کا شعری فن غالب آ گیا تھا اور وہ علمی شہرت کی وجہ سے شہزادہ داراشکوہ کی مجلس میں باریاب ہو گئے تھے جہاں کشمیر کی صدارت باقی تھی۔ وہ اصاغر اور اکابر کا مرجع تھے۔ ان کے شاگرد بھی باکمال اور بلند خیال تھے۔ جب انہوں نے رحلت کی تو اپنے گھر کے صحن میں ہی بیرون کی طرف سید علیہ الرحمہ کے جوار میں مدفون ہو گئے تھے۔ یہ سنہ ۱۰۸۲ھ تھا، وہ فانی تخلص کرتے تھے اور ان کے اشعار بے شمار ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

لیکن پہلے ان کا تاریخ وفات لکھیں جو یہ ہے: کہ

" رفت فانی بعالم باقی "

وہ مرض موت میں توبہ و استغفار کرتے ہوئے واصل حق چلے گئے تھے اور بسیار ندامت کی توفیق پائی تھی:

ازبس کہ دل از دامن تر آب می خورد ۔ مے راکے کند تصور اگر آب مے خورد

پیوستہ گرم و سرد جہاں در پے ہم است
شب ہر کہ بادہ خورد سحر آب مے خورد

Marfat.com

زاہد بسبزہ نش ز چہ رو تن نمے دہد!
نخلے کہ خم شود ز تبر آب نمے خورد
مردان چو تر کنند لب از جوئے تیغ تیز
نامرد ہم ز جوئے شپر آب مے خورد
در مجلس در شراب دماغش نمے خورد
فانی بجائے بادہ مگر آب مے خورد

۲۔ ملا محمد مراد زرین قلم رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ ایک سوداگر زادہ تھے جو خط نستعلیق کی طرف مائل تھے، اورانہوں نے اس کی مشق میں جگر کا خون پیا ہے۔ اس زمانے میں میر حسین رح ایک مشہور روزگار خوشنویس تھے ان ہی کی اصلاح سے وہ خوشنویسی کے بام عروج پر پہونچ چکے تھے اور تھوڑے ہی وقت میں اپنے اقران پر فوقیت پائی تھی۔ وہ یگانۂ روزگار بن گئے تھے اور شلغمی خط لکھتے تھے جو آقا رشید کے برخلاف تھا۔ آقا اس زمانے میں ایران میں بادامی طرز کا خط لکھتے تھے۔ ملا محمد مراد رح کے کمال کی شہرت شاہجہان بادشاہ کے کانوں تک پہونچی تھی اور دربار کے کتابہ نویسوں کے صف میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ اکثر عمارات، دولت خانہ اور بادشاہی باغات میں اس مولوی مذکور کے خطوط کندہ ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ وہ خطوط میں عجیب سحر آفرینی اور نازکی شیرینی رکھتے تھے۔ ان کا تحریر گویا تصویر ہوتا تھا یعنی دیکھنے والے کو ایسا

Marfat.com

لگتا تھا کہ انہوں نے قلم سے تصویر کھینچی ہے۔ اس لئے بادشاہ نے انہیں زرین قلم کا خطاب دیا تھا۔ (مدفن وغیرہ معلوم نہیں)

۳۔ مُلّا محسن شیریں قلم رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ بھی حسنِ خط میں اپنے چھوٹے بھائی محمد مراد سے کچھ کم نہ تھے۔ جو کتابے اور عمارات ان کے بڑے بھائی کے تحریرات سے رہ گئے تھے اسے مُلّا محسن نے بکمال نزاکت وزیبائی پورا کر کے پھر صورت انصرام کر لیا تھا، وہ بھائی کے سامنے لکھا کرتے اور کمالات صوریہ کے ساتھ وہ تحصیل امورِ معنویہ کی بھی رغبت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنا دستِ ارادت قدوۃ المرتاضین حضرت شیخ داؤد علیہ الرحمہ مشہور مالو صاحب کے دامن رحمت میں لگا رکھا تھا اور ان سے بیعت ہو کر مشہور ہو گئے تھے۔ (اس سے زیادہ نہیں لکھا پایا)

۴۔ مولانا محمد طاہر غنی رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ اشائی قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، جو کشمیر میں ایک مشہور ومعروف قبیلے کا لقب ہے۔ وہ صاحبِ طبع عالی تھے اور سخنوری کے پائے کو کمال کے درجے تک پہنچا دیا تھا۔ ہر چند کہ وہ مُلّا محسن فانی کے شاگرد تھے۔ تاہم اربابِ سخن اور عالمانِ فن کا اس پر اتفاق ہے کہ خطۂ کشمیر بلکہ پورے ہندوستان میں اس زمانے میں اس کا ہم پلہ کوئی شاعر نہ تھا۔ اس کے برابر خوش خیال اور نازک بند کوئی نہ

Marfat.com

اٹھا تھا۔ ان کا دیوان سراپا انتخاب ہے جسے مرزا محمد علیؒ نے ترتیب دیا ہے۔ ان کے اکثر اشعار بطرز ابہام ہیں۔ وہی ابتداء شعر کے تاریخ کہنے اور تخلص پانے کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے ایک دن تازہ مطلع کہا تھا اور شاہ ماہر کے پاس پڑھا تھا :۔

بے چراغت اگر بزم خیالم غم نیست
مصرعہ ریختہ شمع است کہ در عالم نیست

شاہ نے ان کی ابہام بندی پر نظر کر کے شوخی سے وہ کہہ اٹھا کہ "شاید مصرعہ ریختہ جو کہا گیا ہے، وہی ہوگا۔" یہ چند بیت دیوان غنیؔ سے منتخب

؎ فراغتے بہ نیستان بوریا دارم
مباد راہ دریں بیشہ شیر قالے را — ایضاً

؎ کند در ہر قدم فریاد خلخال
کہ حسنِ گلرخان پا در رکاب است — ایضاً

؎ با دامنِ تر شدم بمحشر!
گفتند در آفتاب بنشین — ایضاً

؎ حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم

؎ مے نوازد ساز عیش آندم کہ طامع یافت قوت
باشد از پائے مگس مضراب تار عنکبوت

—ہ—

Marfat.com

ے تو حنا بستی و من معنے رنگین بستم ![3]
یاران بردند شعرِ ما را صد افسوس کہ نام ما نبردند

ے دل بمردن نہ چو قامتت گردید خم
بہر ایں خاتم نگینے نیست چوں سنگِ مزار

شیخ محسن فانی علیہ الرحمہ کے انتقال کے آٹھ ماہ بعد مولانا غنی نے وفات پایا تھا جب کہ وہ کمال جوانی میں ہی تھے۔ یہ ۱۰۸۲ھ تھا۔ اس کے بعد وفات کا یہ قطعہ کہا گیا ہے: ے

از فوت غنی گشت کہہ و مہہ غمگین
ہر کس شدہ در ماتم او خانہ نشین
بتاریخ وفاتش ار بپرسند بگو !
پنہان شدہ گنج ہنرے زیر زمین

---

۵ - **خواجہ ہاشم دلوانی رحمۃ اللہ علیہ:-** وہ شہر کشمیر کے اعیان میں سے تھے اور قانون گوئی کے ساتھ اشتغال رکھنے کے باوجود، جس کے ساتھ وہ تعلق رکھتے تھے۔ وہ طبع و خاطر کی صفائی کی وجہ سے کبھی کبھی شعر کی طرف بھی مائل ہو جاتے تھے۔ وہ خوش فکر اور صاحب ذہن تھے۔ اس کے تمام کلام سے میں نے ان کی ایک رباعی پر اکتفا کیا جس سے نمونہ معلوم ہو: ے

کے زہیم خنجرت خواہد دلم یکسو گرفت !
ہم چو ابر دمے تو ان تیغ ترا برو گرفت

کثرتِ حسن و صفا سرتاسر آمد و گرفت
خال جا خالی ندید گوشۂ ابرو گرفت

خواجہ ہاشم دیوانی کی ایک اور رباعی ہم نقل کرتے ہیں، جس سے نمونہ کلام معلوم ہو جائے:

یک ذرہ ز اختیار در دست تو نیست
لیکن معقول فطرت پست تو نیست
تدبیر چو کعتبین و تقدیر چوں نقش
در دست تو ہست و در دست تو نیست

۶۔ قاضی محمد عارف علیہ الرحمہ:۔ وہ قاضی ابوالقاسم کے خلف تھے جو مولانا جلال الدین علیہ الرحمہ کے پوتے تھے ان کی ذکر بھی ہو چکی ہے، اسے شاہجہان کے عہد میں اقبال نے یاوری کی اور سلطانی عنایات سے ایک امتیاز اور خاص مقام حاصل کیا تھا وہ وقایع نگاروں کی کی ایک تقریب پر ایران کی سفارت پر بھیج دیئے گئے تھے جہاں وہ حسن و لطائف سے جواب دہ ثابت ہوئے تھے، مشاغل دنیوی رکھتے ہوئے بھی شاعری میں مہارت تامہ رکھتے تھے جس کے استشہاد میں ہم ان کی ایک رباعی یہاں پیش کریں گے، اور وہ یہ ہے:

خواہم ازیں نشیب پستی برہم ✤ وز ننگ خودی وجود ہستی برہم
یک جرعہ ز جام نیستی نوش کنم
از کش مکش خمار ہستی برہم

Marfat.com

قاضی مذکور حضرت عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم علیہ الرحمہ سے ایک مکتوب کے ذریعے بھی سرفراز ہو چکے تھے۔ اور وہ مکتوب ان کے مکتوبات کے تیسرے جلد میں مرقوم ہے۔

۷۔ عنایت خان رحمۃ اللہ علیہ:۔ وہ ظفر خان کے فرزند تھے جن کی ذکر بھی ہو چکی ہے اور وہ آشنا تخلّص کرتے تھے۔ وہ لجۂ سخنوری کی آشنائی اور ہنر پروری کے دریا کی سیاحی میں بلند درجہ رکھتے تھے۔ وہ جود و سخا کے کمال سے فیض و عطا کے دروازے ہمیشہ اپنوں اور بے گانوں کے لئے کھلا رکھتے تھے، وہ علو فطرت اور صفائی قریحت میں خوانین زمان سے طریق امتیاز رکھتے تھے۔ آخری حال میں تجرد و انقطاع کے آثار اس کے دل پر چمک رہے تھے۔ پھر اپنی رضامندی اور اختیار سے منصب کو چھوڑ دیا تھا اور بادشاہ عصر سے رخصت لیکر واپس کشمیر آئے تھے اور یہاں زاویۂ عزلت میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ہر ایک سے تعلق توڑ دیا تھا۔ آخر اپنوں اور پرائیوں سے صحبت کا دامن لپیٹ کر ۱۰۷۷ھ میں عدم کے نہاں خانے میں جا چھپا تھا۔ وہ بھی ایک صاحب دیوان شاعر تھے اور نمونہ یہ ہے۔

بنشین بگوشۂ اگر آزردۂ ز خلق
پائے شکستہ تو بجائے نہ رفتہ است

کہتے ہیں کہ پادشاہ عالم پناہ نے ایک روز اس "آشنائی لجۂ سخندانی"

Marfat.com

کو طلب کیا تاکہ اس "سرمد برہنہ" کے اوضاع و اطوار کا خود ملاحظہ کرے۔ آشنا نے اُسے معنے سے بے گانہ دیکھ کر سلک نظم میں یہ بیت پرو کر بادشاہ انجم سپاہ کو بھیجدیا تھا۔

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفی کہ ظاہر است از و کشف عورت است

۸۔ استغنا رحمۃ اللہ علیہ:- ان کا نام عبدالرسول تھا اور وہ تازہ گو شاعروں کی سلک میں منتظم ہو گئے تھے۔ پھر وہ کشمیر جنت نظیر میں ہی متوطن ہوئے تھے۔ اوائل حال میں انہوں نے امیر، وزیر، غنی و فقیر سب سے اپنے استغنا کی علم لہرا رکھی تھی۔ کیونکہ انہوں نے لفظ قناعت اور حرف لاطمعی کو اپنی لوح سینہ پر نقش کر رکھا تھا، آخر پر ہمت کا منہ دنیاوی اسباب کو حاصل کرنے کے لئے لایا، اور شاہجہان کے تیسرے بیٹے شجاع کی خدمت میں پہونچ گئے تھے جہاں منصب اور ملازمت سے سرفراز ہو گئے۔ شہزادہ شجاع اسکی قابلیت اور کاردانی سے واقف ہو گئے تو اس کی تربیت کی حدود میں رہتے تھے جس وقت شاہ مذکور نے سکہ اور خطبہ اپنے نام کرایا تھا اور بنگال سے ہندوستان کے تسخیر کی علم بلند کی تو استغنا توپخانے کی داروغگی کی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ پھر جب شجاع نے عالمگیر رح کے شجاعوں سے شکست کھائی تو بنگال کو بھی کھو کر آوارہ ہو گیا تھا۔ استغنا بے سر و سامانی کی حالت میں بنگال سے بھاگ کر اودھ پہونچے وہاں

Marfat.com

بعض امیروں کی باری باری نوکری کی اور آخر دارالخلافہ کے عازم ہو گئے تھے، وہاں بعض استادوں کی وساطت سے بادشاہ عادل کے دربار میں نوکری پالی اور ملازموں کی سلک میں منسلک ہو گئے تھے پھر ۱۰۷۲ھ میں اس ملال کی رباط سے اٹھ کر بے زوال سرائے کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ یعنے انہوں نے رحلت کی۔ ان کے منظومات سے یہ چند بند لکھے گئے ہیں :-

خلک چرا کمر احتساب مے بندد
سزائے بادہ پرستان خمار خواہد داد

ایک وقت اسے ایک مہم پیش آئی۔ جتنا کہ سعی کی بلکہ تلاش و تردد کیا لیکن باریافتگانِ حضور لامع النور میں سے کسی نے انجاح پر اس کی ہمت نہ کی اور اس کا مقصد کسی نے عرض اقدس میں نہ پہونچایا۔ آخر بجان قدر دان بختاور خان کی طرف ملتجی ہو گیا تھا جس نے اس کی عرض خدیو جہاں تک پہونچا دی تو بادشاہ نے ایک بار توجہ کر کے اس کو شاہد مقصود کے ساتھ ہم آغوش کر دیا تھا۔ اس وقت استغنا نے چند رباعی ان کے نام لکھی تھیں جن میں ایک رباعی حسب ذیل ہے :-

اے خان بلند قدر اکسیر سخن ❊ قربان زمانِ تو خوانین زمن
تا خاطر آشفتہ دلان جمع شود
یکبار بگو حرف پریشان من

Marfat.com

۹۔ **محمد رفیع منشی رحمتہ اللہ علیہ:۔** وہ بھی اہل کشمیر سے ہی تھے اور نظم و نثر دونوں میں بلند طبع رکھتے تھے۔ لیکن گزرانِ معیشت کے لئے انہوں نے اپنی ہمت انشاء پردازی کی طرف لگائے رکھی تھی جس کی وجہ سے حکام کی ملازمت اختیار کرنی پڑی تھی۔

ہم یہاں ان کی ایک ہی رباعی پر اکتفاء کرتے ہیں: ؎

در سایۂ خویش جائے آوارہ دہید ⁂ در چارۂ کار دل بہ بیچارہ دہید

ہر چند کہ کفارہ ندارد نیکی

نیکی بہ بداں کنید و کفارہ منشی دہید

جب ایک شاعر تسلّی نے کشمیریوں کی ہجو بحر طویل کے طرز پر کی تو خواجہ عنایت اللہ نے منشی مذکور کو جواب دینے میں اشارہ کی تو انہوں نے اسی بحر و طرز میں جواب لکھا اور دربار میں پڑھا تو سامعین عش عش کرتے رہ گئے۔ (اس ہجو کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہجو ایک عجیب کلام اور ترجیع بند ہے جسے پڑھ کر حیرانگی ہی آتی ہے۔ طوالت کی وجہ سے ہم اسے نہیں لکھتے۔)

Marfat.com

۳۶

عہد عالمگیر کے دوسرے قسط کے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم

۱۔ بابا داؤد مشکواتی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب علم و حکمت، معانی و بیان اور حدیث و فقہ میں خواجہ حیدر چرخی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ہی ان کو مشکواتی لقب دیا تھا۔ وہ حضرت شیخ ابوالفقراء بابا نصیب علیہ الرحمہ کے مرید اور سفر و حضر میں ان کے رفیق ہوا کرتے تھے۔ ان کے تالیفات بھی عربی اور فارسی میں کافی ہیں۔ ان کی ایک کتاب "اسرار الابرار" مشہور ہے، جو مشائخ، سادات عالی درجات اور ریشیان کشمیر کے احوال میں لکھی گئی ہے۔ انہوں نے شیخ عطار قدس سرہٗ کی کتاب "منطق الطیر" کے تتبع میں "اسرار الاشجار" لکھی تھی جو حضرت الشان خواجہ خاوند محمود علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھی پیش کی تھی۔ اسرار الابرار میں در ذکر شیخ ابوالفقراء کے باب میں بیان ہے کہ "شیخ ابوالفقراء اور خواجہ مذکور کے ملاقات کا واسطہ میں ہی تھا۔" اسی صحبت کے مذکورات اور احادیث کی تطبیق میں جس کے متعلق خواجہ علیہ الرحمہ نے سوال کیا تھا، حضرت بابا علیہ الرحمہ نے جواب دیا تھا۔ ان سب باتوں کو تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کا تاریخ وفات شیخ مومنان ہے۔ ملا ابوالفتح کلو علیہ الرحمہ نے ان کے تاریخ وفات میں لکھا ہے:

Marfat.com

ے
از پئے حالِ وصالِ آں مراد و مقتدا
بود بابا شیخ الاسلام آمد از غیبم ندا

وہ ۱۰۹۷ھ تھا۔ انہوں نے کافی عمر پائی جو علماء اور فقراء کی صحبت میں گزاری تھی۔ وہ گندر پورہ کے محلے میں عیدگل کے حوالی میں آسودہ ہیں۔

۲۔ حضرت میر ہاشم رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب منور آبادی تھے، وہ جگہ منور آباد کے نام سے ہی معروف ہے۔ ان کی نسبت سید محمد منور حسین خوارزمی علیہ الرحمہ کے ساتھ مشہور ہے انہوں نے بھی مولانا حیدر علامہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں تحصیل علوم کیا تھا، اور آنجناب نے متبنیٰ بھی بنایا تھا۔ سفر لشکر کرکے اور تدریس کی خدمت پاکر انہوں نے ایک عمر علمی اشغال اور تقویٰ میں گزاری تھی۔ اسّی سال سے زیادہ عمر پائی تھی۔ اور آخر ۱۰۹۷ھ میں وفات کی، اور پھر حضرت سید کے مزار متبرکہ میں آسودہ ہو گئے۔

۳۔ خواجہ قاسم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب نے تحصیل علوم و سلوک حاصل کرنے کے بعد فقیرانہ لباس میں حرمین شریفین میں جا کر حج ادا کیا تھا۔ سفر محمودؒ کے اختتام پر وہ سیاحت کے طریقے سے کشمیر بھی پہونچے تھے، اور محلہ قطب الدین پورہ میں وارد ہو گئے تھے۔ انہوں نے شیخ فانی علیہ الرحمہ کو دیکھا تھا جو اس زمانے

Marfat.com

میں خانقاہ معلی میں درس تفسیر دے رہے تھے۔ خواجہ اس حلقہ درس میں داخل ہو گئے اور نکات و لطائف میں معانی و بیان فرماتے تھے۔ شیخؒ ان سے راضی ہو گئے اور انہیں دامادی میں قبول کیا۔ شیخؒ کے فوت ہونے کے بعد وہ کاشغر چلے گئے تھے وہاں کافی پذیرائی پائی تھی۔ وہاں سے پھر کشمیر آئے اور ہندوستان کے بادشاہ کا نوکر ہو گیا تھا۔ یساق کی تقریب پر صوبہ ٹھٹھہ میں چلے گئے تھے۔ مگر کشمیر سے نکل کر راستے میں ہی انتقال کیا تھا، پھر ان کی لاش واپس کشمیر لائی گئی تھی، پھر وہ سرینگر میں شیخ فانیؒ کے مقبرے میں سپرد خاک کئے گئے تھے۔

۴۔ ملّا افضل نتنو رحمۃ اللہ علیہ۔ آنجنابؒ حضرت مولانا حیدر چرخی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے، وہ فضل و کمال اور ورع و تقویٰ میں امتیاز رکھتے تھے۔ انہوں نے والد بزرگوار کے بعد اپنی ہمت درس و تدریس پر لگائی۔ پھر پوری توجہ اور محنت کے ساتھ لوگوں کو علمی فایدہ پہونچایا تھا انہوں نے جب رحلت کی تو والد بزرگوار کی جوار میں آسودہ ہو گئے۔

۵۔ ملّا عبد الرشید زرگر رحمۃ اللہ علیہ۔ آنجنابؒ محمد افضل چرخی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان کے علاوہ ملّا سلطان ہجی اور قاضی عبد الرحیم علیہا الرحمہ کے شاگرد بھی رہ چکے تھے

Marfat.com

وہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں مستعد، لسان، خوش تقریر اور شیریں تحریر تھے۔ سُنا گیا ہے کہ سیف خان نے علماء وقت کو امتحان کے طور پر جمع کر کے حاضر کیا تھا تو حضرت مُلّا ابوالفتح کلو وغیرہ ان کے گھر گئے تھے جو "باغ جہاں آراء" میں تھا۔ خان مذکور خود برج "دارائے" میں بیٹھا اور کہا: کہ "ان طالب علموں میں سے کسی ایک کو میرے پاس حاضر کر دو" تو پہلے ہی مُلا عبدالرشید اندر چلے گئے تھے اور وہاں بلند آواز میں نحوی تقریر کی "فضلاء اردوے" نے سُنا تھا۔ تقریر سے فارغ ہونے کے بعد مباحثہ ظاہر کیا۔ اور کہا کہ "من کمینہ شاگرد آں علماء بیروں ہستم۔" یہ سُنکر خان مذکور نادم ہوا اور پھر کسی کو احضار کی تکلیف نہ دی۔ اس مُلا عبدالرشید نے عالم کا بہت زیادہ سیر کیا تھا اور آخر میں بھی سفر اختیار کیا تو عالمگیری فوج میں پہونچے۔ وہاں "برہان پور" کی قضاگری پائی تھی۔ وہ شغل باطنی سے بھی خالی نہ تھے، بلکہ جناب میر علی قادری علیہ الرحمۃ کے ساتھ ارادت رکھتے تھے، اور ان کے عقیدت مند پیرو کار بن گئے تھے۔ پھر ان کی خدمت میں رہ کر ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے تھے، ان سے خدادوستی کے تمام اسباق پڑھے اور یادِ خدا کیا ۔ (وفات وغیرہ ندارد)

۶۔ حضرت میاں محمد امین ڈار رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب بھی کشمیری تاجروں کے طبقے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، اور وہ لاہور

Marfat.com

جا کر شاہزادہ کے نوکر بن گئے تھے۔ وہ "داغ دو اسپہ" کے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔ انہوں نے باپ کا تمام ترکہ فروخت کیا اور وہ فقراء میں تقسیم کر کے بانٹ دیا تھا۔ جب راہِ حق کی رغبت پائی تو شاہی نوکری کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح ہر چیز سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنا روئے طلب بزرگوں کے طائفوں کی طرف لایا تھا، وہ ان یارانِ خاص الخاص میں حضرت میاں عبدالوہاب لاہوری علیہ الرحمہ کے ملازم ہو گئے جہاں کسبِ معانی میں تمام اصحاب طریقہ سے ممتاز ہو گئے تھے۔ ان کا رتبہ اکثر اقران سے بڑھ گیا تھا۔ جب وطن واپس آئے تو "اندرواری" میں ہانجیوں کے گھر میں رہائش کی۔ پھر خواجہ آشنائے فتح کدلی نے ان کو اپنے گھر لیا اور اپنے مسکن کے قریب ان کے لئے بھی مسکن تعمیر کیا تھا۔ چند سال تک توالی اور تواتر کے ساتھ اپنے شیخؒ کی ملازمت میں جایا کرتے تھے اور ان سے اخذ فیوض و صحبت کیا کرتے تھے۔ یہ شیخ عبدالوہاب حضرت شیخ عثمان جالندھری علیہما الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے اور وہی اس بزرگوار پر خاص نظر رکھتے تھے۔

غرض حضرت میاں محمد امینؒ اپنے وقت کے اجلۂ تمکین میں سے تھے اور حفظ نسبت میں سعی بلیغ کیا کرتے تھے۔ اسی لئے ان کے اکثر حالات سکوت اور خلوت میں گزرتے تھے۔ آخر عمر میں کشمیریوں کا ایک جم غفیر جس میں علماء، فضلائے اور اغنیاء و فقراء بھی شامل تھے۔ ان سے صوری اور معنوی فیض استعداد اور استقامت کے

Marfat.com

مطابق پاتے تھے۔ وہ اکثر ایام مریض ہوا کرتے تھے، اور لوگوں کے ساتھ کم ملتے تھے ہر چند کہ بعض اوقات زائیروں اور نو واردوں کے ساتھ بیٹھے رہتے لیکن درحقیقت وہ خلوت در انجمن ہوتے تھے۔ کوئی یہ جرعت نہ رکھتا کہ وہ کلام بلا سبقت یا بے وقت مرام کا اظہار کرتے۔ میں نے مرشد مرادی علیہ الرحمۃ کی زبان سے سنا ہے جو آنجنابؒ کے محرم خاص ہے: کہ " ایک روز شہر کے عمدہ فضلا کی ایک جماعت آئی تحقیق مسئلہ کی ایک تقریب پر، تو انہوں نے متغیر ہو کر فرمایا: کہ دوستوں نے اس جگہ کو مدرسہ قرار دیا ہے"۔ یہ کہہ کر اٹھے اور خلوت میں چلے گئے۔ وہ مذکورات علمی کو اس حد تک احتیاط کرتے کہ دوسرے مذکورات کو کیا پہونچے۔ وہ سراپا تصرف تھے۔ عالموں کے ساتھ زیادہ ہی شفقت کرتے تھے۔ اور ان کو مہربانیاں فرماتے تھے۔ وہ رموز اور اشارے بہت زیادہ دکھاتے تھے۔ مذکورات حقایق و دقایق اور معارف میں وہ جوش و خروش دکھاتے۔ اکثر مرشد مرادیؒ کو دوسروں سے ممتاز کرتے اور ان سے مخاطب ہوتے تھے، عام و خاص صحبتیں ان کے ساتھ کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان صحبتوں کی ذکر جو حضرات عالی درجات سے کی ہوتیں ان سے کرتے تھے۔ " وکان مستقیماً علی الشریعۃ والطریقۃ رافع البدعۃ" مرشد مرادیؒ آنجنابؒ کے متعلق فرماتے تھے؛ کہ ایک دن عین قرأت میں رسالہ قطرات شبہہ در بیان علامات ذکر اسم ذات کہ بھی دکھایا گیا تھا، قبول فرمایا۔ اس مجلس

Marfat.com

ہیں دوستوں کے سامنے اس نسخۂ مکلّفہ سے اس کلمے کو راحک
کراکر ہمارے اظہار کے مطابق اس کتاب میں رقم فرمایا۔ مجلس کے
انقضاء کے وقت بعدہٗ خلوت میں فرمایا تھا کہ یہ صرف مجھ سے
غلط نہ ہوا تھا بلکہ پہلے پہل جبکہ طالبوں کے دلوں میں توجہ اور
تصرف کیا گیا تھا، مجھ پر ایسا ہی ظاہر ہوا تھا جو ہم نے بیاض پر
لکھ رکھا ہے۔ تیئس سال کے بعد اس نوشتے کے مطابق دوستوں نے
اس کتاب میں درج کیا تھا۔ اب ایسا ہی ہے : جو تم لوگوں نے کہا۔
وہ اکثر حالات میں غیرت کو بروئے کار لاتے تھے۔ ظاہر اً کسی نے
ان کو بتا دیا تھا : کہ حضرت آخوندؒ ملّا نازکؒ اپنے ساتھ فقر کی
نسبت اور ان کیساتھ غنّا کی نسبت کرتے تھے تو فرمایا : "میرے فقر
اور غنّا کی حقیقت کل قیامت کے روز منکشف ہوگی۔" وہ کشف
وکرامات کے اظہار سے کلی طور پر اعراض احتراز کرتے تھے۔ آخر پر ظلِّ
سبحانیؒ کے ساتھ بھی ملاقات کی تھی۔ چند وقت تک آمد ورفت
بھی رکھتے تھے۔ اور بادشاہ دین پناہ ان کی صحبت سے خوش
بھی ہو جاتے تھے۔ ایک دن پوچھا : کہ "تم نے کوئی کشف و
کرامات ظاہر کی ؟ " تو جواب میں فرمایا : کہ" اگر کشف شرعِ
شریف کے مطابق ہو تو اچھا ورنہ ناتمام۔"

الغرض آنجناب علیہ الرحمہ اپنے وقت کشمیر میں اپنی مثال
آپ تھے۔ جب ان کی عمر شریف ستّر سال سے گزر گئی تو بیمار ہوئے
اور بکمال حضور و آگاہی ۱۱ ماہ رمضان المبارک ۱۰۹۹ھ کو ان

Marfat.com

کا روح پر فتوح عالم بالا کی طرف پرواز کر گیا تھا۔ تاریخ کہا گیا کہ: "یازدہم ماہ صوم رفت میاں از جہاں"

لالہ ملک مخلص نے کہا تھا: ؎

عرش بود مسکن روح الامین

اس طرح کئی تاریخیں مرقوم ہوئیں۔ کتاب قطرات اور رسالہ ضروریہ وغیرہ ان کے تصنیفات میں سے ہیں۔

۷: خواجہ محمد امین صوفی رحمۃ اللہ علیہ: آنجناب بالغ ہونے سے پہلے ہی حضرت بابا نصیب کی ملازمت میں پہونچے تھے۔ جب وہ بارہ ۱۲ سال کے ہو گئے تھے اور بابا رحلت کر گئے تو وہ علماء عصر کی صحبت میں رہ کر فضیلت سے آشنا ہو گئے تھے اور راہ خدا میں آ گئے تھے، پھر کئی سال تک کنج خلوت میں رہنا پسند کیا تھا۔ عبادت و طاعت میں مداومت کے ساتھ مشغول ہو گئے یہاں تک کہ مقبولیت حاصل کی تھی۔ پھر لوگوں سے بیعت لینا شروع کی۔ کچھ وقت کلوؤں کے گھروں میں اور کچھ وقت کنگن میں گزارا تھا جب لوگوں میں ان کی مقبولیت بڑھ گئی تو مذکورہ گاؤں سے نکل کر جامع مسجد کے جوار میں آ گئے، یہاں وہ متاہل بھی ہو گئے تھے۔ پھر سنت کے مطابق وہ دیہات میں چلے گئے تاکہ دیہاتیوں سے توبہ کرائے اور بیعت لے، پھر دوسرا نکاح بھی کیا تو صاحب پسر و دختر بھی ہو گئے۔ اپنے گھر سے خانقاہ شمس چک تک جو حضرت مخدوم العرفا رضی اللہ عنہ کا

Marfat.com

نشست گاہ تھا، اپنے خمس الاوقات کیلئے جارہے تھے وہاں وہ حجرۂ پاک بھی موجود تھا جس میں حضرت مخدومؒ بیس سال سے زیادہ مدت تک رہ چکے تھے۔ اسی حجرۂ خاص میں وہ بھی قیام پذیر ہو گئے تھے۔ مختصر یہ کہ جنابؒ نہایت متشرع اور مؤدب باآداب تھے۔ حضرت مرشدی مرادیؒ فرمایا کرتے :کہ " ایک روز ہم اتفاقاً جھیل ڈل کے کنارے سیر کو گئے تھے تو دیکھا کہ وہاں پورے دن دو زانو ہو کر بیٹھے رہے اور مذکورات معقول و مقبول دکھا دیئے تھے۔" دعوت اسمائیں میں بھی وہ پورا دسترس رکھتے تھے، جن کا ورد اپنا اثر دکھاتے تھے۔ وہ استخارہ کا جواب بھی کہتے تھے۔ آخر ایک روز جبکہ قطبی اور مرشدی حضرت شیخ عبدالاحد مدظلہ ہفت چنار میں آئے تھے تو آنجنابؒ کی خدمت میں آ کر مبایعت کی انہوں نے میرے مرشد مرادؒ کے توسط سے ذکر قلبی* رخصتی ہو گئے۔ وہ صالح اور ذاکر اصحاب بھی رکھتے تھے جن میں چند کی ذکر اپنی جگہ یہ ہوگی جیسے بودی، بالیو، حافظ داؤد، حرم حافظ علیہم الرحمہ وغیرہ۔ آخر وہ فقر صوری سے فنا کی طرف آئے تھے، ایک حصہ سرقہ میں تلف ہو گیا تھا اور کچھ اس کے بیٹے حبیب اللہ علیہ الرحمہ کے پاس پہونچا۔ جب "کل نفس ذائقۃ الموت" کی شربت نوش فرمائی تو ملہ کھاہ کے اس مزار میں دفن ہو گئے تھے جو کلوؤں کا تھا، حضرت مرشدی مرادیؒ بھی کبھی کبھی ان کی قبر پر جاتے اور پھر بعض روحانی صحبتوں کو بھی نقل فرماتے تھے۔

Marfat.com

۸۔ نورہ بابائے پکلی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب "بازار ہٹو فروشان" کے باشندہ تھے۔ وہ بابا علی پانپوری علیہ الرحمہ کے مریدوں میں میں سے تھے، اور ایک مدت وہیں پانپور کی خانقاہ میں گزاری تھی۔ وہ بھی ایک ایسے بزرگ تھے جو تجرید و تفرید میں رہ کر صایم الدہر اور قایم اللیل ہوا کرتے تھے۔ وہ رقت قلب اور احوال کا غلبہ اس قدر رکھتے کہ جب بھی ان کی نظر صورت جمیلہ، سبزہ یا گلزار پر پڑتی تو بے اختیار ہو کر رو یا کرتے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نکل پڑتا تھا۔ ہر وقت اپنے گرم سینہ سے سرد آہ نکالتے تھے۔ جس زمانے میں حضرت مرشدی شیخ عبد الاحد سرہندی علیہ الرحمہ کا قدوم میمنت لزوم کشمیر میں پڑا تو اکثر ان کی ملازمت میں جایا کرتے اور وہ حضرت الشان علیہ الرحمہ کے خادموں کو پُر تکلف ضیافت کھلاتے تھے۔ راتوں میں جبکہ ان کی خدمت میں ہوتے تو اسی طریقے پر جاتے تھے، وہ بھی ان کی خاطر مبارک کی رعایت فرماتے تھے۔ جب ان کو اجل موعود پہونچا تو مسجد شریف کے جوار میں، جو نالۂ مار کے کنارے واقع تھی، مدفن پایا تھا۔ ان کے دوست ان سے خوارق و کمالات کو نقل کرتے ہیں۔

۹۔ مولانا خواجہ ابو الفتح کلو رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب کشمیر کے نجباء میں سے تھے۔ ظہور شباب کے ساتھ ہی تحصیل علوم کی توفیق بھی پائی تھی۔ مولانا العلامہ خواجہ حیدر چرخی علیہ الرحمہ کی خدمت

Marfat.com

میں رہ کر کمالات سے بہرہ اندوز ہو گئے تھے۔ اور ان سے علوم عقلیہ و نقلیہ کو حاصل کیا تھا۔ عقل و نقل کے عظیم الشان عالم ہونے کے باوجود وہ ورع و تقویٰ میں کامل تھے۔ عبادت اور قناعت میں اپنے امثال میں ممتاز تھے۔ مسائل فقیہہ کے استخراج میں اپنے وقت میں بے انباز تھے۔ آخری عمر میں کشمیر میں قضا گری اور فتویٰ کا منصب بھی پایا تھا "سیف السباکین" کتاب ان کی تالیف کردہ تھی جو شیعہ کے رد میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف، تالیف اور تعلیقات ہیں۔ ان کا تاریخ وفات اس بیت سے ماخوذ ہے:

؎ خواجہ بوالفتح باہزار کمال رفت اندر ہزار و یکصد سال

یعنے، ان کا وفات ۱۱۰۰ھ میں ہوا تھا اور وہ پھر سلطان زین العابدین کے مقبرے میں صحنِ دوم میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۰- حضرت آخوند مُلّا نازک رحمۃ اللہ علیہ:- آنجناب "تاشوان" کے رہنے والے تھے، وہ ایک بزرگ ناظم تھے اور ظاہری علوم سے بہرہ ور۔ وہ ملایانہ وضع کی نوکری بھی کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت حاجی فتح محمد سیالکوٹی علیہ الرحمہ کشمیر میں تشریف آور ہوئے۔ ان کی خدمت میں جا کر تصرف پایا تھا۔ پھر ہر ایک سے منہ موڑا اور راہ حق میں کود پڑے۔ طریقت میں مستقیم ہو کر تردات سے بھی گزر گئے۔ ان کی تربیت کے لئے حضرت حاجی مذکور مکرر طور پر کشمیر آیا کرتے اور مولانا بھی ان کی خدمت میں

Marfat.com

سیالکوٹ سے بتکرار جایا کرتے تھے۔ واقعی تربیت حاصل کر کے دائرہ فنا میں قدم رکھا اور مستعد اصحاب کو بھی بہم پہونچایا تھا۔ پھر ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہو کر ان کا تاثیر قلوب کر دیا تھا، ان کو بھی تصرفات غریبہ اور حالات عجیبہ دکھا دیئے تھے یہاں تک کہ سرگرم کار ہو گئے۔ ان کی صحبت میں مجلس جوش و خروش میں ہوتی اور روز افزوں ترقی کرتی تھی۔ احوال کے عین گرمی میں اچانک ان کے پسر گرامی نے انتقال کیا جو طالب فقیر اور مالکِ بے نظیر تھے جن کا نام شیخ محمد باقرؒ تھا۔ وہ صاحب حالات عالیہ تھا۔ اس مصیبت کے کے بعد ان کا احوال متغیر اور دگرگون ہوا تھا اور ایک ممتد مرض بہم پہونچایا اس لئے دوستوں کے توجہ سے رک گئے۔ حضرت مرشدی مرادیؒ نے بارہا ان کے ساتھ ملاقات کی تھی اور ہم صحبت بھی ہوتے تھے۔ وہی فرماتے تھے، کہ،

ایک دن حقائق آگاہ صوفی محمد مغل علیہ الرحمہ کے گھر میں ان کے ساتھ ہم صحبت تھے اور یہ حدیث الفقر فخری وخلاصہ کاد الفقر ان یکون کفراً "کے متعلق پوچھا گیا اور اس میں ایک تطبیق چاہی گئی تھی۔ انہوں نے ایک شافی جواب دیا، پھر دوسرے دن بھی اپنے والد کے حکم سے ان کے گھر گیا اور تواضع ایسی رکھتے جیسے کہ مرید پیر کے گھر جا کر دکھاتا ہے۔ اس میں کتاب "نفحات الانس" لائی گئی۔ شیخ عبدالصمد مخدومؒ کو فرمایا گیا تھا کہ وہ اسے پڑھے۔ اسی اثنا میں دیکھا گیا کہ وہ مریدوں کی نسبت اس درجہ

Marfat.com

کی تواضع رکھتے تھے کہ گویا وہ اس کے محتاج ہوتے تھے۔

القصہ وہ ایک خدا پرست بزرگ تھے۔ جو خالص نیت سے آراستہ تھے۔ جب رحمتِ حق کے ساتھ پیوستہ ہو گئے تھے تو تاشتوان میں اپنے گھر کے جوار میں حضرت سید محمد منطقی علیہ الرحمہ کے آستانہ میں مدفون ہو گئے تھے۔ مخلصوں اور معتقدوں نے ان کی قبر پر ایک گنبد تعمیر کیا تھا۔ حضرت آخوند ملا نازک علیہ الرحمہ طبع بھی موزوں رکھتے تھے۔ اس کتاب کے لکھنے کے وقت ان کے چند بیت خزانۂ حفظ سے اٹھ کر عبارت میں شامل ہو گئے۔

میکوش بذکر جہر گر مرد صفی ⁂ کز جہر شود نام تو در دہر صفی

خود ذکر خفی ز جہر پیدا گردد

زاں گونہ کہ از مشق جلی خط خفی

انت مطلوبٌ و منظورٌ لنا ⁂ انت معبودٌ و مقصودٌ لنا

لا تراى فى الكون الّا وجهك

انت مشهودٌ و موجودٌ لنا

لا زوال عارضٌ للعارفين ⁂ نازكى الظّل ممدودٌ لنا

مذهب الزّهاد منعوتٌ لهم

مشرب العشاق محمودٌ لنا

ان وعدتم باللقاء فى الآخرة ⁂ وهو فى الكونين مشهودٌ لنا

اسی طرح ایک اور اشعار عربیہ کا مجموعہ یوں ہے:

Marfat.com

۵

قد اتانا الیوم انوار الحبیب
لا تأمن فی ما شهدنا من مریب

نحن تشرب دائما خمر الودود ∴ لیس للزہاد من ہذا نصیب

نحن ندعوا حاضرًا فی حضرتک
یا دلیل الحائرین رب الحبیب

مات فی بیتک غریب نازلی ∴ یا رحیم ارحم لاحوال الغریب

۱۱۔ شیخ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ ۔ آنجناب شاہ دھوں کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو کشمیر میں ایک مشہور قبیلہ ہے۔ وہ کوٹہار میں رہا کرتے تھے اور جوانی کے عین کامرانی میں مشیخیت پناہ، عارف باللہ حضرت خواجہ محمد بزاز علیہ الرحمہ جو حضرت شیخ موسیٰ کبروی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے، کی خدمت میں چلے گئے تھے مگر پہلے ظاہری علوم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے تھے۔ چند مدت کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ اطراف ہند میں علما، اور فقراء سے ملے۔ اسی دوران حضرت علامی ملا عوض وحید علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی جز و کشی کر لی تھی۔ جب واپس وطن لوٹے تو موضع ہبک میں بس گئے تھے جو جھیل ڈل کے کنارے آباد ہے پھر اسی جگہ پر عبادت شاقہ میں مصروف ہو گئے تھے۔ شادی کے بعد شہر کے بچوں کو پڑھانے کے لئے آتے اور پھر محلہ خندہ بون میں جناب بابرات حضرت ملا بابا کے معروف کے آستانہ کے جوار میں

Marfat.com

ایک گھر بسایا تھا اور پھر زندگی بھر اسی جگہ توکل کے ساتھ قانع اور قائم رہے تھے۔ وہ طریقت کے بدعات اور شریعت کے افراط کے معتقد نہیں تھے وہ مقلد شیخوں کی دوکانداری کے بھی قائل نہیں تھے وہ " فاِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا وَاِنَّ مع العُسرِ یُسرًا " کی بادیہ میں زندگی کے ایام بسر فرما رہے تھے۔ ان کے مرید بھی تھے مگر وہ گرفتہ اور ساختہ نہ تھے، بلکہ خندان و بشاش ہوتے تھے یہاں تک کہ اجل کے ہاتھوں نے ان کی زندگی کا گریبان پکڑ لیا یعنے انہوں نے وفات پائی اور خانقاہِ ملہ بابا کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ جو ایک مشہور خانقاہ تھی۔

حضرت مرشدی مرادی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ مرض آخر میں میں ان کی عیادت کو گیا تھا۔ جب مرض اور طبیب کے متعلق پوچھا تو کہا کہ " میں طبیب کو تصدیع نہیں دونگا، بلکہ جو مولا چاہے وہی ہوگا اور ہو جاتا ہے۔ بزرگ صرف حسنِ خاتمہ کے دعا میں معروف رہتے ہیں۔"

۱۲۔ حاجی الحرمین حاجی بہرام رحمۃ اللہ علیہ۔ آنجناب نجاروں کے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ جب توفیق الٰہی اور ذوق سلوک نامتناہی نے ان کو آپکڑا تو بابا النصیب علیہ الرحمہ کے دستوں میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ بھی صائم الدہر اور تارک اللحم تھے۔ وہ موضع پہرو کے رہنے والے تھے اور تجرید و تفرید میں عجیب اقدام کرتے

Marfat.com

تھے۔ مسائل فقہ کی تحقیق حضرت آخوند ملا حسین علیہ الرحمہ سے
کی تھی جو ایک دانا اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ وہ حضرت بابا
نصیب علیہ الرحمہ کے مربائی تھے۔ حاجی سے پہلے وہی سفر آخرت پر
۱۰۸۹ھ میں چلے گئے تھے اور پھر موضع مذکورہ میں ہی مدفون ہو
گئے تھے۔ ان کے رضائی خواہرزادہ مغفرت پناہ شیخ عبداللہ سلرے
علیہ الرحمہ تھے۔ فی الجملہ حضرت حاجی نے احوال کے اخفا اور استتار
کشف و کرامات میں کافی کوشش کی۔ وہ لوگوں کے فتوح اور نذر و
نیاز کو کمتر ہی قبول کرتے تھے، بلکہ اپنے بھائی جو نجاری کرتے
تھے کی کمائی سے ہی اپنا لقمہ کھاتے تھے۔ وہ خود اکل و شرب
میں مکمل رعایت زیر نظر رکھتے تھے۔ جب حفظ اللہ خان نے پچاس
روپیہ نذر پیش کئے تو ہزار سماجت کے بعد صرف ایک روپیہ اٹھا
لیا تھا۔ ریاضات شاقہ سے ان میں صرف پوست اور استخوان
باقی رہ چکے تھے، وہ سال کے بارہ مہینے برابر کھڑاؤں پاؤں میں
پہنتے تھے جس کی رسی گھاس کی ہوا کرتی تھی۔ غسل اور وضو
ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے کیا کرتے تھے۔ ان کے وضو کی جگہ ایک
چشمہ بن گیا تھا جس سے جاڑے میں گرم پانی نکلتا تھا۔ حضرت
مرشدی علیہ الرحمہ انکی خدمت میں جایا بھی کرتے تھے اور ان سے
بہت سی باتیں نقل کرتے ہیں۔ فرمایا کہ:

ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ ان کی زیارت کے بعد غفران
پناہ شیخ احمد چاگلی علیہ الرحمہ کی زیارت کو جانا پڑا، واپس آکر

Marfat.com

پھر حاجی علیہ الرحمۃ کی زیارت کا اتفاق ہوا۔ دوستوں نے راستے میں ہی ماہیری کی خواہش اور رغبت کی جو ایک مشہور غذا ہے۔ لہذا جوں ہی ہم وہاں پہونچے ماہیری پیش کی گئی پھر نماز عشاء کے لئے بھی امامت کی تکلیف کی۔ چونکہ وقت شب کا تھا اس لئے راستے میں تھک جانے کا عذر کرکے تاخیر کی۔ انہوں نے کہا: کہ دوستو! یہ ایسی باتیں ہیں جو وقت پہ ہی ہوتی ہیں۔ آؤ ہم پڑھ کر سو جائیں، پھر صبح سے چاشت تک وقت تھا اور کھانا بھی بے تکلف لایا گیا جو بقدر اشتہا کھایا بھی گیا فرمایا کہ اور کھانا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ بس، اب کوئی رغبت نہیں۔ فرمایا: کہ " اسی طرح ایک روز بابا مرحوم نے ایک تربوزے کو رد کر دیا اور پھر اسی روز حضرت بابا شکر الدین علیہ الرحمۃ کی زیارت کو گئے، جب پہاڑ پر چڑھے تو تربوزے کو طلب فرمایا۔ میں نے کہا کہ یہی ہے نتیجہ ہدایا کو رد کرنے کا، پھر مبالغہ کے بعد تتمہ کھانا کھایا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں کے ہدیئے کیوں قبول نہیں فرماتے؟ فرمایا کہ مجھے کوئی حاجت نہیں۔ یہ لوگ محتاجوں کو نہیں دیتے، تو ہمیں کیا ضرورت! میں نے عرض کیا کہ آپ کا بھائی بھی تو محتاج ہے پھر وہ مسافروں کی خبر گیری بھی کرتے، فرمایا کہ ان کو میں برکت کی دعا دوں گا۔ اور ان کا یہ شبہ (فوتہ) ہمیں قبول نہیں۔ اتنے میں ان کی چھوٹی چادر دوش پر رکھی مگر وہ لمبائی و چوڑائی میں اتنی کم تھی کہ کندھے پر رہ نہیں سکتی۔ ان سے کہا گیا کہ اگر ہدیئے قبول

Marfat.com

کرتے تو چادر لمبی ہوتی، تو انہوں نے کھینچ تان کر کے چادر کو کندھے سے آر پار لگایا اور فرمایا: دیکھو لمبی ہو گئی! وہ پیر و مریدی میں ہرگز ڈھیلے نہ تھے۔ لوگوں کے خوف سے اوائل حال میں ملا آخوند مذکور کے سامنے موضع ہتھ لنگو میں ایک مدت گزارا۔ جس جس نے توبہ کی استدعا کی اسے آخوند علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ کیا۔ آخوندؒ کے وفات کے بعد موضع پُھرو میں سکونت کی جو اُن کا مولد تھا۔ حضرت مرشدیؒ نے یہ بھی کہا کہ ایک دن اتفاق سے سیادت پناہ شاہ محمد فاضل البشانؒ کے ساتھ ہم بھی ان کی زیارت کو گئے۔ حضرت ایشانؒ نے ایک سفید پارچہ حاجی کے کفن کے لئے ساتھ لایا تھا جسے ہمارے سامنے قبول کرایا۔ کسی کو کیا پتہ تھا کہ وہ اسے کیا کرے؟

ایک دن فرمایا کہ اے خدائے عزوجل ذکرہٗ نے: "وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ" فرمایا ہے۔ پس جب طالب علموں نے پڑھ کر فہم کیا تو پھر قیمتی اوقات طلبِ رزق میں کیوں ضایع کرتے ہیں؟ ان سے پوچھا گیا کہ حرمین شریفین کی زیارت کا سبب کیا ہوا تھا؟ فرمایا: کہ کشمیر میں قحط پڑ چکا تھا اور میں ہندوستان گیا۔ وہیں سے مکانِ شریف تک لے جایا گیا، ورنہ مجھے حج کے ساتھ کیا نسبت؟ "مجھے تو حاجی کہنا اچھا نہیں لگتا بلکہ بہرام بائی ہی زیادہ پسند کرتا ہوں۔" اگر کوئی ان سے دنیوی یا اخروی امور یا فاتحہ طلب کرتا تو ان کا تکیہ کلام ہوجاتا "خدا خوشنود" اسکے تکرار سے تار دیتے تھے جب آنجنابؒ کو انتقال کا وقت آیا تو بیمار پڑے اور نوے سال کی عمر میں در حدود سنہ ۱۰۹۰ھ وفات کی پہلے ایک گاؤں میں دفن کئے گئے جہاں سے غرض مند مخلصوں* نے راتوں رات نکال لیا اور پھر تیسرے دن بتصدیع تمام اپنے گاؤں میں سپرد خاک کیا گیا ۱۱۱۰ کو ۔ ۔ ۔ سد ۔ ۔ بڑادور کھاٹے ۔ ۔ لوگ اسے پورہ کہتے ہیں۔ [illegible] و تبرک ۔ ۔

Marfat.com

۱۳- خواجہ عبد الرحیم مانجو رحمۃ اللہ علیہ:- آنجناب بھی سوداگروں کے طبقے سے تھے جو محلہ جمالٹہ میں سکونت کرتے تھے، وہ جوانی میں ہی راہ ربانی کے طالب ہوئے تھے اور ہر جگہ تردد رکھتے تھے۔ جذبہ میں آکر حضرت نیکہ ریشی علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے جیسا کہ ان کے احوال میں مرقوم ہو چکا ہے۔ انہوں نے حضرت میر محمد علی قادری علیہ الرحمہ سے ارادت حاصل کی تھی اور پھر منازل سلوک طے کئے، آخری عمر تک استقامت کی اور جناب شاہ ابوالحسن قادری علیہ الرحمہ سے بھی بہرہ پایا تھا، وہ ایک عارف متشرع، دلی متورع، شیخ خدا آگاہ، غریب دوست، عالی ہمت اور صاحب باطن بزرگ تھے جو کچھ بھی عاید ہوتا تھا وہ محتاجوں کو دیدیتے تھے۔ دعوت میں بھی بظاہر دسترس رکھتے تھے اور امر معروف میں لوگوں کی خیر خواہی کرتے تھے۔ چنانچہ انگور کے سرقہ کے ایام میں محمد امین صوفی علیہ الرحمہ کے پاس خود گئے تھے اور انہوں نے خواجہ کو وعظ و نصیحت سے لوگوں کو زیادتی کرنے سے روکا تھا۔

الغرض وہ خوش گزران اور قانع تھے، ان کے دوستوں نے ان سے خوارق نقل کئے ہیں۔ جب رحلت کی اپنے ہی محلے میں مدفن پایا تھا، جہاں وہ آسودہ ہیں اور وہ زیارت گاہ ہے۔ بد

۱۴- خواجہ حبیب اللہ لٹو رحمتہ اللہ علیہ:- آنجناب بھی اصیل و نجیب لوگوں میں سے تھے، وہ آخوندی ابوالفتح کلو علیہ الرحمہ کے

Marfat.com

جملۂ تلامذہ میں سے تھے۔ اور باطنی تربیت میر محمد علی قادری علیہ الرحمہ کی صحبت میں پائی تھی۔ دنیوی مشاغل سے منہ موڑا وہ اثنائے طلب میں دوسری جگہوں پر بھی گئے تھے۔ طالب علمی کی شیخی اور سادہ وضعی کے باوجود اس سے باہر نہ آئے تھے بلکہ وہ فاضل تقویٰ شعار اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ ان کا وفات ۱۱۰۵ھ کے حدود میں ہوا تھا تو اپنے گھر کے جوار میں جہلم کے کنارے مدفون پایا تھا۔ مرور ازمنہ سے اس جگہ پر ایک رخنہ پیدا ہوا تھا اس لئے وہ تیس سال کے بعد وہاں سے نکال کر اپنے صحن خانہ میں ہی دوبارہ دفن کر دیئے گئے تھے۔

۱۵۔ تقویٰ شعار شیخ عبد الغفور غازی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب ایک نوکر پیشہ منصبدار تھے۔ وہ ایک مدت کے بعد ازلی حاصلی خدمت میں سے ملول ہو کر حضرت قطب الاقطاب شیخ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ سے ذکر و فکر کی تعلیم پا گئے تھے، اور سیر لطائف الامکانی پکڑ کر نوکری کو چھوڑ دیا اور وطن مالوف میں واپس آئے یہاں ریاضت و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ کچھ مدت تو تلنہ ملا شاہی باغ میں اور کچھ وقت اپنے گھر جچہ بل میں محو عبادت ہو گئے تھے۔ وہ صاحب طبع موزون تھے اور اپنا حسب حال نظم کی، بلکہ اپنے مشایخ کی ذکر میں بھی ایک نظم لکھی تھی۔ وہ فصیح زبان تھے، عجیب و غریب نقلیں اور نفیس لطائف بیان کرتے تھے۔ چند سال فقیر باطنی میں ہوتے

Marfat.com

ہوئے ظاہری فقر بھی برابر رکھتے تھے۔ آخری مرض موت میں ایک کبوتر "یاھو خوان" ان کے سامنے آیا، وہ مشغول تھا اور اپنے انتقال دار البقاء کو مکرر طور پر ظاہر کرتے تھے کہ وہ اب دارِ فنا سے بقاء کی طرف جانے والے ہیں۔ اور پھر رحلت پائی۔

۱۶۔ شیخ جلال الدین کندہ کاری رحمتہ اللہ علیہ،۔ آنجنابؒ ایک صاحبِ ذوق و شوق بزرگ تھے، علم نہ رکھنے کے باوجود وہ تصوّف کو درست رکھتے تھے اور اس کی تلاش کرتے تھے۔ حضرت مرشدی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے: کہ ایک دن صوفی محمود نقشبندیؒ کے گھر میں حضرت آخوند مُلا نازکؒ سے ان دو حدیثوں کے درمیان تطبیق چاہی "الفقر فخری و کاد الفقر ان یکون کفراً" شیخ جلالؒ حاضر تھے وہ غیرت میں آئے اور کہا: کہ "تم نے مجھ سے کیوں نہ پوچھا؟" بہر تقدیر انہوں نے اپنی ساری عمر فقر و توکل میں گزاری تھی۔ وہ فقر کو غنا پر ترجیح دیتے تھے۔ جب ان کو پیکِ اجل آیا تو محلہ نندہ پورہ میں مدفن پایا۔

۱۷۔ بابا عبد النبی کبروی رحمتہ اللہ علیہ،۔ آنجنابؒ بابا نازکؒ کے خلف تھے۔ وہ ایک درویش شعار بزرگ تھے، انہوں نے اپنی ارادت کا ہاتھ طریقت کے آخوند حضرت مُلا مہدی علی نوشہری علیہ الرحمہ کے دامن میں لگا دیا تھا۔ وہ متوکل اور صاحب جود و

Marfat.com

سنجا تھے انہوں نے آخوند کا صبیہ کو نکاح میں لایا تھا۔ پیر اشغال قلبی اور طریقت کی اجازت بھی ان ہی سے پایا تھا، تاہم دوسرے بزرگوں سے بھی فواید اخذ کئے تھے اور مجاز ہو گئے۔ وہ خوش طبع، خوش پوش، شیریں زبان اور ذوق و شوق رکھنے والے تھے۔ گلزاروں اور بہاروں کو پسند فرماتے تھے۔ سماع و رقص میں آتے اور کتاب کے ساتھ بھی آشنا تھے۔ اس زمانے میں سلسلہ کبرویہ کے مشائخ میں سے غیرت و تمکین میں ان کے برابر کوئی نہ تھا۔

راقم الحروف کے جد والدہ شیخ محمد امین نے اپنی پہلی بیوی کے بعد عبد النبی کی دونوں خواہرزادیوں کو یکے بعد دیگرے باری باری نکاح میں لایا تھا ــــ اور ان سے بھی فرزند ہو چکے تھے۔ پھر عبد النبی حضرات کبرویہ کے حظیرے میں خانقاہ معلیٰ کے جوار میں مدفون اور آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۸۔ شیخ یعقوب سادی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب شیخ بابا نصیب کے دوستوں میں سے تھے۔ طریقت میں آنے سے پہلے وہ ایک قصہ خوان طبلہ نواز تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر جب مشرف ہوئے اور طریقت اختیار کی تو عبادت و ریاضت کا کمر کس لیا، ہستی کو اکھیڑ دیا اور اپنی تمام تر کوشش مجاہدہ میں لگا دی۔ معرفت کے جام لو لبالب پی کر صاحب احوال بزرگ ہو گئے۔ جذبات کو بہم پہونچایا تھا اور کامل بن گئے ــــ شیخ داؤد مشکواتی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "الاسرار"

Marfat.com

میں لکھتے ہیں، کہ "میں نے شیخ یعقوبؒ کو ایک حجرہ میں دیکھا لوگوں نے کہا کہ ان کو دس روز بلکہ اس سے زیادہ اسی قبر میں ہو گئے تھے اور کوئی چیز کھاتے نہیں تھے ایک دن پیر پنجال کے زمیندار کے گھر گئے جب رات کافی گزری تو بھی کسی نے دروازہ نہ کھولا، اور وہ باہر جا کر برف میں بیٹھے رہے۔ اپنے قلب ونفس کو صبح تک ذکر میں مشغول رکھا جس کی حرارت کی وجہ سے برف پگھل گئی اور پانی بن کر بہہ گیا تھا، زمین خشک ہو گئی۔ چونکہ وہ کتاب سے غیر واقف تھے، اس لئے وہ اعمال جو شریعت کے قالب میں نہیں سما جاتے اس سے صادر ہو جاتے تھے۔ عورتوں کے حسن کو دیکھتے تھے اور پاؤں میں زنگولہ بھی باندھتے تھے اور مرغ کے پَر سر پر رکھتے تھے۔ ہر چند حضرت بابا علیہ الرحمہ ان امور سے منع فرماتے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ جب ان کو پیکِ اجل آ پہونچا تو اسلام آباد کے قریب ہی رحلت پا کر مدفون پایا تھا۔

---

۱۹ - شیخ مومن برتھنی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب شیخ شریف برتھنی علیہ الرحمہ کے بھائی تھے۔ برتھنہ ایک گاؤں ہے جو شہر سرینگر کے قریب ہی مغرب کی جانب واقع ہے۔ دونوں بھائی مرتاض، صائم الدھر اور تارکِ حیوانات تھے۔ تفرید، تجرید اور توکل کے راستوں پر گامزن تھے۔ شرع شریف کا کافی احتیاط کرتے تھے، اس قدر کہ ایک دن شیخ مومن علیہ الرحمہ نے مفتی وقت سے پوچھا کہ اہلِ سنت

Marfat.com

کے نیچے ایک ناپاک تور کو جلایا گیا تو کیا اس تخت پر نماز پڑھی جائے گی ؟ شیخ شریف علیہ الرحمہ اس گاؤں سے شہر نماز پڑھنے جاتے تھے۔ شیخ مؤمن آخر میں شہر آتے تھے اور متاہل ہو گئے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ ایک صالح عورت اور قرآن نویس تھی۔ انہوں نے اولاد صالح بھی پیدا کئے تھے۔ پھر اسی جگہ رحلت کر کے حق کیساتھ پیوستہ ہو گئے تھے۔ ان کے بھائی شیخ شریف علیہ الرحمہ بھی اسی گاؤں میں آسودہ ہیں۔

۲۰۔ شیخ فیض اللہ زرگر رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب ایک طالب تھے اور وہ بظاہر اپنے خرقے کے ساتھ ہی گزران کرتے تھے۔ عالم گیری رایات کے نزول کے زمانے میں فاضل خان میر کے کس کویوں کے لئے کشمیر میں زرگری کا کام کرتے تھے، اور وہ ان کو سامان بنا کر دیتے تھے۔ وہیں سے ان کی صلاحیت سے ایک شخص واقف ہو گیا تھا اور اس نے ان کو خواجہ عبداللہ قادری علیہ الرحمہ، جس کو منصبداری کے عنوان سے فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا، نشان دیدیا۔ موحی الیہ بادشاہ کے اقامت اس شہر میں کرنے تک اس بزرگ کی خدمت میں مداومت کرتے گئے اور اپنے استعداد کے مطابق فوائد حاصل کرتے رہے۔ بادشاہ کے واپس جانے کے وقت وہ بھی اپنے مرشد کے ساتھ یہاں سے چلے گئے۔ عرض راہ:۔ وطن جانے کی رخصت پائی اور یہاں مقام انزوا میں آئے اور اطوار طریقت میں مشغول ہو

Marfat.com

گئے تھے جو اس عزیز سے پاتے تھے۔ اسی پر مداومت سے استقامت کی۔ یہاں تک کہ اس پر توحید کا اثر ہوا اور امورِ سکریہ میں ان کی نطق بھی بڑھ گئی تھی، اس کے باوجود طریقت کا اجرا کیا اور لوگوں کو فیض پہونچایا جن میں ایک بڑی جماعت ان کی خدمت میں رہ کر مستفید ہو گئی تھی۔ جب انہوں نے رحلت کی تو کوہ ماران کے دامن میں سنگین دروازہ کی طرف آسودہ ہو گئے تھے۔ ٭

۲۱۔ شیخ یوسف گموہ رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب گنائی کے نام سے معروف تھے۔ ان کا زاد و بوم موضع "زادگام" تھا جو سویہ ٹیک کے جوار میں واقع ہے۔

ایک دن حضرت حاجہ بابا جو بابا نصیبؒ کے خلیفہ تھے، ان کے باپ کے گھر دعوت پر گئے تھے وہ بھی ایک مشہور بزرگ تھا۔ یوسف گنائی نے ان سے اظہار طلب کیا اور وہ متاہل بھی تھے بلکہ وہ واقعہ بھی بیان کیا جو انہوں نے پہلے ہی دیکھا تھا۔ بابا علیہ الرحمہ نے ان کی ترغیب پہلے ہی کی تھی، ان کو آنے جانے کا حکم بھی ہوا تھا اور فرمایا تھا: کہ " ایک مدت کے بعد اسی فرمان کے مطابق کوہ ماران میں گوشہ پکڑا تھا اور ریاضت و عبادت میں سرگرم ہو گئے تھے۔ اس کے بعد دوسرا ایک اور مکان جو سابق مکان کے اوپر مشرق کی طرف واقع تھا، یعنی تعمیر کرایا تھا وہاں ایک غار کھدوایا تھا، پھر اصلاح کے ساتھ استقامت کیا۔ بقیہ عمر اسی غار میں شب و روز عبادت کرتے رہے رحلت پائی تو وہیں مدفن پایا اور آسودہ ہو گئے۔ ٭

Marfat.com

۳۷

مجذوب ریشی بزرگان کشمیر

۱- حافظ صادق مجذوب رحمۃ اللہ علیہ :- آنجناب حافظ قرآن کریم تھے اور حضرت میر نازک علیہ الرحمہ کی مسجد کے متولی تھے۔ وہ حضرت میر محمد علی علیہ الرحمہ قادری کی خدمت میں جاکر ارادت رکھتے تھے اور وہ اتفاق سے دہلی چلے گئے تھے، وہاں مخدوم زادۂ آفاق قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ عبید اللہ المعروف بہ حضرت خواجہ خورد علیہ الرحمہ کے خلف عالی حضرت شیخنا و وسیلتنا خواجہ عبد الباقی قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت میں پہونچ گئے تھے اور ارادت کا شرف پایا تھا۔ وہاں جذبہ پاکر پھر وطن کو روانہ ہو گئے تھے، بے پروائی کے عالم میں اس پر پرندوں کے حالات بھی کھل گئے تھے اور ایک عالم کو تصرف کرکے اپنا ہمرنگ بنالیا تھا۔ وہ کبھی ہوش میں ہوتے تھے اور اس وقت احکام شرع کا تقیّد بھی کرتے تھے لیکن ان کی اتباع میں بے قیدی اور بے پروائی کے ساتھ اس حد تک سرایت کر گئی تھی کہ اصلاح کی کوئی گنجائش نہ رہ سکی تھی۔ ان کے طبعی واردات سے ہے۔ کہ ؎ :

یک چندے زینت و زیور گشتیم در عہد شباب
یک چندے دانش و دفتر گشتیم و کردیم حساب

Marfat.com

چوں واقف ایں جہاں گشتیم نقشے است برآب
دست از ہمہ شستیم و قلندر گشتیم اینک دریاب

۲- خواجہ محمد ہاشم پلو رحمۃ اللہ علیہ:- آنجناب شہر سرینگر کے سوداگر قبیلے کے ساتھ پیوستہ تھے۔ وہ ایک مرتاض اور رجال بازبزرگ تھے۔ ان کو ذوق سماع بھی کافی تھا اور غیر مکرر اشعار اپنے حسب حال و مطابق احوال کہا کرتے تھے وہ ان پانچ بھائیوں میں سے ایک تھے جو روحانی اور جسمانی حال و احوال کے درد میں مشہور تھے، کچھ مدت تک تجرید میں تھے اور تفرید میں گزرتے مگر آخر متاہل ہو گئے اور حضرت آخوند ملا مہدی علی کبروی علیہ الرحمہ کے دوستوں میں شامل ہو گئے تھے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ نشاۃ بلند رکھتے تھے۔ اور وجد میں آنے کے بعد ایسی حرکات و اصوات کرتے کہ دوسرے بھی اس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ وہ پل علی شاہ (عالی کدل) کے جوار میں وقف کی زمین پر رہتے تھے۔ انہوں نے خود کوئی خانہ یا خانقاہ نہیں بنائی تھی۔ حضرت مرشدی مرادی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے: کہ شدت مرض کے ایام میں اتفاق سے حضرت شاہ محمد فاضل قادری علیہ الرحمہ اس کی عیادت کو گئے تھے، وہاں وہ اس وقف کے گھر میں بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور سوال و جواب کا طاقت بھی نہیں رکھتے تھے۔ جب ان کے بدن عنصری سے روح پرفتوح دارالبقاء کی طرف پرواز کر کے دوڑا تو گوجوارہ میں جامع مسجد کے قریب ہی دفن ہو گئے

Marfat.com

یہ شب قدر ۱۱۰۵ھ تھی۔ ☆

۳۔ خواجہ حسن نمل رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجنابؒ علوم ظاہری و باطنی میں برابر کا بہرہ رکھتے تھے، اور صلاح و تقویٰ میں بھی مشہور و معروف تھے۔ وہ حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے دوستوں میں سے تھے۔ اوران کے بعد ایک مدت تک زندہ بھی رہے تھے، متاہل بھی تھے اور متوکّل و صاحب دل بزرگ بھی۔ ان سے لوگ حالات غریب بھی نقل کرتے ہیں۔ امور شریعت غرّا کے بہت ہی رعایت کرتے تھے۔ رحلت کے بعد" پل تبنیان " کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے:

۴۔ شیخ حسن لالو رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجنابؒ کو لالو اس لئے کہتے کہ وہ لالوؤں کی مسجد شریف میں پیش امام تھے۔ جو شہر میں ایک مشہور قبیلہ تھا۔ ورنہ اس کی اصل رہائش موضع اُشن میں تھی، جو پرگنہ لار میں ایک گاؤں ہے۔ اس کا دادا خواجہ عطار علیہ الرحمہ نام کا ایک بزرگ سید جمال الدین بخاری علیہ الرحمہ کے مرید تھے اور اس طرح وہ حضرت مخدوم العالم شیخ حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہم پیر تھے ان کے والد صاحب بزازی کی تجارت کرتے تھے اور پھر ایک تقریب پر ہندوستان چلے گئے تھے۔ جب واپس آئے تو حاجی راجور کی خانقاہ میں ٹھہرے تھے اور خدا طلبی کا ذوق بہم پہونچایا تھا۔ پھر بابا نصیب علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر شرف پایا تھا۔ ایک مدت تک ان ہی

Marfat.com

کی خدمت کرتے رہے پھر تفرید و تجرید میں قدم رکھ کر حضرت ایشانؒ کی خدمت میں بہرہ ور ہو گئے تھے۔ لیکن آخر پر متاہل بھی ہو گئے تھے۔ حضرت باباؒ اس وجہ سے ناراض ہو گئے اور شیخ بھی حجاب میں چل کر مستور ہو گئے تھے۔ اس طرح بابا علیہ الرحمہ کی ملازمت سے رُکے رہے، پھر لالوؤں کی مسجد یعنے محلے میں آ کر وقف کی زمین پر ایک حجرہ بنایا تھا۔ اور محلہ کی مسجد شریف میں امامت کرتے تھے، اس طرح ایک عمر گزاری۔ وہ بدعات اور ہنگاموں کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، بلکہ وظائف اور دعوات کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور توکل سے گزر رہے تھے۔ مریدوں سے جو تھوڑا بہت فتوح ملتا اسی پر گزارا کرتے اور قناعت سے رہتے تھے۔ کبرسن اور سفید ریش کے باوجود وہ مُلّا ابوالفتح کلو علیہ الرحمہ کے مدرسے میں حاضر ہوا کرتے اور استماعِ مسائل فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اس گوشے میں بھی جاتے جو "دولت مر" میں تھا اور وہاں عبادت کرتے تھے، ان کے مریدوں سے خوارق بھی بیان کرتے ہیں۔ جب ایام رحلت نزدیک آئے اور ان کی گرانمایہ عمر پوری ہونے لگی تو حضرت مخدوم العالم قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک میں مدفن پایا تھا جو کوہِ ماران کے دامن میں واقع ہے۔ پھر چند وقت کے بعد تینوں بھائی رحلت کر کے اسی دامن میں راحت گزین ہو گئے تھے اور وہیں حضرت بابا یوسف علیہ الرحمہ کے مقبرے پر ایک علیحدہ مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا۔ ؎

۵۔ حضرت عارف اُمی روپی ریشی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ موضع کوچہ بل

کے رہنے والے تھے جو پرگنہ اولر میں واقع ہے۔ ان کا زاد و بوم اسی گاؤں میں سے ایک کوس اُوپر کی طرف تھا جس کو موضع "آرہ گام" کہتے ہیں۔ جس وقت خداوند تعالیٰ نے ان کو ذوقِ حق طلبی عنایت کیا تو انہوں نے خرقہ کو چھوڑ دیا اور بیوی بچوں کو رخصت کیا تھا، پھر وہ ایک جنگل میں جا کر عبادت میں مشغول ہوئے جو آبادی سے دُور تھا۔ وہ کبھی کبھی درویشوں کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے، انہوں نے بٹہ مالو جیو علیہ الرحمہ سے نظر عنایت پائی اور پھر ان کے حکم سے دُنیا سے اپنی نظریں بھی پھیر دیں۔ کوچہ مولہ کی مسجد شریف کے صحن میں ایک چشمہ تھا، وہیں اپنے ہاتھ سے ایک حجرہ بنایا تھا جس کے ساتھ ہی ایک غسل خانہ بھی تھا، وہیں پر پایہ اقامت محکم کیا۔ وہ صائم الدہر اور قائم اللیل و تارک اللحم تھے۔ تفرید و قناعت سے گزر اوقات کرتے تھے۔ پچاس سال تک وہیں پر اقامت کی، صرف ایک ماہ یا دو تین مہینوں تک جنگلوں میں گزر اوقات کرتے اور پھر اپنی جگہ آتے تھے وہاں معمولی چیزوں پر گزارہ کرتے اور قلیل غذا کھا کر افطار کرتے تھے جو ان کی عادت ماضیہ کے بالکل خلاف تھا۔ کیونکہ پہلے تو وہ بسیار خوار تھے۔ چنانچہ کشمیری زبان میں ان کو "ریشی شمنو" کہتے تھے یعنی: چھ من کھانے والا ریشی۔ کبھی کبھی دو تین دن تک حال میں بھی رہتے تھے۔ اگرچہ بٹہ مالو جیو علیہ الرحمہ اور دیگر مشائخ کی خدمت میں بھی رہا کرتے تاہم حضرت بابا نصیبؒ کی خدمت میں آئے تھے، اور ان کی مجلسوں میں بھی بیٹھا

Marfat.com

کرتے تھے۔ان تمام اعزہ کی مجالس اور حلقوں میں آتے رہتے تھے تاہم تعلیم وتربیت اور سلوک کے بارے میں کسی سے کچھ نہ لیا تھا۔اس طرح معلوم ہوا کہ وہ اویسی تھے علیہ الرحمہ۔

۶۔ دار لوبودی ریشہ بابا رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ بھی اسی قریۂ مذکورہ سے ایک کوس بالاتر رہا کرتے تھے، وہ مشائخ قدیم اور ہردی ریشی بابا علیہ الرحمہ کے ہم صحبت تھے۔کچھ مدت تک ان سے رہے اور تربیت پاکر ان کو اتنی ستائش کرتے کہ ان کو حضرت شیخ نور الدّین ولی کشمیری علیہ الرحمہ کے ہم پلہ جانتے تھے۔چونکہ وہ لودر ریشہ بابا علیہ الرحمہ کی ذکر سے علیحدہ نہ ہوسکے تھے اس لئے ایک تقریب پر ان کے خوارق سے ایک کرامت ضرور ظاہر کی جائے گی۔ وہ یہ کہ بابائے خرد ان کے لئے غذا لے کر جاتے تھے۔بعض بزرگ بابائے مذکور کے سامنے ریشہ بابا کی غیبت کرتے تھے، اور وہ ان کے کان تک بھی پہونچی۔ ایام شگوفہ تھے اور شعبان کی بیس تاریخ وہ اربعین کی نیت سے ایک حجرہ میں پھول کی ایک ٹہنی سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔یعنی: گل سیب عنبری کے ساتھ بیٹھے تھے، اور بابائےؒ سے فرمایا کہ حجرے کا دروازہ اندر سے لیپ کرکے بند کردو اور پھر عرفہ کی شام سے عید کی صبح تک انتظار کرو، اندر سے اگر کوئی آواز آئی تو دروازہ کھولدو۔“ جب عید کی صبح کو اندر سے آواز آئی تو انھوں نے دروازہ کھولا۔عید نماز کے بعد یا اس سے پہلے۔تو اکثر ارباب ارادت

Marfat.com

ان کے ملاقات کو دوڑے جن میں کچھ اخلاص سے آئے تھے اور کچھ نفاق سے۔ ان سب کو اسی شاخ گل سے ایک ایک پختہ سیب جو آخری پائیز میں ہوتا ہے، تبرک کے طور پر دیا تھا۔ منافقوں کو تسلی کے لئے اور موافقوں کو موجب ازدیادِ یقین کے واسطے عطا ہوا تھا۔ (بد سوءظن کرنے والوں کو ایک طمانچہ تھا)

نوٹ :۔ (اس عبارت کو مبہم چھوڑ کر ادھورا ہی لکھا پایا۔ اس سے زیادہ نہیں۔)۔ ؎

۷۔ حضرت مہدی رشیہ بابا کادریہا کاکاپوری رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب رح کاکاپوری تھے اور وہ جوانی ہی میں عہد شباب ایام میں طریقت میں آئے اور طلب کی عمل میں سرگرم ہو گئے تھے انہوں نے سیادت پناہ، حقائق آگاہ حضرت میر محمد باقر نقشبندی علیہ الرحمہ سے سلوک کے طریقہ کو اخذ کیا تھا۔ حضرت میر باقر رح کے اجداد کرام سلطان زین العابدین کے عہد میں ولایت سے آئے تھے۔ پھر میر مذکور کو موضع نیوہ کے لوگوں نے ازراہ اخلاص اپنے گاؤں میں لیا تھا اور وہ وہیں پر بس گئے تھے، پھر اسی گاؤں میں توالد و تناسل بہم پہونچایا تھا۔ آج ان کے کافی اولاد اس گاؤں میں موجود ہیں۔ سیما ان کا فرزند جن کا اسم مبارک میر فاضل علیہ الرحمہ تھا ایک صالح بزرگ اور خدارسیدہ تھا۔ جس نے مولوی ملا حیدر چرخی علیہ الرحمہ سے تعلیم طریقہ پائی تھی۔

مختصر یہ ہے کہ مہدہ رشیہ بابا علیہ الرحمہ پیر مرحوم کے بعد چالیس برس

Marfat.com

سال تک کاکاپور کی مسجد شریف میں رہتے تھے۔ کبھی کبھار شہر بھی آتے تھے۔ وہ رقت قلب بسیار رکھتے اس لئے اکثر وقت گریہ وزاری اور درد و سوز میں گزارتے تھے۔ انہوں نے عمر بھی کافی پائی تھی جب ان کو وقت موعود پہنچا تو جسمانی تعلق چھوڑ کر دار البقا کی طرف قدم بڑھایا تھا اور روحانی ہو گئے۔ وہ ۱۰۹۹ھ میں چل بسے تھے اور مسجد شریف کے جوار میں آسودہ ہو گئے تھے۔ ان کی قبر پر ایک تعمیر بھی تھا جس کی عام طور پر مکرّر زیارت بھی کی جاتی تھی۔ ان کا بڑا بھائی شیخ علی ریشہ بابا علیہ الرحمہ بھی میر مذکور علیہ الرحمہ کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ قریہ کوئیل میں ایک مدت مدید تک ریاضات شاقہ اور لوازم عبادات میں مشغول رہا کرتے تھے۔ (یہ دونوں بھائی ریشیان کشمیر میں سے تھے)۔

۸۔ حضرت مہدہ بابا رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب ایک نامور بزرگ تھے، جو نہایت مرتاض اور عبادت گزار تھے۔ وہ بھی میر مذکور علیہ الرحمہ کے دوستوں میں سے تھے جو روح اللہ بیگ کے گھر میں رہا کرتے تھے، اور پھر وہیں رحلت بھی فرمائی تھی۔ اس کے بعد اس خانقاہ کے جوار میں جو روح اللہ بیگ نے بنائی تھی، مدفون بھی ہو گئے تھے وہ محلہ کونہ پور میں تھا جو امداکدل کے قریب تر ہے۔ بھائی کے فوت ہونے کے بعد ریشی کوئل کے مقام پر جا کر انہوں نے تربیت کرنی شروع کی اور چند وقت وہاں خلوت میں بیٹھے رہے تھے۔ اسار ریشی علیہ الرحمہ

Marfat.com

کے دوستوں میں بابا شیخ یعقوب علیہ الرحمہ بھی ایک بزرگ کا نام تھا جو جماالدٰہ کے محلے میں ایک نہایت صالح اور ذاکر تھے۔ انہوں نے عبادات و ریاضات میں خوب تکلیف کیا تھا اور پھر وہیں پر گوشہ نشین بھی ہو گئے تھے۔

۹۔ حضرت لالہ بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ آنجناب شیخ نجم الدین رشی علیہ الرحمہ کے خواہر زادہ تھے۔ اور انہوں نے معنوی تربیت اپنے خالِ بزرگوار سے پائی تھی۔ پھر تھوڑے ہی وقت میں بلند مقامات سر کر لئے تھے۔ شیخ نجم الدینؒ کے وصال کے بعد وہی ان کے قائم مقام ہو گئے تھے۔ وہ عبادات و ریاضات میں اپنے مرشد سے کمتر نہ تھے وہ بھی صائم الدہر اور قائم اللیل ہوا کرتے تھے۔ اس لئے وہ صاحب حالات، مصدر حسنات اور مورد فتوحات تھے۔ راقم حروف کے والد کو بچپن میں لکنتِ لسانی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ کلام کرنے میں بے حد معذور تھے۔ ان کو لالہ باباؒ کی خدمت میں لایا گیا تو فرمایا: کہ اسے دو تین ہفتوں متواتر لایا کرو۔ جب وہ ایک دفعہ لئے گئے تو اسے اپنا بقیہ طعام کھلایا تھا۔ دوسری دفعہ لیا گیا، اور آنجنابؒ کا جھوٹا کھلایا گیا تھا۔ اس طرح آہستہ آہستہ ان کی زبان کی لکنت بالکل زائل ہو گئی اور وہ فصیح تر بول بولنے لگے تھے۔ اس طرح بابا مذکورؒ کے خوارق بہت ہیں۔ انہوں نے ۱۱۰۵ھ میں وفات کی اور ذدکرہ میں آسودہ ہوئے۔

Marfat.com

اس عہد کی مزید ایک اور جماعت ابرار

متذکرۃ الصدر حضرات بزرگان کے علاوہ ابرار روزگار کی ایک اور جماعت منصۂ ظہور میں تھی جن سب کی ذکر خواجہ صاحبؒ نے نہیں کی ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں: کہ،

"طایفۂ دیگر ہم از زمرۂ ابرار روزگار بر منصۂ ظہور دریں دیار بود کہ تذکار ہمہ موجب تطویل ایں رسالہ است۔"

تاہم چند بزرگوں کی مختصر فہرست اور اسماءِ گرامی لکھے ہیں۔ ہم بھی انہیں اسی طرح یہاں نقل کرینگے تاکہ موجب خیر و برکت ہوگی۔

۱۔ خواجہ حسن بخ قادری علیہ الرحمہ جو حضرت آخوند ملا شاہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

۲۔ میر حسن قادری علیہ الرحمہ، جو حضرت میر نازک علیہ الرحمہ کے پوتے تھے اور ان کے خلف امجد میر محمد مومن علیہ الرحمہ تھے۔

۳۔ شیخ آفتاب، علیہ الرحمہ رانی واری، جو بزرگ صاحب ریاضت شدیدہ تھے۔

۴۔ شیخ عبدالشکور علیہ الرحمہ،

۵۔ شیخ عبدالرحیم علیہ الرحمہ دربیلی اور

۶۔ شیخ صادق علیہ الرحمہ، یہ تینوں بزرگ (نمبر ۴، ۵، ۶)

Marfat.com

شیخ نور محمد پروانہ علیہ الرحمہ کے خلیفے تھے۔

۷۔ سونتی ریشی بابا علیہ الرحمہ، ساکن پانتہ چھوک۔

۸۔ علی ریشہ بابا علیہ الرحمہ، جو مہدی ریشہ بابا علیہ الرحمہ کے بھائی تھے اور وہ کاکہ پوری تھے۔

۹۔ عاشور بیگ علیہ الرحمہ، منصبدار ساکن پل ودیا، پل ودیان جو اصحاب حال اور توحید میں سے تھے۔

۱۰۔ خواجہ علی الماس علیہ الرحمہ، جو حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے اور وہ ایک بزرگ تھے، صاحب ورع وتقویٰ

۱۱۔ شیخ عبداللہ المعروف ابلی بابو علیہ الرحمہ، وہ حضرت مُلّا محمد مہدی علیہ الرحمہ کے مریدوں اور خلیفوں میں سے تھے۔ اور جو اصحاب ذوق وشوق میں سے تھے۔ مُلّا محمد مہدی علی کبردی علیہ الرحمہ اصحاب ورع وتقویٰ میں سے تھے۔ وہ حضرت آخون ملا مہدی علی کبروی کے فرزند ارجمند تھے۔ جب ان کی مسجد عدالت اہل سنت وجماعت نے شیعوں سے لے لی۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں مذکور ہوا ہے، پھر وہ اسی کو تبرک کے طور پر عطا کی گئی تھی تاکہ وہ مسجد مذکور کو اپنے قدوم سے منور فرمائیں۔ اور انھوں نے وہ دوبارہ حاصل کی۔ پھر وفات کے بعد وہ اسی جگہ پر مدفون ہو گئے تھے۔ ان کا تاریخ وفات "شیخ کامل آداب دان" پایا گیا تھا۔

۱۲۔ خواجہ یعقوب پکلی علیہ الرحمہ، جو حضرت شاہ گدائی کے مرید صادق تھے۔

Marfat.com

۱۳ ـ میر میرکی علیہ الرحمہ۔ ✽ اور

۱۴ ـ بابا عبداللطیف علیہ الرحمہ، یہ دونوں مسجد عدالت میں سکونت کرتے تھے اور یہ دونوں بزرگ ان اصحاب حال میں سے تھے، جو پانچوں جگہوں یعنے ہر لحاظ سے نہایت عبادت گزار اور صالح تھے۔ ✽

۱۵ ـ صوفی محمود نقشبندی علیہ الرحمہ، جو حضرات سرہند کے خلفاء میں سے تھے۔ اور وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ علیہ الرحمہ کی نظر میں بھی آئے تھے اور آنجناب سے حضرت شیخ عبیداللہ علیہ الرحمہ کے حوالہ ہوا تھا۔ وہ بیرون قلعہ آسودہ ہیں، اور وہ صاحب ریاضت اور صاحب کشایش تھے۔ ✽

۱۶ ـ علی شیخ علیہ الرحمہ، ساکن کھنموہ، اولیاء مستورہ میں سے تھے جو صاحب خدمت باطنی بھی تھے۔ ✽

۱۷ ـ حافظ عبداللہ فتح کدلی سمرودی علیہ الرحمہ صاحب جذبہ تھے۔ حضرت آخوند مُلّا طیب صاحب علیہ الرحمہ کے یاروں اور خاص خلیفوں میں سے تھے۔ وہ صاحب جذبہ وکرامت اور صاحب کشایش بھی تھے۔ ۱۱۰۵ھ میں انہوں نے رحلت کی تھی۔ ✽

۱۸ ـ مہدی باتو علیہ الرحمہ، جو اُن کے برادر تھے، وہ بھی فتح کدل میں اپنے بھائی کے مقبرے میں ہی آسودہ ہوئے تھے۔ جن کا نام حافظ عبداللہ علیہ الرحمہ تھا۔ وہ بھی صاحب تقویٰ و ورع بزرگ تھے راقم حروف نے مکرر طور پر ان کو دیکھا ہے۔ ✽

Marfat.com

۱۹ ـ صالح خان علیہ الرحمہ، جو ایک مجذوب تھے۔ وہ حالات علیہ کے مصدر، کرامات سنیہ کے مظہر اور متصرف اکوان تھے۔ ان کا تاریخ وفات "فیض مطلق" ہے۔

۲۰ ـ خواجہ حسن قمل علیہ الرحمہ، جو لونہ کدل کے رہنے والے تھے، اور وہ حضرت بابا نصیب کے مریدوں میں سے تھے۔

۲۱ ـ شیخ احمد چاکلی علیہ الرحمہ۔

۲۲ ـ شیخ موسیٰ تاشوالی نقشبندی، جو حضرت آخوند ملا نازک کے مرید تھے۔

۲۳ ـ فیضہ بابا صراف کدلی۔

۲۴ ـ بابا طاھر کانی علیہ الرحمہ، جو شاہ صادق کے مرید تھے۔ انہوں نے جذبہ میں آکر ترک دنیا کر لیا تھا اور پھر ایک مدت تک خدمت خلق کر کے ان کی خلافت تک پہونچ چکے تھے۔

۲۵ ـ شیخ عبداللہ خان علیہ الرحمہ۔

۲۶ ـ بابا نور اللہ علیہ الرحمہ، جو بابا مجنون کے خلف تھے وہ وقت کے کاملوں میں سے تھے۔

۲۷ ـ ملا طاھر بوجواری علیہ الرحمہ، کبروی تھے جو حضرت حضرت شاہ قاسم حقانی کے مریدوں میں سے تھے۔

۲۸ ـ جواجہ اسحٰق ناوجو علیہ الرحمہ، جو صاحب ورع و صاحب علم تھے۔ جملہ یخ تائی اور تنہا یکتائی وقت کے کاملوں میں سے تھے انہوں نے ایک کتاب در احوالِ سادات تالیف کی تھی، وہ

Marfat.com

در مقبرہ جو حضرت میاں میر گنائی یا با وسیی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے دونوں قبروں کے درمیان آسودہ ہیں۔

● ۲۹۔ مولانا محمد شریف علیہ الرحمہ۔

● ۳۰۔ و خلفاء علیہم الرحمہ۔

● ۳۱۔ ملا محمد مراد علیہ الرحمہ، تینوں (نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱) فضلاء و کثیر العلم میں سے تھے۔

● ۳۲۔ ملا محمد طاہر تنگ مفتی علیہ الرحمہ۔

● ۳۳۔ ملا عبد النبی مفتی علیہ الرحمہ۔

● ۳۴۔ مولانا عبد اللہ کاؤسی علیہ الرحمہ، جو ایک بڑے منشی عالم تحریر اور مدقق بے نظیر تھے۔ علمی کمالات ہونے کے باوجود وہ فن انشاء میں بھی قدرت رکھتے تھے۔

● ۳۵۔ مولانا عبد اللہ گنائی علیہ الرحمہ۔

● ۳۶۔ مولانا محمد امین قاضی علیہ الرحمہ۔

● ۳۷۔ مولانا عبد الرزاق علیہ الرحمہ۔

● ۳۸۔ جبلی مفتی علیہ الرحمہ۔ ـــــ ان تمام حضرات اولیاء اللہ کے علاوہ دیگر مجاذیب جو اس عہد میں موجود تھے، وہ اقران پر پورا امتیاز رکھتے تھے۔ جن میں یہ حضرات زیادہ مشہور رہے۔

۱۔ بر بری شاہ ساکن مائسمہ جنہوں نے شیخ نور محمد پردانہ سے تصرف پایا تھا

۲۔ درویش بابائے مجذوب ساکن نوہٹہ، ۳۔ حسن شاہ، ۴۔ مومن شاہ، ۵۔ پیر پادشاہ۔ یہ تمام مجذوب حضرات اصحاب حالات، خوارق اور صاحب کرامات تھے۔

Marfat.com

۳۸

عہد عالمگیر کے اولیاء

(قسط سوم!)

۱۔ شیخ میر چوتا جو رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب ایک مستعد فاضل تھے۔ انہوں نے خواجہ حیدر چرخی اور خواجہ محمد لوہگرد وغیرہ علیہما الرحمۃ سے استفادہ کیا تھا اور کافی علم حاصل کی۔ انہوں نے کافی عمر پائی تھی، آخری عمر تک قناعت وفقر کے ساتھ درس و تدریس میں سرگرم عمل اور مشغول مطالعہ تھے۔ فاضلی نے ان کا تاریخ وصال لکھا ہے جو اس طرح منقول ہے:

آفتاب فضل شد زیر زمین !!
سال فوتش آہ شیخ العالمین !!

آہ، حساب میں ہزار یکصد و پانزدہ ہے۔ یعنی ۱۱۱۱ھ۔

۲۔ مولانا محمد امین کاشی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب بدخشاں کے رہنے والے تھے، وہ علمائے متقین کی مہرہ تھے اور انہوں نے اکثر علوم میں مفید تعلیقات بھی کی تھیں۔ بلکہ کتب متداولہ پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ علم فرائض یعنی فقہ کو علم و نثر میں رسائل بنا کر اور جزوات کی شکل میں تصنیف کئے تھے۔ ان کے اوقات شریفہ

Marfat.com

قناعت، توکل اور فقر کے ساتھ درس دینے میں صرف ہو جاتے تھے وہ اکثر علمی مباحث میں مصروف ہوا کرتے تھے۔ اکثر علماء محققین مثلاً: مولانا عنایت اللہ شال علیہ الرحمہ اور ملا محسن علیہ الرحمہ بھی ان کے شاگرد تھے، وہ اواخر عمر میں بیٹیوں کے جہیز کے لئے ہندوستان کے سفر پر گئے تھے۔ کیونکہ ان کی وہ بیٹیاں اب سن بلوغ کو پہونچی تھیں۔ مگر یہاں کشمیر میں رہ کر غلطی سے دونوں بیٹیوں نے مسموم دوا کھائی تھی جس سے وہ مر گئیں۔ اس واقعہ کی خبر ان کو عالم منام میں دی گئی تھی جبکہ وہ دہلی میں متمکن تھے۔ اس کے ساتھ یہ بھی بشارت دی گئی تھی: کہ "ہم نے اسی طرح تیرے مہم کو کفایت کیا ہے۔ لہذا اب واپس کشمیر چلے جاؤ اور درسِ علوم میں مشغول ہو جاؤ۔" یہ بشارت پاکر وہ ہندوستان سے واپس کشمیر لوٹے اور شہر سرینگر میں رہ کر ماہ صیام کی شب قدر میں رحمتِ الٰہی کے ساتھ پیوستہ ہو گئے تھے۔ یہ ۱۰۹۰ھ تھا، وہ ظرافت سے بھی ہرگز خالی نہ تھے۔ ان کے ظریفانہ اقوال آج بھی مشہور ہیں۔

مشہور ہے کہ جب قاضی عبدالکریم ہندوستان کے سفر سے واپس کشمیر پہونچے اور قضاگری کا حکم بھی لایا تھا تو ملا محمد امین علیہ الرحمہ ان کے ملاقات کو گئے، انہوں نے جدائی میں تنہا رہ کر ایک لمبا عرصہ گزارا تھا اس لئے ظاہراً پہچان نہ سکے تھے اور حصولِ معرفت کے بعد ہی عذر پیش کی۔ مولانا نے کہا: تو معذور ہے "اذا جاء القضا عمی البصر" یعنی: تو معذور ہو کیونکہ تو قاضی

Marfat.com

ہے۔ جب قضا آتی تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

۳۔ خواجہ عبدالرزاق کبروی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت خواجہ محمد بزاز علیہ الرحمہ کے فرزند برومند تھے جو جناب شیخ موسیٰ کبروی علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے انہوں نے عمر بھی کافی پائی تھی جو سراسر خداپرستی اور عبادات میں بسر فرمائی تھی آنجناب نے اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ کو آباد کیا تھا جو بلچھر کے محلے میں واقع تھی اور پھر ۱۱۴۲ھ میں رحلت کی تھی۔ اس خاندان کے خلفاء کا مقبرہ خانقاہ معلی کے صحن میں تھا۔ چونکہ وہاں صفر میں کوئی جگہ نہ تھی۔ اس لئے وہ مجبوراً اپنے ہی مسکن میں دفن کئے گئے تھے۔ ان کا تاریخ وصال "مرشد کشمیر کبروی" ہے۔

۴۔ ملا طاھر کوجانی علیہ الرحمہ:۔ آنجناب نے مولانا حیدر چرخی علیہ الرحمہ کے خاندان سے تحصیل علوم کیا تھا اور بہت تھوڑے عرصے میں وہ اپنے اقران سے بڑھ کر ایک سرآمد عالم بن گئے تھے۔ مگر علمی شان رکھنے کے باوجود وہ ورع اور تقویٰ میں بھی بہرہ کثیر رکھتے تھے۔ اس طرح آنجناب ایک عالم و عابد کے جملہ صفات سے موصوف تھے، علم میں کامل اور عبادت میں عامل تھے (وفات و مدفن نامعلوم)

۵۔ قاضی محسن اندرواری رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت

Marfat.com

قاضی موسیٰ شہید علیہ الرحمہ کے اولادوں میں سے تھے اور خاندانی طور پر علم و ادب اور فضل و کمال کی وراثت پائی تھی۔ لہذا فنون علوم معقولہ و منقولہ میں بین الاقران ممتاز تھے، وہ اپنا اکثر اوقات درس و تدریس میں صرف کرتے تھے اور علوم کے مطالعہ میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ وہ طبع بھی موزون اور مستعد رکھتے تھے (یعنی خود بھی شعر کہتے، شعروں کے نکات سمجھتے اور ظریفانہ کلام کرتے تھے، انکا مزید حال معلوم نہیں۔)

۶۔ مُلّا یوسف گنائی رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب گنائیوں کے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے جو قبائل کشمیر میں ایک مشہور قبیلہ ہے۔ انہوں نے وطن میں کچھ علم حاصل کیا اور غلبۂ شوق سے مسافر ہو گئے تھے۔ صوبۂ لاہور میں پہونچے اور وہاں بعض گنائی فضلاء کی صحبت میں آئے تھے جن سے استفادہ کرکے بہرہ اندوز ہو گئے تھے پھر اپنے اقران پر تفوق پایا اور کمالات رائقہ کے ساتھ واپس وطن لوٹ آئے تھے۔ یہاں ایک مدت تک افادہ میں سرگرم ہو گئے اور افاضہ میں مشغول ہوا کرتے تھے انہوں نے آخر ۱۰۷۰ھ میں رحلت کرلی تھی اور دار البقاء کو پسند کیا تھا۔

۷۔ مُلّا عبد الرحیم ففو رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب نے تحصیل علوم کرکے فراغت پائی، انہوں نے رسمی و مروجہ علم سے بھی بہرہ فراہم کر

Marfat.com

حاصل کر لیا تھا پھر کشمیر سے نکل کر چلے گئے اور رفتہ رفتہ حضور والا میں پہونچے تھے۔ وہاں باریاب ہو گئے تھے اور بادشاہ کی ملازمت اختیار کی تھی۔ پھر ظلِّ سبحانی کے حکم سے بکتار خاں، نثار خاں، میر توزک کی تعلیم و تربیت پر مقرر ہو گئے تھے، اس طرح انہوں نے روشناسی کا رتبہ حاصل کیا تھا۔ اسی اثناء میں خانِ مذکور عبدالعزیز خاں کے پاس جو ماوراء النہر کے والی تھے، کی سفارت پر بھیجے گئے تھے تو مولوی بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ لبقیۃ الاسلام یعنی بخارا شریف بھی پہونچے، وہاں اعلم العلماء سیدنا ومخدومنا و مولانا محمد شریف اللجکینہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے تھے اور بادشاہ کے حضور بحث و مباحثے ہو گئے تھے۔ پھر وہیں وہاں کے اکثر علماء پر مباحث میں غالب رہتے تھے۔ اس طرح وہ ایک مدت تک کامیاب خدمت سراسر افادت کے مولانا تھے، جب وہ واپس کشمیر لوٹ آئے تھے تو خانقاہ حضرات خواجگان میں تدریس میں مشغول ہو گئے تھے ۱۰۷۱ھ میں رحلت کی۔

۸۔ میر خداداد رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب میر شمس الدین نوشہری علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ وہ سادات عالی درجات سے تھے۔ جب راہِ حق کے ذوقِ سلوک نے ان کے دل حق منزل میں جگہ پائی تو مولانا مہدی علی کبروی علیہ الرحمہ کی خدمت میں گئے تھے۔ پھر خدا کی عبادت پر ہمت کا کمر مضبوطی سے باندھا اور خدا پرستی میں لگ

Marfat.com

گئے۔ انہوں نے فقر و فاقہ کے ساتھ ریاضت شاقہ کی عمل کو انجام دیا تھا خلقِ معنوی کے باوجود خلافت وجراور صوری قبولیت بھی رکھتے تھے۔ ان کی صبیہ زکیہ محترمہ سید محمد فاضل قادری علیہ الرحمہ کے بیٹے کی زوجیت میں آئی تھی، پھر میر مطور نے ۱۱۰۹ھ میں رحلت کی تھی اور اپنے گھر کے جوار میں مدفن ہوئے جو نوشہرہ کے محلات میں سے ایک محلہ میں تھا۔ چنانچہ وفات پانے کے بعد وہاں ان کا مقبرہ بنا تھا۔ ان کی خانقاہ اور مسجد بھی وہیں پر تھی۔

۹۔ مُلّا عبدالشکور ہتکو رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب شہر سرینگر کے تاجر طبقے کے ساتھ علاقہ رکھتے تھے۔ وہ آوانِ جوانی میں ہی علم حاصل کرنے میں مشغول ہوگئے تھے جبکہ وہ جوانی کے ایام ایام کامرانی ہوتے ہیں وہ حضرت خواجہ حیدر چرخی علامہ علیہ الرحمہ کے اخلاف اور دیگر فضلاء کی خدمت میں جاکر استفادہ کرتے رہے تھے، پھر تھوڑے ہی عرصے میں دقائق و حقائق علوم میں فائز ہوگئے تھے۔ وہ اکثر درس منقولات میں اشتغال رکھتے تھے۔ علمی کمالات کے باوجود وہ صلاح و تقویٰ کے مراتب سے بھی آراستہ تھے۔ وہ اکثر اعمال میں نہایت احتیاط سے کارفرما ہوا کرتے تھے، آنجناب اسنے زر و دولت کے تقسیم میں جو بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کی طرف سے علماء کشمیر کیلئے پہونچا تھا۔ ہمت سے کام لیا اور اسے ہرگز قبول نہ فرمایا تھا۔ آخر ۱۱۱۲ھ میں وفات کی تھی جو شنبہ کا دن تھا۔

Marfat.com

۳۹

حضرت عالمگیرؒ کے بعد متفرق عہد کے اولیاء اللہؒ

(قسط اوّل)

۱۔ حضرت خواجہ احمد یسوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: آنجنابؒ حضرت سلطان خواجہ احمد یسوی ترکستانی قدس سرہٗ کے اولاد میں سے تھے، وہ خوش اوقات اور اکابر منش تھے۔ جب وہ بحسب تقدیر وطن مالوف سے جدا ہو گئے تھے اور عرب کے اطراف و اکناف کی سیر کر کے شام، بیت المقدس، اور بغداد وغیرہ میں پھر کر ہندوستان کا رخ کیا تو رفتہ رفتہ کشمیر بھی آ پہونچے تھے۔ وہ اکثر تمام سفر تجرید و تفرید کے طریقے پر کرتے آئے تھے، کشمیر دل پذیر میں پہونچ کر پہلے کوہ ماران پر مرزا شیر بیگ ملا شاہی کے مزار پر انوار میں گزارہ کیا، مگر چند ہی سال کے بعد خواجہ نظام الدین احمد نقشبندی علیہ الرحمہ ان کے احوال کرامت منوال پر مطلع ہو گئے تو خود جا کر ان کو کوہ ماران سے اُٹھا کر نیچے لایا تھا، اور پھر اپنی ہمسائیگی میں جگہ دیدی۔ خواجہ نظام الدین مرحوم رحمت حق کے ساتھ پیوستہ ہو گئے تو ان کے خلف الصدق فضائل و شرافت مرتبت، کمالات منزلت خواجہ نور الدین محمد آفتاب قدس سرہٗ آئے جو کہ آج بقیہ حضرات خواجگان عالیشان اور ان کے مسند پر جانشین ہیں پھر انہوں نے آنجنابؒ کا بیش از بیش تفقد فرمایا۔ اور خود طریقہ

Marfat.com

نقشبندیہ کو لیکر اشغال باطنیہ پر کاربند ہو گئے تھے۔ پورے شہر کے لوگوں میں ایک حصہ اس طریقے میں داخل ہو گئے تھے۔ وہ ہر بات میں ان سے استمداد کرتے تھے۔ حضرت خواجہ احمد علیہ الرحمہ اوّل سے آخر تک ایک ہی وضع و تمکین پر تھے۔ تنہائی کے وقت اوقات کی افضلیت پر کوئی رجوع نہیں کرتے تھے اور ایام رجوع میں اوقات تفرید کے مخالف بھی نہ تھے، یعنے اور صحبت و خلوت فیض و اثر کے لحاظ سے ان کے لئے یکساں ہوتے تھے۔ ان کے جبہ سے بزرگی کے علامات ہویدا تھے، اور ان کے کلام شریف سے فیض و جذبہ کے آثار ٹپکتے تھے۔ وہ لوگوں کی تعلیم میں افراط نہیں رکھتے تھے اور اہل رجوع کے خوش آمدید میں بھی مبالغہ نہ کرتے تھے۔ وہ معتدل مزاج تھے اور ان ہی کے مصداق ہے۔

تکلف گر نہ باشد خوش توان زیست
تعلق گر نہ باشد خوش توان مرد

راقم الحروف نے بچپن ہونے کی وجہ سے خواجہ احمد علیہ الرحمہ کی صحبت کو نہ پایا۔ البتہ ایک دو بار سر راہ ان کا دیدار نصیب ہوا تھا۔ وہ سوار ہو کر کسی طرف جاتے اور دیگر خواجگان ان کے ساتھ ہوا کرتے تھے، لقمہ میں زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ جب اجل کے ہاتھوں نے ان کی زندگی کا گریبان پکڑ لیا تو وہ ۳ ذی الحجہ ۱۱۴۰ھ کو بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر رحلت فرما گئے تھے پھر زبدۃ اولیاء خواجگی معین الدین نقشبندی علیہ الرحمہ کے مرقد شریف میں بیرون کی طرف آسودہ ہو گئے

Marfat.com

تھے۔ مریدوں نے ان کی قبر سنگین اور اس پر حجگلہ چوبین تعمیر کیا تھا
ان کے حالات میں عجائب و غرائب نقل کئے جاتے ہیں الحق کہ مظہر حق
تھے۔ ؎

۲۔ معارف آگاہ حاجی عبداللہ البلخی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ از رفقاء
محرم راز جناب خواجہ نیاز نقشبندی علیہ الرحمہ میں سے تھے جو حضرت خواجہ
احمدؒ کے رفیقوں میں سے تھے وہ ان کو سفر میں بھی ساتھ ہوا کرتے
تھے۔ انہوں نے خواجہ نیازؒ سے حضرت احمد یسویؒ کے اوصاف سن
لئے تھے اور وہ خواجہ مذبور کو دیکھنے کے شوق سے کشمیر دلپذیر کی سیاحت
کیلئے شائق ہو گئے تھے پھر وہ سفر کرتے کرتے کشمیر بھی آ پہنچے لیکن خواجہ
یسویؒ کو نہ پایا تھا۔ کچھ مدت سکونت کر کے منتظر رہے جناب خواجہ نیازؒ نے
بھی اس سے پہلے ہی اس مدت اس شہر میں عبور کر کے عبادت کی تھی اور ایک
مدت تک تمکن کیا تھا علیہ الرحمہ (اس سے زیادہ کچھ لکھا نہیں پایا گیا)

۳۔ تقویٰ شعار شیخ عبدالرحیم قادری رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ حضرت
میاں میر لاہوری علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے۔ وہ بہت سے ظاہر و
باطن کی آشنائی رکھتے تھے، لیکن اکثر مستور ہوا کرتے تھے۔ وہ بچوں کو پڑھانے
اور کلام اللہ شریف کی مکتب داری کے ساتھ خود کو محظوظ پاتے تھے اور محفوظ
بھی۔ پھر سارا دن اشغال باطنی میں محو رہتے تھے، وہ ایک مستقیم الحال بزرگ
گزرے ہیں اور بیعت و طریقہ تعلیم بھی دیا کرتے تھے، لیکن عام طرز پر

Marfat.com

نہیں اور نہ زیادہ ۔ بلکہ کم ۔ حضرت میاں امین ڈار ؒ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ عبدالرحیم ؒ نے خود کو قرآن کے لباس میں مستور کر دیا تھا، لیکن پردہ سے نکلکر مشہور ہو گئے تھے ۔ حضرت خواجہ حسن بج ؒ کی خدمت میں تربیت پائی اور خواجہ مرحوم مُلّا شاہ ؒ کی خدمت میں بہرہ ور ہو گئے تھے، بلکہ حق تربیت بھی فی الواقعہ ان ہی سے لی تھی مختصر یہ کہ شیخ مذکور صاحب کشائش تھے اور ارشاد کے مرتبے تک پہونچ کر در طریقہ شریفہ قادریہ اور درسلسلۂ نقشبندیہ و سہروردیہ میں مرید لے لیتے تھے، ان کے طالب علم بیٹے بھی تھے ۔ آخر پر وہ فالج کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے، پھر جب ان کو پیکِ اجل آیا تو ۲؍ صفر ۱۱۱۵ھ جانِ شیرین حق کے ساتھ جان آفرین کے سپرد کر دی تھی ۔ پھر وہ حضرت خواجہ صدرالدین معمار جامع مسجد کے آستانہ کے جوار میں متصل زینہ کدل آسودہ ہو گئے تھے ۔ راقم حروف بھی صغر سنی میں بعض تقریبات کے مواقعہ پر ان کے ہاں آیا کرتا اور ان کی صحبت و خدمت میں حظ اٹھاتا تھا، ان کی کافی زیارت کی ہے اور فیض پایا ہے ۔

۴۔ حضرت شاہ محمد فاضل قادری رحمۃ اللہ علیہ

:۔ آنجناب ؒ کا نسب حضرت غوث الاعظم قطب العالم شیخ السماوات والارضین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے اس صورت میں شاہ ممدوح ابن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن قاضی القضات سید عماد الدین ابن سید ابی صالح النصر

ابن سید تاج الدین عبدالرزاق ابن غوث الاعظم رضی اللہ عنہم اجمعین
ان کی ابتدائی عمر تجرید اور تفرید میں گزرتی تھی۔ یہاں تک
کہ نکاح و توالد احمد کا خیال بھی ان کے خاطر مبارک پر گراں گزرتا تھا
پھر اس آیۃ کریمہ کے بمصداق:
فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ
وَرُبٰعَ ۔ " آنجناب متاہل بھی ہو گئے تھے۔ وہ ۱۱۰۰ھ کے
قریب ہی کشمیر دلپذیر میں تشریف آور ہوئے تھے۔ ان کی سایۂ عاطفت
میں سینکڑوں افراد گزران کرتے تھے جن میں اہل و عیال کے علاوہ خادم اور
دیگر مسافر بھی تھے گویا وہ ارباب توکل کے مقتدائے تھے۔ کیونکہ سو
سے ہزار تک جو کچھ بھی ان کے پاس پہونچتا وہ سب حاضرین میں
بانٹ دیتے تھے۔ عسرت میں قرضدار اور حاجت مند ہوتے ہوئے
بھی اپنے ازواج و اولاد کے لئے کوئی چیز نہ اٹھا رکھتے تھے، بلکہ
قوت، کسوت یا نقدی جو کچھ بھی ملتا وہ سب مسافروں اور نوواردوں
کو رخصت کے وقت زادِ راہ کے طور پر عطا کرتے تھے، ہر ایک کو منزل
اور مسافت کے مطابق خرچہ دیتے تھے۔ ان کے وظیفہ خوار دسا میں ہر
قسم کے مسافر ہوا کرتے تھے جن میں جاہل بھی ہوتے اور عالم بھی۔
ادنیٰ بھی ہوتے اور اعلیٰ بھی۔ سب لوگ ان سے مستفید ہو جاتے تھے
یہاں تک کہ وہ زمانے کے لئے عبرت اور نصیحت بن گئے تھے۔ اپنوں
اور دوستوں کے علاوہ دیگر اہلِ حقوق؛ بلکہ دشمنوں کے ایذاؤں پر
بھی صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیتے تھے۔ حضرت مرشد مرادی؟

Marfat.com

ان کے ساتھ کافی ربط رکھتے تھے۔ وہ ان کی بزرگی کی عجیب غریب باتیں بیان کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ:

شاہ ممدوح علیہ الرحمہ کی تحریک سے ہی باطنی حالات کی استفسار جناب مرشد برحق سے کیا گیا تھا۔ مکاشفہ کے بعد ان کے احوال کو ان فقروں میں لکھ ڈالا تھا۔ انہوں نے چند بار سیادت پناہ حقائق آگاہ دستگاہ محمد فاضل شاہ علیہ الرحمہ سے استفسار کر کے آنجنابؒ کے احوال سے کچھ دریافت کیا تھا۔ منجملہ ما التقوٰی واستقامت اور توکل ان کی بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔ اس قلیل البضاعت کے لئے ان سے مزید استکشاف کی کوئی ضرورت اور حاجت نہیں رہتی تھی واللہ مع المتقین، لیکن جب تمہارا استفسار بہ تکرار ہوا تو ان کے صفحۂ باطن کو مکرراً تصفح اور تفحص کرنا پڑا۔ جس سے چند چیزیں مفہوم ہو گئی ہیں۔ اوّل ان کا روشن باطن بکمالات علیہ طریقت پایا۔ فنائے وجود اور نفی صفات وجودیہ بھی مفہوم ہو گئے۔

دوم فنائے نفس جو مشائخ کرام کے پاس مکمل اعتبار رکھتا، بھی منکشف ہو گیا۔ جو بکمال و تمام پایا۔

سوم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عنایت بلکہ انتساب ظاہری بھی ہویدا ہو گیا جس سے مزین تھے۔

چہارم یہ بیت ان کے حسب حال پایا۔

چوں بدانستی کہ ظلِ کیستی!
فارغی گر مردی و گر زیستی!

Marfat.com

بعض اور امور بھی تھے۔ لیکن کتابت کے وقت تک وہ وفا نہ کر سکے۔ واللہ اعلم"۔ اور دیگر فقیر ابھی ترقی دعوات میں ہے، اور ان کی خدمت سے حسن خاتمہ کا امیدوار ہے۔ (تم کلام مؤلف)

جب حضرت مرشدی علیہ الرحمہ تیسری بار سرہند میں اپنے پیر بزرگوار کی ملازمت میں پہونچے تو مشافہہ فرمایا کہ در وقت روحانیت حضرت غوث الاعظم رض سے لفظ "یا ولدی" ان کی نسبت میں سنا گیا۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے واللہ اعلم"۔

حضرت مرشدی" فرمایا کرتے کہ "جناب شاہ محمد رح نے ایک روز فرمایا: کہ مجھے ایک وقت پر ایک ایسی حالت ہوتی کہ کبر سن کے باوجود ایک طفل شیر خوار کی صورت میں، جس کو ہاتھوں میں بٹھایا کرتے، میں ظاہر ہوتا ہوں۔ اور پھر اپنی صورت میں عود کر آتا ہوں" کبھی کبھی زمستان کے ایام میں پانی پر بیٹھتا ہوں، اور دعوات میں مشغول ہو جاتا ہوں۔ تو وہ تر کپڑے بدن پر خشک ہو جاتے دیکھتا ہوں۔ ایام تجرید میں مخوف راتوں کو تنہا چلتا تھا تو بیوی، خادم اور فرزند کو کوہ قاف میں خیال کرتا ہوں۔

علی ھذا القیاس وہ ماضی کے احوال بیان فرماتے تھے۔ ان کی فروتنی، جود وسخا اور فنا و انکساری محتاج بیان نہیں ہے، کیونکہ وہ سب پر عیاں تھا۔ جب ان کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی تو عارضی جسم پر مرض الموت طاری ہوا اور دار البقا کی طرف رحلت فرمائی تھی۔ کان تسع عشرین من جمادی الاول ۱۱۱۷ھ اور

Marfat.com

چہار شنبہ کا دن تھا، دن کے آخر وقت قبر شریف میں داخل ہوئے تھے۔

۵- ریاضت و تقوی دستگاہ بابا عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ:- آنجناب کا زاد و بوم پرگنہ اولرمیں تھا۔ وہ موضع لارنی پار کے رہنے والے تھے۔ جب خدا طلبی کی حرارت ان کے درون میں شعلہ زن ہوا تو حاجی بابا کی خدمت میں آئے تھے جو حضرت بابا نصیب کے خلیفہ تھے اور پھر وہیں سلوک کے مراتب کو تقدیم تک پہونچایا تھا کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بچپن میں حضرت بابا نصیب کو بھی دیکھا تھا۔

غرض وہ ایک مرد درویش حق آگاہ، طالب علم، فقیر کامل مرتاض اور ذاکر و عابد تھے۔ سنت سنیہ کے مطابق اپنے مشایخ کی سنت پر چل کر شہر اور قریہ کے گرد و نواح میں امر معروف کو فروغ دیا تھا پھر ہر جگہ پر مسجدیں، پل اور غسلخانے بناتے تھے۔ مسائل کا اظہار اور سنت کا افشاء کرتے تھے۔ دیہات کے لوگوں کو اسلام کی واقفیت دیا کرتے تھے، اور ان کو صلاح و فلاح کی طرف لے جاتے تھے لوگ ان کو خواہش و آرزو سے گاؤں گاؤں بلکہ گھر گھر لے جاتے اور ان کی نصیحتوں کو قبول کرتے جاتے تھے۔ آخر پر ایک جذبہ بہم پہونچایا تھا تو متغیر ہو گئے، پھر شہر کم آتے تھے لوگوں نے جب ان سے پوچھا کہ "شہر کیوں نہیں جاتے ہو؟ تو کہا کہ طالبوں کے ہاتھوں ایک صورت سے ترس رہا ہوں۔ کہ مبادا میری زبان سے کوئی محتمل کلمہ نکلے اور لوگ اسے تصرفات کا نقل اور کرامات کا اظہار سمجھ بیٹھیں۔"

Marfat.com

انہوں نے اپنے ہی وطن میں ایک کمیل کا مکان، جو دامنِ کوہ میں چشمہ کے کنارے بنا ہوا تھا۔ تکیہ بنا کر مسجد شریف کی بنیاد ڈالی تھی اور ایک جماعت کے ساتھ وہیں پر بیٹھے رہتے تھے۔ انہوں نے ایک فرحت بخش اور مسرت افزا زندگی گزاری تھی۔ اسی دستور کے مطابق متعدد مواضع میں تصرفات کئے تھے۔ وہ دینِ متین کے مؤید تھے اور اسلام کی تائید کرتے تھے۔ آخر چند مدت کے بعد اسی سمت میں ان کی زندگی کے ایام تکمیل کو پہنچے اور پھر ۱۱۱۱ھ میں کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت کی شربت نوش فرمائی تھی اور عالم بقا کو سدھارے۔

۶۔ ایبہ بائی رانیواری رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب بھی حضرت بابا نصیب علیہ الرحمہ کے یاروں میں سے تھے، چونکہ بابا نے ان کی صغر سنی میں ہی وفات پائی تھی اس لئے اوتر بابا سے تربیت حاصل کی جو حضرت بابا خاکی کے خلیفہ تھے اور پرگنہ کروہن میں آسودہ ہیں۔ ایبہ بائی اپنے مرشد کے بعد مدت تک زندہ رہے تھے۔ وہ ایسے بزرگ تھے جو تفرید و تجرید کے قدم پر چلتے تھے، پاکیزگی کو بھی نہایت پسند کرتے تھے خواہ لباس ہو یا نشست گاہ۔ صفائی ہر حال میں چاہتے تھے۔ ایک مدت تک اس وضع پر بکمال خدا پرستی زندگی بسر فرمائی تھی پھر اسی محلہ رعناواری میں مدفن پایا تھا اور پھر وہیں ابدی آرام گاہ میں آسودہ رہے۔

۷۔ شیخ دولت بائی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت ایبہ بائی علیہ الرحمہ کا بھائی تھا جو اُن ہی کے طریقہ پر چل رہا تھا۔ وہ حضرت میر علی محمد قادری کے مریدِ خاص تھے۔ انہوں نے بھی آخر وفات پاکر اپنے بھائی کے مقبرے میں مدفن پایا۔ ٭

۸۔ علی شیخ رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت ایبہ بائی علیہ الرحمہ کے ایک خاص مرید تھے۔ وہ موضع "اون" میں رہتے تھے جو پرگنہ "وہے" میں ایک گاؤں تھا وہ ستّر سال سے گزر گئے تھے جو تفرید و تجرید میں کاٹے۔ صیام و قیام اور ترک حیوان و ضبط نفس اور ضبط اوقات وغیرہ میں مستقیم تھے۔ حضرت مرشدی مرادی علیہ الرحمہ نے ان سے کافی باتیں نقل کی ہیں۔ وہ پھر چند مدت کے بعد ۱۱۰۰ھ میں رحلت کر گئے تھے اور پھر اپنے ہی گھر کے صحن میں دفن کئے گئے تھے۔ ٭

---

۹ تا ۱۱۔ ریاضت و تقویٰ شعار لالہ ریشی بابا و آیبہ ریشی عرف ڈھگ علیہما الرحمہ آنجنابان دونوں موضع کھنموہ کے رہنے والے تھے، اور حضرت نیکہ ریشی بابا علیہ الرحمہ کے مریدوں میں سے تھے جو حضرت خواجہ مسعود پانپوری علیہ الرحمہ کے ساتھ منسوب تھے۔ ان کا تکیہ ایک شہر میں تھا جو دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے اور جو زعفران والے لوگوں کا مرجع تھا۔۔۔ غرض وہ دونوں صاحبان صالح، عابد اور مرتاض تھے

Marfat.com

دونوں تفرید و تجرید، تارک اللحم اور صائم الدھر کے اقدام پر استقامت سے چل رہے تھے، دونوں حضرات کم پوش و کم خور تھے۔

ایک روز خواجہ علی سود علیہ الرحمہ ان کے ملازمت میں چلے گئے تھے تو ان کے پسندیدہ اوضاع ان کے دل کو بہت بھائے تھے اس لئے ان کا طریقہ اپنایا تھا، لہٰذا وہ ایک ہی صحبت میں رہ کر اہل و عیال کو چھوڑ گئے تھے، اور ان کی متابعت کی قید کو اپنے ہوس کے پاؤں میں ڈال دیا تھا۔

۱۲- حیات تالہ ریشی بابا رحمتہ اللہ علیہ :- آنجناب بھی اسی گاؤں میں رہتے تھے، پھر جب انہوں نے بھی رحلت کی تو بجبر بل کے محلے میں اپنے بھائی ایبہ ریشی بابا کے پاس آکر شنک دیو عمارت کو خرید کر اسی میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ انہوں نے اسی نقدی رقم پر توکل کے ساتھ زندگی بسر کی جو فقیر ہونے سے قبل ان کے پاس جمع ہو چکی تھی، یعنی وہ پونجی جو انہوں نے ریشی بننے سے پہلے کمائی تھی خیرات کر دی اور خود توکل کے ساتھ ایک جھونپڑی میں رہنے لگے۔ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہی خاندان میں شادی کی اور پھر آزادی کے مراسم اخلاص، مریدی کے لوازم بلکہ خدمات مالی و جانی کی نسبت اور ذمہ داری پوری کر دی تھی۔ جب رحلت کی تو اپنے مرشد کے لئے ایک پر تکلف مقبرے کو تعمیر کیا تھا، اس کے جوار میں ایک خمس الاوقات مسجد شریف بھی بنائی تھی۔ وہاں تقریباً چالیس سال گزارے اور تفرید

Marfat.com

وتجرید کا اقدام کیا تھا۔ وہ باطنی شغل کے ساتھ کافی انس رکھتے تھے چند مدت کے بعد رحلت کی اور اسی مقبرے میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۳۔حضرت بابا عثمان قادری رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب اپنے والد بزرگوار کے خلف و خلیفہ تھے، یعنے: ولایت مرتبت حضرت بابا حاجی محمد قادری علیہ الرحمہ، اور حاجہ بابا علیہ الرحمہ کے مجمل حالات پہلے ہی مرقوم ہوئے ہیں۔ تاہم تسلسل قائم رکھنے کے لئے یہاں ان کا تھوڑا سا حال اعادہ کریں۔ آنجناب کا تجو قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے جو کشمیر میں سوداگری کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ وہ بچپن سے ہی نیک اور صلاح و فلاح کی طرف مائل تھے، اس لئے متاہل ہونے کی طرف کبھی بھی راغب نہ ہو سکے تھے۔ ان ایام میں جبکہ سید السادات مفیض البرکات حضرت شاہ نعمت اللہ قادری علیہ الرحمہ نے کشمیر کو اپنے وجود مسعود سے مزین فرمایا تھا تو حضرت حاجی محمودؒ نے ان کی خدمت میں آنے کی توفیق پائی تھی، اور ان کی سلک ارادت میں داخل ہو چکے تھے۔ حضرت شاہ نعمت اللہؒ حضرات قادریہؒ میں اجل بزرگوں میں سے تھے، وہ ظاہری و باطنی علوم میں کامل امتیاز رکھتے تھے اور وہ اپنے اقران میں بھی ممتاز تھے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ، قطب الاولیاء شیخ محمد معصوم سرہندی فاروقی علیہ الرحمہ نے جلد اول کے مکاتیب میں ایک مکتوب ان کے نام بھی لکھ لیا تھا۔ جو وہاں مندرج ہے۔ اور موجود بھی ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت حاجہ باباؒ سلوک کی راہ باطنی ان کی خدمت میں انجام

Marfat.com

دے رہے تھے۔ جب آنجناب ؒ نے مراجعت کی تو وہی مسند خلافت پر سرفراز ہو گئے تھے۔ مرتبۂ خلافت پانے کے باوجود وہ شیخی کو چنداں پسند نہ کرتے تھے۔ ورع کے کسب کو بعمل لانے کے خاطر وہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہ کر گزارہ کرتے تھے۔ ان کو حرمین شریفین میں جانے کی آرزو دریائے قلب میں موجزن تھا، لیکن ماں کی خدمت کو چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ آخر جب ان کی والدہ نے انتقال کیا تو ان کو دفن کرنے کے بعد واپس گھر نہ آئے بلکہ غلبۂ شوق نے ان کو سیدھے خدا کے گھر کی طرف کھینچ لیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر شریف ساٹھ سال کے قریب تھی۔ مکہ معظمہ میں زیارت کرنے کے بعد مدینہ سکینہ میں سیّد الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور وہاں توطن کیا تھا۔ اس قبۂ خاکِ پاک کو اکثر اپنے ریش مبارک سے جاروب دیا کرتے تھے۔ پھر اسی درگاہِ اُمت پناہ سے مامور ہو گئے تھے کہ "وہ واپس وطن جائے"۔ مگر انہوں نے ظاہراً عرض کیا: کہ "مجھے بقیہ عمر اسی جوار فائیز الانوار میں گزارنے کا ارادہ ہے اور یہیں رہنے کے بیحد شوق ہے۔" تو ان کو خطاب ہوا تھا: کہ "وہ وطن چلا جائے، وہاں متاہل ہو گا اور ان سے ایک بیٹا تولد پائے گا تو اُسے عثمانؓ نام کرنا، اس فرزند سے دین کی بہت سے کام آئیں گے۔" یہ خطاب سُنکر جو اُن کو بذریعہ سیدنا امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا تھا وہ حرمین شریفین سے لوٹ آئے۔ وطن آکر متاہل ہو گئے اور ان کے وہ فرزند عثمانؓ کے

Marfat.com

نام سے ہی مشہور ہو گیا تھا۔ جب وہ بالغ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ بابا عثمان علیہ الرحمہ تحصیلِ علم، کسبِ صلاح اور زہد و تقویٰ میں مشغول ہو گئے، انہوں نے خواجہ محمد طیب چرخیؒ اور ابوالفتح کلوؒ سے علوم کا استفادہ کیا تھا۔ وہ دونوں حضرات خواجہ حیدر چرخیؒ کے فرزند و شاگرد تھے، اس طرح علم و عمل اور زہد و تقویٰ میں ان کا رتبہ اقران سے بڑھ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر اور ان کے کمالات صوری و معنوی میں کافی ترقی دی۔ انہوں نے کبھی بھی اپنا دل تنعمات اور تلذذات نفسانی کی طرف مائل نہ کیا جب شاہ ابوالحسنؒ جو شاہ محمد افضل قادریؒ کے برادر کلاں تھے، شہر میں تشریف آور ہوئے تو حضرت بابا نے انکی صحبت اختیار کی اور ان سے معنوی رابطہ بڑھایا تھا۔ وہ بے یقینی اور بے نفسی کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کے زہد اور احتیاط کو کہاں تک لکھا جائے؟ ایک وقت خواجہ محمد اسحٰقؒ جو راقم کے جدِ مرحوم تھے اور جو روزگار کے اسخیا میں سے تھے بلکہ برگزیدۂ پروردگار بھی تھے۔ جب بیمار ہو گئے تو حضرت بابا عثمانؒ کو تلقین و استغفار کے لئے بلایا۔ مجھے ان کی مبارک صورت ابھی تک یاد ہے، وہ ایک مجسمۂ نور تھے۔ مذکورات احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو اس وقت ان کی زبان مبارک سے جاری تھے، عجیب اثر دلوں پر کرتے تھے۔ حضرات کے ہدیے جو حاضر کئے گئے تھے، مقبول نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ "میں صرف اس بزرگ کی ملاقات کی غرض سے یہاں آیا ہوں، کیونکہ یہ وقت کے صالحوں میں

Marfat.com

سے ہیں۔ میری نیت کو خلل آرہا ہے۔"

ان کا واقعۂ وصال جمادی الآخر ۱۱۱۷ھ میں ہوا تھا۔ حضرت بابا علیہ الرحمہ کی مرضی یہ تھی کہ ان کو بلبل لنکر کے قدیم محلہ میں والد بزرگوار کے قدموں کے نیچے دفن کیا جائے، مگر چھچہ بل کے لوگ راضی ہو نہیں سکے، بلکہ ان کی زوجہ اور ایک فرزند بھی لوگوں کا ہم خیال ہو گئے تھے اسی لئے وہ چھچہ بل میں دفن کئے گئے۔ اس خیانت کی وجہ سے فوراً بعد آگ نمودار ہوئی جسنے سارے محلے کے گھروں اور ان کی زوجہ کو جلا ڈالا، پسر مذکور بھی بجان و خانمان خراب ہوا تھا۔

۱۴۔ بابا اسماعیل قادری آچاری رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب ایک بزرگ تھے ان پڑھ اور ناخواندہ۔ وہ پہلے جناب حبیب اللہ نوشہرہ کے ساتھ ارادت رکھتے تھے اور ان سے اشغال باطنی حاصل کی تھی، وہ ایک مدت تک ان کی خدمت اور صحبت میں تھے۔ عبادات میں سرگرم اور راہ معنوی میں تیز رو تھے، مگر آخر بر چند تردداۃ کی بناء پر وہ آنجناب سے الگ ہوکر مولانا العلامہ خواجہ ابوالفتح کلو علیہ الرحمہ کی صحبت میں پیوستہ ہو گئے تھے، ان کی خدمت میں ظاہری و باطنی استقامت دکھائی، شرعی مسائل اور فقہی احکام کو بکمال ذوق و محبت تحقیق کرتے تھے اور پھر ان ہی کے مطابق عمل پذیر ہو گئے تھے وہ کشف تندی رکھتے تھے، جہاں بھی جاتے اور وہاں غذا

Marfat.com

اور نفرش میں کوئی شرعی خلل ہوتا تو القا اور الہام سے آگاہی پاتے تھے، پھر اس سے احتراز کرتے تھے۔ ان کا اوّل و آخر فقر و استغنا سے گزرا تھا۔ انہوں نے عہد عالم گیری کے آخری ایام میں رحلت کی تھی اور موضع آچار میں ہی آج آسودہ ہیں۔ ✿

۱۵۔ شیخ محمد مراد رفیقی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ خواجہ رفیق سہروردی علیہ الرحمہ کے اولاد میں سے تھے، وہ ایک بزرگ تھے با تمکین و تقویٰ آئیں۔ لیکن ان کے علم ظاہر نے شغل باطن پر غالب آکر ان کے سایر احوال باطن کو چھپا دیا تھا، وہ فقہ اور حدیث میں ایک اونچا رتبہ رکھتے تھے۔ کتب مرغوبہ کو ہر فن میں بہوش و تکلف لکھا کرتے تھے، تاہم درد و سوز سے خالی نہ تھے وہ بڑھاپے کو پہونچ نہ سکے اور سنِ شباب میں ہی انہوں نے رحلت فرمائی تھی۔ ✿

۱۶۔ لالہ بابو ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ موضع چندہ ہار کے باشندوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ چندہ ہار ایک گاؤں ہے جو پانپور سے اوپر کی طرف واقع ہے۔ لالہ بھائیؒ نے خدا طلبی بہم پہونچائی تھی اور وہ زاہد بابا ماگا موؒ کی خدمت میں پہونچے تھے اور راہِ معنوی میں تیز روی اختیار کی تھی۔ انہوں نے نہایت عبادت و ریاضت انجام دی تھی یہاں تک کہ صاحب کشایش ہو گئے تھے، ان کے دیدار نور بار سے فنا و نیستی کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ صحبت

Marfat.com

وگزران میں نہایت بے تکلف تھے۔ ان کی صحبت بابرکت سے ایک کثیر جماعت فیضیاب ہو گئی تھی جو سب کے سب مطلوبہ مقام تک پہونچ گئے تھے۔ آنجناب علیہ الرحمہ نے آخر در شہور ۱۱۲۲ھ رحلت فرمائی اور پھر اپنے مسکن کے صحن میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۷۔ شیخ عبدالرشید جلنی قادری رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب وقت کے عظیم مرتاضوں میں سے تھے۔ انہوں نے خدا طلبی میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں حضرت شاہ بدرالدین قادری علیہ الرحمہ جو اکابر اولیاء میں سے تھے، کی خدمت میں پہونچے تھے اور ان سے بہرہ پایا تھا۔ جب واپس کشمیر لوٹے تو یہاں غاروں اور جنگلوں میں زندگی بسر فرمائی تھی۔ تعقبات و خلوات میں فقر سے فاقہ ہو کر یاد الٰہی میں محو رہتے تھے۔ انہوں نے جان توڑ ریاضت انجام دی تھی اور آخر بہر شہر میں آئے، پھر قلعہ کے اندر ایک گپھا بنا کر اسی کو اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ اسی گپھا میں رہ کر فکر و ذکر کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ان ہی حالات کے درمیان وہ حسین ملک چاڈورہ کے قصے کے تقریب پر، جو سیف خان کے حالات میں مذکور ہوا ہے، حضور شاہی میں گئے تھے۔ انہوں نے نوّے سال کے قریب عمر پائی تھی اور پھر ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۱۹ھ کو رحلت فرمائی تھی۔ انہوں نے کچھ باصلاحیت اصحاب کو چھوڑا تھا۔

Marfat.com

۱۸۔ تقویٰ شعار میاں محمد ہاشم چشتی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب خانیاری تھے اور وہ تاجروں کے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی عنفوان جوانی میں ہی مسافر ہو گئے تھے اور پٹنہ میں پہنچے، وہاں سراسر برکت حضرت میاں یحییٰ چشتی کشمیری کی خدمت میں داخل ہو گئے تھے اور ان کے مرید بن گئے۔ آنجناب "کوتوالوں" کے قبیلے سے تھے۔ ان کے والد بزرگوار کا اسم گرامی میاں حسین تھا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ میاں حسین، بابا نصیب کی خدمت میں آئے اور مستفید ہو گئے تھے۔ ایک دن ان کی زبان سے ایک اشارہ سنا تھا کہ: " از نصیب، نصیبِ تو نیست و بہ پٹنہ رو "

یعنی: نصیب علیہ الرحمہ سے تمہارا کوئی حصّہ نہیں لہذا پٹنہ جاؤ موصی الیہ وہاں گئے اور پھر واپس کشمیر آئے۔ پھر بابا کی خدمت میں اظہار کیا: کہ "میں نے وہاں کسی کو نہ پایا۔" انہوں نے فرمایا کہ "کیا تو نے وہاں دریا نہ دیکھا؟ اس طرف پٹنہ کا دریا ہے اور اس طرف حاجی پور۔" وہ پھر واپس چلے گئے۔ اور حاجی پور میں شاہ تمکین نام کا ایک بزرگ دیکھا، رد و قبول کی نظر کے بعد ان کو استقامت پر حکم ہوا اور وہ ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کو معنی عطا کیا اور پھر نکاح شرعی کرنے کا حکم بھی دیا تھا جس کا نتیجہ یہی ہوا کہ میاں یحییٰ مذکور نے وجود پایا تھا۔ جن کی ذکر ہو رہی ہے آگے اسی کتاب میں۔

القصہ میاں محمد ہاشم علیہ الرحمہ ایک مدت مدید کے بعد پیر د

Marfat.com

مرشد سے رخصت لیکر واپس کشمید لوٹے اور پھر خانیار میں توطن کیا۔ جہاں اُن اذکار و افکار پر استقامت کیا جن پر مامور ہو چکے تھے۔ چند مدت کے بعد نکاح کیا اور پھر صاحب بنون و بنات ہوگیا تھا۔ پھر خانہ و خانقاہ بنائی اور اولاد کو بھی صلاحیت کی طرف دلالت کی۔ ان کے دوست ان سے خوارق بھی نقل کرتے ہیں۔ جو کشمیر اور پٹنہ دونوں شہروں میں منظر عام پر آئے تھے۔ جب ان کو پیغام حق پہونچا تھا تو وہ اپنے گھر کے جوار میں ہی اسی احاطے میں دفن ہو گئے جو انہوں نے بنایا تھا یہ ١١١٨ھ تھا

۱۹۔ بابا یوسف درود رحمۃ اللہ علیہ: ۔ آنجناب صحرانشین لوگوں میں سے تھے اور انہوں نے ایک عمر تک شہر میں بود و باش کیا تھا اس لئے شہر والوں کے ساتھ محشور ہو گئے تھے آنجناب نے ظاہری طور پر حضرت بابا مسعود پانپوری کے خاندان اور ان کے دوستوں سے نظر عنایت پائی تھی، جو رفتہ رفتہ ان کو جذبہ کی طرف لے گئی تھی اور وہ مقلوب الاحوال بن گئے تھے۔ وہ اکثر نماز کو ترک کرتے اور کبھی افراط سے پڑھتے تھے۔ نمازوں کے ضابطوں پر ہر وقت اضافہ کرتے تھے، جو لوگ ان کی سابقہ میں قضاء شدہ نمازوں پر محمول کرتے تھے کہ وہی نمازیں (فوت شدہ) ادا کرتے ہیں۔ وہ خوارق کے مصدر تھے۔ اور عجیب و غریب باتوں کے مظہر بھی۔

ایک دفعہ ان کے محلے میں آگ لگ گئی اور وہ گرم جمیت پر چڑھ

Marfat.com

گئے تھے۔ "قرنبت" کے دامن کو اُٹھایا اور پیشاب پھیرنا شروع کیا، جس کی چھینٹیں ہر طرح پہونچ گئیں جن سے آگ بجھی تھی۔ رحلت کے وقت انہوں نے چند نقش مشتمل بر مبارکبادی جو عرسوں کا قاعدہ ہوتا ہے، خود موزون کرکے حاضروں سے فرمایا تھا: کہ "وہ عرسوں کی مجلسوں میں بدستور گایا کریں۔" پھر وہ بابا ادہم شاہؒ کے مقبرے میں آسودہ ہوئے تھے۔

۲۰- حکیم شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ:- آنجنابؒ نے نوجوانی میں ہی جذبہ پایا تھا وہ حول کے محلوں میں سے ایک محلے میں سکونت کرتے تھے جو محمد سلیم کاشغری علیہ الرحمہ کی حویلی سے اوپر کی طرف واقع ہے، وہ صاحب جذبۂ قوبہ تھے۔ اور کبھی کبھی غرض مندوں کے التجا پر ان کو مستقبل کی خبریں بھی دیا کرتے تھے۔ ارباب علم اور اصحاب معنی کے ساتھ ہوشمندی سے پیش آتے تھے۔ مگر عام لوگوں کو اکثر اشاروں اور کنایوں سے حرف دیا کرتے تھے جن میں مقصد کا اشارہ ہوتا تھا۔ انہوں نے ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی تھی اور پھر اسی جگہ پر اپنے ہی مسکن میں دفن ہو کر آسودہ ہو گئے تھے۔

۲۱- یوسف شاہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ:- آنجنابؒ بھی مذکورات میں حکیم شاہؒ مذکورہ سے کمتر نہیں تھے۔ وہ بھی اسی مدت کے آس پاس اس عالم فانی سے رخصت ہو کر دارالبقاء کی طرف چل پڑے

Marfat.com

تھے۔ یہ تین مجذوب حضرات کی مختصر ذکر تھی۔ اس زمانے میں دوسرے کئی مجاذیبؒ منصۂ ظہور پر موجود تھے۔ مگر طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کر کے اسی مقدار پر اکتفا کیا گیا۔ (اب تذکرۃ الشعراء ہوگا، انشاءاللہ)

حاشیہ۔ ۱ھ ، "مجذوب اس سالک کو کہتے ہیں جو اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوتا۔ اس لئے شریعت کی بظاہر پابندی کے ساتھ عبادت نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ ہمہ تن یادِ خدا میں محو ہوتا ہے۔" ۔

Marfat.com

تذکرۃ الشعراء

۴۰- اس عہد کے چند نامور شعرائے کرام

۱- محمد زمان نافع رحمۃ اللہ علیہ:- وہ مُلّا طاہر غنی کشمیری علیہ الرحمہ کے بھائی تھے، اور وہ بچپن میں ہی شیخ محسن فانی علیہ الرحمہ کی صحبت میں پہونچے تھے۔ انہوں نے بھی معانی میں بہرہ پایا تھا اور آخر میں درس تدریس کے ساتھ مشغول ہو گئے، ساتھ ہی ساتھ وہ سخن گستری کے پرچم کو لہرا رکھتے تھے۔ تحریر کے وقت یہ چند ابیات ان کے کلام سے نقل کئے گئے جو قند و نبات سے آمیز ہیں:

نے خرامی بہر قتلم مرحبا زیبدت ✦ جان فدائے زیبدت سرمژدہ پائے زیبدت

پیکرت راہ رو بود جامہ سطر مے کشد

از شمیم گل قبائے تہ نمائے زیبدت

مے کنی و بازمے پرسی شہید کیستی ✦ ایں غلط اندازی و بازی بلائے زیبدت

ہم چو مے از پردۂ دینوری و جام بلور

چہرۂ ساز بہائے رنگین از حنائے زیبدت

پیر گشتی نافع اکنون ہاسان شب تا سحر ✦ خرمن ماہی در آغوش دو تائے زیبدت

ظاہری طور پر نافع علیہ الرحمہ کی رحلت ۱۱۱۹ھ میں ہوئی تھی۔

Marfat.com

۲- مرزا داراب جویا رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ مُلا سامری کے بیٹے تھے جو کہ صاحب سخن اور معنے یاب شاعر تھے۔ وہ فن سخن سازی اور شعر پردازی میں مرزا صاحب کا تتبع کرتے تھے۔ وہ محمد سعید اشرف اور مُلا علی رضا کے ساتھ صحبت کی تعلّی رکھتے تھے۔ دونوں شعرائے مذکور و مشہور ابراہیم خان کے ساتھ ہی کشمیر آئے تھے، اور وہ اُن کے اساتذہ میں سے تھے۔ مرزا داراب اپنے ہم عصر شعراء میں امتیاز رکھتے تھے۔ وہ صاحب دیوان و فصاحت بیان تھے۔ ان کے چند اشعار یہ ہیں :۔ (حضرت علیؓ کا منقبت شریف)

عین دریائے وصال است بہر چشم زدن
چوں حباب آنکہ ہوائے تو بود در سر او
مے تواں یافتن از نالہ قمری کہ مدام!
آتش ہست نہان در تہِ خاکستر او
دل جویا نخورد این غزل آرائے آب
منقبت سنج بود خامۂ مدحت گر او
شاہ مردان جہان آنکہ زبان قلم !!
زین در مطلع شدہ پیوستہ ثنا گستر او
بد و عالم ندہم ذرۂ خاک در او!
عالم و ہرچہ درو جملہ بگرد سر او
ہر کہ شد تاج سرش خاک در قنبر او
بر فلک ناز کند بلکہ بہ بالاتر او

Marfat.com

بعد قنبر ز غلامانِ علی نتوانست
کس نیارد دگرے بود جزاو ہمسراو

آخری مرتبہ جبکہ ابراہیم خان ناظم تھا وہ بسیار قرب رکھتا تھا۔ اس نے آخر ۱۱۱۸ھ میں وفات پایا، چونکہ اس نے بعض اکابر اہلِ سنّت کی محتمل گوئی میں شوخی کی تھی اور کہا تھا ؎

برسرش گل باد گرز آتشین
بر تنش تارِ جہنم نور باد

اس لئے مرزا کے مرنے کے وقت بعض شعرائے سنیہ نے بھی اس کے تاریخ وفات میں اسطرح جواب دیا تھا اور شوخی کی تھی۔

؎ رافضی تاریخ جو یا بست و نعش بود کم
چونکہ گزر کرد ندا ورا گشت تاریخش درست

۳۔ کامران بیگ گویا رحمتہ اللہ علیہ:۔ وہ بھی مرزا داراب جویا کا بھائی تھا۔ مشہور ہے ایک شاعر ایران سے آیا تھا، اور کامران بیگ نے اس کے ساتھ بے ادبی سے حظ اٹھایا تھا تو اس شاعر نے طاقت نہ لاکر کہا تھا: کہ،

"لعنت بران سامری کہ مثل تو گو سالہ را گویا کردہ است۔"

دوسرا کوئی ان دونوں بھائیوں کی صحبت میں آیا تھا اور دونوں کے تخلص کے متعلق پوچھا: ایک نے کہا: "جویا" اور دوسرے نے کہا: "گویا" تو یہ سنکر اس نے کہا: کہ تخلص طالب کلیم را بردہ

Marfat.com

برادر خوب تقسیم کردہ بر ویدزادہ کامراںؔ بیگ است۔" یعنی،
جادُو کامران بیگ کے بچے۔ ؎

۴۔ لالہ ملک شہید رحمتہ اللہ علیہ:۔ وہ اہل کشمیر سے تھے اس نے بھی اسی زمانے میں شاعری شروع کی تھی اور منزل کو طے کیا تھا۔ وہ تاریخ یابی میں بلند ترین مقام رکھتے گویا اس صنف میں مالک تھے۔ لیکن اس نے اس امر کو کافی متبذل کر دیا تھا اور تہنیہ و تعزیہ کے تقاریب پر ہر کس و ناکس کا تاریخ کہہ دیا کرتے تھے۔ گویا تاریخ گوئی ان کا دوکان بن گیا تھا، وہ شعر بھی برا نہ کہتے بلکہ اچھا ہی کہتے تھے۔ میرے مخزینۂ حافظہ میں ان کے دو شعر موجود ہیں جو یہاں نقل کرتا ہوں۔ ؎

- لاتم قدمن با الف قدلو لاشد
  یعنی کہ وجودم بوصال تو فنا شد
- درآتشم نشست خموش از فراق دوست
  چوں غنچہ ہائے لالہ مرا سر درگو است

۵۔ خواجہ ضیاء اللہ دیوانی رحمتہ اللہ علیہ:۔ وہ خواجہ حافظؒ کے خلف الصدق تھے۔ اس کا اخلاق و اطوار باپ سے بھی زیادہ اچھے تھے۔ وہ نہایت حسن طبع رکھتے تھے اور اوضاع کی خوبی سے بھی مزین تھے وہ اکثر اوقات اپنی ہمت اہل سنت وجماعت کے فقراء

Marfat.com

کی طرف لگائے رکھتے تھے۔ کبھی کبھی شعر پردازی کی طرف بھی اپنا رغبت مبذول کرتے تھے۔ یہ رباعی ان کی ہے ۔

مردم بجنوں زیکدگر در پیش اند
خود را بہتر زغیر خود اندیش اند
ایں برخر خود ناز دواں برزرِ خویش
ایں مردہ دلان زندہ بہ خبط خویش اند

انہوں نے رحلت کی تو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے اہل سنت وجماعت کے طریقے پر تجہیز و تکفین اور غسل کے مراسم انجام دیئے جائیں۔ تو اس پر عمل ہوئی۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دراصل شیعہ تھے مگر تائب ہوا تھا) ☆

۶۔ حاجی اسلم سالم رحمۃ اللہ علیہ:۔ ان کا تخلّص سالم تھا اور ابدال بٹ کا بیٹا تھا جو اس ریاست کے متمول اور معزز اہل ہنود میں سے تھا۔ دو تین بھائیوں کے ساتھ مل کر شیخ محسن فانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آکر اسلام کی نور سے منور اور مشرف ہوئے تھے، پھر اپنی ہمت کو انسانی کمالات حاصل کرنے میں لگالی۔ وہ شاعری میں اپنے اقران سے بڑھ گئے تھے۔ پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہو گئے، وہاں شہزادہ عالی جاہ محمد اعظم شاہ کے نوکروں کی سلک میں منسلک ہو گئے۔ جب سلطانی جنگ ختم ہوا تو واپس کشمیر آئے یہاں آرام واطمینان سے اپنی وضع وسلامت طبع سے دلوں کو مسخر کرتے گئے۔ انہوں نے شہزادہ کے "فیل جنگ"

Marfat.com

واقعہ کو کافی کوشش کرکے موزون کر دیا تھا۔ جب صاحب مآثر عالمگیر نے ان کو قید کر دیا تھا جس کو میں طوالت کے خوف سے چھوڑ دیتا ہوں اور ساری موثر شاعری سے احتراز کرکے صرف ایک نعتیہ غزل پر اکتفا کرتا ہوں اور وہ یہ ہے: ؎

بر اوج بردہ شرع تو دین قویم را
پیوند کردہ لعل خطِ مستقیم را
چوں تاب مہ کہ مظہر انوار مہر شد
منطقِ تو تازہ کردہ کلام قدیم را
در شش جہت تبسم صبح ہدایت است
روشن نمودہ معنے خلقِ عظیم را
ابر شفاعتت کہ ہمہ بحر رحمت است
تفسیر کردہ آیۂ عفوِ کریم را
لطفِ تو بر سرِ ہمہ افراد کائنات
قسمت نمودہ سایہ بر فیض عمیم را
شاید بدل شود بہوائے مدینہ ات
از خلد ہر سحر ملک آرد نسیم را
از بسکہ در ازل شرف بیعت تو یافت
پوشیدہ دست نور الٰہی کلیم را
از امر و نہی شرع مبینت دو کعبہ است
میزانِ عدل محشر امید و بیم را

Marfat.com

لطفِ نجات سالم عاصی است روز حشر
باشد شفاعتِ تو شفا ایں سقیم را

ان دو مذکورہ جماعتوں کے علاوہ اس عہد میں ایک اور جماعت بروسادہ کمال و تکمیل اور متکی بھی منصۂ ظہور پر تھی جن میں یہ اسمائے گرامی زیادہ مشہور تھے :

۱۔ حاجی حیدر جذبیکی ، ۲۔ ملا وائق ،
۳۔ ملا بینش ، ۴۔ آذری ،
۵۔ ملا ثابت ، اور ۶۔ حاجی بابا ، جو حاجی حیدر کا بیٹا تھا اور جو معنی تخلص کرتا تھا۔ وہ لطف طبع اور حسن تلاش میں اپنے اقران کے درمیان نہایت ممتاز تھے۔ انہوں نے واقعۂ کربلا کا قصہ نہایت موزوں کر کے دلنشین پیرائے میں لکھ کر بیان کیا تھا۔ جیسا کہ یہ ابیات :

دلِ آتش ز جوشِ گریہ دریا است ❊ ز گوہر آب را در دل گرہ ہا است
ہوا از درد او شد آتشین سنگ ❊ چمن از غنچۂ لبریز دلتنگ
چہ مے پرسی ز خاک پاک طینت ❊ کہ دارد یک جہاں گرد کدورت
اگر سنگ است آتش در دل اوست ❊ وگر کوہ است دارد نالہ را دوست
تو غافل داغ جانکاہے نداری ❊ فروغ شعلۂ آہے نداری
برآ راز پردہ ہمچوں برق نالہ ❊ لباس شعلہ در بر کن چو لالہ
ز اشک کہ ریزی در عزایش ❊ جہان مغفرت باشد سزایش
خزان مانند گل در خون طپیدہ ❊ بجائے نالہ جان بر لب رسیدہ

Marfat.com

۱۴

حضرت عالمگیر کے بعد کے ہندوستان میں تصوف

اولیاء اللہؒ = (قسط دوم)

۱۔ شیخ عبدالرحیم رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ ایک ہندو تھے اور چودھریوں کے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ شیخ نجم الدین علیہ الرحمہ المعروف بہ بجی ریشی باباؒ کی خدمت با برکت میں آئے تھے اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد دنیا داری کے اوضاع کو ترک کیا اور تعلیم و تلقین پانے میں محو ہو گئے تھے پھر سالہا سال تک اس پر استقامت کرلی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت بابا علیہ الرحمہ سے رخصت پایا اور تقریباً چالیس سال تک اس طریقے پر مداومت کی تھی۔۔ انہوں نے قدیم کفر و شرک کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا تھا اور اسلام و بنائے مسلمانان کو مضبوط کیا تھا۔ اس دین حنیف کو استحکام بخشا تھا پھر فراغت وانزوا سے زندگی بسر کی، جب متاہل ہو گئے تو رعناواری میں سکونت کی تھی ان کے اولاد بھی ہوئے تھے۔ انہوں نے خود میاں نانک مجذوب علیہ الرحمہ کے آستانے کے جوار میں پہلے ہی اپنا مقبرہ اب آپ تعمیر کیا تھا، اور بقیہ عمر اسی میں رہائش بھی کی تھی۔ کہتے ہیں کہ آخر پیر ملا آخوند شمس الدین کبروی علیہ الرحمہ سے بھی نظر عنایت پائی تھی اور

Marfat.com

اسی کے طریقۂ علیہ سے بھی بہرہ ور ہو گئے تھے، ان کا قید سکوت عصر و مغرب کے درمیان لازمی وقت رکھنا تھا۔ مخلص لوگ ان سے عجیب واقعات اور کرامات نقل کرتے ہیں۔ آخر شوال ۱۱۲۰ھ میں کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموت "کی شربت نوش فرمائی اور پھر اسی مذکورہ مقبرہ میں آسودہ ہو گئے جو انہوں نے قبل از وقت خود بنا رکھا تھا۔ ؓ

۲۔ **مشیخت پناہ سید حسین پکلی رحمۃ اللہ علیہ** :۔ آنجناب کبروی تھے، اور ایک ہی واسطہ سے حضرت میر محمد خلیفہؒ کے خلفاء برجستہ میں سے تھے۔ وہ صاحبِ ریاضت شاقہ اور صاحبِ حالات عالیہ تھے۔ گذشتہ اوقات میں کشمیر آئے تھے۔ اس کے بعد حرمین شریفین میں چلے گئے تھے اور مناسک حج ادا کر آئے تھے۔ انہوں نے ایک عجیب قسم کی مشیخت اور ارشاد کو اپنے وطن میں بکھیرا تھا۔ وہ اپنے شغل میں کامل اور باطن میں سرگرم تھے۔ وہ مضبوط الاوقات اور قاری الدعوات تھے شاہ عالم بہادر نے ان کی خدمت میں اخلاص بہم پہونچایا تھا۔ پھر ایک مدت مدید کے بعد ماہ شوال ۱۱۲۲ھ میں کشمیر آئے جبکہ وہ نہایت بوڑھے ہو چکے تھے۔ یہاں دو ماہ تک رہے اور جب بادشاہ عسکریوں کو لے کر واپس گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ چلے گئے تھے، مگر وہاں بیمار ہوئے اور واپس وطن لائے گئے تھے، اسی میں وفات پائی تھی، یہ ۱۱۲۲ھ تھا۔ اکثر اعزہ جو ان کی خدمت میں رہ کر

Marfat.com

بہرہ ور ہو گئے تھے، ان کی باطنی کمال کی عجیب و غریب حکایتیں نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ صاحب بروز اور کمون تھے اور عجیب و غریب تصرفات رکھتے تھے۔ حسنِ خلق، نیستی اور شکستگی ان کا خاصا کامل تھا۔

۳۔ شیخ محمد مراد رفیقی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت خواجہ رفیق اشائی کے احفاد میں سے تھے۔ جن کی ذکر ہو چکا ہے، انہوں نے عنفوان شباب میں درویشی، کسب باطنی، ذوق و شوق اور تحصیل علم کو بہم پہونچایا تھا۔ انہوں نے اپنے وقت کے فضلا سے استفادہ کیا تھا اور علم منقولہ میں بھی کافی شہرت حاصل کی تھی وہ کتابوں کو تندہی سے درست کرتے اور ان کی صحبت کے بغیر گویا دوسرا کوئی شغل ہی نہ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ اہل علم و کمال کی خدمت میں رہتے تھے۔ ورع اور تقویٰ سے خالی نہ تھے مگر عین جوانی میں دار فانی سے کوچ کر گئے تھے انہوں نے احفاد صغیرہ، اور دیگر عیال اپنے پیچھے چھوڑے تھے۔

۴۔ مرزا حیات بیگ رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب معارف آگاہ شیخ محمد کے مریدوں میں سے تھے۔ اسی تقدیر پر وہ ایک ہی واسطہ سے حضرت غفران مرتبت، ولایت منزلت اور عرفان صفت شیخ آدم بنوری کی ارادت و خدمت کے ساتھ منسوب تھے

Marfat.com

انہوں نے ان کو بھی دیکھا تھا۔ شیخ آدم مجدد الف ثانی قطب ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے خلفاء میں سے تھے۔ آنجناب سے نظرِ عنایت پانے کے بعد حیات بیگ طریقت کے واقف ہو گئے تھے اور اس پر استقامت کر لی تھی۔ پھر وہ کشمیر آئے اور قلیل منصب پر گزر اوقات کیا۔ وہ طریقت پر مستقیم اور درویشی پر مروج ہو گئے۔ ان کی صحبت بھی اثر سے خالی نہ تھی۔ وہ خوش اوقات اور فارغ البال تھے، وہ صاحبِ کشائش اور اہلِ فنا و نیستی اور قانعوں میں سے تھے۔ مؤدب واقفکار اور طریقت شعار تھے، وہ استعداد کے مطابق توحید کا حرف بھی بیان فرماتے تھے اور تقویٰ کے درجات کو طے کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے ایک جماعت کو ہدایت تک پہونچا دی تھی۔ اغنیاء کی صحبت سے دور اور مجتنب رہے اور جاہ و حشم سے مستغنی تھے، وہ علو ہمت سے حالت افادہ اور ارشاد میں تھے، اسی میں ان کو پیک اجل آیا اور اسی سال کی عمر میں راہیٔ بقا ہوئے تھے۔ یہ ذی الحجہ ۱۱۲۰ھ تھا۔ وہ پھر حسن آباد کے اس باغ میں سپرد خاک ہوئے جو انہوں نے خریدا تھا۔ ان کا ایک فرزند میر محمد ہاشم بھی تھا، وہ بھی ایک صالح بزرگ، صاحبِ دل، عرفان آشنا، خوش صحبت با عزت اور علم کے رموز سے واقف تھا۔

۵۔ سیادت پناہ فضیلت دستگاہ میر محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب سیادت پناہ و حقیقت دستگاہ شاہ سید میرک علیہ الرحمہ کے اولاد میں سے

تھے اور تین واسطوں سے ان کے پاس پہونچتے ہیں۔ وہ مشہور و معروف ہیں اور شاہ گدا رحمۃ اللہ علیہ کے ہم صحبت تھے۔ یہ بزرگوار شاہ سکندر کے زمانے میں اس شہر میں آئے تھے اور رملا رٹہ محلہ میں مسکن بنایا تھا پھر وہیں پر وہ آسودہ بھی ہوئے تھے۔ ان کے جدِّ بزرگوار کا نام میر احمد تیسوئے رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کے قبیلے کی ایک جماعت رتنی پورہ میں مقیم ہو گئی ہے جن کے آباؤ اجداد وہاں مدفون ہیں۔ وہ سیادت میں معروف ہیں۔ حضرت مبرک میر رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار میر شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد فقر صوری بہت رکھتے تھے، پھر وہی امر اویسی کے مطابق ان کا مربّی بن گیا تھا۔ وہ توکل اور استقامت سے گزر رہے تھے۔ اسی اثنا میں ان کا رسل و رسائل حضرت شاہ نعمت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوتا رہا جس سے وہ صاحبِ حال اور مقتدا بن گئے تھے۔ حضرت شیخ داؤد خاکی رحمۃ اللہ علیہ ان کی سیادت کے معتقد تھے اور اپنی کتاب میں ان کو سیادت و ولایت کے اوصاف سے یاد کیا ہے، پھر ان کی بہت ستائش کی ہے۔ میر افضل رحمۃ اللہ علیہ موروثی کمالات کے باوجود سیادت پناہ شاہ ابوالحسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر دست بیعت کر گئے تھے بلکہ مصحف بھی ہدیہ کیا تھا۔ مع ہذا اپنے جدِّ امجد علیہ افضل الصلوٰۃ و تسلیمات کے سنّت کے متابعت میں زیادہ سعی کر رہے تھے۔ وہ تقویٰ کے صلاح سے بھی آراستہ تھے۔ متروی و خانہ نشین تھے۔ کلام اللہ شریف کی کتابت کرتے تھے اور اس سے اپنا قوت حاصل کرتے تھے۔ وہ بہت ہی متورع تھے۔ ان کی اولا

Marfat.com

سید برخوردار کی سیادت اس شہر میں متعارف تھی۔ موصی الیہ نے ۱۱۲۲ھ میں وفات پائی تھی اور اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں آسودہ ہیں :- ٭

۶۔ ملا عبد الرزاق گوجواری رحمۃ اللہ علیہ :- آنجناب "شاہ جیو" کے نام سے مشہور تھے۔ صغر سنی میں خواجہ حیدر چرخیؒ سے نظر عنایت پائی تھی۔ ان کے بعد ان کے فرزندوں اور شاگردوں سے تلمذ کیا تھا، انہوں نے علوم عقلیہ اور نقلیہ سے ایک وفور حصّہ پایا تھا اور عمر تعلیم و تعلّم سے گزر رہے تھے۔ مقدور بھر ورع و تقویٰ میں بھی کوشاں رہتے تھے۔ بعض کا عقیدہ ہے کہ وہ شافعی مذہب کے حامل تھے مگر اکثر یہی کہتے کہ وہ شدتِ احتیاط کی وجہ سے کبھی کبھی شافعیہ کے بعض اعمال کی مباشرت کرتے تھے۔ چونکہ انہوں نے کافی عمر پائی تھی، قریباً نوّے سال کے ہو گئے تھے اس لئے راقم حروف مکرر ان کے دیدار سعادتِ بار سے فائز ہو چکے ہیں۔ میں نے ان کو ایک دفعہ مرشد مرادؒ کی ملازمت میں بھی جا کر دیکھا تھا وہ ان کی مرض اخیر میں عیادت کو گئے تھے۔ انہوں نے ۱۱۲۳ھ میں رحلت کی ــــ ٭

۷۔ مولنا محمد عابد ٹوپیگرو رحمۃ اللہ علیہ :- آنجنابؒ ایک فاضل منقولدان تھے۔ علم معقولات سے بھی ایک عظیم بہرہ رکھتے تھے۔ وہ

Marfat.com

ایک عالم عامل اور متورع کامل تھے۔ انہوں نے اپنی عمر انزوا میں گزاری تھی۔ وہ کبھی بھی اغنیا کی صحبت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ معاملات میں احتیاط کافی کرتے تھے۔ شریکوں کے ساتھ گھر اور جائیداد کے تقسیم کے بعد امرود کا ایک پیڑ ان کے حصہ میں آیا تھا۔ تو باغبان سے تحقیق کر لیا تھا کہ اس درخت کی نہال کس باغ سے تھی، پھر اس کے مالک جو ایک بیوہ تھی، کو پیغام بھیجا کہ اس درخت کا قیمت لے یا جنس ہی لے۔ اس نے درخت کو بجنس لینا چاہا تھا تو بے تحاشا کاٹ کر وہ درخت اُسے واپس کر دیا، پھر ان سے رضامندی حاصل کی۔ اس طرح ان کے ورع کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں۔ انہوں نے ستھر سال سے زیادہ عمر پائی تھی اور ۱۱۲۲ھ میں رحلت کی۔ راقم الحروف بھی ان کے دیدار فیض بار سے مکرر طور پر مشرف ہوا ہوں۔

۸۔ مولانا عنایت اللہ چہرآد رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب اپنے وقت میں ہم عصر فضلاء میں ایک امتیاز رکھتے تھے۔ انہوں نے فضلائے وقت سے بیحد علوم کی تحصیل کی تھی۔ وہ گمنامی کی زندگی گزارتے اور فراغت و آزادی سے دن کاٹ رہے تھے۔ جب اجل موعود ان کے حق میں متقاضی ہوا تھا، شہود و سنہ میں رحلت کی تھی۔

۹۔ قاضی عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجناب "چراہوں" کے

Marfat.com

قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی والدہ کریمہ ...... مولانا یوسف
...... ہے۔ انہوں نے اکثر علوم کی تحصیل مولوی ابوالفتح کی
خدمت میں جاکر کی تھی اور اقران پر فوقیت پائی تھی۔ وہ مولویت
کے درجے پر پہونچے تھے اور عالم گیری فوج کے ساتھ چلے گئے
تھے۔ ایک مدت وہاں گزار کر واپس لوٹے تھے۔ پھر قاضی یوسف
کے تغیّر پر کشمیر کی منصب قضا پائی تھی اور اس عہدے سے
سرفراز ہو گئے تھے۔ انہوں نے تقریباً چالیس سال تک اس عہدے
کو کمالِ دیانتداری اور استقلال کے ساتھ چلایا تھا۔ صلاح
و تقویٰ سے بھی خالی نہ تھے۔ وہ اکثر مقدمات اور واردات قضاً
سے ناخوش ہوا کرتے تھے۔ عالم گیر کے عہدِ آخر میں عہدِ قضا گری
سے معزول ہو گئے تھے۔ پھر عبادت و استغفار کے ساتھ بالکل مشغول
ہو گئے تھے، اور پھر ان ہی ایک دو سالوں میں دارِ فانی چھوڑ کر
دارِ بقا میں چلے گئے تھے۔ ❖

۱۰۔ مولانا مُلّا محمد محسن کشو رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب نے مُلّا محمد امین
کانی اور دیگر فضلائے سے کسب علوم کیا تھا اور پھر تھوڑے ہی زمانے
میں اپنے اقران پر فوقیت پائی تھی، خاص کر علوم معقولہ میں وہ
ملکۂ مولویت پا گئے تھے۔ پھر معقولات میں دقت اور تبحر کے ساتھ
درس دیا کرتے تھے، ان کا درس اور ان کی صحبت ایک عجیب قسم
کی فیض رکھتی تھی اور ان کی خدمت میں آکر کوئی بے بہرہ نہیں

Marfat.com

رہتا تھا۔ انہوں نے اکثر کتب خصوصاً مطوّل اور ہدایہ پر حواشی اور تعلیقات لکھے تھے۔

آج بھی اکثر طالب علم جو انتساب اور افادہ کے مرتبے پر پہونچے تھے صرف ان کی وساطت سے پہونچ پائے ہیں۔ انہوں نے آخوند مُلا نازک رح کی خدمت میں رہ کر باطنی شغل وافر بھی حاصل کیا تھا۔ آخر ۱۱۱۹ھ میں وفات پایا جبکہ ان کی عمر ابھی پچاس سال بھی نہ ہوئی تھی۔ پھر وہ محلہ تاشوان میں حضرت سید محمد کرمانی رح کے حظیرہ میں آسودہ ہو گئے تھے جو مُلا نازک رح کے مقبرے کے حظیرے کے اوپر بجا واقع ہے۔

۱۱۔ مُلا محمد اشرف نتنو رحمۃ اللہ علیہ :۔ آنجناب خواجہ حیدر رح کے احفاد میں سے تھے، اور وہ خواجہ محمد طیب رح کے خلف الصدق تھے جو کہ بلا واسطہ خواجہ رح کے اولاد میں سے تھے۔ وہ جودت طبع، دقت ذہن اور استقامت مزاج بہت زیادہ رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں سے تحصیل علم کرنے کے بعد مولانا محمد محسن رح کی خدمت میں تلمذ کیا کرتے تھے۔ جن کی ذکر ہو چکی ہے، وہیں سے علوم دقیقہ اور علوم غریبہ کا تحصیل بھی فرمایا تھا۔ پھر بسیار تبحر کے ساتھ مختلف علوم حاصل کئے تھے۔ انہوں نے علم قرأت میں بہت سی تصنیفات کر ڈالے تھے۔ شیعہ اور بعض دوسروں نے فنون دکھوائے تھے، بلاغت کلام کے محاوروں کو تصانیف میں ان کے کلام

Marfat.com

ہیں ... وہ تصانیف میں اکثر اقران سے ممتاز و مستثنیٰ ہوئے تھے۔ سنِ کھول کے آغاز میں ۱۱۲۰ھ میں انہوں نے وفات پائی تھی علیہ الرحمہ۔

۱۲۔ ملا کاظم چہارو رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب قاضی عبدالکریم کے بنی اعمام میں سے تھے۔ علوم ضروریہ کی تحصیل کرنے کے بعد وہ درس دینے میں مشغول ہو گئے تھے اور خود بسیار متورع تھے۔ وہ دُنیا کے لوگوں کی طرف ہرگز متوجہ و ملتفت نہیں ہو جاتے تھے۔ بلکہ وہ ہمیشہ انقطاع اور انزوا کی طرف راغب ہوا کرتے تھے۔ پھر وہ فیض باطنی اور رقت قلب سے بھی ہرگز خالی نہ تھے۔ آخر بہادر شاہ کے عہد اوایل میں اس جہان فانی سے سرائے باقی کی طرف مرتحل ہو گئے۔

۱۳۔ قاضی حیدر رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب کو قاضی خان بھی کہا کرتے تھے۔ وہ بچاتوں کے خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے صغر سنی میں تحصیل علم کی توفیق پائی تھی۔ وہ اکثر مولوی عبدالرشید زرگر کے تلمذ میں بیٹھا کرتے تھے۔ شدید غربت کے باوجود انہوں نے اپنی ہمت علم حاصل کرنے کی طرف لگائی تھی اور بلیغ جدوکد سے اکثر علوم میں علماء متبحر میں گنے جانے لگے تھے۔ ان کو روزگار کے انقلاب کی وجہ سے وطنِ عزیز کی مفارقت بھی اختیار کرنی پڑی اور عالمگیری فوج میں پہونچے تھے، وہاں صدر الصدور سیادت خان

Marfat.com

کے ساتھ واقفیت پیدا کی اور ان کی دانشمندی کی شہرت آہستہ آہستہ عالم گیر کے کانوں تک بھی پہونچی تھی تو بادشاہ کی ملازمت میں باریاب ہوگئے تھے۔ وہ اکثر مجالس میں تحقیق مسائل کر کے حضور میں شرفیاب ہوگئے تھے پھر چند مدت تک شہزادہ عظیم الشان بہادر اور چند مدت شاہ جہاں آباد کی قضاگری میں مشغول ہوگئے تھے۔ پھر شہزادہ مذکور کی رفاقت میں بنگال گئے اور وہاں بھی قضا کی خدمت انجام دی تھی۔ ایک سال کے قریب اس امر عزیب میں کمال اقتدار کے ساتھ اشتغال رکھا اور پھر حضور کی قضاگری پر مامور ہوگئے تھے۔ یہاں تک وہ آخر پر اقضی القضات بن گئے تھے۔ اسی اثنا میں بادشاہ عالم گیر کا واقع رونما ہوا، پھر بہادر شاہ کے عہد میں اسی منصب پر تین سال تک کامیابی کے ساتھ کام کرتے رہے تھے۔ آخر انہیں ۱۱۲۱ھ میں مرض اسہال لاحق ہوگئی تھی جس سے اسی سال وفات پائی تھی ان نعش کو دکن سے کشمیر لایا گیا تھا اور یہاں اس باغ میں مدفون ہوگئے تھے جو انہوں نے شہر سے باہر بچھوارہ میں بنایا تھا۔ چنانچہ ان کا مفصل حال بھی پچھلے صفحات میں بیان ہوا ہے۔

Marfat.com

۴۲

چند اور حضرات کا مختصر تذکرہ

ان متذکرہ بزرگانِ اولیاء کے علاوہ اس دور میں یہاں کافی تعداد میں علماء' متصوف' عرفاء' عبادت گزار اور دیگر بزرگان دیندار بھی گزرے ہیں۔ اگر ان سب کا حال لکھوں تو کتاب کافی بڑی ہوگی اور اس کی ضخامت حدِ گنجائش سے باہر ہوگی۔ لہٰذا ان میں سے چند ہی کی مختصر ذکر کی جائے گی جو زیادہ مشہور تھے اور جن کی کرامات وغیرہ کا چرچا بھی تھا۔ وہ حضرات یہ ہیں:۔

۱۔ خواجہ باقی قادری رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ درونِ قلعہ کے ساکن تھے اور وہ راقم الحروف کے ملاقات کرنے کے وقت نوّے سال کے قریب عمر رکھتے تھے۔ وہ نہایت مرتاض اور مغلوب الحال تھے۔ اسی طرح زندگی بسر کرتے ہوئے آنجنابؒ نے ۱۱۷۴ھ میں وفات پائی ہے۔

۲۔ شیخ مومن سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ پوّت گام پوری تھے۔ وہ بھی ایک بزرگ صاحب کشائش اور صاحب حالات تھے جب وفات کی تو پوّت گام پور میں آسودہ ہوگئے۔

Marfat.com

۳۔ خواجہ مؤمن اسلام آبادی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ صاحب جذبہ اور صاحب استغراق تھے۔

۴۔ ظفر بابائے ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ حضرت شاہ قاسم حقانی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے۔ وہ ایک ایسے بزرگ تھے جو نیک بیش، مضبوط الاوقات، صاحب تمکین، موفق بعبادات اور ارباب دولت کی صحبت سے دور و نافر تھے وہ اسی کے ساتھ نہایت استغنیٰ اور اطمینان رکھتے تھے۔

۵۔ بودی شیخ رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ بھی ایک بزرگ تھے مرتاض اور مستقیم تھے۔ وہ شیخ یعقوب سہروردی کے مریدوں میں سے تھے۔ ان حضرات کے علاوہ علماء و حفاظ بھی بکثرت اور مشہور تھے۔ جن میں:۔ ذیل کے تین حضرات نہایت مشہور تھے۔

۱۔ حافظ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ جمالتہ میں رہنے والے تھے اور ایک بزرگ عالم باعمل تھے۔

۲۔ ملا ابوالحسن قاضی رحمتہ اللہ علیہ:۔ آنجنابؒ کاوہ ڈارہ کے ساکن تھے۔ وہ ملا محمد امین قاضی علیہ الرحمہ کے خلف تھے اور وہ دونوں عالم و فاضل متورع بزرگ ستر سال کی عمر تک پہنچے تھے، انہوں نے علم و عمل کا مکمل لذت چکھا تھا، وہ علم دین کے ساتھ تبلیغ و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

Marfat.com

۳۔ ملّا ابوالحسن نونو رحمۃ اللہ علیہ: آنجناب بلبل لنگر کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک بزرگ حافظ تھے۔ اس کے علاوہ وہ صاحب طبع اور جزئیات کے بھی جامع تھے۔ علیھم رحمۃ اللہ تعالیٰ

یہاں ان اولیاء کرام کی ذکرِ خیر کی گئی ہے جو حضرت اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمہ کے مبارک عہد میں گلشن کشمیر کی دلکش سرزمین میں پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ حضرت عالمگیرؒ کا عہد طویل ہے اور اس میں یہاں بے شمار اولیاء کرام، علماء اور مشائخ اٹھے ہیں اس لئے اس عہد کو ہم نے تاریخ متذکرہ کی ترتیب کے مطابق دس دس سالوں میں بانٹ لیا ہے۔ اور ہر دس سال میں جتنے اولیاء اللہ تعالیٰ چمن پیرائے گلشن ہوئے ہیں ان کو اسی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اب عالمگیر ثانی یعنے محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد کے اولیاء کرام کی ذکر خیر ہوگی۔ یہ عہد نہایت قلیل یعنے صرف چند ماہ کا تھا۔ لیکن اس میں نہایت مشہور اور بڑے بڑے اولیاء اللہ یہاں پیدا ہوئے ہیں، جن میں شیخ محمد مراد نقشبندی، مرزا کامل بیگ اور حضرت شیخ محمد چشتی علیہم الرحمہ قابل ذکر و فکر حضرات ہیں۔

Marfat.com

۴۳

عہد فرخ سیر کے اولیاء اللہ

۱۔ مُلا عنایت اللہ شال رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب ؒ نے فضلائے وقت سے تلمذ کیا تھا۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ مُلا ابوالفتح کلو اور مُلا عبدالرشید زرگر علیہما الرّحمۃ قابل ذکر ہیں۔ حضرت خواجہ حیدر چرخی ؒ کے مدرسے میں ان کے بعض فرزندوں سے بھی کسب علوم فرمایا تھا۔ اور پھر تھوڑے ہی دنوں میں اپنے اقران پر فائق ہو گئے تھے۔ علم حدیث و حفظ طرق اور ان کے اسانید میں لاسیما صحیح بخاری شریف کے درس دینے میں بے نظیر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بخاری شریف کا درس اوّل سے آخر تک چھپیس بار دیا تھا وہ کافی متقی اور متورع تھے اور علم التقویٰ کے ساتھ کلی طور پر رغبت رکھتے تھے۔ وہ اکثر زہد و توکل کے ساتھ گزر رہے تھے۔ حضرت میاں صبغتہ اللہ سرہندی فاروقی علیہ الرّحمہ کی جناب میں وہ اس طریقے میں داخل ہو گئے تھے اور ان کی توجہ بھی حاصل کی تھی، وہ پہلی ہی صحبت میں تاثر قلبی میں پہونچ گئے تھے۔ پھر وہ "نومسجد" میں جو کہ جامع ہے، وعظ دیا کرتے تھے۔ وہ خانقاہِ معلی کے سامنے ہے۔ جمعہ کے روز اشتغال کرتے تھے اور طبع بھی موزوں رکھتے تھے۔ وہ صوفیانہ و دردمندانہ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ انہوں نے آخر [68] اشعار

Marfat.com

سال کی عمر میں وفات پائی تھی وہ ماہ شعبان ۱۱۷۵ھ تھا، رحمۃ اللہ علیہ۔

۲۔ حافظ حسن اعمیٰ رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب گاؤں سے شہر آئے تھے اور بلچھر میں حضرت سیدنا وسندنا بابا محمد امین علیہ الرحمہ اویسی کے آستانہ کے قریب سکونت فرماتے تھے۔ اولاً در جناب حضرت میر علی قادری علیہ الرحمہ کے مرید ہو گئے تھے ہو گئے تھے اور ان سے تعلیم کا اخذ کیا تھا۔ ثانیاً بخدمت حضرت آخوند ملا نازک نقشبندی علیہ الرحمہ سے نسبت معنوی پائی تھی، اور پھر استقامت و ورع سے عمر گزاری تھی، عذرِ چشم و ضعفِ پیری کے عذر کے باوجود اکثر خمس اوقات مسجد میں ہی ادا کرتے تھے۔ اہل روزگار کے گھروں میں ہرگز نہ جاتے اور تقویٰ و ورع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اس طرح شب و روز عبادات میں اپنا وقت گزارنا ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ نوّے سال کے قریب عمر پائی اور پھر ۱۱۲۵ھ میں اس جہانِ بے اعتبار سے زندگی کا رحلتِ سفر دار القرار میں لے گیا۔

۳۔ میر ابوالفتح قادری رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب "شادی پوریوں" کے خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے وہ ایک قبیلہ ہے جو کشمیری تاجروں کے اول درجے میں شامل ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت میر علی محمد قادری رح کی صبیہ صفیہ تھیں۔ چونکہ میر مذکور کو کوئی اولادِ نرینہ نہ تھا۔ اس لئے ان ہی کو متبنیٰ بنا لیا

Marfat.com

تھا اور پھر ان کی ظاہری و باطنی تربیت بھی کی تھی۔ علم وادب اور ورع و تقویٰ کی تعلیم دی۔ "شاہ جہاں آباد" کی حرکت کے وقت وہ پندرہ۱۵ سال کے تھے تو قائم مقام کر دیئے گئے تھے۔ دہلی سے مراجعت کے بعد ایک بار پھر ان کی تربیت پر کمر بستہ ہو گئے تھے اور رحلت کے وقت اقران کے مخالفت کے باوجود بھی انہوں نے ان ہی کو اپنی جگہ پر بٹھا دیا تھا۔ اس کے بعد میر مسطور نے کمال تمکین، تقویٰ اور خانہ نشینی کا ظہور کیا۔ جب تک وہ زندہ تھے فضل اور تقویٰ کے ساتھ آراستہ تھے۔ انہوں نے اکثر اولاد کو تحصیلِ علم اور تلقین تقویٰ کی طرف راغب کیا تھا۔ ان کو بھی فضیلت اور افادت کے رتبے تک پہنچا دیا تھا۔ آخر ۵ شعبان ۱۱۷۵ھ میں رحلت کی اور اپنے مسکن کے جوار میں ہی آسودہ ہو گئے تھے۔ ۔

۴۔ سلطان میر جیو رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب حضرت شیخ نور محمد پروانہ علیہ الرحمہ کے برادر زادہ تھے۔ پھر ان ہی کی خدمت میں رہ کر باطنی تربیت بھی پائی تھی، وہ جوانی میں ہی ریاضات اور عبادات کے باوجود تحصیل علم بھی کیا کرتے تھے اور فقہ و حدیث میں واقفیت پیدا کی تھی۔ حضرت شیخ پروانہ" کے وفات کے بعد مسندِ خلافت پہ بیٹھ گئے۔ پھر ساری عمر غربت، تقویٰ، آزادگی اور بے رنگی کے ساتھ بسر فرمائی تھی۔ انہوں نے خود کو قلم و قدم سے لوگوں کے لئے وقف کر رکھا تھا جب

Marfat.com

تک زندہ تھے تواضع، تشرع اور نیستی کے ساتھ چل رہے تھے حضرت میاں محمد امین ڈارؒ نے اپنے ملفوظات میں لکھا ہے: کہ "سلطان میرؒ سے فنا کی بو آتی تھی۔" انہوں نے آخر ۱۱۲۵ھ میں رحلت پاکر آخرت کو پسند کیا تھا۔ ؎

۵۔ حکیم عنایت اللہ کانی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حافظ محمد شریف طبیب علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے جن کی ذکر ہو چکی ہے۔ انہوں نے ضروری علم کی تحصیل کر کے فن طبابت میں بھی سرگرمی سے کام کیا تھا، اور پھر تھوڑے ہی وقت میں کافی مہارت پیدا کی تھی۔ وہ عجیب حذاقت رکھتے۔ اسی طرح علوم غریبہ، خصوصاً رمل و شانہ میں کامل تھے۔ ان علوم کے نتائج میں ان سے عجیب و غریب حکایات، آثار اور تخرات وغیرہ منقول ہیں۔

ایک روز راقم حروف مرشدی مرادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ محمد طاہر گنت نے آکر بتایا کہ حکیم عنایت اللہ کھویہامی دو سو پیادوں کے ساتھ وارد ہو گئے ہیں، انہوں نے میرے سامنے ایک بھیڑ کا شانہ صاف کیا اور پھر اس کا ملاحظہ فرمایا۔ پھر کہا، کہ "اس شانہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے شہر فوراً لوٹ جانا ہے۔ اہل مجلس میں سے ایک گھوڑے سے گرے گا، موسلا دھار بارش ہو گی اور شہر میں ایک بڑا آدمی مرجائے گا۔" (یہ چاروں باتیں اس طرح صحیح ثابت ہوئیں کہ) اسی دن ظہر کی نماز کے بعد جلودار حکیم کو ڈھونڈنے آئے اور کہا

Marfat.com

کہ صوبہ دار جعفر خان سخت بیمار ہے۔ خبر سنتے ہی وہ گھوڑے پر بیٹھ گئے اور سخت بارش شروع ہو گئی تو خود حکیم ہی گھوڑے سے گر پڑا، شہر پہونچے تو جعفر خان مر چکا تھا۔" طبابت میں حکیم کے کمالات بہت زیادہ ہیں۔ وہ حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت بھی رکھتے تھے آخر ۱۱۲۵ھ میں خناق کے مرض نے ان کو یہاں سے نکالا تھا۔

۶۔ حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب کا عرف راؤ تھا۔ اور انہوں نے بچپن میں ہی خدا طلبی کا توفیق پایا تھا۔ وہ چار ہی سال کے تھے کہ فاتحہ کی ایک تقریب پر مکتب نشینی کے وقت حضرت مولانا جرخی علیہ الرحمہ کی نظر میں آئے اور تحصیل علوم، اداب شرعیہ اور عبادات کے ساتھ موفق ہو گئے تھے تعلیم کے تقریب کی دروازے پہلے وہ نوکری بھی کرتے تھے۔ جب ان کو طلب کا جاذبہ بہم پہونچا۔ تو شیخ علی محمد چشتی ؒ کی خدمت میں پہونچ گئے تھے اور وہاں تقید تامہ و کامل استقامت کیا، توفیق کا قدم محکم جایا اور جذبۂ سلوک کے میدان میں آگے بڑھ گئے تھے۔ وہ توکل، استقامت، کثرت عبادت، کمال ریاضت اور تصانیف مفیدہ میں ضرب المثل بن گئے تھے مگر اسی اثنا میں عیال کے زیر بار آئے۔ اپنے قدیم وضع کو نہ چھوڑا۔ شہرت، خود نمائی اور دنیا دوستی کے ساتھ کوئی علاقہ نہ رکھتے۔ وہ علیہ چشتیہ کے طریقہ پر ذکر جہر کے عامل تھے بعض لوگ۔ ان کی باطنی تعلیم سے بھی مستفید ہوتے رہے۔ ان کے

Marfat.com

انوار فنا و بقا اور آثار ولایت و ہدا کے دیدار نور بار سے لوگ سرشار ہوتے تھے۔ الحق کہ وہ مظہر حقایق اسرار اور مطلع دقایق انوار تھے۔ شدید ورع و تقویٰ کے باوجود وہ درد درونی سے قرار نہیں پکڑتے تھے۔ جب ان کی عمر اسی سال سے تجاوز کر گئی تھی، تو ۱۶ شوال ۱۲۲۶ھ کو رحلت فرمائی تھی۔ راقم حروف بھی اسی دن ان کی زیارت و عیادت سے مشرف ہو گیا تھا۔ فاتحہ اور خاص نظر سے مفتخر ہوا ہوں، وہ اس وقت کے اکابر علماء اور حق شناس عرفاء میں ریاضت و تقویٰ، معارف و ضبط اوقات اور کثرت عبادات کے لحاظ سے اپنے اقران میں کلی امتیاز رکھتے تھے۔ اپنے پیچھے صالح فرزند اور طالب حق چھوڑے ہیں۔ اپنے ہی گھر میں مدفن قرار دیا تھا۔ جہاں وہ آسودہ ہیں۔

۷۔ حضرت قاضی دولت شاہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب حسینی بخاری تھے۔ جو حضرات آنشان کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کا مولد و مسقط راس سیرام تھا جو بلاد روس میں پڑتا ہے۔ چونکہ انہوں نے بخارا شریف میں نشو و نما پایا تھا اس لئے بخاری کہلائے۔ اثنائے تحصیل علوم سیدنا و سندنا جناب حضرت مولانا میر محمد شریف البخاری البحکینی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے تھے اور ان سے ظاہری و باطنی تربیت پائی تھی، پھر صوری و معنوی کمالات سے فائز ہو گئے تھے۔ وہ ظاہری علم کے مرتبے اور باطنی ارشاد کی

Marfat.com

خلافت پر سرفراز ہو گئے تھے، اور اپنے اقران پر ممتاز ہوئے تھے انہوں نے اپنی پوری عمر ولایات ماوراء النہر اور حدود ترکستان میں طالبوں کے افادہ و افاضہ میں گزاری اور ہر جگہ فیوض و معانی کو نشر فرمایا تھا۔ آخری عمر میں ترکستان سے نکلے اور حرمین شریفین کا ارادہ کیا تھا، پھر کاشغر کی راہ سے سفر کیا اور ۱۰۲۴ھ کے اواخر میں بلدۂ کشمیر کو اپنے قدوم مبارک سے مزین فرمایا تھا۔ شہر میں تین سال سے زیادہ مدت تک تربیت کی لو کو لہرا رکھا اور اہل علم کی ایک کثیر تعداد ان کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جو اُن کے انظار تمام انوار سے بہرہ یاب ہو رہے تھے۔ آخر الامر بیت اللہ شریف کی طواف کی غرض سے ہندوستان کی راہ لی، مگر جب دہلی میں پہونچے تو بعض علماء کے التماس پر کچھ وقت کیلئے وہیں رک گئے۔ اسی اثناء میں ان کو اجل کا قاصد آیا اور اس نے انہیں اصل منزل تک پہونچا دیا تھا۔ یہ ۱۰۲۶ھ کا ۱۵ ر شعبان تھا بمصداق آیۂ کریمہ: وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ، ہوا۔ وہ حج و زیارت سے فیضیاب ہو گئے تھے۔

للہ الحمد کہ راقم الحروف ان کے دیدار فائض الانوار سے مکرر سعادت مند ہوا اور ان کی خاص صحبت حاصل ہوتی رہی: اَللّٰهُمَّ ارزقنا من برکاته وارفع درجاته"

کہا جا سکتا ہے کہ آنجناب نے ہی طریقۂ علیہ جلیلہ نسویہ کو کشمیر

میں لایا تھا۔ اور پھر اس طریقہ کو یہاں رائج کیا تھا۔

۸۔ حضرت شیخ محمد مراد نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ:-

آنجناب ملا محمد باہر مفتی کے خلف کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے علوم معقولات و منقولات میں سے ضروری اجزا کا وافر حصہ حاصل کیا تھا۔ پھر کمال عنفوانِ جوانی میں خدا طلبی اور ذوقِ معرفتِ سبحانی کی طرف بڑھے اور اسے حاصل کیا۔ مرشد کے پاس آنے سے قبل دو سال تک جان توڑ عبادت کی تھی۔ جب ان کی کشش اور طلب نے حضرت ایشان مرشد عالی میاں شیخ عبدالاحد سرہندی فاروقی علیہ الرحمۃ نے کشمیر کو اپنے قدوم مبارکہ سے مزین فرمایا تھا تو وہ ان کی ملازمت میں آکر انابت اور طریقت کے لوازم کی تحصیل کے بعد دُنیا کے اشغال سے ہی منہ موڑ گیا تھا۔ غنائے صوری کے باوجود کثرت علایق اٹھا کر رکھ دیئے جب سرہند گئے تو وہاں مرشد بزرگوار کی خدمت میں چند مدت گزاری، اور زوائد و فوائد حاصل کئے تھے پھر آنجناب کی اجازت سے ارشاد کے ساتھ کشمیر لوٹ آئے۔ تین چار سال کے بعد پھر مرشد کے پاس چلے گئے اور ان کو شاہجہان آباد میں پالیا تھا۔ حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبندی جو حرمین سے آرہے تھے کی خدمت میں مرشد کی وساطت سے بہرہ حاصل کیا اور ایک سال سے زیادہ ان کی خدمت میں رہے پھر واپس کشمیر آئے۔ اس مرتبہ ترک خان مان کر کے برلب جوئبار مسجد معروف بہ "پنجہ مار" میں انزوا فرمایا تھا اور تقریباً چودہ سال اسی حال میں گزارے تھے

Marfat.com

پھر مرشد پاک سے طلبی آئی اور وہ کثرت علائق، شدید عوائق، حدوث آفات و محن، دور متاعب و فتن کے باوجود سرہند کو روانہ ہو گئے تھے اور جناب کی خدمت میں شاہ جہاں آباد میں پہونچے، ایک مدت ان کی صحبت میں گزاری۔ اس مرتبہ وہ خاندانِ احمدیہ کے خاص کمالات سے فائز ہو گئے تھے اور پھر ہزاروں عطیات و عنایات پروردگار کے ساتھ کشمیر کی طرف توجہ فرمائی تھی۔ حضرت مرشد کامل کی اجازت سے ارشاد نقشبندیہ قادریہ طریقہ پر جاری کی تھی۔ قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ محمد رضاؒ جنہوں نے ان دنوں کشمیر کو اپنے قدوم مبارکہ سے رشکِ جنّت بنایا تھا، کی خدمت میں بہرہ حاصل کیا تھا۔ اس سے کبرویّہ، سہروردیّہ اور چشتیّہ طریقوں کی اجازت پائی۔ اس دن سے آخری عمر تک وہ صبر و قناعت سے جادۂ شریعت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور سنّت نبویہ پر استوار اور محکم ہو گئے۔ شب و روز عبادتِ خدا اور پیاسوں کی آبیاری کر کے وہ خوش ہوتے اور اس بحر ناپیدا کنار میں لوگوں کی خدمت کے بغیر اور کوئی کام نہ رکھتے تھے۔ وہ طالب کے طالب تھے۔ اگر کسی درویش کی بو بھی سونگھتے تو ان کو دیکھنے جاتے تھے۔ کمال فراغت اور خوشحالی کے باوجود سوز و گداز میں رہتے تھے۔ سیاہ راتوں کو دن چڑھے تک سینہ افروز آہوں اور جگر سوز نالوں میں گزارتے تھے۔ ان کے آثار اکثر ان کے اصحاب میں سرایت کرتی تھی۔ ایک جماعت کثیر اور جم غفیر نے ان کی فیض نوال سے خوشحالی

Marfat.com

پائی تھی، یہاں تک کہ بعض عورتیں بھی جذبہ میں آگئیں اور وہ کمال کے وقت بہ احتیاط رکھتی تھیں۔ آخری وقت تک اپنے ہاتھ سے کشید تفقد اور دوستوں کی غمخواری ہر امور میں کیا کرتے اور والدین سے بھی زیادہ مشفق تھے، وہ اکثر محتاج اور قرضدار ہوتے تھے، مداخل میں کبھی سیری اور وسعت کا منہ نہ دیکھا تھا اور اس باب میں وہ محفوظان الٰہی میں سے تھے۔ اس گناہگار نے بھی سعی کی تھی کہ سرکاری پادشاہی سے تین سو روپیہ ان کے طلب کے عوض جو صرف چار ٹنکے روزینہ رکھتے تھے، اکٹھے لیا تھا اور آنجناب نے بھی اسے ادائے قرض کے لئے اہتمام کیا تھا اور وصول کیا، مگر پوری زندگی میں بھی آنجناب کی سعی پوری نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ چشم از دار جہان موند لیں اور زر مذکور نہ پہونچا۔ وہ اپنے پیروں کی تئیں قربان ہونے میں فدویت کی حد تک تھے۔ آنجناب سے میں نے دیکھا ہے ایسا دوسرے مشائخ سے میں نے کبھی نہیں پایا تھا۔ وہ حضرات کے محبت سے سوختہ تھے اور اس باب میں عبرت کی حد تک کارفرما تھے۔ آخری ایام میں پیری کی ضعف کے باوجود تہجد میں ہزار آیتیں پڑھتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد حلقۂ سکوت میں بلاناغہ کرتے تھے۔ ان کے حاضرین میں کبھی کبھی چالیس سے زیادہ حضرات جمع ہوا کرتے تھے مگر بعض اوقات ایک سو سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اشراق کے بعد جو نماز تسبیح پڑھتے وہ نہایت لمبی ہوتی تھی۔ پھر ان دوستوں کی طرف توجہ فرماتے جو حاضر ہوا کرتے تھے، ان سے فرداً فرداً توجہ

Marfat.com

کرتے پھر تلاوت کرکے تکرار سے کلمۂ طیبہ پڑھتے تھے، شب و روز کے تمام اوقات اسی دستور کے مطابق تعین فرماتے تھے اور عبادات مخصوصہ میں رات دن بسر فرماتے تھے، جس کے بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔ صحرا میں، سفر میں، حضر میں غرض کسی بھی جگہ ان امور سے توقف نہیں کرتے تھے۔ میں نے آنجناب کے حالات "رسالہ فیض مراد" میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ انہوں نے ۱۷ ماہ رجب ۱۱۳۱ھ[1] میں چہارشنبہ کو رحلت فرمائی تھی، جبکہ ان کی عمر پچھتر سال تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل معالی القرب مثواہ۔ ان کے تاریخ وصال کو بعض دوستوں نے طرح طرح سے نثر اور نظم میں لکھا ہے۔ اس فقیر نے ۵۷ تاریخیں موزون، منثور عربی اور فارسی میں لکھے ہیں جو بے نقط اور بانقط ہیں اور وہ سب رسالۂ فیض مراد میں ہیں۔ یہاں ایک نظم کا آخری شعر یہ ہے:

گفت تاریخِ وصل او اعظم
وارثِ کاملِ رسول اللہ صلعم

۹۔ ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ:۔ (ان کا نام تاریخ میں مفقود ہے[1])

آنجناب بخارا شریف کے سادات میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت مولانا و مرشدنا سید شریف کجکینی علیہ الرحمہ کی خدمت میں تلمذ کیا تھا۔ وہ ہندوستان آئے اور میاں عبدالنبی نقشبندی علیہ الرحمہ کی خدمت باسعادت میں رہے تھے جو "سیام چوراسی" کے رہنے

ے : شاید کتابت کے وقت رہ گیا ہو۔

Marfat.com

والے تھے اور ایک نہایت بلند ہمت بزرگ اور ہندوستان کے مشائخوں میں یگانہ اور ممتاز تھے، سے راہ باطن کا سلوک حاصل کیا۔ وہ آثار سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور تقید اطوار شریعت کے تتبع میں عجیب صلابت۔ اور تندی رکھتے تھے۔ عہدِ فرخ سیر کے اوایل میں کشمیر میں وارد ہوئے تھے تو طالب علموں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں باریاب ہوگئی تھی، جن میں اکثر علوم دقیقہ کے تدریس میں سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے ۱۱۲۰ھ میں رحلت فرمائی تھی اور بہ سرزمین کشمیر ہیں در محلہ کوٹہ پورہ' جہاں کہ سکونت کرتے تھے آسودہ ہوگئے۔ رحمتہ اللہ علیہ ۔

۱۰۱۔ شیخ اکمل الدین محمد کامل رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب رح مرزا کامل بیگ خان بدخشی علیہ الرحمہ کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ سلطان خواجہ احمد یسویہ علیہ الرحمہ کے اولاد میں سے تھے، ان کا جدّ تاشقند سے آیا تھا اور بدخشاں میں متوطن ہوگئے تھے۔ اسی لئے ان کو اب بدخشی کہتے ہیں۔ وہ اکبر بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے تھے اور یہاں نوکری اختیار کی تھی۔ چند مدت تک کشمیر کے ناظم بھی رہ چکے تھے اور ان کا خطاب "ملک محمد خان" تھا۔ ان کے والد ماجد عادل خان نے بچپن میں ہی داغ مفارقت دی تو وہ عہد طفولیت ہیں ہی خواجہ حبیب اللہ رح کے منظور نظر ہوگئے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں آنجناب رح سے انابت

Marfat.com

کا شرف پایا۔ پھر مجاہدہ پر مضبوطی سے کمر کس لیا تھا۔ شاہی نوکری چھوڑ دی اور فقر و قناعت کے گوشے میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد مرشد بزرگوار کی فدویت مال و جان سے انجام دی تھی تو بزرگوں کے مرتبے پر پہونچ گئے۔ پچیس^25 سال کی عمر میں آنجناب کے خلیفہ بن گئے تھے اور طریقہ علیہ کے ارشاد پر تمکین فرمایا تھا۔ ان کے قلبِ حق منزل سے معارف و معانی کا چشمہ پھوٹ پڑا انہوں نے شیخ بزرگوار فریدالدین عطّار اور مولوی معنوی علیہما الرّحمہ کے تتبع میں "جواہر الاسرار" کو منصۂ اظہار پر لایا تھا۔ چونکہ ان کا طبع موزون تھا اس لئے عارفانہ اشعار لکھا کرتے تھے۔ ان کی کتاب "بحر العرفان" معارف کی جامع ہے۔ جو چار جلدوں میں مرتب و مکمل ہوئی ہے۔ اس کے بغیر بھی ان سے معارف موزون ہوئے ہیں۔ ان کے قصیدہ مسمّٰی بہ "مخبر الاسرار" میں چند بیت یوں ہیں

چوں بدیدم دو جہاں را کہ سواد الوجہند
چشم پوشیدم و بر ہر دو نظر بکشادم
کاشکے سر ہر مویم بہ تنم جان بودے
کہ اندریں راہ بشکرانہ آں میدادم

(…)

چونکہ راقم الحروف کی جدۂ والدہ ان کے پیر بزرگوار کی عقد میں تھیں، اس لئے میرا جدِ مادری خاندان ان کے ساتھ خاص ارادت رکھتا تھا۔ بچپن میں انہوں نے راقم پر بھی نظرِ عنایت والتفات کی۔ حضرت مرادی مرشدی کے واقعہ کے پانچ ماہ بعد مجھے ملازمت

Marfat.com

کے ساتھ ان کی ملازمت میسر ہو گئی تھی اور میں الطاف مخصوصہ کا مورد ہوا تھا۔ جس سے میں نے امتیاز کے ساتھ ان سے ایک صحبت پائی تھی اور خلوت و جلوت میں آں مظہر کمالات کے بعض عنایات سے مخصوص ہوا تھا۔ بہترویں سال کے اوایل میں آنجناب کے امراض بدنی لاحق ہوتے شروع ہو گئے تھے۔ اس اشتدادِ مرض میں بھی کمال بے پروائی اور شکیبائی رکھتے تھے۔ آخر ۲۹، ذی الحجہ ۱۱۲۱ھ حبس بول کے مرض سے' جو کہ دوسرے امراض کے لئے بھی منجر تھا، خدائے لایزال کے وصال سے فائز ہو گیا تھا۔ احقر الانام نے ان کا تاریخ وصال یہ پایا:

ز عالم پیر کامل رفت و گفتم

ان حضرات متذکرہ کے علاوہ دوسرے چند اصحاب حال و ارباب علم بھی اس وقت منصہ ظہور پر تھے۔ ان سب کی ذکر موجب طوالت ہو گی۔ ان میں بہت سے حضرات مشہور تھے، مثلاً:۔

۱۔ شیخ داؤد اسلام آبادی رح ایک بزرگ تھے۔ عالم اور متورع کامل۔ علیہ الرحمہ

۲۔ ملا محمد باقی صاحب علیہ الرحمہ ایک سہروردی بزرگ تھے۔

۳۔ شیخ حبیب اللہ کاسرے علیہ الرحمہ ایک متقی بزرگ تھے۔

۴۔ شاہ افضل چشتی علیہ الرحمہ بلاسپوری، مارک عارف تھے۔ و اکثر کتاب اللہ کی کتابت کرتے تھے۔

۵۔ ملا عبدالرشید داور و قادری علیہ الرحمہ ساکن درون قلعہ۔

Marfat.com

۶۔ اسماعیل بائی صاحب امداکدلی علیہ الرحمہ۔

۷۔ حضرت میر ضیاء الدین نعیم علیہ الرحمہ، ایک عالم باعمل تھے متورع، متشرع اور متوکل تھے۔ صاحب تمکین، مروج دین، معاملات میں محتاط اور ماکولات میں احتیاط کرتے تھے۔

۸۔ حافظ شاہ محمد قادری علیہ الرحمہ ایک بزرگ جو امدا کدل کے رہنے والے تھے وہ بھی متورع، متوکل اور قرآن مجید کے خادم خاص تھے

۹۔ خواجہ عبداللہ پنو کبروی علیہ الرحمہ ایک بزرگ تھے جو تارکِ دنیا اور متورع تھے۔ وہ موضع "ہنی واری" کے رہنے والے تھے۔

۱۰۔ خواجہ محمد سعید نقشبندی علیہ الرحمہ ایک بزرگ تھے جو بابا شاہ مسافرؒ کے خلیفوں میں سے تھے۔ اور جو مولانا زاہد چشتیؒ کی اولاد امجاد میں سے تھے

۱۱۔ میر محمد مراد پوشہ ٹنکو کبرویؒ علیہ الرحمہ۔ ۱۲۔

۱۲۔ بابا حاتم گوجاری کبروی علیہ الرحمہ۔

۱۳۔ خواجہ صادق مانتجو قادری علیہ الرحمہ جو عبدالرحیم مانتجوؒ کے بھائی تھے۔

۱۴۔ خواجہ محمد مؤمن مانتجو علیہ الرحمہ بھی ان کے دوسرے بھائی تھے۔

۱۵۔ شیخ حمزہ ریشی سہروردی علیہ الرحمہ۔

۱۶۔ عابد ہا صحہ ملی علیہ الرحمہ سہروردی بزرگ تھے۔

۱۷۔ میر عبداللہ قاضی علیہ الرحمہ ساکن پل و دیارن۔

۱۸۔ شیخ داؤد چشتی علیہ الرحمہ ایک بزرگ تھے وہ جان محمد ہاشمؒ کے خلیفہ اور برادر زادہ تھے وہ ایک بزرگ تھے، آزاد، فصیح، صاحب ترک کل اور تمام بشاشت سے عاری تھے۔

Marfat.com

۴۴

اس عہد کے مزید علماء، شعراء اور ہنر مند وغیرہ

۱۔ مولانا و استاذنا ملّا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب ؒ ایک ایسے تحریر روزگار تھے کہ پروردگار کی صفت کا عجوبہ لگتے۔ حدت ذہن اور دقت طبع، جودت ادراک اور سرعت فہم نیز شدت ذکا میں عدیم النظیر تھے۔ وہ علوم معقولہ کے فنون، ریاضی اور اقسام کمالات میں ایک عالم غریب تھے۔ خط و انشاء میں وہ حظ وافر رکھتے تھے۔ اگرچہ وہ استعداد خداداد کی وجہ سے ہر ایک کے لئے خوشبودار پھول بن گئے تھے، اور طالب ذوق و شوق سے کسب کمال کے لئے ان کی طرف دوڑ رہے تھے۔ فحول دانشمندان وقت میں سے کیا تورانی و کیا ایرانی، جو اس زمانے میں اس شہر میں وارد ہوئے تھے۔ اسی طرح کشمیر کے لوگوں میں سے جو اس وقت مسند افادہ پر زینت بخش تھے ان سب نے ان سے علم و ادب کا بہرہ حاصل کر لیا تھا، لیکن اکثر حالات میں اپنے انتساب کا اظہار مولانا محمد محسن کشو علیہ الرحمۃ، جن کا ذکر ہو چکا ہے کی جناب سے کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی اکثر عمر قناعت اور توکل سے گزاری۔ وہ صبح سے شام تک بلکہ کچھ رات میں بھی درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، اور ایک عالم کو اپنے فیض و صحبت سے بہرہ اندوز کر دیا تھا، ان کے تلامذہ بلکہ حاضرین مجلس میں سے

Marfat.com

بھی کوئی کم ہی کوئی ہوگا جو اس فیض سے محروم رہا ہوگا۔ اور تعلیم مدرسہ بھی آنجناب کی برکت سے خالی نہ تھے، بلکہ اس میں کافی زیادہ برکت تھی۔ اس کے علاوہ آنجناب کا حسن خلق اور لطافت طبع ان کے حاضرین کے لئے ایک اور نعمت تھی۔ پھر بحسب تقدیر در عین گرمی ہنگامۂ افاضہ۔ عامہ وہ اس دیار سے دل برداشتہ ہوئے اور طالب علموں کو بے دل و بے کس چھوڑ دیا تھا، انہوں نے سفر اختیار کیا اور حضور میں جا پہنچے۔ اس کے باوجود کہ فوج میں اس وقت قدردانی کی وجہ سے فرخ سیر بادشاہ کا ایک مجمع تھا، ارباب سیر اور فضلائے باکمال کا، جناب مولوی کے قدوم سے اردوئے میں دوسرا ہی دبدبہ پیش آیا تھا۔ اکثر دانش پژوہوں کو ان کی خدمت میں سرنگوں ہونا پڑا تھا۔ وہ جناب بادشاہ کی طرف سے "عالمگیری" کے ترجمہ کرنے پر مامور ہو گئے تھے کہ اس میں بادشاہ کی شہادت کا حادثہ ہوا تھا۔ راقم الحروف کو بھی کمال بے استعدادی سے اگرچہ اس کی لیاقت نہیں کہ خود کو ان کے تلامذہ میں شمار کرے، تاہم اسقدر فخر کافی ہے کہ جوانی کے آوان میں نفسانی مشاغل کی کثرت کے باوجود تین چار سال ان سے بہرہ اندوز ہو گیا ہوں۔ ان کی اکثر خاصیت صحبت مدرسے میں ہوا کرتی تھی۔ ان کے باقی احوال آئندہ اوراق میں آئے گا۔ ؎

۲- مولانا عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب بھی وقت کے

Marfat.com

فضلائیں میں سے تھے۔ وہ جودت طبع اور حدت ذہن میں امتیاز رکھتے تھے۔ عربی اور فارسی میں کمال کا خط و انشاء بھی رکھتے اور شعر بھی جستہ جستہ کہا کرتے تھے۔ وہ قانع تخلص کرتے تھے۔ تشتت روزگار کی وجہ سے ان کی ذکر لیل و نہار میں بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں شاہ جہان آباد میں پہونچی تھی، مگر انہوں نے دنیاوی تمتع سے کوئی بہرہ نہ اٹھایا بلکہ خواجہ محمد سعید نقشبندی علیہ الرحمہ کی خدمت میں چلے گئے تھے، اور اسی اثنائیں انہوں نے غریبی کی حالت میں شاہ جہان آباد میں ہی رحلت کی تھی۔

۳۔ مولانا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب اس شہر کے نامور سوداگر زادوں میں سے تھے چونکہ ان کے والد ماجد خواجہ ابوالخیر بھی علم سے حظ وافر رکھتے تھے۔ اس لئے وہ اس میدان میں آگے نکل گئے تھے۔ حسن استعداد رکھنے کی وجہ سے وہ بچپن سے تحصیل کمالات کیے ہمت کی رایت بلند کئے ہوئے تھے اور تھوڑے ہی وقت میں اقران کے علمدار بن گئے تھے، علوم معقولہ اور منقولہ میں کامل قدرت حاصل کی تھی۔ ان مناقب کے باوجود بھی وہ کلی طور پر متورع اور متقی تھے۔ وہ حسن اخلاق و عموم اشفاق سے اپنوں اور غیروں کو اسیر فرماتے تھے۔ تدریس نے عین ہنگامہ گرمی میں دنیاوی واردات کی وجہ سے مار ورگی کہاں ان کے پاس جاتے تھے۔ اور آہستہ آہستہ ان کے کمالات کی شہرت امیر الامراء خان دوران

Marfat.com

صمصام الدولہ کے ساتھ ربطِ کلّی بہم پہنچایا اس واسطے سے بھی وہ غریبوں اور محتاجوں کے فیض کا وسیلہ بنا تھا۔ اس کمالات مرتبت کے حسنِ آخرت کی ذکر آئندہ اوراق میں آئے گی۔ ❊

۵۴۔ مُلّا عبد الشکورؒ مُلّا ابو الفیض رحمۃ اللہ علیہما :۔

آنجنابانؒ دونوں بھائی تھے، علوم معقولہ و منقولہ سے بہرہ ور۔ وہ دانشمندی اور دقیقہ شناسی میں شناوران بحر بیکران تھے، تدریس کے دوران غرائب تدقیق کا اظہار کرتے تھے۔ اور عجائب تحقیق کا مظاہرہ دکھاتے تھے، وہ علوم غریبہ میں بھی مثل ہئیت اور اس کے امثال میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انہوں نے مدت العمر قناعت اور خمول میں گزاری تھی اور علوم کے ساتھ اشتغال رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی ہمت افاضہ اور افادہ میں لگا رکھی تھی۔ آخری عمر میں عبد الشکورؒ ایک تردّد میں متہم ہو گئے تھے۔ اور وہ تھی افضلیت حضرتین شیخین بر جناب حضرت شاہ اولیاء خاتم الخلفا علیہم الرضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ لوگوں نے اس کے جوار میں بہانہ جو لوگوں نے ان مذکورات سے علماء میں انتشار پیدا کیا۔ اس فقیر حقیر نے مولوی کے اکثر محرموں سے سنا ہے کہ وہ تہمت محض ایک افترا تھی جو حضرت مولوی کے متعلق کسی بدبخت نے اڑائی تھی اور اس کے سوا اس کی کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ کیونکہ صحیح بخاری شریف کے بعض احادیث جو مشیر بہ فضیلت ہیں، کو بعض نے شبہات کئے تھے۔ مُلّا ابو الفیضؒ نے پہلے قضا کیا تھا، اس کے چند مدت

Marfat.com

بعد ملا عبد الشکور ؒ بھی فرخ سیر کے آخری عہد میں رحلت گزین ہو گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

۶۔ میر نور الدین شارق رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب ؒ ایران کے سادات اور اس ملک کے نجباء میں سے تھے وہ قوام الدین خان کی تقریب پر ہندوستان چلے آئے تھے، اور ایک مدت ان ہی حدود میں گزاری تھی۔ جب ان کے بھائی میر انجی ؒ نے کشمیر میں عہدہ دیوانی پر سرفرازی پائی تھی تو میر نور الدین بھی وارد کشمیر ہو گئے تھے۔ مگر پھر مڑ کر جلد واپس ہندوستان گئے تھے۔

فرخ سیر بادشاہ کے زمانے میں انہوں نے دفتر کی داروغگی اور دفتر کی ہی دیوانگی پائی تھی اور واپس کشمیر آئے۔ اب وہ معمر اور صاحب اطلاق جلیلہ میرزا صائب کی صحبت میں پہونچے اور محمد سعید اشرف اور ان جیسوں کے ساتھ کافی صحبت کی شعر بھی کبھی کبھی ابہام کے طرز پر اور کبھی کبھی خیال بندی کے طریقے پر اور اکثر مستحی کے معنی پر کہہ ڈالتے انہوں نے ایک دیوان مکمل کیا تھا۔ راقم الحروف نے بھی ان کی خدمت میں جا کر شاعری میں بہرہ پایا تھا، انہوں نے ۱۱۲۷ھ میں رحلت فرمائی تھی جبکہ عمر اسی سال سے زیادہ تھی یہ ہیں ایک غزل:

کے دہد شرح دل و دیدہ گریان کاغذ
کے شود بحر سیاہی و بہ پایان کاغذ

Marfat.com

از سخن کام و دہان را چہ حلاوت دادی
شد از طوطی نطقت شکرستان کاغذ

ہم چو طومار من از رشک بخود مے پیچم
چوں فرستم ببرت ایں غنچہ خندان کاغذ

نامہ از سوز دلم کاغذ آتش زدہ است
باشد از خون دل و دیدہ ام افشان کاغذ

قاصد آہ بامید رواں کن شارق !
کہ مگر آورد از نزد عزیزاں کاغذ

۷۔ خواجہ نور اللہ دیوانی رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب شہر کشمیر کے اعیان میں سے تھے۔ انہوں نے علوم تحصیلیہ میں مولویت کا درجہ پایا تھا اور اب تدریس کا شغل کرتے تھے۔ وہ ایک دقیقہ شناس اور حقیقت یاب عالم تھے۔ اس کے علاوہ وہ فنون شعر و انشائ سے بھی بہرہ مند تھے۔ ❊

۸۔ میر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب کشمیر کے نجیب زادوں میں سے تھے اور عنفوان جوانی

Marfat.com

ہیں ہی کسب سخن دانی رکھتے تھے۔ انہوں نے نظم و نثر میں ایک استعداد پیدا کیا تھا اور پھر شکستہ نستعلیق کا ضبط درست کیا تھا۔ سلطان اکبر شاہزادہ کے ملازموں میں انتظام کیا، اور کبھی کبھی مجلس کے کارکنوں کے ارباب انشائ کو بھی درس دیتے تھے جو سرکاری ملازم تھے جب شہزادے نے خروج کا واقعہ کیا اور اُسے ایران کی جانب فرار ہونا پڑا تو میر کمال واپس کشمیر آئے تھے یہاں پر ایک عالم کو خط انشائ سے بہرہ ور کر دیا۔ انہوں نے فاضل خان کے تجویز سے بادشاہ کی غائبانہ نوکری اور جاگیر بھی پایا تھا مگر وہ غایت قناعت میں گزرتے تھے۔ اس میر کمال آئین سے رقعات رنگین با نکات و دلنشین خاص و عام لوگوں کی زبانوں پر تھے (تاریخ میں ان کا ایک واقعہ منقول ہے مگر ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں۔) ان کا وفات ۱۱۳۲-۳۱ھ میں ہوا تھا۔ ان کی ایک رباعی یہ ہے :

ماریکہ مخالف است قول و عملش ٭ بگریز ز لابۂ سراسر دغلش
چوں طفل بشیر ینئیش از راہ مرد
زہر مار است در حقیقت عسلش

۹- خواجہ علی اکبر رحمۃ اللہ علیہ :-

آنجناب خاف اور باورو کے لوگوں میں سے اکابر زادوں کے ساتھ علاقہ رکھتے تھے۔ اور وہ ہرات کے پاس واقع ایک جگہ ہے وہ شاہ عباس ثانی کے اواخر عہد میں ولایت سے ہندوستان کے

Marfat.com

ارادے سے نکلے تھے۔ بعض واردات کی وجہ سے، جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے: کہ ان کی دوسری دفعہ ہندوستان کی طرف مراجعت کرنی پڑی تھی۔ اور پھر بادشاہ کی ملازمت کی سلک میں منسلک ہو گئے تھے، پھر بعض خدمات کی تقریب پر کشمیر بھی آئے تھے ہر چند کہ ان کے اتفاقی سفروں میں کشمیر میں آمد بھی ایک اتفاق ہی تھا۔ لیکن آخر پر وہ یہیں بس گئے تھے۔ اگرچہ وہ ایک صالح اور عبادت گزار بزرگ تھے تاہم طبع بھی موزون رکھتے اور زبان بھی سخنور تھی۔ تاریخ لکھنے میں خوشنویس بھی تھے وہ نظم اور نثر دونوں میں لکھتے تھے۔ ان سے رقعات رنگین اور منشات دلنشین زمانے میں یادگار رہے تھے۔ یہ چند شعر بلا واسطہ راقم کو ان سے ملے مرقوم کرتا ہوں:

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ..٥.. ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شعر

یاد آں روز کہ دل در خمِ گیسوے تو بود
تو تپانے بسرم خاکِ سر کوئے تو بود

دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم
چشمِ ایں چشم کہ از نرگسِ جادوئے تو بود

محو گردیدن و بیخود شدہ افتادن من
اثرے از نگہِ چشم سخن گوئے تو بود

بے سبب رنجہ شدن در نظر انداختنم
ایں چہ لایق ؟ ز تو طبعِ جفا جوئے تو بود

Marfat.com

دل ربود از من و انداخت دگر از نظرم
چشم این چشم کہ از نرگس جادوئے تو بود

ان کی صحبت کے فواید سے دوسرے خواص جو نقلیات اور ان کی مجلس کے تمام ذوقیات پر مشتمل ہے، کو خود معائنہ کیا گیا، وہ اتنے زیادہ ہیں کہ کوئی کہاں تک لکھ سکے؟ انہوں نے ایک با برکت اور با حلاوت عمر پائی جو نوے سال سے زیادہ تھی اسے تمکین اور آسائش کے ساتھ گزاری پھر ۱۱۳۲ھ میں رحلت کی، ان کا مقبرہ اُن کے گھر میں ہے۔ وہ اسی مقبرہ میں دفن ہو گئے جو انہوں نے گھر کے باہر مسجد جیسا بنا رکھا تھا۔ ❖

ایضاً

تا لبِ لعل تو گویا نشود ❖ دہن تنگ تو پیدا نشود
بکشاید گرہ از پیشانی ❖ قطرہ تا واصل دریا نشود
گو دم نوع نہ بنیم رسید ❖ تلخی مرگ گوارا نشود
مردہ را زندہ کند نہ کنی ❖ کار چشمت ز مسیحا نشود
سعی بیہودہ ندارد حاصل ❖ سیل از این نیست کہ دریا نشود
چشم مست تو مرا دادہ شراب ❖ چوں دگر نشہ بالا نشود

Marfat.com

۷۵

محمد شاہ کے عہد کے اولیاء اللہ ...... وغیرہ

ا۔ حضرت میر محمد ہاشم القادری رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب حسباً و نسباً حضرت سیادت مآب قدوۃ المتوعین، شیخ الواصلین، کوہ راسخ عبادت، بحر مواج ہدایت اور صاحب المناقب والمکارم تھے۔ انہوں نے ۱۱۳۵ھ میں غرہ شعبان کو کشمیر میں نزول فرمایا تھا۔ وہ معارف کے بحر بیکران اور طاعات و عبادات کے ایک کوہ مستقیم تھے۔ شب و روز میں دو اور کبھی تین ختم قرآن کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نماز میں بھی ایک ختم کرتے تھے۔ اس طرح لوگوں کے آمد و رفت سے بالکل فارغ تھے اور اپنے خاطر قدسی مناظر کو لوگوں کے نیک و بد کی طرف ہرگز دل نہ لگاتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک، عصر کے بعد مغرب تک بلکہ کبھی کبھی آخر شب تک، اور جمعتہ المبارک کو ذکر جہر میں سرگرم رہتے تھے۔ یہ فقیر عاصی (خواجہ اعظمی) اوائل میں ہی آنجناب کی خدمت میں پہونچ کر مشرف ہو گیا ہے اور انہوں نے بہت سے عنایات فرمائے۔ طریقہ علیہ قادریہ کے خاص فوائد بعض اپنی عنایت بے سابقہ سے اظہار فرمائے اور مرحمت کی۔ چونکہ میں نے آنجناب کے احوال مکمل "ثمرۃ الاشجار" میں لکھے ہیں لہذا یہاں ان ہی کے ایراد میں اسی قدر کہنے پر قانع ہوا ہوں۔ (اب شجرہ)

Marfat.com

آنجناب سیادت و عرفان منزلت میر سیّد محمد گیلانی ؒ کے فرزند اور مرید تھے جو ابن میر سید عبداللہ ؒ ابن میر سیّد احمد ؒ ابن میر سید عمر ؒ ابن میر سیّد ابراہیم ؒ ابن میر سید حسین ؒ ابن میر سید محمد جر مونی ؒ ابن میر سید یوسف ؒ ابن میر سید عبدالرزاق ابن میر سید میمون ؒ ابن میر سید مسعود ؒ ابن میر سیّد محمد ؒ ابن میر سید حسین ؒ ابن میر سید محمد صالح ؒ ابن جناب عالی حضرت غوث الاعظم قطب العالم شیخ السماوات والارضین امام محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے صوری و معنوی نسبت انہی حضرات عالی درجات سے پائی تھی۔ ان کو آخر شب میں تپ کا آزار ہوا۔ ابتداء میں فرمایا کہ ایک چھپر پیدا ہوگا عرض کیا گیا: کہ کس لئے؟ فرمایا کہ اگر کوئی مر جائے تو وہ اس جگہ رہے گا، یہاں تک کہ ایک دن خادم نے ان کے فرزندوں کے مکتوب کے جواب میں استدعا لکھا، جو اکبر آباد میں تھے، تو فرمایا: کہ "لکھو سیّد مر گیا ہے۔" ایام بیماری جو شدت کی تھی، میں ایک روز آسمان کی طرف رُخ کرکے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

انہوں نے تلاوت کو سرعت و تعجیل سے کرنے کی عادت کو ڈالا تھا اس کے بغیر ان کو اور کوئی کام نہ ہوتا تھا، خاص کر زندگی کے آخر روز جبکہ بڑی ہی سرعت میں تھے۔ گویا آخرت کا قصد کیا ہوا تھا اور بہت جلد کام بر جانا چاہتے تھے۔ رحلت کے وقت اسم ذات ارہ اور عزیدگی کے طریقے سے پوری قوت کے ساتھ ان کے سینۂ مبارک سے سنا گیا۔ غسل کے وقت اس عاصی (اعظمی ؒ) کا ہاتھ آنجناب کے شانوں

Marfat.com

تک پہونچا اور وہ تر ہوا۔ تفحص کرنے کے بعد معلوم ہوا بائو نجان کے برابر ایک بڑا ناسور کا پھوڑا تھا جس سے چرک پگھل رہی تھی حاضرین کو سخت تعجب ہوا کہ اتنے مدت میں پھوڑے کی کوئی شکایت ظاہر نہیں کی تھی، جو اتنی صعوبت اور شدت کی تھی۔ گویا آنجناب بھی بزبانِ حال فرماتے تھے: کہ

"گر تیغ بارد در کوئے آں ماہ   گردن نہادیم الحکم اللہ

آخر ۲۷ رشوال کو ہزاروں برکتوں اور جلال و قوت حال کیساتھ ۱۲۳۶ھ وصال فرمایا۔ درویشوں میں ایک بزرگ جو غسل دینے میں شامل تھے، نے کہا: کہ اس ساری رات کو میں نے دیکھا کہ گویا میں حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کو غسل دے رہا ہوں۔ فقیر حقیر نے ان کی تاریخ رحلت یوں کہی:

دیدی اعظم بسر تربت او روز عزا
سوز صد حشر بر ارباب دلاں برپا شد
بدو تاریخ بشدم روز وصالش ملہم
طوطی دل بد مصراع ازاں گویا شد
نور حق ہادی دین میر محمد ہاشم
گوہر علم و یقین میر محمد ہاشم آنجا شد

۲۔ زبدہ اہل ارشاد شیخ محمد مراد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب کشمیر کے نجباء میں سے تھے۔ وہ متو کے لقب سے معروف

Marfat.com

تھے۔ آنجنابؒ نے صغر سنی میں دنیوی اشغال کو ترک کر دیا اور طلب الٰہی میں سفر اختیار کیا وہ مصدر کمالات علیا اور صاحب مقامات قصویٰ میر محمد رضا دہلویؒ علیہ الرحمہ کے پاس پہونچے تھے، جو دہلوی مشائخوں کے مشہور بزرگوں میں سے تھے۔ وہ کمالات صوری و معنوی کے جامع تھے اور حضرت خواجہ خوردؒ جو حضرت خواجہ بیر نگؒ کے فرزند دلبند تھے اور حضرت اویسی المشرب مجدد کے مربی تھے، کی خدمت میں رہ کر کسب فوائد کرنے کے باوجود آنجنابؒ کے پاس پہونچے اور پھر ایک مدت تک ان کی ملازمت کی۔ یہاں تک کہ وہ طریقت کے کمالات پر فائز ہو گئے تھے۔ پھر پیر بزرگوار کے واقعہ کے بعد کشمیر میں آکر انزوا فرمایا اور علایق سے انقطاع کیا، وہ نسبت باطنی کی تقویت میں شب و روز سرگرم ہوتے تھے۔ طالبوں کو تسلیک وارشاد فرمایا کرتے اور خود بہت ہی کم حرکت کرتے تھے۔ آنجنابؒ رسمی علوم سے بھی بہرہ ور تھے اور صوفیانہ مواعظ پر اشعار بھی لکھتے تھے۔ حضرت مرشدی مراد علیہ الرحمہ کے واقعہ کے بعد یہ فقیر (اعظمیؒ) ان کی خدمت میں پہونچے اور تین سال سے زیادہ مدت تک ان کی عنایات سے بہرہ مند ہوتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ فضول بات نہیں کرتے اور ترک التفات پر کاربند اور واحد تھے۔ ضروریات کے بغیر اور استغراق بوجہ اتم بالیقینی اور ہمیشہ مراقبہ میں ہونا ان کو دیگر مشائخ سے ممتاز کرتا تھا۔ میں نے ان کو دوسروں سے ممتاز پایا۔ آنجنابؒ نے چھتر ویں سال ۱۱۴۲ھ کو ماہ شوال میں رحلت فرمائی۔ یہ عبادت وعنایت روز آخر وحضور غسل

Marfat.com

حمل جنازہ ایشان مشرف ہوا ہوں۔ رفع اللہ درجاتہ ورزقنا من برکاتہ ـــ ان کا تاریخ اکابر پایا گیا۔ دوسرا تاریخ جو کسی نے نہ پایا تھا، اس فقیر نے عامل عارف کامل مولانا ابوالفتح کلوؒ کے اشارہ سے جو ان کے قائم مقام ہیں، اس طرح موزون کیا ہے، ؎

شیخ آفاق و مراد عشاق ۔۔ آنکہ سرخیل ولایت بودہ
بود او عین بصیرۃ الحق ۔۔ چشم بر غیر خدا نکشودہ
شد تاریخ وصالش مسموع ۔۔ محرم رازِ خدا او بودہ

۳۔ شیخ عبداللطیف قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

آنجنابؒ ایک عالم عامل اور کامل الواصل الی اللہ ایک بزرگ تھے اور وہ کوسہ کے نام سے مشہور تھے۔ وہ شہر کے نجباء میں سے تھے اور تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے ظاہری علم کا کسب بھی کیا تھا جس سے وہ خوب بہرہ ور تھے۔ پھر جذبۂ الٰہی سے سلوک کی راہ نامتناہی پکڑ لی، پھر معارف دستگاہ شیخ اسماعیل انہوریؒ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے۔ یہ شیخ اسماعیل امی تھے اور ولایت انتباہ خواجہ حبیب اللہؒ کی وساطت سے حضرت میر محمد علی قادریؒ کے ساتھ منسوب ہو گئے تھے۔ لیکن عبادت و ریاضت کے زور سے ان کا درجہ اس حد تک پہونچا تھا کہ رجال باکمال کے زمرے میں شمار ہونے لگے تھے۔ وہ کشفِ کونیہ بھی کافی رکھتے تھے، جہاں لقمہ یا فرش مشتبہ ہوتا تو اس پر غیب سے ہی اطلاع پاتے تھے اور اس

Marfat.com

سے اجتناب کرتے تھے، تو وہ حرام تک کیا پہونچتا ؟ وہ حدود شرعیہ سے سخت احتیاط کرتے۔ اس لحاظ سے مولانا الاعظم خواجہ ابوالفتح قلمی علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئے جو حضرت علامہ ممدوح کے اکابر منسوبوں میں سے تھے اور وہ اکثر اوقات علامہ مذکور کے پاس ہی گزارتے تھے۔ بلکہ حضرت زبدۃ الآخرین شیخ عبدالحق دہلوی رح کی خدمت میں طریقہ قادریہ کے فوائد حاصل کئے تھے۔

شیخ عبداللطیف علیہ الرحمہ نے ترک خانمان کرکے ہمہ تن ہوکر اپنا ظاہر و باطن ریاضت شاقہ پر لگایا اور ترک عادات رسمیہ پر استحکام حد کمال تک پہونچایا تھا۔ آخر بر موضع ابنو تھیل میں سکونت کیا۔ حضرت مرشد مرادی رح ایک تقریب پر وہاں گئے تھے اور یہ فقیر (اعظمی) بھی ان کے ہمرکاب تھا۔ ان کے احوال کے متعلق سُنا اور زیارت بھی کی۔ اس وقت وہ تین چلوں کی نیت سے بیٹھ رہے تھے اور ایک عجیب حالت رکھتے تھے۔ ایک چل چلہ پورے سکون سے گزاری اور ضرورت کے مطابق آیت، حدیث یا مسائل کا جواب بھی دے رہے تھے۔ ان کے بعد حضرت مرشدی مرادی رح گیارہ سال تک زندہ رہے، ایک تقریب پر اتفاق سے اکیتر سال تک آں بزرگوار کے ساتھ مکرر آمد و رفت رہی اور اسی اثنا میں حضرت مرشدی رح کا واقعہ بھی پیش آیا۔ اس کے تین سال بعد بھی آں روشن ضمیر کے پاس جاتا رہا، اس وقت وہ تین چل چلوں سے فراغت پاچکے تھے۔ وہ ایک لمحہ بھی رونے دھونے سے قرار نہیں پکڑتے اور آیۂ کلام پاک، حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا کلام صوفیہ کے

Marfat.com

بغیر کوئی ذکر نہ کرتے تھے۔ فنا، نیستی اور فروتنی ان میں کمال کے درجے تک تھی۔ اس سب کے باوجود انقطاع ستر حال اور بڑے درجے کی تواضع بھی رکھتے تھے، کبھی کبھی اشاروں اور کنایوں میں کشف کو نیہ بھی کر دیتے تھے۔ علی الخصوص رحلت کے زمانے میں ایسی باتیں مکرّر طور پر مشاہدہ کی گئیں۔ یہ فقیر عاصی (خواجہ اعظمیؒ) ان کی مہربانیوں کا بہت زیادہ مورد ہوا ہے اور لبقدر قسمت آنجنابؒ کی صحبت شریف میں رہ کر بھی اخذ فوائد کئے۔ آخرہ ۱۵ شعبان در ۱۱۲۲ھ رحلت گزین ہو گئے۔ ان کا تاریخ وفات "وفات شیخ اکبر" سے ماخوذ ہے۔

۴۔ میر شرف الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ میر ابوالفتح قادری علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند ہیں اور ان کے سب اولاد ذکور میں خورد ترین ہیں۔ انہوں نے عنفوان جوانی میں کمال کامرانی سے طریقت و سلوک کو پیش نظر رکھا تو اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے اور معاملات سے منہ موڑا۔ اپنے والد بزرگوار کی صحبت پانے کے باوجود دوسرے بڑے بڑے بزرگوں سے بھی مستفید ہو گئے۔ حضرت میر ابوالفتحؒ کی وصال کے بعد وہی اسلاف کی خلافت کے مسند پر بیٹھ گئے تو انہوں نے استقامت کے تمام کرامت کو پالیا حسن خلق اور بشاشت وجہ کے باوجود...... عبادات اور ضبط اوقات میں اپنے اقران سے بڑھ گئے تھے ان کا

Marfat.com

دیدار مبارک ان کے باطن کی صفائی کی گواہی دیتی ہے کہ یہ بزرگ صاحبِ دل اور متقی ہیں، خاص کر ان کی ذکر جہر طالب پر ایک عجیب فیض اور حلاوت قلب ظاہر کرتی تھی۔ آنجناب کو ماہ شوال میں آزار ہوا اور راقم الحروف (خواجہ اعظمؒ) جو اُن کی نظر عنایت کا منظور تھا، ان کی عیادت سراسر فیض و برکت سے فائز ہوا تھا۔ وہ خوانندۂ زمزمہ ایک غزل کرتے تھے تو سوز و گداز اور غلبۂ شوق سے گریہ کرتے اور روتے رہتے تھے۔ پھر خدا کے یاد میں رہ کر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے۔ اس کے بعد دوسرے روز ۱۵ شوال کو در ۱۱۲۵ھ کمال خبرداری میں انتقال فرمایا۔

اتفاق حسنہ دیکھئے کہ تاریخ وصال واقعہ میر ابوالفتحؒ اور سال خلافت شرف الدینؒ دونوں کو "خلیفہ شاہ جیلان" کو پایا۔ لہٰذا حضرت میر صاحبؒ یعنی میر شرف الدینؒ کے تاریخ وصال کو یوں پایا: ؎

میر شرف الدین خلیفہ شاہ جیلان

۵۔ شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ:

آنجنابؒ حضرت میر شرف الدینؒ قادری علیہ الرحمہ کے برادر کلاں یعنے بڑے بھائی صاحب تھے۔ انہوں نے وقت کے فحول علماء و فضلائے علم و فضل کی تحصیل کی تھی اور وہ علم معقولہ اور علم منقولہ میں ممتاز عالم بن گئے تھے۔ اس طرح اپنے اقران علماء پر فوقیت

Marfat.com

پائی تھی۔ آخر آنجناب نے در کمالِ جوانی و کامرانی قضا کیا یعنے انتقال فرمایا تھا جبکہ ان کے والد بزرگوار بقیدِ حیات تھے۔ ان کے برادر کلان بھی ایک بزرگ تھے۔ جن کی ذکر احوال اپنی جگہ پر آئے گی۔ ث

۶۔ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ صاحبِ کمال تھے اور ان کے احوال کی اجمال اوراق بالا میں گذر چکے ہیں۔ یعنے ہم نے ان کی کچھ کیفیت پہلے ہی لکھ ڈالی ہے۔ انہوں نے طریقت کے لوازم کا کسب کرنے کے بعد تجرید و تفرید اختیار کیا تھا۔ گویا وہ خلوت میں چلے اور گوشہ نشین ہو گئے پھر تنہا رہ کر بھی اکثر مشہور ملکوں اور شہروں کی سیر کر آئے تھے۔ وہ حرمین شریفین میں بھی چلے گئے تھے اور تقریباً سترہ حج کئے تھے۔ تین بار کشمیر میں تشریف لائے تھے۔ پہلے اس وقت یہاں آئے تھے جب اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت کا آخری دَور تھا۔ دوسری بار اس وقت آئے تھے جب شاہ عالم بہادر کی حکومت کے ابتدائی ایام تھے۔ وہ تقریباً سنہ ۱۱۱۹ھ تھا، اس وقت یہ فقیر الحقیر (یعنے خواجہ اعظمیؒ) اپنے مرشد حضرت شیخ مراد علیہ الرحمہ کی خدمت میں مشغول تھا، اور پھر ان ہی کے ساتھ آنجنابؒ کی خدمتِ عالیہ میں پہونچ گیا۔ وہ لوگوں کے ملنے جلنے میں کافی اجتناب کرتے تھے، اور اکثر دروازے کو بند کرکے بیٹھے رہے تھے۔ اسی اثناء میں جناب شیخ ملکوت پرواز خواجہ

Marfat.com

نیاز علیہ الرحمہ کے پشاور میں آنے کی خبر سن لی۔ وہ بہادر شاہ کو طلب کرتے ہوئے وہاں پہونچ گیا اور پھر ان ہی کو ڈھونڈتے ہوئے کشمیر بھی آپہونچے تھے۔ جب حضرت خواجہ نیازؒ بہادر شاہ کی فوج میں سرعت سے پہونچے تھے تو حضرت خواجہ عبید اللہؒ نے راہ حرمین شریفین کو پکڑ لیا تھا۔ اور وہ ایک مدت تک ان اطراف میں رہ رہے تھے پھر چند سال کے بعد بلخ میں آئے مگر فتنہ اور فساد ہونے کی وجہ سے وہاں وہ ٹھہر نہ سکے تھے۔ اس لئے در ۱۱۳۲ھ پھر تیسری بار کشمیر میں آئے تھے۔ اور یہاں شہر میں پانچ سال سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ اس وقت ان پیروں اور فقیروں میں سے کوئی بھی بقید حیات صوریہ نہیں تھا لہذا انکی ہی خدمت اور صحبت کو غنیمت جانا۔

آنجنابؒ ضبط اوقات' اخفائے حالات آداب طریقت' تادیب طالبان، حقیقت وفا، کمال استغنا'، تہدید اغنیا اور معتقدوں کی دلجوئی وغیرہ میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تشریح کے تمام در ترک فضول کلام آنجنابؒ اپنے وقت بلد کشمیر میں لاثانی اور بے نظیر تھے۔ انہوں نے اسی شہر سرینگر میں قصد سکونت فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں کسی وجہ سے دل ملول اور دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے، کہ'

"خود را در اماکن متبرکہ از حرمین و مسجد اقصیٰ کہ مکرر در سیاحتہا دیدہ بودند در خوابہائے یا یم۔"

اس لئے پھر ۱۱۳۷ھ میں ہندوستان سے ہوتے ہوئے حرمین شریفین

Marfat.com

میں پہونچ گئے۔ جہاز میں سوار ہوتے وقت اس احقر (اعظمی) کے لئے اپنا ایک غزل مخلصانہ بھیجدیا تھا۔ جس کا مطلع اس طرح ہے۔ (وہ پوری غزل نقل نہیں کرسکتا ہوں۔) ؎

زیر گلے کہ وزد بوئے او بشامۂ من
زشامہ دور نسازم کہ شد شمامۂ من
بکشتی کہ خدا است ناخدا رفتہ عبید
رسد بکعبۂ مقصود و حج عامۂ من

حج بیت اللہ شریف ادا کرنے کے بعد وہ مدینہ مطہرہ میں بھی پہونچ گئے تھے، وہاں بیمار ہوگئے تو اوایل ۱۱۳۹ھ میں ۲۹ محرم الحرام کو بروز جمعۃ المبارک۔ بکمال ہوشیاری اور خبرداری سے غسل کیا اور نماز پڑھ کر رحلت فرمائی تھی۔

آنجناب اس فقیر (اعظمی) پر خاص عنایت رکھتے تھے۔ ان ایام میں جبکہ حرمین شریفین میں تھے۔ میں یہاں احوال مشایخ تحریر کرنے میں مشغول تھا۔ اور "اشجار خلد" لکھ رہا تھا۔۔۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد وہ روحانیت کے زور سے خانقاہ معلیٰ میں حاضر ہوگئے اور صحبت طولانی کے بعد اپنے احوال لکھنے کی طرف اشارہ کیا یہ حقیر متحیر ہوگیا، اور تین چار ماہ کے بعد حرمین شریفین سے ان کی وفات کی خبر شہر میں آکر مشہور ہوگئی۔ (گویا وہ مرنے کے بعد خواجہ صاحب کے ساتھ آکر خانقاہ میں ملاقی ہوگئے تھے۔) ؎

Marfat.com

۷۔ قبلۂ اہل اللہ حضرت شیخ عبید اللہ البخاری الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ

آنجناب حضرت شیخ الیاس بخاری علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند تھے۔ جن کا نسب حضرت الکبرا ابو الخباب شیخ نجم الدین نجم الدین کبروی کی وساطت سے حضرت امیر المومنین امام المسلمین خلیفۂ ثانی جناب سیدنا حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچتا ہے۔ آنجناب نے ولایت بخارا میں جو ان کا مسقط راس تھا، صوری اور معنوی کمالات کا تحصیل کیا تھا۔ پھر مرشد شریعت کے واقعہ کے بعد سمرقند میں تشریف لیا تھا، جہاں علوم ظاہری و باطنی سے زواید و فوائد حاصل کئے تھے۔ اس کے بعد خانہ و خانداری کو ترک کیا۔ اور استرخان کی راہ سے بلاد روس و اطراف روم سے ہوتے ہوئے مصر کو بھی عبور کیا اور پھر حرمین شریفین میں پہونچ گئے وہاں حضرت شیخ احمد کی خدمت میں آئے جو اس وقت مکہ معظمہ کے شیخوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ وہ حضرت عروۃ الوثقیٰ شیخ محمد معصوم کے خلفاء میں سے تھے۔ ان سے طریقہ علیہ احمدیہ کو کمال خدمت و جان فشانی بلکہ مالی اور جانی محنت سے کسب کیا۔ انہوں نے مرشد حقانی کی زبردست خدمت کی۔ مرشد پاک کے واقعہ کے بعد وہ والدۂ ماجدہ کی زیارت کے مقصد سے ہندوستان میں آئے اور یہاں سے بخارا شریف واپس تشریف لیا، وہاں سے والدہ محترمہ کو ساتھ اٹھا کر پھر حرمین میں چلے گئے۔ اس سرزمین خانہ رب العالمین میں نو سال گزارے۔ دو مرتبہ اکیس حج کئے اور پھر ہندوستان لوٹ

Marfat.com

آئے۔ یہاں ہر جگہ ایک ایک سال خلوت اور اربعینات میں گزارے۔ امرا کی صحبت سے متنفّر ہو کر جو اُن کے اقربا میں سے ہی تھے، پھر سفرِ آخرت اختیار کیا اور اوائل ذی القعدہ ۱۱۲۸ھ میں اپنے قدوم کرامت لزوم سے کشمیر کو مزیّن فرمایا۔

آنجناب علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور تجرید و تفرید کی طرف مائل تھے۔ اعزا، علماء اور کافہ برایا کا تفقّد حال، وجود بدل موجود کی نفی، اخفائے حالات، سترِ کرامات، اکل بصورت مرضی بلکہ در حالتِ مخمصہ، لزوم بوضع عرقی، رجوع بمکتب شریعہ در ہر حال، عدم قہر و جلال، دوامی طہارت، فضول کہالت سے اجتناب، قیام بعبادت در جمیع اوقات، علےالخصوص سخت بھوک کے وقت عزیزوں پر ایثار، اختیار غار اور آخر کار گریہ وزاری ماتم و سوگواری اور حضرت باری کی طرف ہمیشہ رجوع و توبہ کرنا وغیرہ اس عاقبت مسعود، مقبول ربّ المعبود کے خاصہ ہیں۔

ہم نے آنجناب کے احوال میں سے کچھ حال فراقنامہ میں لکھا ہے جو اسی قدوۃ اہل حال اور برگزیدہ ذوالجلال کے وصال کے بعد مرقوم ہوا ہے۔ آنجناب نے آخر پر تینوں طریقوں سے اعلانیہ طور پر اوراد و اذکار جاری کئے۔ اوّل قادریہ پھر نسویہ اور پھر نقشبندیہ۔ صرف نماز فجر کے بعد اس شہر کے رواج کے مطابق اور اورادِ فتحیہ امیریہ پڑھا کرتے تھے۔

آنجناب نے ۱۰۷۶ھ میں ولادت پائی تھی اور موافق سن مبارک

Marfat.com

محبوب رب المتعال کے صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ تریسٹھ سال عمر پاکر عالم ابدی اور جہان جاودانی کی طرف چل پڑے تھے۔ جس قدر عنایات اس فقیر پر تقصیر (اعظمیؒ) پر آنجنابؒ نے فرمائیں اس کے عشر عشیر کی لیاقت و قابلیت اس ناچیز میں نہیں ہے۔ آنجنابؒ نے ان ایام میں اول اپنے ذات شریف کی عشق و محبت عطا کی پھر اس ذرۂ ناچیز کو اپنے جمال باکمال کا گرویدہ بنا دیا اور میں اس آفتاب کا پروانہ بن گیا۔ بقول "بودآں شد آنچہ شد" راقم کو اس ذات مبارک کے ساتھ جو عشق و محبت تھا وہ وجدانی اور روحانی تھا۔ اس کی فراوانی اتنی تھی کہ تحریر کے قالب میں سما نہ سکے گی لہٰذا اتنا ہی لکھ سکوں کہ وہ میری نظر میں نظر میں بصیرت اور نگاہ میں رہتے ہیں۔ اور ایک لحظ کے لئے بھی غائب نہیں ہو جاتے۔ میں ان کی عشق و محبت میں اتنا گم تھا کہ اپنی موت کو آنجنابؒ کی حیات کے شرط پر اختیار کیا تھا۔ اور یہ آرزو گریہ وزاری کرکے درگاہ باری سے مانگ رہا تھا اور: وکفیٰ باللہ شہیداً "لیکن: ے

حیف! آرزوئے من بآخر برسید
ایں کہ ہرگز بر نئے آید تمنائے دل است

Marfat.com

۴٦

اس دور کے چند مشہور بزرگوں کا تذکرہ مختصراً

١- بابا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ :-

آنجناب حضرت خواجہ محمد حسین خبازؒ علیہ الرحمہ کے خاندان سے ہیں، اور وہ ایک بزرگ، موحد اور خدا پرست تھے، ایک عارف۔ رحلت کرنے کے بعد چشتیوں کے مزار کے قریب ہی بیرون قلعہ میں مدفون اور آسودہ ہو گئے ہیں۔

٢- شیخ محمد ککو رحمۃ اللہ علیہ :-

آنجناب حضرت آخوند ملا طیب علیہ الرحمہ کے خاندان کے ساتھ منسوب تھے۔ وہ ایک بزرگ صاحبِ حال، پُر کمال اور مستقیم و پُر جلال ہیں۔

٣- شیخ یعقوب کرایہ پاک رحمۃ اللہ علیہ :-

آنجناب حضرت مہدی رشی علیہ الرحمہ کے منسوبوں میں سے تھے۔ وہ بھی ایک مستقیم الحال ولی بزرگ، شب بیدار، معمر اور بابشاشت وجہ یعنی خندہ رو اور خوش خلق بزرگ تھے۔

Marfat.com

۴- شیخ عبداللطیف تمباکو فروش رحمتہ اللہ علیہ:-

آنجناب حضرت بابا عبدالنبی کبروی علیہ الرحمہ کے منسوبوں میں سے تھے اور وہ مستور الحال بزرگ ہیں۔ جو کہ "در رستہ اہلِ بازار" اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۵- شیخ عبداللطیف کول قادری رحمتہ اللہ علیہ:-

آنجناب حضرت فیضہ بابا زرگر علیہ الرحمہ کے برگزیدہ خلیفوں میں سے ہیں۔ اور وہ ایک پاکیزہ جمال بزرگ ہیں، جو صاحب وسعت اور مشرب منش بزرگ ہیں۔ انہوں نے آزادی میں ایک زندگی گزاری ہے اور پھر دامنِ کوہ میں اپنے مرشد بزرگوار کے مزار کے جوار میں آسودہ ہو گئے ہیں۔

۶- خواجہ محمد محسن خندہ بونی علیہ الرحمہ:-

آنجناب حضرت مُلا نازک علیہ الرحمہ کے خاص احباب میں سے ہیں۔ وہ ایک صاحب تمکین، کارکردہ اور راہ روندہ بزرگ ہیں، وہ عزلت اور غربت کے ساتھ خو کردہ شخص ہیں۔ انہوں نے قریباً اسّی سال عمر پا کر وفات کی اور پھر اپنے ہی گھر کے صحن میں مدفون ہو گئے ہیں۔

۷- حضرت خورم حافظ رحمتہ اللہ علیہ:- آنجناب ایک بزرگ

Marfat.com

تھے، عالم اور فاضل۔ انہوں نے اپنی ساری عمر علم اور عمل میں گزاری تھی۔ انہوں نے حضرت خواجہ محمد امین صوفیؒ سے تربیت پائی تھی۔ آخر پر وہ مفلوک الحال ہو کر ان کی عمر سو سال سے بھی تجاوز کر گئی تھی۔ آخر جب انہوں نے وفات پائی تو اپنے صحن میں مدفون ہو گئے تھے۔ ⁂

۸۔ شیخ ابوالقاسم توفی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ ایک بزرگ تھے۔ قناعت پیشہ، نہایت مرتاض، فقر و فاقہ کے ساتھ خو کردہ، صابر اور مستقیم الحال تھے۔ انہوں نے شیخ یعقوب ساوریؒ اور ان کے اقران سے تربیت پائی تھی۔ پھر درِ ملائی گزر نذہ ہو گئے۔ وہ صاحب نشائے بلند اور صاحب معارف ارجمند تھے۔ وہ نفس کی خواہشات کے مطابق عیش و عشرت کی راہ سے کبھی نہ چلے تھے۔ ⁂

۹۔ شیخ معین الدین رفیقی رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حضرت شیخ حمزہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلفِ رشید تھے وہ تو تھے ایک بزرگ، نہایت متقی، عالم و فاضل، ظاہر و باطن سے آراستہ بلکہ ہموارہ او رضلالت سے تھے۔ ان کو گفتار کی قوت تھی اور وہ صاحبِ اخلاق برجستہ، صورت اور معانی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ⁂

Marfat.com

۱۰۔ شیخ عبدالصبور قادری رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجنابؒ بسمل کے نام سے مشہور تھے۔ وہ ایک بزرگ تھے، مرتاض اور جان باز و آزاد وضع کے۔ آنجنابؒ ایک امّی یعنی ان پڑھ تھے مگر کثیر المعارف مشہور بزرگ۔ ✽

۱۱۔ محمد رضائے مشتاق رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجنابؒ کا تخلص مشتاق تھا اور وہ ناجیوں کے قبیلے کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ وہ نوشہرہ کے محلات میں سکونت کرتے تھے۔ وہ لوگ اکثر خطاطی اور کتابت کا پیشہ کرتے تھے۔ موصی الیہ عنفوانِ شباب سے ہی استکتاب کے فن سے گزارہ کرتے تھے۔ اس ضمن میں کمیّتِ فکر کو طبع آزمائی کے میدان میں دوڑایا چونکہ ان کا طبع قادر اور استعداد خداداد تھا، اس لئے تھوڑے ہی دنوں میں سخن دانی کے اعلٰے مرتبے پر پہونچ گئے اور نکتہ سنجی کا معارج سے اوپر ہی اوپر چڑھتے گئے۔ انہوں نے آراستہ وضع اور دل کی آزادی پائی تھی۔ وہ اپنا غذا کتابت کر کے ہی حاصل کرتے تھے، تا صکر مثنوی معنوی لکھ کر فروخت کرتے اور پیسے کماتے تھے۔ مگر حکام اور اغنیا کی مدح سرائی کے لئے کبھی گوشہ انزوا سے متحرک نہیں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ آخری عمر تک تفرید وتجرید میں قلندری اور آزادہ وضع کی زندگی بسر کی تھی۔ ان کا ایک غزل ہم یہاں پر بھی نقل کر دیا گے۔ ✽

Marfat.com

عشق تو چوں مے سرشتہ مارا ؛ رو کرد سوئے کنشت مارا
زے میوہ درونہ سایہ داریم ؛ دہقان بچہ کار کشت مارا
گلدستۂ مطلبے نہ بستم ؛ بیفادہ چرخ رشت مارا
زاہد باشیم بے تو باشند ؛ اگر آرزوئے بہشت مارا
گر بد گفتی نکو نہ گفتی ؛ خوبان گفتند زشت مارا
بست از خم بادہ پشت بر کوہ ؛ مشتاق بسانِ خشت مارا

گشتند بلبل و گل بے اعتبار ہر دو
چشم سیاہ مستش لعل قدح بدستش
از عاشقان ربودند صبر و قرار ہر دو
از خوابِ ناز برخاست از عشوہ جام مے سوخت
چشمانِ دلفریبش مست و خمار ہر دو
زلفین تا بدارش بر گلشن عذارش
خوش حلقہ حلقہ کردہ مانند مار ہر دو
آیا بود کہ روزے ایں آرزو بر آید
خسپند مست باہم مشتاق و یار ہر دو

Marfat.com

۸۷

محمد شاہی عہد کے دیگر اور آخری بزرگانِ دین

۱۔ خواجہ محمد صادق متوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حضرت آخوند مُلّا حسین خبّاز علیہ الرحمہ کے خاندانی خلفاؒ میں سے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے بزرگ اور خدارسیدہ تھے، جو معارف و اسرار کے واقف کار بھی تھے۔ آنجنابؒ نہایت معمر متشرعؒ متورع اور صاحبِ باطن تھے۔ وہ ظاہری طور پر خوش گزران بھی تھے۔ بدعات اور محدثات کو رفع کرنے میں وہ غائبانہ جدو جہد اور سعی و کوشش کرتے تھے۔

۲۔ خواجہ محمد شفیع ککو سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حضرت آخوند مُلّا طیبؒ علیہ الرحمہ کے منسوبوں میں سے تھے اور وہ بھی بہت بڑے بزرگ تھے، بلکہ ایک مُوحد اور واقفِ معارف تھے۔ آنجنابؒ ایک صاحبِ حالات برجستہ تھے۔ وہ حضرت خواجہ اسماعیل چشتیؒ کے مزارِ متبرکہ میں آسودہ ہیں۔

۳۔ مولانا ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ عارف بن مولانا کانی علیہ الرحمہ کے فرزند دلبند تھے

Marfat.com

وہ بڑے عالم اور ایک کامل عابد تھے۔ بزرگواری کے باوجود وہ مکمل خاکساری کے ساتھ اتباعِ سنّت اور اجتناب از بدعت میں رہکر پاک و پاکیزہ اپنی عمرِ مسعود گزار رہے تھے۔ انہوں نے کبھی ہوا و ہوس کی طرف رغبت یا توجہ نہیں کی، بلکہ ترکِ کل کر کے فنا کے ثمرات ان کے لقائے نور افزا سے ظہور کرتے تھے۔ وہ پہلے شیخ محمد چشتیؒ اور پھر شیخ محمد مراد متوی نقشبندیؒ کی خدمت میں رہے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہو گئے۔ آخر وہیں پر استقامت کی۔ ہر ایک سے منہ موڑا اور غایت احتیاط میں رہکر تقویٰ کامل حاصل کیا تھا۔ سنّت کی متابعت، حسنِ سلوک، وضع اور رفع پندار میں مشہور تھے۔ اسی طرح خوش خلقی اور شرافت زندگی بھر اختیار کی تھی۔ اوّل سے آخر تک نفی آثار اور وجود، علم الیقین کے ساتھ توحید کے پردے میں گزار رہے تھے۔ آخر ٦ محرم الحرام ١١٤٩ھ میں آں مقبولِ آفاق نماز اشراق سے فراغت پا کر کمالِ ذوق و شوق سے دار آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔

٤۔ بابا محمد مہدی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

آنجنابؒ بابا عبداللہ علیہ الرحمہ کے خلیفوں میں سے تھے۔ انہوں نے ایک لمبی عمر پائی جو اکثر مرشد کی خدمت میں گزاری ہے اور عبادت و ریاضت میں بسر کی جو آنجنابؒ کا محبوب شغل تھا۔

اپنے مرشد پاک کے وفات کے بعد انہوں نے ظاہری شرع کے

Marfat.com

مطابق تقویٰ سے استقامت کیا۔ کتاب سے آشنائی حاصل کر کے ہمت کے ساتھ آثار سنّت اور اطوارِ سلف کے متبع ہو کر رہ گئے وہ جہاں بھی جاتے وہاں مسجد تعمیر کراتے تھے۔ اسی تقریب سے آنجناب تبت بھی پہونچے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، وعظ و تبلیغ اور مضبوطی ارادہ کا شغل اپنایا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک مدت تک بانہوله میں استقامت کر کے سکونت کیا۔ وہ وہاں خدمت خلق اللہ کا فریضہ بجا لاتے تھے۔ آنجناب تفرید اور تجرید میں اپنے اقران سے بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ آخر راقم الحروف (اعظمیؒ) کی تحریک سے ہی شہر میں آئے اور یہاں محلۂ اندرواری میں گوشہ نشین ہو گئے۔ انہوں نے ایک عمر بے تکلفی سے گزاری جو سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ آخر ماہ ذیقعدہ کے غرّہ ۱۱۵۱ھ کو رحلت فرمائی پھر اسی محلہ سید عبداللہ میں ہمیشہ کی نیند سو گئے ہیں۔

۵۔ عبدالرشید مانتجو رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ حضرت خواجہ عبدالرحیم مانتجو قادری علیہ الرحمہ کے خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے علم ظاہری میں سے ایک حصّہ بھی حاصل کیا تھا، پھر مرشد بزرگوار کی صحبت میں رہ کر معانی اور اسرار میں ایک وافر حظ پایا تھا۔ وہ کافی بے تکلفی اور بے تعلقی کے ساتھ گزر رہے تھے۔ آنجناب ایک مہذب الاخلاق

Marfat.com

اور محمود الاسلاف تھے۔ اس لئے در "ہند شیخی ہند" اور اسلاف کے وضع سے وہ پورے طور پر آشنا تھے، پھر اسی طریقہ پر چل رہے تھے۔ آخر اسی سال سے زیادہ عمر پاکر وہ راہی لقا ہوگئے۔

۶۔ شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب ؒ کو "ابہ بالوئے دیدہ مری" کے لقب سے لوگ پکارتے تھے، وہ ایک بزرگ تھے، نہایت مرتاض۔ انہوں نے حاجی بہرام کامراجی علیہ الرحمہ سے نظر عنایت پائی تھی۔ بلکہ وہ آنجناب ؒ کی خدمت میں ایک مدت تک رہ کر حید ولشیوں کے طریقے پر سعی کرتے رہے، پھر ان کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اس کے بعد حضرت سید احمد ؒ علیہ الرحمہ کے آستانے پر کافی آمد و رفت رکھتے تھے جو شیخ داؤد بٹہ مالو علیہ الرحمہ کی خانقاہ کے روبرو مدفون ہیں ۔ (آں جناب کی ذکر بھی ہوگئی)

کہتے ہیں کہ روحانیت کی ترتیب سے وہ سید بزرگوار سے بھی فائز ہو چکے تھے۔ صوری اور معنوی کاموں میں کافی احتیاط برتتے اور اس لحاظ سے وہ قدماء کے نمونہ تھے۔ تجرید و تفرید اور تشاؤ و توحید کے علاوہ ترکِ دُنیا، ریاضت اور عدم اختلاط وغیرہ میں کامل تھے۔ وہ احیاناً آثار کو نہ بھی رکھتے جو ان کے اطوار سے ظاہر ہوتا ہے۔ آنجناب ؒ شرع اور ورع میں ایک علیحدہ شان رکھتے تھے۔ (بس مزید کچھ نہیں لکھا ہے۔)

Marfat.com

۷۔ بابا ابو الفتح کاتلی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب حضرت میاں محمد امین ڈار علیہ الرحمہ کی صحبت و ارادت کے بہرہ اندوزوں میں سے تھے۔ انہوں نے ایک عمر ان ہی کی صحبت و خدمت میں گزاری تھی۔ وہ سفر اور حضر میں برابر ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی رحلت کے بعد آنجناب نے کافی عمر پائی تھی جو سراسر توکل، تقویٰ، ورع اور قناعت میں فرمائی تھی۔ حضور و آگاہی کے مرتبے پر ہونے کی وجہ سے وہ ایک وافر حصہ اخذ کئے ہوئے تھے۔ آنجناب آزاد وضع کے بزرگ تھے، بلکہ ان کی ذاتِ بابرکت میں خلق بسیط اور تعنت نفس بھرا ہوا تھا۔ پھر اسی حال میں قریباً نوّے سال گزارے، گویا وہ خوب تھے اور خوب گزرے۔

۸۔ حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب خدمت ولد خواجہ نظام الدین ابن حضرت خواجہ اشرف الدین ابن حضرت خواجہ معین الدین علیہم الرحمہ اتفاقاً پڑا ہے سہ

یکے میرود دیگر آید بجائے "

یہ خواجہ محمود الصفات ابتداء شباب سے ہی نیک تھے۔ انہوں نے ہر بات سے کمال کا اکتساب کیا تھا اور وہ دینی علوم سے بھی بہرہ یاب ہو گئے تھے۔ پھر حضرت خواجہ احمد یسوی سے شغل معنویہ درس باطنی، وظایف اور طالبوں کے ارشاد کی اجازت پائی تھی۔ آنجناب نے اقران پر کلی امتیاز حاصل کیا اور وہ والد بزرگوار سفر کے وقت

Marfat.com

حضرات کی خانقاہ کے زینت بخش ہو گئے تھے، اور اسے کافی ترقی دی تھی۔

شدہ از نور مظہر خواجہ عرصہ خانقاہ چوں گلشن
ہاتف از بہر سال ارشادش گفت حل آفتاب دین روشن

دوسری بات یہ ہے کہ آنجناب نے روز بروز باطنی اور روحانی ترقی کی، وہ طریقۂ علیہ کے لوازم کو ضبط اوقات کے ساتھ انجام دیتے اور طاعات و عبادات کی توفیق پاتے تھے، یہاں تک کہ وہ بلند مرتبہ تک پہونچ گئے۔ روحانی ارتقاء اور روز افزوں ترقی کے باوجود وہ شغل کتاب کے ساتھ عمر کی آخری دم تک مداومت سے جاری رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ خواجگانِ عالیشان کا طریقہ تھا۔ وہ ان کے انوار کے تتمہ تھے، اس طریقے کا شجرہ ان کی ذات کثیر البرکات سے پُر ثمر اور اس سلسلے کا سر رشتہ ان کے وجود مسعود سے حمیت لائی تھی۔ آنجناب نے ۱۰۸۶ھ میں تولد ہو کر ۶ شعبان ۱۱۵۶ھ میں وفات پائی۔ جبکہ عمر شریف بہتر ۷۲ سال تھی، ان کی چشم پوشی سے اس عالیشان خاندان پر کیا چشم زخم لگی ہے وہ عیاں ہے ان با فضل و کمال کی تاریخ کے متعلق جو اشعار کہے گئے، ان میں تین شعر یہ ہیں۔

رفت آں سالار ملک معرفت ❊ در حنر کا بش صد ہزاراں فوج دل
کشتی چشم جہاں پر آب است ❊ در غم الش ایں بود یک موج دل
اعظم از ذرہ کم تاریخ یافت ❊ بود خاجہ آفتاب اوج دل

Marfat.com

مُلّا عبدالسّلام دیتؒ نے "آفتاب راشد کسوف" بھی آنجنابؒ کا تاریخ وصال پایا ہے۔

۹۔ شیخ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ:-

آنجنابؒ صاحب فقر و فاقہ اور ایک تارک الدنیا مستغنی و لاطمع بزرگ تھے۔ انہوں نے حسب مقدور عبادت و ریاضت میں جدوجہد کی۔ آخر جب رحلت کی تو وہ "پاپہ چھن" گاؤں میں آسودہ ہو گئے جو پرگنہ کھو یہامہ میں واقع ہے۔

۱۰۔ شیخ محمد فاضل زونیمری رحمتہ اللہ علیہ:-

آنجنابؒ شیخ محمد موسٰیؒ بن شیخ محمد غازیؒ کے فرزند ارجمند تھے، جو اپنے چچا شیخ محمد یعقوب چچر بلی کے خلیفہ و خلف تھے۔ وہ بھی شیخ محمد پارساؒ کے خلیفہ تھے، اور وہ بھی خود شیخ داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے خلف الصدق تھے۔ ان سب حضرات کی ذکر گزشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔ خیر وہ تقوٰی کی مکمل آراستگی رکھتے تھے، پھر ۱۰۵۰ھ میں دارالبقاء کی طرف مرتحل ہو گئے۔ وہ محلہ زونی مر میں اپنے گھر کے متصل ایک مقبرے میں مدفون ہو گئے ہیں۔

۱۱۔ خواجہ نوراللہ رحمتہ اللہ علیہ:-

آنجنابؒ بدلو کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ کشمیر میں ایک قبیلہ

Marfat.com

ہے، ڈلو قبیلہ۔ وہ بھی ایک بزرگ تھے، ظاہری و باطنی کمالات سے
آراستہ۔ اسی طرح علوم غریبہ میں بھی امتیاز رکھتے تھے، اور شعر و
سخن میں اقران پر فوقیت پائی تھی۔ انہوں نے اکثر علوم کی تحصیل
مُلا ابوالحسنؒ سے کی اور پھر مُلا عبدالصبورؒ زادو اور مُلا عزیز اللہ چھو
(جو) سے مکمل کیا تھا۔ فصوص کو عرفان مرتبت شاہ ابوالبرکات
کی خدمت میں گزارا اور ان کی صحبت کی برکت سے تصوّف کے فوائد
کافی حد تک اخذ کیے۔ غلبات حال میں سے بھی بہرہ تام پایا ہوا تھا
مشربِ توحید اور خودی میں سے بھی حصّہ لیا تھا اس مشرب میں وہ شاہ
ممدوح کے قدم بقدم چلتے تھے، اور اپنی اکثر عمر آراستگی احسن معاشرت
پورے استغفار سے بسر فرمائی۔ نسبتِ قادریہ کے باوجود آخوند
مُلا نازکؒ کے منسوبوں سے طریقہ نقشبندیہ کا فیض بھی اٹھایا اور
سلوک کی راہ باطن پر ذوق و شوق سے چل پڑے اور اس مظاہر جمیلہ
کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ جب آثار قدرت سے متاثر ہو جاتے تو حظ
وافر اٹھاتے تھے۔

۱۲۔ حاجی محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجنابؒ عین شباب میں حضرت شیخ محمد چشتیؒ کی ارادت سے فائز
ہو کر آئے اور ان ہی کی نظرِ عنایت سے مستفید ہو گئے، وہ ان کے
منظور نظر بھی ہو چکے تھے۔ پھر اپنے مرشد کے حکم سے سلوک کے کچھ منازل
طے کر کے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے۔ مناسک حج ادا

Marfat.com

کر کے واپس لوٹے۔ اسی سفر کے اثنا میں وہ قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ محمد علی رضا سرہندی فاروقی رح کی خدمت میں آئے اور ان کی کثیر الانوار دیدار سے محظوظ ہو گئے۔ مراجعت کے بعد بھی انہوں نے اس بزرگوار کو بقیدِ حیات پایا اور روز و شب کی خدمت میں راہ رضا کی طرف دوڑے۔ مگر آنجناب کے وصال کے بعد اپنی بقیہ عمر توکل اور اثبات میں استقامت کے ساتھ شریعت و طریقت کے مکان میں گزاری۔ پھر اپنی حیاتِ گرامی کے چھیسٹھ ۶۶ سال پورے کئے اس کے بعد رحلت کی اور پھر اپنے اسلاف کے مقبرے میں آسودہ ہو گئے تھے۔

۱۳۔ میر محمد سلطان قاضی رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب رح ایک بزرگ قاضی کے خلف الصدق تھے۔ جس کا نام قاضی مقیم تھا۔ وہ علوم عقلیہ، نقلیہ اور منقولہ کے جامع تھے۔ انہوں نے صوفی مشرب سے بہرۂ تامہ حاصل کیا تھا۔ وہ اوضاع و اطوار میں کافی آراستگی رکھتے تھے۔ انہوں نے آثار نیستی و فنا کو اپنا شعار بنا دیا تھا۔ پھر کشمیر، ہندوستان اور ولایت کے اکثر بزرگوں سے نظر عنایات حاصل کی تھیں، تب خواجہ عبدالرحیم نقشبندی رح کی خدمت میں آکر ارادت حاصل کیا جو حضرت بابا شاہ مسافر رح کے منسوبوں میں سے تھے۔ وہ آخری سفر میں شاہ جہاں آباد پہونچے اور وہاں کافی وقت تک عبادت میں مصروف رہے۔ پھر وہیں انتقال بھی فرمایا تھا۔

Marfat.com

۱۴۔ میر محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجناب نے جوانی میں ہی خداپرستی کا ذوق پایا اور پھر مولانا میر محمد شریف کی نظر عنایت میں آئے تھے۔ جب وہ بخارا شریف سے متحرک ہو گئے اور پشاور میں ایک مدت کے لئے ٹھہرے تھے، تو حضرت شاہ عباس کوہری کی خدمت میں پہونچے جو اکابر اولیا میں سے تھے وہاں سلوک حاصل کیا اور پھر ان کے حکم سے کشمیر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں بھی وہ بزرگان وقت سے استفادہ کرتے رہے اور افادہ میں مشغول ہو گئے۔ آخر اسّی سال سے زیادہ عمر پاکر ۱۱۵۷ھ میں وفات کی اور گھر کے صحن میں مدفون ہوئے تھے۔

۱۵۔ حافظ احمد بابا رہمولی رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجناب اکبر آباد چلے گئے اور وہاں میاں عنایت اللہ درویش کی خدمت میں آکر بہرہ ور ہو گئے۔ جب واپس کشمیر آئے تو طریقت پر استقامت کیا اور صاحب کشائش بن گئے۔ انہوں نے کافی لوگوں کو معنوی فیض سے مالامال کر دیا، اپنی ساری عمر تسلیک کی راہ پر گزاری اور شب و روز سلوک کا کام کیا۔ پھر ستّر اور اسّی سال کے درمیان عمر پاکر اس جہاں فانی سے رخصت لے گئے۔

۱۶۔ میر قاسم امراکدلی رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجناب ایک بزرگ تھے عمر، انہوں نے نوے سال سے بھی زیادہ

Marfat.com

عمر پائی۔ وہ صالح خان جیو کے صحبت داروں اور ان کے اقران میں سے تھے۔ اس پیر بزرگوار نے اپنی تمام عمر آراستگی اور توکل و قناعت کے ساتھ گزاری ہے۔ (اس سے آگے سکوت اور خاموشی کی گئی ہے۔)

۱۷۔ شیخ عبدالرحیم کبروئی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب حضرت میر محمد مراد پوتہ تنگو کے منسوبوں میں سے تھے وہ ایک بزرگ تھے صاحب تفرید و تجرید۔ وہ خادم عتیق اللہ یعنے واقف کار آشنا اور عالی ہمت تھے۔ انہوں نے ستر سال سے بھی زیادہ عمر پائی اور آخر اس دارِ ناپائیدار سے چل بڑے تھے۔

۱۸۔ عبدالنبی لنگر رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب ہاشم بابائے پلور کے منسوبوں میں سے تھے، وہ ایک بزرگ تھے صاحبِ ذوق و شوق۔ انہوں نے توحید میں سلوک کی معرفت فرمائی اور ایک بڑی جماعت کو ہدایت و رہبری کرتے رہے۔ وہ اکثر وجد و حال میں غرق رہتے۔ عشق و محبت میں مغلوب الحال اور شوق و ذوق میں مست رہتے تھے، انہوں نے توکل میں ایک عمر گزاری اور پھر اس فانی سرا سے نکل کر آخرت کی طرف کوچ کیا انہوں نے ستر سال سے زیادہ عمر پائی تھی اور پھر اپنے گھر کے جوار میں مدفون ہوئے تھے۔

۱۹۔ بابا عبدالباقی کبروی رحمۃ اللہ علیہ:۔ آنجناب حضرت

Marfat.com

باباصفیؒ کے خلف الصدق تھے۔ وہ ایک بزرگ تھے صاحب ہمت، نہایت محتاط اور صاحب ریاضت۔ وہ اصحاب غربت میں سے تھے جو صغر سنی یعنی بچپن میں ہی سجادہ نشین ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ حسین بیلکیؒ کی صحبت با برکت میں رہ کر ایک کامل بہرہ حاصل کیا تھا۔ آنجنابؒ نے دینی علوم میں سے بھی کافی حصّہ پالیا تھا پھر ہر چیز سے یکسو ہو کر تقویٰ اور پرہیز گاری کا راستہ پکڑا اور کمالِ جوانی میں مسافرت اختیار کی، وہ ایک متوکل بزرگ تھے۔

انہوں نے ایک روز حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانی رضی اللہ عنہ کے مرقد مبارک کی زیارت کا شوق پیدا کیا۔ چونکہ راستہ مسدود تھا۔ اس لئے کابل سے ہوتے ہوئے واپس مڑے تھے اور پھر حرمین شریفین میں چلے گئے وہاں مناسک حج ادا فرمائے اور پھر مدینہ منوّرہ میں جا کر زیارت کی۔ سات سال کے بعد واپس وطن آئے اور اب وہ بچاس سال کے ہو گئے تھے تو ان کی عمر بھی پوری ہو گئی۔ جب رحلت فرمائی تو شیخ بابا والی قدس سرہٗ کے حظیرہ پاک میں آخری آرام گاہ پالیا تھا اور وہ وہیں پر دفن ہیں۔

۲۰۔ شیخ محمد قایم لیسوی رحمتہ اللہ علیہ:۔

آنجنابؒ قاضی شاہ دولتؒ کے منسوبوں میں سے تھے۔ وہ ایک عالم اور عامل بزرگ تھے جو معرفت اور ریاضت میں شامل تھے، تحصیل علوم سے فراغت پانے کے بعد سلوک کی راہ میں ہمت کا کمر کس لیا اور

Marfat.com

قیود سے بالکل آزاد ہو گئے، جب تک زندہ تھے وہ شوق اور ذوق میں غرق تھے۔ آنجناب کے معنوی سوز و گداز سے ایک لحظہ کے لئے بھی آرام یا قرار نہیں پکڑتے۔ وہ اہل دانش و بینش میں سے تھے، جو صلاح و تقویٰ میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ اس طرح وہ پروردگار کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے آخر ستاون سال کی عمر میں رحلت فرمائی، اور "شیخ محمد قایم" ان کے وصال کا تاریخ پایا گیا۔ وہ متصل مسجد میں مدفون ہیں۔

۲۱۔ کوئی گمنام بزرگ رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب حضرت مرشد شیخ مراد کے قدیم ارادت مندوں میں سے تھے۔ وہ عنفوانِ شباب میں ہی آنجناب مقتدائے اولوالالباب کی خدمت میں پہنچے تھے، اور ترک خانداری کی تھی۔ پھر جناب شیخ کے ہمرکاب روم اور سرہند تک سفروں میں جایا کرتے تھے۔ پھر بقیۃ العمر حضرت مرشد کی خدمت میں رہ کر سعادت اندوز ہوتے رہے تھے۔ انہوں نے انجناب کے حکم سے نو دفعہ سرہند میں جاکر تجرید و تفرید انجام دیئے تھے۔ اور پھر وہاں ان ... بہت سے بزرگوں کی زیارت سے بھی مسرور ہو گئے جو اس زمانے میں وہاں مسند ارشاد پر

لہ زیر نظر کتاب میں یہ بزرگ گویا بے نام ہیں، کیونکہ مسودے میں انکا اسم گرامی لکھا ہوا نہیں ہے۔ شاید کتابت کے وقت غلطی سے نام لکھنے سے رہ گیا ہے، ہم بھی اسی طرح انکے حالات کا ہی ترجمہ کرتے ہیں۔" (طاہری)

Marfat.com

بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ان حضرات کے بھی منظورِ نظر ہو گئے تھے۔ فدویت اور عقیدت کے رسوخ سے انہوں نے اپنے پیر بزرگوار سے کمالِ فنا اور نیستی حاصل کی اور خاکساری میں شیخی کے قلادہ کو رفع کرنے میں اس عالی ہمت کے مانند حضرات کی اجازت کے باوجود کم ہی کسی نے دیکھا ہو گا۔ انہوں نے نوّے سال کے قریب عمر پائی اور اسی حال میں گزرے ماہِ ذی الحجہ ۱۱۵۵ھ میں رحلت فرمائی اور پھر مولانا یوسف ترکی کے مزار میں دفن کئے گئے تھے۔

۲۲۔ شیخ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ:۔

آنجناب حضرت مرشدی مرادی کے فرزند برومند ہیں۔ انہوں نے آغاز جوانی میں طلب ربانی سے عبادات و ریاضات کر کے کمالات کا کسب کیا ہے۔ طریقت کے فوائد حاصل کرنے کے بعد شوق کے غلبہ سے اپنے والد کی خدمت سے اٹھ کر مسافرت اختیار کی۔ اور مرشدِ اعلیٰ کی خدمت میں چلے گئے، ان کو سرہند میں پایا اور جان فشانی سے خدمت گاری کے فرائض انجام دیئے۔ اور آنجناب کی رضامندی حاصل کر لی، آخر واپس وطن آئے مگر یہاں صرف دو سال رہ کر مرشد کامل کے دیدار کے شوق سے پھر ہندوستان کی طرف متوجہ ہونے کے لئے بیتاب ہو گئے۔ اس دفعہ اس قطبِ ارشاد کو شاہ جہاں آباد میں پا لیا اور سعادت اندوز ہو گئے۔ اس حضورِ سراپا نور سے دو سال تک فیض و برکات سے مسرور ہوتے

Marfat.com

رہے۔ اسی اثناء میں آں قدوۂ اہلِ کمال کا واقعۂ وصال رونما ہوا تو اہلِ بیت کے حکم سے ان کی نعش مبارکہ کو وہاں سے اٹھا کر سرہند لائی لایا گیا، جہاں ان کے تجہیز و تکفین کی خدمت انجام دی گئی۔ پھر حضرات بزرگان کی خدمت میں واپس دہلی آئے اور ان کے اجازت سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کی۔ یہاں طالبوں کے افاضہ و افادہ میں ہی مشغول ہو گئے۔ وہ امراض شدیدہ تفرقات قدیمہ اور مصوبات جدیدہ کے باوجود، جو اُن کو وارد ہو گئے تھے جادۂ استقامت پر ثابت قدم رہے۔ جب ان کی عمر شریف چوّن [۵۴] سال سے تجاوز کر گئی تو ان ہی امراض کی شدت کے ساتھ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ مطہرہ حضرت سیدالانام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی غرض سے سفر پر نکل گئے، ہمت کا کمر کس لیا۔ کچھ مدت دہلی اور سرہند میں گزارا اور پھر ملتان کی راہ سے چل پڑے۔ حرمین شریفین میں پہونچ کر حج ادا کیا اور روضۂ اقدس کے طواف سے فیضیاب ہو گئے۔ ان حدود میں بھی ایک جماعت کو ہدایت کی طرف رہبری کی اور پھر ہندوستان کی طرف راجع ہو گئے۔ شاہ جہاں آباد میں امراض شدیدہ نے غلبہ کیا تو ۲۷ رجب در شب معراج نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وفات کی۔ یہ ۱۱۵۵ھ تھا وہ استعداد کے کان اور ادراک کے شعلہ تھے۔ لیکن تقدیر سے مرض کثیر نے وہ کام کیا جو کیا یعنے سفر میں وفات پائی۔

۲۳۔مولوی حاجی محمد رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب ؒ ملا طاہر غنی ؒ کے برادر زادہ تھے۔ وہ ایک کامل عالم و فاضل تھے، انہوں نے معنوی ارادت کو حضرت مرشدی مراد ؒ کی جناب میں آکر حاصل کی اور پھر چند مدت تک سلوک کے مراتب ضروریہ کو طے فرماتے رہے۔ حفظ اوقات معنویہ کے بعد دن میں دوپہر سے زیادہ وقت تک معقولات اور منقولات کے درس دینے میں اشغال فرماتے تھے۔ غذا کے بارے میں اکثر امور معاش میں بھی قطعی احتیاط رکھتے۔ ان کی عمر شریف ابھی ساٹھ سال تک بھی نہیں پہونچی تھی کہ لوائے اقامت کو ملک بقا میں لہرادیا، وہ علمائے روزگار میں اکثر اطوار کا امتیاز رکھتے بلکہ مستثنیٰ تھے۔ (ان کی رحلت کے بارے میں بھی کوئی تفصیل نہیں دی گئی ہے۔)

۲۴۔میر عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ :۔

آنجناب ؒ مئوآباد کے رہنے والے تھے۔ وہ میر محمد ہاشم ؒ کے خلف الصدق تھے، جن کی ذکر ہو چکی ہے۔ آنجناب ؒ فقاہت دستگاہ عالم تھے جو نہایت ہی متورع اور متشرع بزرگ تھے۔ انہوں نے قال اللہ اور قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شغل میں ایک عمر بسر فرمائی تھی۔ حضرت مرشدی مراد ؒ کی بڑی صبیہ ان کے عقد میں تھی۔ انہوں نے اسی سال سے زیادہ عمر پائی اور پھر شہور سنہ ۱۱۱۱ھ میں بصلاح و فلاح در ہوشیاری بسوئے باری

Marfat.com

رحلت فرمائی ۔ (مدفن وغیرہ معلوم نہیں۔)

۲۵۔ مُلّا زین الدین رحمۃ اللہ علیہ :۔

آنجناب خواجہ عبداللطیف کے والد امجد تھے جو خواجہ زین الدین کے نبیرہ تھے ان کی ذکر خیر بھی ہو چکی ہے ۔ وہ ایک کامل عالم و فاضل اور محقق و مدقق تھے جو فضلائے عصر میں ہر لحاظ سے ممتاز تھے۔ جدّت، دقّت، ذکاء، سخاوت وغیرہ اوصاف میں بے نظیر تھے۔ حسب و نسب میں بھی عالیشان اور ممتاز تھے۔ اسی طرح صلاح و فلاح، قناعت و تقویٰ اور آراستگی میں کامل تھے۔ شعر گوئی و انشاء پردازی میں فصاحت کے لحاظ سے اقران سے آگے نکل چکے تھے۔ امور معاش میں بھی کلّی احتیاط رکھتے تھے۔ وہ صاحب ذکر و فکر تھے، ان کی عمر شریف باون ۵۲ سال کی ہو گئی تو اسہال جگری کے مرض سے ۱۱۲۵ھ میں وفات کی۔ ان کے جنازے میں تقریباً بیس ۲۰ ہزار لوگ شامل تھے اور وہ اپنے جد امجد کے مزار متبرکہ میں دفن کئے گئے جو محلہ رعناواری میں واقع ہے ـــ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد سیّد المرسلین ۔

ان متذکرہ حضرات علیہم الرحمہ کے علاوہ اس زمانے میں مشائخ شعراء اور فضلاء کی ایک بڑی جماعت نے بھی رحلت فرمائی ہے جن میں : محمد اشرف، لطف اللہ بیگ صہبا وغیرہ علیہم الرحمہ اور ایسے ہی بہت سارے اہل اللہ و شعراء مشہور ہیں۔ یہ سب مُلّا ساطع

Marfat.com

کے تربیت یافتہ یا محمد رضا مشتاق کے شاگرد تھے۔ ان سب کی ذکر الگ الگ کرنا باعث طوالت ہوگا۔ محمد اشرف کا ایک شعر ہے ؎

درمیان ایں ہمہ ارباب شعر ❊ شعر گو کم بود یکتا کم بنود

اب ہم مُلا ساطع رح کی مختصر ذکر پر ہی کتاب کو ختم کریں گے جو اسی عہد کا ایک نہایت مشہور شاعر تھا۔

مُلّا ساطع رحمۃ اللہ علیہ :-

مُلّا ساطع رح، مُلّا غالب رح کے بیٹے تھے۔ ان کا اصلی نام تھا: عبد الحکیم رح۔ اور وہ طالب علمی میں مشغول ہوا کرتا تھا۔ چونکہ ان کا طبع موزوں تھا، اس لئے اُسے شعر کی طرف رغبت غالب آیا تھا وہ پھر لالہ ملک شہید علیہ الرحمۃ، جنکی ذکر خیر بھی گذشتہ صفحات میں ہو چکی ہے، کے ساتھ محبت وانس رکھتے تھے۔ اور وہ اپنے اشعار کی اصلاح بھی ان ہی سے کراتے تھے۔ قوت اور ظہور حاصل کرنے کے بعد انہوں نے لالہ ملک شہید رح سے ہی ترقی کے منازل طے کرے۔ ملک موصوف نے ان کے طبع کا استعداد معلوم کرنے کے بعد خود کو اس کی تربیت کے لئے موزون اور قابل نہیں پایا تو اسے مرزا داراب جویا کی خدمت میں جانے کا اشارہ کیا، پھر مُلا ساطع ان ہی کے حکم سے مرزا موصوف یعنے داراب جویا کے پاس آیا اور آنا جانا شروع کرکے اس پر استقامت کیا۔ ان کی خدمت میں اکثر تلمذ اختیار کیا اور مداومت کے ساتھ اپنا شغل جاری رکھا۔ پھر تھوڑے ہی

Marfat.com

دلوں میں نمایاں ترقی کی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اقران پر فایق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ پشاور چلے گئے اور وہاں شاہ عالم بہادر کے اردل میں شامل ہو گئے تھے، جو اس زمانے میں ان ممالک کے ناظم اعلیٰ تھے۔ راستے میں وہ مُلّا محمد اشرف کے ساتھ ملاقات کر کے ہم صحبت ہو گئے تھے جو اس دور میں عمدہ شعرائے روزگار میں سے تھے پھر ان کی خدمت میں رہ کر اپنا کلام پیش کیا اور اپنے اشعار کی اصلاح کرائی۔ بادشاہ کے جلوس کے بعد اردوئے معلیٰ میں ملکۂ شعر کو خاص کر قصاید بسیار بہم پہونچائے تھے۔ شاہ شہید محمد فرخ سیر کے دور میں انہوں نے کافی ترقی کی تھی، اور یہاں بڑا رتبہ حاصل کیا تھا اس طرح شاہی ملازمت میں باریاب ہو گئے تھے۔ وہ حضور بادشاہ میں اپنے اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور ان کو اپنے تقرّب کا وسیلہ بناتے تھے جس سے وہ انعامات پاتے اور امتیاز حاصل کرتے تھے۔ مذکور بادشاہ کی دردناک شہادت کے بعد وہ واپس کشمیر آئے۔ ان شاعرانہ کمالات، وسعتِ مشرب اور حسنِ خلق رکھتے ہوئے بھی وہ عجیب انتساب رکھتے تھے، انکے اشعار آبدار جو کہ بیاض ہٰذا میں سے یہاں نمونے کے طور پر چند ابیات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ استادیت نمایاں ہو:

بہ بزمِ بادہ ادب بیش ازیں نمے باشد
تو در کنارِ من و من زخود گرفتہ کنار

ایضاً
ترا غرور بصورت و مرا بمعنیٰ خویش
کمالِ حسن ترا مرا است حسن کمال

غزل

بچندیں رنگ گشتم از گنہ چوں خامۂ نامے
شدم موئے جز ایں صورت نمے بند دپشیمانی
قفس زندانئے خود را مکن دیگر نگہبانی
کہ رفت ایں ناتوان چوں گل بتاراج پر افشانی
رعونت بیشتر دار ہی دل آغوش دلِ تنگم
برنگِ غنچہ مے زیبد ترا ایں جامہ چسپانی
زمن آموز آدابِ محبت شہرۂ عشقم
اگر فرہاد کہساری وگر مجنون بیابانی

ملا ساطع نثر میں بھی اس زمانے میں بے نظیر تھے۔ وہ سخنوری کے جوش وخروش اور جوانی وجوبن میں تھے۔ ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۴۳ھ میں رحلت کر گئے، جس سے انہوں نے اپنے متعلقوں اور بیگانوں کے ساتھ ایک عالم کو گرفتارِ تاسف وتلہف بنا دیا تھا۔ گویا انکے مرنے سے سب لوگ سوگوار بن گئے تھے خاصکر راقم الحروف (اعظمی) کو پُر درد فراق میں چھوڑا کیونکہ میں بیس سال سے برابر فرطِ محبت سے انکی مجلس آرائے صحبت تھا، بلکہ بادۂ پیمائے الفت ہوا کرتا۔ ان کے اشعار آبدار کا ذکر اور قافیوں کے طرح راحت افزا تھے۔ جو خواہ حضور میں یا ان کے پیچھے پڑھے جاتے۔ بہر حال ان سے لطف طبع کی بزم کو لطف ومزا حاصل قرین ہوتا تھا راقم الحروف نے جلدی اور عجلت میں ملا موصوف کا تاریخ وصال صفحہ روزگار پر یوں چھوڑا۔

مہر اوجِ سخنوری ساطع ❊ از صفا ذہنِ الوارش لامع

Marfat.com

رایتِ عالئے فصاحت را ✤ بود رائے متین او رافع

صحبتش وقت نکتہ پیرائی ✤ بفقیر و غنی بسے نافع

از علوِ فطانتش استاد ✤ بود جویائے او زہی طالع

بزم آرائے شعر شد یکچند ✤ آن باصناف معرفت جامع

شدہ مقراض موت آخر کار ✤ صفحاتِ لباش را قاطع

پردہ جسم او چو فانی گشت ✤ روح قدسش شدہ بحق راجع

گفت اعظم بسالِ تاریخش

نور ایمان بمرقدش ساطع

آخر یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تاریخ اعظمی کا اختتام ۱۱۶۹ھ میں ہوا تھا، جیسا کہ مصنف خود فرماتے ہیں : کہ ؎

اگر پرسند تاریخش چسان یافت ✤ بگو ترتیب "ابواب الجنان" یافت

اور خواجہ اعظمیؒ نے ۱۱۷۹ھ میں وفات کیا تھا۔ اس طرح کتاب کے اختتام اور مصنف کے وفات میں دس سال کی فرق نظر آتی ہے۔ اس مدت میں یہاں متعدد حضرات بزرگان مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے یا وفات پا گئے ہیں، جن میں یہ حضرات بھی قابل ذکر ہیں

- عالم و عامل شیخ رحمت اللہؒ ،
- مدقق کامل ملا محمد مقیمؒ ،
- جامع علوم ظاہری و باطنی کامل و مکمل شیخ الاسلام مولانا عبد السلامؒ المعروف بہ وکیل ،
- ظلِ سبحانی فقیہہ و فاضل ملا ابو الوفا مفتیؒ وغیرہ درویشان

Marfat.com

جو ہر سلسلہ کے اس وقت مسند آرائے ارشاد تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے حضرات چراغ افروز خانۂ علم و عمل تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان سب کے حالات خواجۂ موصوف لکھنا چاہتے تھے، مگر ان کی صحت اس حد تک بگڑ گئی تھی کہ مزید کچھ نہ لکھ سکے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: کہ: "پوشیدہ نماند چوں قلم دریں محل رسید راقم حروف بمرض صعبے مبتلا گردیدہ منجر باشتداد اسباب ضعف شدہ و فرصت تذکار ایں اخبار نیافت و اتمام رسالہ را بر ہمیں حالت مغتنم دانستہ شد"

پس راقم مترجم بھی ان کی ابیات پر ہی کتاب کو ختم کر دیتا ہوں

غرض نقشے است کز ما یاد ماند ؛ الٰہی تا ابد آباد ماند!

باہل نیستی دارم ہوائے ؛ کہ ہستی را نبینم بقائے

مگر صاحب دلے روزے برحمت ؛ فشاند از مروت دست ہمت

زراہ صدق بے روئے و ریائے

کند برحال ایں مسکیں دعائے

(عبدالخالق طاہری)

پبلشرز

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجران کتب گاؤ کدل سرینگر کشمیر

Marfat.com

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
QUAID-I-AZAM CAMPUS LAHORE

Call No. ....

Accession No. ....

The book was drawn from the library on the date last marked. it can be retained for the period permitted by the rules governing the class of your membership.

***Text books** and current periodicals must be returned within three days.*

Marfat.com

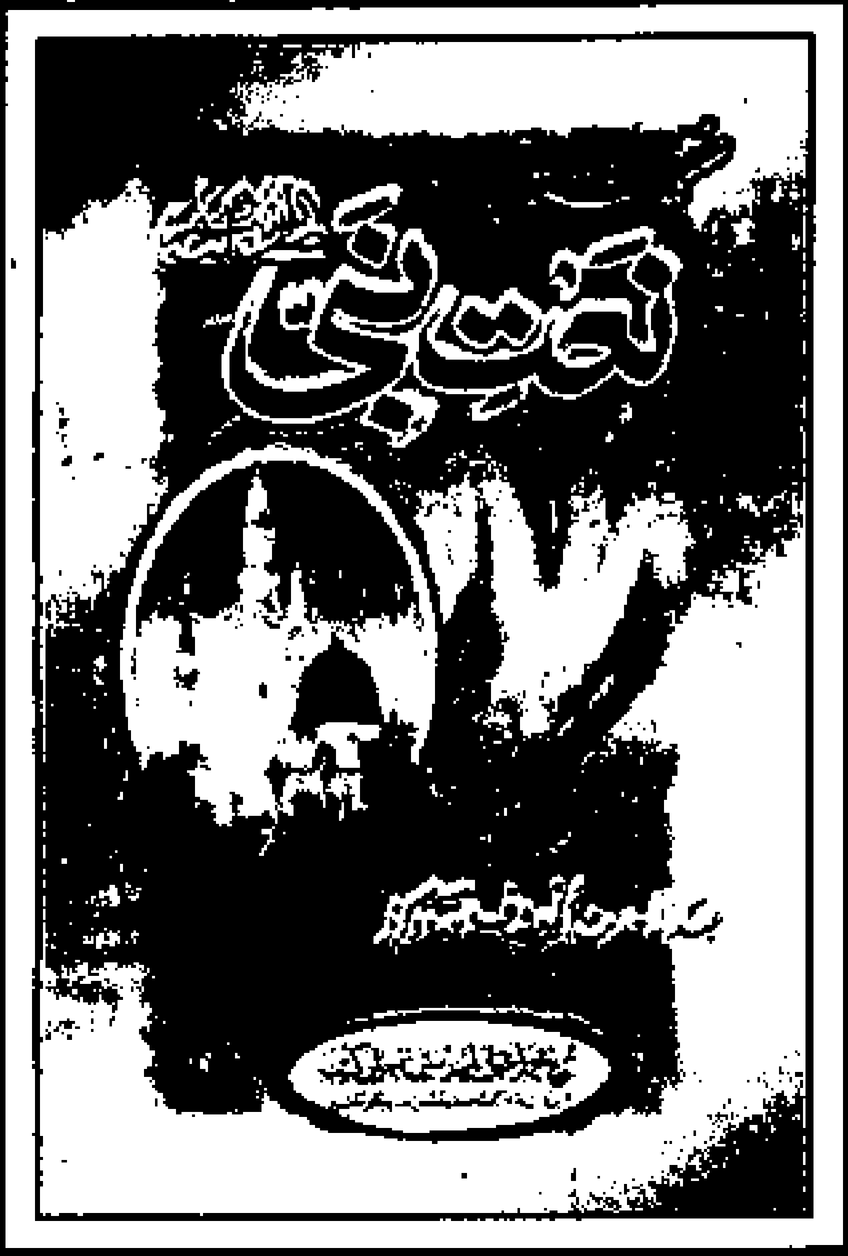

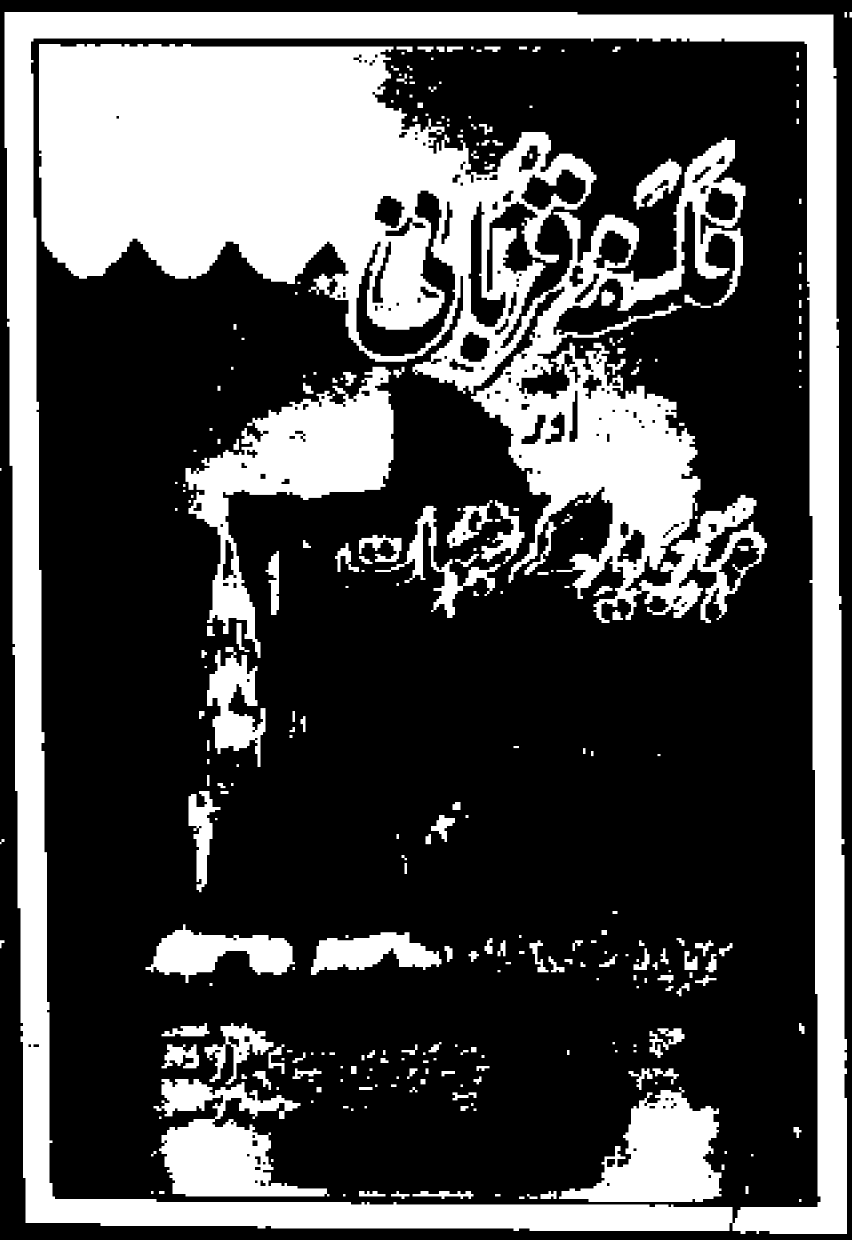

SM

SHEIKH MOHAMMAD USMAN & SONS

Fairdel Market, Residency, Srinagar, Kashmir

Branch: Madina Chowk, Gow Kadal,
Srinagar, Kashmir

Marfat.com